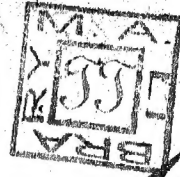
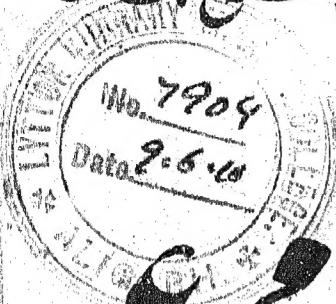


جناب مولانا مولوی حافظ محمد زید احمد صاحب
دہلوی کے شرف سے جون ۱۹۲۸ء تک کے



لکھنؤ کا مجربو

۱۹۱۰ء ۲۳۵
۱۹۱۳ء ۲۳۳
۱۹۱۶ء ۲۳۱
۵۵۰۶

مرتبہ

CHIC-2002

محمد زید حسین تاجرتب دہلی بازار دریا کلاں

۱۹۲۸ء

مطبع ہی واقع دہلی مطبع بہار بن ہوا

ملاحظہ ہو

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U5506

انڈس کتاب مجموعہ پر

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۷	ہندوستانی اور انگریزوں میں کیا نسبت ہے اور ہندوستانیوں کو انگریزوں کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھنا چاہیئے؟	۱	لیکچر نمبر ۱۔ انڈین نیشنل کانگریس پر لکچر کے نزدیک نیشنل کانگریس کیا چیز ہے اور اس کی اہمیت کیا ہے اور مقاصد کیا؟
۸	نیشنل کانگریس گورنمنٹ کی نگاہوں میں کس قدر بغض ہے؟	۲	یہ کانگریس نیشنل نہیں ہو سکتا نام ہی غلط ہے؟
۹	کیا نیشنل کانگریس ملے اس ہیکٹی سے اپنے مطالب میں کامیاب ہو سکتے ہیں؟	۳	غدریہ عناصر کے بانی ہندو تھے اور مسلمانوں کی وہ نیشنل ہوئی کہ آٹے کے ساتھ گھن پس گیا ہندو اور مسلمان بالطبع ضد۔ یکدگر میں ایک دوسرے سے نفور؟
۱۰	گورنمنٹ کو ابھی تک پورا پورا اعتماد دیا یا نہیں ہے؟	۴	ہندوستان دونوں گورنمنٹ کے امن سے نہیں بچتا۔ انگریزی سلطنت نے جس قدر مصفا نہ کارروائی سے مخلو کو ضامنہ کیا ہے کوئی نہیں کر سکتا۔
۱۱	نیشنل کانگریس کی وجہ سے کیا برا اثر ہندوستانیوں پر مترتب ہوا اور کیا یہ کیسا اثر مترتب ہو گا؟	۵	اس کانگریس کے جلسوں سے مخالفین سلطنت اور علی گڑھ رو جس پر کیا اثر ہو گا؟
۱۲	رقابہ ملکی کے لیے صلاح نیک؟	۶	گورنمنٹ کو رعایا سے کیا تعلق ہے؟
۱۳	نیشنل کانگریس کی ابتدا کن لوگوں سے ہوئی؟	۷	کیا نیشنل کانگریس ہم لوگوں کے حق میں مضر نہیں ہے؟
۱۴	ہندوستان کے کانگریس کو ولایت کے کانگریس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے؟	۸	موجودہ گورنمنٹ واسطے ہٹری کے کیا کیا نمایاں ترقی ہندوستان میں کر رہی ہے؟
۱۵	ہندو اور مسلمان دونوں میں نیشنل کانگریس کی شرکت کس کے حق میں زیادہ مضر ہے؟	۹	کیا نیشنل کانگریس ملے دوسرے ذریعے سے اپنی رے کا اظہار گورنمنٹ کو نہیں کر سکتے یا صرف یہ ایک رت ہے؟
۱۶	مسلمان اہل ہندو کے مقابلہ میں کیوں ضعیف ہیں؟	۱۰	گورنمنٹ انگریزی نے واسطے تفتیش حال دایا کے کیا طریقہ کھے ہیں؟
۱۷	مسلمانوں کو ہندو پر ترجیح کے موجبات؟	۱۱	
۱۸	گورنمنٹ نے جویات کا سٹیٹ رٹھرا دیا ہے اس سے سائنسی کو کیا نقصان پہونچا؟	۱۲	
۱۹	محکومیت کے نتائج ہندو میں؟	۱۳	

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۲۳	آہل اسلام کو ہندو کی رفاقت مضر ہے +	۱۳	آہل اسلام کو ہندو کی رفاقت مضر ہے +
۲۵	آہل اسلام سے رعایا کے مستفید ہونے کا طریقہ +	۱۳	آہل اسلام سے رعایا کے مستفید ہونے کا طریقہ +
۲۵	لکچر نمبر ۲۲: سچویرا جبرائیل طیبہ دہلی پر	۱۵	لکچر نمبر ۲۲: سچویرا جبرائیل طیبہ دہلی پر
۲۵	طیب یونانی اور ڈاکٹری کو بلا وقت انضمام حکومت	۱۵	طیب یونانی اور ڈاکٹری کو بلا وقت انضمام حکومت
۲۵	دیکھا جائے تو ترجیح کس کو ہے +	۱۵	دیکھا جائے تو ترجیح کس کو ہے +
۲۵	ڈاکٹری کا سرمایہ فخر کتنی چیزیں ہیں +	۱۵	ڈاکٹری کا سرمایہ فخر کتنی چیزیں ہیں +
۲۵	ڈاکٹری اہل ہند کے اسطے کیوں نامناسب ہے +	۱۶	ڈاکٹری اہل ہند کے اسطے کیوں نامناسب ہے +
۲۶	ڈاکٹری کی طبابت کے کون لوگ بڑے معتقد ہیں	۱۶	ڈاکٹری کی طبابت کے کون لوگ بڑے معتقد ہیں
۲۶	یونانی طبیبوں کے علاج میں ایک خاص فائدہ +	۱۶	یونانی طبیبوں کے علاج میں ایک خاص فائدہ +
۲۶	ڈاکٹری علاج کا نقص +	۱۶	ڈاکٹری علاج کا نقص +
۲۶	ہندوستانیوں کو ڈاکٹری اور یونانی علاجوں میں کون سے مفید	۱۶	ہندوستانیوں کو ڈاکٹری اور یونانی علاجوں میں کون سے مفید
۲۶	چوبگا +	۱۶	چوبگا +
۲۶	طیب یونانی اور ڈاکٹری میں خاص فرق +	۱۸	طیب یونانی اور ڈاکٹری میں خاص فرق +
۲۶	ڈاکٹری ادویہ کی خرابیاں +	۱۸	ڈاکٹری ادویہ کی خرابیاں +
۲۶	طیب یونانی مکن چیزوں میں ڈاکٹری سے کم ہے کہ نہیں	۱۸	طیب یونانی مکن چیزوں میں ڈاکٹری سے کم ہے کہ نہیں
۲۶	طیب یونانی میں تشبیح اور آلات کا جو رواج کم ہلاؤس	۱۹	طیب یونانی میں تشبیح اور آلات کا جو رواج کم ہلاؤس
۲۶	میں کس کا قصور ہے +	۱۹	میں کس کا قصور ہے +
۲۶	حکیم عبدالجبار صاحب کو ان کے اغراض کیا ہیں	۲۰	حکیم عبدالجبار صاحب کو ان کے اغراض کیا ہیں
۲۶	لکچر نمبر ۲۳: مسلمانوں کی حالت تعلیم پر	۲۳	لکچر نمبر ۲۳: مسلمانوں کی حالت تعلیم پر
۲۶	سر سید احمد خاں کی نسبت لکچرنگ کی رائے +	۲۳	سر سید احمد خاں کی نسبت لکچرنگ کی رائے +
۲۶	لکچر اسرار محمد ایچ کوشلنگ میں کیوں شریک ہوا	۲۳	لکچر اسرار محمد ایچ کوشلنگ میں کیوں شریک ہوا

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۳۰	دقتیں اٹھانی پڑیں اور عوام کا خیال +	۳۰	آہل یورپ و غیر سلطنت انگریزی کی بدولت
۳۱	سیاح و خاں کی خوش نصیبی اور کامیابی کا تذکرہ +	۳۱	سائنس کو کس قدر فتوحات حاصل ہوئیں اور ہوتی
۳۲	گورنمنٹ کے نوکری عام کر دینے سے ذات کے امتیاز	۳۲	جاتی ہیں +
۳۳	پر کیا اثر ہوا +	۳۳	کیوں سے عظیم تر انگریزوں کی سائنٹفک فتوحات
۳۴	ایجوکیشن کا گھریں کی ابتدا کس سے ہوئی +	۳۴	ہیں +
۳۵	بقابلہ یورپ اگر آتش انسانی کا موازنہ کیا جائے	۳۵	انگریزی وضع ہندوستان پر کہاں تک محیط ہے +
۳۶	تو کون لائنر شیر ہو لڈر ہے +	۳۶	ہندوستان میں جو اضطراری حکومت انگریزوں کی
۳۷	انگریز کس طرح اور کس ذریعے سے دولت گھیسٹے یہ	۳۷	وجہ سے بنی کسی اور کو نصیب نہیں ہوئی +
۳۸	جاتے ہیں +	۳۸	ایام غدر ۱۸۵۷ء میں استحقاق سلطنت کے یہ نصف
۳۹	انگریزوں میں ہندوستانی و صناعی قوت یکساں کمال سے	۳۹	کے خیالات +
۴۰	آئی اور کیونکر آئی +	۴۰	تیرہویں صدی میں سے بڑا عظیم الشان تغیر علیٰ تہ تھا
۴۱	علی گڑھ کلج کو اور کالجوں پر کیا فوقیت ہے +	۴۱	ابتداء حکومت مسلمانوں سے ہندوں پر کیا اثر ہوا
۴۲	تعلیم یافتہ لوگوں پر تحصیل انگریزی سے کیا نتیجہ تیرتا	۴۲	اور اب سلطنت انگریزی میں کیا ہوا +
۴۳	تعلیم موجودہ میں کس چیز کی کمی ہے +	۴۳	آہل ہندو کو ترقی اور خوشحالی کس وجہ سے ہے +
۴۴	ہندوستانیوں کی طبیعتیں خلقت کسطح پر واقع ہوئی	۴۴	عام شلو کی نسبت مصنف کے خیالات +
۴۵	ہیں +	۴۵	عوام کھری تعلیم کو کس وجہ سے پسند کرتے ہیں +
۴۶	علوم جدیدہ کے سیکھنے میں عوام کی رائے +	۴۶	انگریزی تعلیم کا مسلمانوں پر رواج پانے پر مصنف کا
۴۷	قبض انگریزوں کے ہندوستانیوں کی زبان کی نسبت	۴۷	خیال +
۴۸	کیا خیال ہے +	۴۸	تشریح سابقہ سے کیا کیا خرابیاں مسلمانوں میں پیدا ہوئیں
۴۹	علوم جدیدہ کے ترجمہ کرنے پر کیا رک +	۴۹	مسلمان طلبہ کیوں یاغی ہیں اکثر فیل ہوتے ہیں +
۵۰	تعلیم انگریزی سے اب کی سطح تحرز ممکن نہیں +	۵۰	علم معنولات کا رواج اب زمانہ سے کیوں اٹھتا جاتا ہے
۵۱	مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کی نسبت مصنف کی رائے +	۵۱	سیاح و خاں کو مسلمانوں کی زحارم کے ابتدائیں

خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ
۴۲ اصول مذہب کے کیا ہیں اور اہل علم میں صفتیں کیا ہیں؟	۴۷	۴۷ ہندوستان کے عام مسلمانوں کے دین کا مفذ کیا ہے؟	۴۷
۴۳ اسلام انسان کو کیا سکھاتا ہے؟	۴۸	۴۸ اس شخص سمجھ سے کیا نتیجے مستنبط ہوتے ہیں؟	۴۸
۴۴ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے کس طرح خدا کو پہچانا؟	۴۹	۴۹ مسلمان فہم قرآن کی دوسو اسی سے سبکدوش نہیں ہو سکتا	۴۹
۴۵ عیسا یوں کے اصول پر اعتراض؟	۵۰	۵۰ اب اسلام کی کیا حالت ہے؟	۵۰
۴۶ آنحضرت صلعم اپنا دنیاوی گزارہ کس طرح پر کرتے تھے؟	۵۱	۵۱ مسلمانوں کو فہم سخانی قرآن کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔	۵۱
۴۷ اور خلاق کی کیا کیفیت تھی؟	۵۲	۵۲ ترجمہ قرآن شریف کے بارے میں رائے مصنف؟	۵۲
۴۸ ابتداء اسلام میں کیا کیا وقتیں پیش آئیں؟	۵۳	۵۳ فقہ اور حدیث کی حالت فی زمانہ کیا ہے؟	۵۳
۴۹ صدقہ آل رسول پر کیوں حرام کیا گیا؟	۵۴	۵۴ احادیث کی عزت اور اس کے جمع کرنے میں محدثوں کو	۵۴
۵۰ اسلام کیوں کثرت سے نہیں پھیلا؟	۵۵	۵۵ کیا وقتیں پیدا ہوئیں؟	۵۵
۵۱ پادری لوگ اپنے دین کو کیوں بچھیلاتے اور کیا کیا طریقے	۵۶	۵۶ علم حدیث سے مسلمانوں کو کس قدر گریز ہے؟	۵۶
۵۲ عمل میں لاتے ہیں؟	۵۷	۵۷ احادیث کس واسطے جمع کی گئیں؟	۵۷
۵۳ دنیا میں جتنے اہل مذہب ہیں وہ ایک قسم کے دوکاندار	۵۸	۵۸ عام لوگوں کا مذہب کی نسبت کیا خیال ہے؟	۵۸
۵۴ ہیں؟	۵۹	۵۹ مذہب اسلام میں طہیت کی سنگین نکتہ دیکھائی ہے؟	۵۹
۵۵ اسلام کو عیسائیوں سے کچھ خطر نہیں اگر ہی تو خود مسلمانوں	۶۰	۶۰ مروجہ طریقہ درس عربی میں کیا نقص ہیں؟	۶۰
۵۶ سب سے زیادہ مسلمانوں کو مقدم کام کیا ہے؟	۶۱	۶۱ مسندس برحالت زمانہ و انظار افقوس؟	۶۱
۵۷ اہل اسلام کی نسبت گروہ مخالفین کیا خیال رکھتے ہیں؟	۶۲	۶۲ لکچر نمبر ۴۔ انجمن حمایت اسلام لاہور	۶۲
۵۸ آنحضرت ہ کو حالت عسر و لیسر کیوں دی گئیں؟	۶۳	۶۳ لفظ حمایت اسلام کیا پر جوش ہے؟	۶۳
۵۹ مصنف کے اپنے مذہب کی پاسداری کے خیالات؟	۶۴	۶۴ انجمن حمایت اسلام کے جلسے میں لوگ کیوں کثرت سے	۶۴
۶۰ اس زمانہ کے مسلمانوں کو نصارت سے ہرگز وشت نگرنی چاہئے	۶۵	۶۵ جمع نہیں ہوتے؟	۶۵
۶۱ اہل اسلام سخت گیر ہوتے ہیں؟	۶۶	۶۶ نقص اسلام پر جہیہ اشاعت کا کوئی الزام نہیں آ سکتا؟	۶۶
۶۲ اسلام کا لبالب اور اس کی غرض غایت کیا ہے؟	۶۷	۶۷ ہندوستان میں کس طرح اسلام پھیلا گیا اور اس کے پھیلنے	۶۷
۶۳ اب امت محمدیہ کی کیا حالت ہے؟	۶۸	۶۸ سے اہل ہندو پر کیا اثر پڑا؟	۶۸

صفحہ نمبر	خلاصہ مضمون	صفحہ نمبر	خلاصہ مضمون
۱۱۶	جو جس قوم میں پیدا ہو اس کے خیالات اسے مقدم کی طرح کیوں ہیں	۸۶	اسلام دایمان میں کیا فرق ہے *
۱۱۷	سید احمد خاں کیوں اور بچے درجے کے انگریزوں کی طرح	۸۸	ادہ کیا چیز ہے جو انگلے مسلمانوں میں تھی اور اب کے مسلمانوں میں نہیں *
۱۱۸	ماندوبو دکر تے ہیں *	۹۰	انگریزوں کی تیز رفتاری کیوں ہوتے ہیں *
۱۱۹	لفظ جہاد کی تشریح *	۹۵	لکچر نمبر ۵ مسلمانوں کی حالت پر
۱۲۰	لکچر جہاد کے کیا معنی سمجھنا ہے *	۹۷	عمارت محمدیہ کا بچ پریمیاک مصنف *
۱۲۱	گورنمنٹ انگریزی مسلمانوں کے حق میں کیسی ہے *	۹۸	فائدہ کے روپیہ کیوں کمی ہے *
۱۲۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد پر کیسے مضبوط تھے اور صحابہ پر	۹۹	مسلمانوں کے مختلف فرقوں کا تذکرہ *
۱۲۳	فی سبیل اللہ دینے یا دلوانے کا تذکرہ *	۱۰۰	آٹھ ملاؤں کے خیالات آیت ولله العزۃ و لرسولہ وللمؤمنین پر *
۱۲۴	لکچر نمبر ۶ فتاح مدرسہ طبیبہ دہلی	۱۰۱	مسلمانوں کو جو بزرگان سابقہ کی عظمت یاد دلانی چاہی
۱۲۵	اشعار اظہار تاسف قوم کی حالت پر	۱۰۲	ہے اس کی نسبت مصنف کی رائے *
۱۲۶	مصنف کا دل شرکت جلتہ مدرسہ طبیبہ سے کیوں خوش نہیں *	۱۰۳	انگلے مسلمانوں میں اگر اختلاف باہمی تھا تو کس طرح کا
۱۲۷	اس زمانے میں علوم و فنون کی ایجاد و صنعت کون لوگ کر رہے ہیں *	۱۰۴	آزاد سے نیچر بھی اسلام فضیلت اور برتری کا دنیا بھر میں مستحق ہے *
۱۲۸	مدرسہ طبیبہ کے بارے میں بڑی مشکلات کیا ہیں *	۱۰۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی ظاہری شوکت کا کس قدر خیال تھا *
۱۲۹	عبدالحمید خاں اور سید احمد خاں میں کیا مماثلت تھی	۱۰۶	ایچو کیش کانگریس کی شرکت کی نسبت عوام کے خیالات
۱۳۰	لکچر نمبر ۷ ثبات اصول اسلام پر بمقام لاہور	۱۰۷	بدون اعلیٰ درجہ کی تعلیم کے مسلمانوں کی حالت درست نہیں ہو سکتی *
۱۳۱	حب وطن کی توصیف و تشریح اور اس پر پریماک مصنف	۱۰۸	چندہ فراہم کرنے کی تدبیر *
۱۳۲	پنجاب کو تمام ہندوستان پر کیا فضیلت ہے *	۱۰۹	وہ کوئی باتیں ہیں جن کی مسلمانوں کی دینی میں سخت ضرورت
۱۳۳	انجمن حمایت اسلام لاہور کی توصیف *	۱۱۰	
۱۳۴	مسلمانوں کی رفتار ہری کا اب تک ہنگامہ درست نہیں تھا	۱۱۱	

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۱۷۴	طیب کو کس سنگ کی زیادہ ضرورت ہے؟	۱۷۶	تجے افہام مذہب لوگوں کے خلاق نہیں درست ہو گئے
۱۷۵	اگر مدرسہ طیبہ ملی کی تمنا پوری نہ ہوئی تو آئندہ حکم عیسوی تک اس طیب کیا ہو سکتا ہے؟	۱۷۷	لامذہبی کے خیالات کا رومع ثبوت اور یہ کسوجہ سے شروع ہو سکتے؟
۱۷۵	حکیم عبد المجید خاں صاحب کو سید کی طرح چند کے معاملہ میں کوشش کرنی چاہیے؟	۱۷۹	قرآن شریف کے کلام آئی ہونے کے بیسی ثبوت
۱۷۶	مدرسہ طیبہ کی زیادہ تر فروش قسنتی کس وجہ سے ہے؟	۱۷۹	آنحضرت پر دجی کس طرح اترتی تھی؟
۱۷۷	لکچر نمبر ۹۔ مدرسہ طیبہ دھلی پر	۱۷۸	آنحضرت صلعم کی نسبت خیالات مصنف؟
۱۷۷	تجے ہنگام موت کسے کہتے ہیں اور زیادہ تر کس وجہ سے ہوتی ہے؟	۱۷۳	صحبت ناموافق دین پر کیا اثر کرتی ہے؟
۱۷۸	جنرل اعظم الدین خاں صاحب کی وفات پر کیوں غصا ہے؟	۱۷۳	صحابہ رضوان اللہ علیہم کس قدر تعیل حکم حضرت میں سرگرم تھے اور وہ دنیاوی گزارہ کس طرح کرتے تھے؟
۱۸۰	عام لوگوں کے تعلقات مدرسہ طیبہ کے ساتھ کس طور پر ہیں؟	۱۷۵	ہر ایک کام کا مدار نیت پر ہے اور اس کا فاعل مختار بندہ ہے؟
۱۸۰	حکیم عبد المجید خاں صاحب مدرسہ طیبہ کیسے کیے کیا کیا کوششیں کر رہے ہیں اور کیوں؟	۱۷۵	اسلام نے مذہب عیسائی کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
۱۸۱	دنیا میں سب سے زیادہ فخر کا کون ذریعہ ہے؟	۱۷۶	مذہب اسلام کو مذہب عیسائی کے مقابلے میں کیا کیا مشکلات ہیں؟
۱۸۱	مسلمانوں میں افلاس و تنزل کی ایک خاص وجہ؟	۱۷۷	مذہبی چھپر چھاڑتے گریز کرنا مناسب ہے؟
۱۸۱	مصنف کی طرز و روش فی زمانہ؟	۱۷۹	اسلام اور مذہب بقرہ جو منزل میں اللہ تھے ان میں فرق کلیتہً یا جزئیہ؟
۱۸۲	اگر مسلمان فنونیات سے بچنا چاہیں تو کیا بات اختیار کریں؟	۱۷۹	تعالیفین مذہب بعض اعتراضات کے جواب؟
۱۸۳	مدرسہ طیبہ کو نصیحت؟	۱۷۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم المرسلین پر کیا ثبوت
۱۸۳	زمانہ یقین دین طیبہ نامی سے اب تک کس قدر انقلاب؟	۱۷۳	لکچر نمبر ۸۔ مدرسہ طیبہ دھلی پر
		۱۷۴	مذہبی کالج کی تعلیم سے کس قدر نفع ہوا؟
		۱۷۴	طبابت بے مشق نہیں آسکتی؟

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۱۴۴	آئندہ زبان اردو کی کیا کیفیت ہوگی؟	۱۸۶	واقعہ ہوسے ہیں۔
۱۴۵	انگریزی تعلیم میں پہلی سی رحمتیں اب باقی نہیں؟	۱۸۷	جن چیزوں کے واسطے مدرسہ طبیبہ دہلی کی بنیاد
۱۴۶	مختصر نظام نے جو اس کا بچ کی مدد کی ہے	۱۸۸	تعلیم کی گئی ابھی کو سوں دور ہے؟
	اس کا اظہار شکریہ کس طریقے سے کیا جا سے؟	۱۸۹	تمہیں کل بچ کی کس قدر دھن سپدا احمد خاں کو تھی؟
۱۹۰	مسلمانوں کو کمی مفت دور کا خیال کر کے تھی؟	۱۹۰	اپنے لکچر کی نسبت مصنف کے خیال۔
	محمد علی بچ کی مدد کرنی چاہیے؟	۱۹۱	مدرسہ طبیبہ کے واسطے کیا لکچر ہونا چاہیے؟
۱۹۱	مصنف کے ذاتی خیالات اپنے لئے؟	۱۹۲	تو لو سیت کو طبابت سے کیا نسبت ہو؟
۱۹۲	کوئی چیز ہو حد سے تجاوز کرنے سے اصلی مزہ باقی نہیں رہتا؟	۱۹۳	طلبہ کا امتحان کیونکر لیا جا یا کرے؟
۱۹۳	گورنمنٹ نظام کے عطیے کی نسبت ریمارک مصنف؟	۱۹۴	لکچر نمبر ۱۸ محمد علی بچ کوشنل کا نقشہ
۱۹۴	گورنمنٹ نظام نے جو مدد کی اس میں کیا مقصود تھا؟	۱۹۵	نظم مسلمانوں کی حالت و محبت پر افسوس؟
۱۹۵	مسلمان کشنی قسم کے ہیں؟	۱۹۶	کوئی جدید کامیابی ہے جو سر تید کو حاصل ہوئی؟
۲۰۰	تعلیم کے لیے انتخاب غلط کیا جاتا ہے اسے کیا برا اثر ہوتا ہے؟	۱۹۷	مصنف انگریزی الفاظ کیوں لکچر میں استعمال کرتا ہے؟
۲۰۰	مسلمانوں کے تعلیمی فائدہ کی کیا حالت ہے؟	۱۹۸	مصنف نے کس وجہ سے کالج میں انگریزی تعلیم نہیں پائی؟
	عوام سکالرشپ کو کیا سمجھتے ہیں؟	۱۹۹	انگریزی کے سپرہ و کرنے کا کیا طریقہ ہے؟
۲۰۰	عربی کے طالب علم کس طرح گزارہ کرتے تھے اور اب کرتے ہیں؟	۲۰۰	اگر ایک زبان سلیقہ سے حاصل کر لیں تو دوسری زبان سہولت سے آسکتی ہے؟
		۲۰۱	حالی صاحب کی نظم کی کس قدر وقعت ہو اور علی بالخصوص کوئی لوگ زیادہ پسند کرتے ہیں؟

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۲۲۱	شجرہ تعلیم کلم سلسلہ پنجاب میں پہلے کس مقام سے شروع ہوا *	۲۱۸	اب اعلان کلمۃ اللہ کے لیے کیا شان اختیار کرنی چاہیے *
۲۲۳	مسلمانوں میں اگر تغیر ہو تو کس قسم کا *	۲۱۷	مضمون حدیث انما الاعمال بالنیات کی تشریح *
۲۲۳	انگریزی عملداری میں سب سے زیادہ کون قوم تباہ ہوئی *	۲۱۳	آس زمانے کے سولویوں کے لیے بکار آمد ہدایت *
۲۲۴	مسلمان کیوں تباہ ہیں *	۲۱۳	آس زمانے کے انگریزی خواں کس بلا میں مبتلا ہیں *
۲۲۵	مذہب اسلام کی حقانیت کی بہت بڑی دلیل *	۲۱۲	کالج میں رہنے اور گھر میں رہنے سے فرق *
۲۲۵	صحابہ کبارؓ کو سلطنت لینے سے کیا منظور تھا *	۲۱۴	بدون تعلیم انگریزی اسلام قائم نہیں رہ سکتا *
۲۲۵	دین کیا چیز ہے اور اس کو دنیا کے ساتھ کیا نسبت ہے *	۲۱۵	انگریزی تعلیم میں مدد دنیا گویا مسلمانوں کی حالت دنیاوی درست کرنا ہے *
۲۲۶	دنیا داری میں اسلام کو کس طریقے سے برتنا چاہیے *	۲۱۶	خدا کے کارخانے میں دخل نہ دینا چاہیے *
۲۲۸	دینی احکام بھی بدل جاتے ہیں *	۲۱۹	لفظ جہاد کی تشریح *
۲۲۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے کتنے حصے تھے اور وہ کس طرح پر صرف ہوئے *	۲۲۰	لکچر نمبر ۱۱۔ انجمن حمایت اسلام لاہور تفسیرات عالم کا تذکرہ *
۲۲۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس خاندان سے تھے اور وہ خاندان کیا عزت و شرافت میں تھا *	۲۲۰	پچھلی عملداریوں کو عموماً منظرہ حقارت سے دیکھا کیوں بے انصافی ہے *
۲۳۰	قوم قریش کی اہل عرب کس قدر عزت کرتے تھے *	۲۲۱	مذہب اسلام نے کیوں چار بیبیوں تک کی اجازت دی *

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۲۴۶	عام لوگوں کے خیالات خدا کی توحید میں کس طرح پر ہیں *	۲۳۱	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کی طرف ہجرت کرنا *
۲۴۷	مسلمانوں میں تالیف قلوب نہ ہونے کے بڑے نتیجے *	۲۳۳	حضرت خدیجہ الکبریٰ کا ایمان لانا کیوں سب پر فوق رکھنا ہو *
۲۴۸	زمانے کی حالت اب کیونچوت نام ہوئی ہے *	۲۳۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حبشہ کی طرف ہجرت کرنا۔ بعد ازاں مدینہ منورہ کی طرف *
۲۴۹	اسلام میں اسباب بے وقعتی کیا ہیں *	۲۳۵	جو لوگ معترض ہیں کہ اسلام بنو ریشمیر پھیلا یا گیا ان کا جواب *
۲۵۰	انجمن حمایت اسلام لاہور کس درجے کی انجمن ہے *	۲۳۶	صلح حدیبیہ کا تذکرہ *
۲۵۱	انجمن حمایت اسلام لاہور کے چندہ فراہم کرنے کی نئی تدبیر *	۲۳۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے اور ہجرت سے مابعد میں کیا کیا اختلاف ہوئے *
۲۵۲	مسلمانوں کو انگریزی حکومت میں کس طرح گزارہ کرنا چاہیے *	۲۳۹	دوسری قوموں کا مسلمانوں کی نسبت کیا خیال ہے *
۲۵۳	لکچر نمبر ۱۲ حکیم محمود خاں صاحب کی وفات سال ۱۳۹۲ء کی نحو سیت کا تذکرہ اور اسکے ناشہ فی اتفاقات کے حالات	۲۴۰	مسلمانوں کے مزاجوں کی اُفتاد کیسی واقع ہوئی ہے *
۲۵۴	حکیم محمود خاں صاحب کس شہرت کے آدمی تھے *	۲۴۱	مذہبی مباحثہ کی ممانعت اور اس کی برائیاں *
۲۵۵	طبہ یونانی کے عتبہ بار کو پبلک کی نگاہ میں کس نے قائم رکھا *	۲۴۲	اگر کوئی مخالف مذہب حملہ کرے تو مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے *
۲۵۵	حکیم محمود خاں صاحب کی وفات ملکی صیت کیوں ہے *	۲۴۲	مسلمانوں کو کیسے عادات اختیار کرنی چاہئیں *

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۲۵۵	طَب یونانی کو مسلمانوں سے کیوں خصوصیت ہے +	۲۵۵	شہر دھلی اب کیوں بد نصیب ہے +
۲۵۶	مسلمانوں کی تعمیل احکام مذہبی میں کیا حالت ہے +	۲۵۶	حکیم محمود خاں صاحب کی تندرستی کیسی تھی +
۲۵۶	مسلمان اس مدرسہ طبیبہ میں کیوں جی کھگو ہے +	۲۵۶	حکیم محمود خاں صاحب عام بلکہ خاص آدمیوں سے کیوں ممتاز تھے +
۲۵۷	نہیں شہ یک ہوتے +	۲۵۷	حکیم عبد المجید خاں نے کون ایسا کام کیا جو جس سے باپ پر بھی سبقت لے گئے +
۲۵۷	مدرسہ طبیبہ کو جہاں تک استاد اور ہمارا ہے تو کس کا ہے +	۲۵۷	لکچر نمبر ۱۳- مدرسہ طبیبہ دھلی پر
۲۵۸	حکیم عبد المجید خاں صاحب کو چندہ مانگنے کی ضرورت نہیں اور روپیہ نہ اہم کرنے کی نئی تدبیر +	۲۵۸	گایاب اور غیب کا کیا باب جلسوں کے حالات +
۲۵۸	عوام حکیم عبد المجید صاحب کو کیا سمجھتے ہیں +	۲۵۸	کتیوں محمدن کالج علی گڑھ کی بنیاد غیبت حکم ہے +
۲۵۸	اشہار حقیقت میں کیا چیز ہے +	۲۵۸	انسان کی زندگی میں سب سے نازک وقت کون سا ہوتا ہے +
۲۵۹	اشہار دینے کے طریقے کیا ہیں +	۲۵۹	کتیوں مدرسہ طبیبہ نے اب تک ترقی نہیں پائی +
۲۵۹	مشہور انگریزی ادویہ کی تفصیل جو عوام میں بکثرت فروخت ہوتی ہیں +	۲۵۹	مدرسہ طبیبہ کس طرح کا ہونا چاہیے تھا +
۲۵۹	جس قدر لوگ غنی ہوتے جاتے ہیں اُس قدر اخراجات بھی بڑھتے ہیں +	۲۵۹	مدرسہ طبیبہ نئی چیزیں کیوں ہے +
۲۵۹	مراجہ اعداد کی تعداد کیوں مہاسہ تک کی گئی +	۲۵۹	مدرسہ طبیبہ کی ناکامیابی کا الزام کس پر ہے +
۲۶۰	مسلمانوں کی حالت پر اظہار رائے مصنف +	۲۶۰	مسلمانوں کے بھیک مانگنے کی کیوں باری تھی
۲۶۰	مسلمانوں کی تعمیل احکام مذہبی میں کیا حالت ہے +		

صفحہ	خلاصہ مضمون	صفحہ	خلاصہ مضمون
۲۶۵	ولایت کے ایک اخبار اور ہندوستان کے کل اخباروں کا موازنہ *	۲۶۴	مستشرق لوی نے جو رائل کالج بنایا اس میں کس قدر روپیہ صرف ہوا اور اس کالج کی کیا عظمت ہوئی *
۲۶۵	متضاد باتیں ایک سر میں جمع نہیں ہو سکتیں *	۲۶۴	حکما رہندوستان کو سب سے زیادہ تر کون سی شہم کی بات ہو *
۲۶۶	ہم اگر دنیاوی حالت درست کرنی چاہیں تو کس کی تقلید کرنی چاہیے *	۲۶۴	کیوں ہندوستانی انگریزی ادویہ استعمال کرنے پر مجبور ہیں *
۲۶۶	یورپ کے بعض مشہور تاجروں کا حال *	۲۶۴	تجارت کی کامیابی کا طریقہ *

مجموعہ لکچروں کا انڈکس ختم ہوا

جناب مولانا مولوی محمد زید احمد خاں صاحب دہلوی کے
شروع سے جون ۱۸۹۲ء تک کے

پیکر وں کا مجر

مُتَبَلَّغ

محمد زید حسین ناچر کتب دہلی بازار دریا کلاں ۱۸۹۲ء

مطبع النصارى واقع دہلی میں مطبعہ پرنسپل جہاں ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب جس طرح پرانے مولوی اور سنے حافظین
 اسی طرح وہ پرانے مصنف اور سنے لکچر بھی ہیں۔ اب سے چار برس پہلے اور تو اور خود مولوی محمد نذیر احمد خاں
 صاحب کو بھی معلوم نہ تھا کہ ان میں لکچر دینے کی بھی قدرت ہے۔ جس طرح ضرور نہیں کہ جو بڑا عالم ہو وہ بڑا معلم بھی
 اسی طرح ضرور نہیں کہ جو بڑا انشی یا ادیب ہو وہ بڑا لکچر بھی ہو۔ لکچر دینے کے لئے بعض ایسی صفتیں بھی
 درکار ہیں جو صرف وہی یعنی خدا داد ہو سکتی ہیں نہ کشتائی کہ جو چاہے محنت و مشقت سے حاصل کر لے۔ مثلاً
 لکچر اچھا ہونے پر ہی صورت ہو کہ جو کچھ کے حضار مجلس کو گفتی میں کہتے ہی کیوں نہ ہوں سن سکے اور سن سکے
 بھی تو اس طرز پر کہ قریب مٹاؤ نہ ہوں اور بعید محروم نہ رہیں۔ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کو ذی لاہور
 علی گڑھ میں لکچر دیتے دیکھا چھ چھ سات سات ہزار آدمیوں کا مجمع اور بدلے عجیب آواز دی ہو کہ سننے میں
 پاس کے پاس اور دور سے دور کے لوگ سب یکساں پھر لکچر اچھا ہے قوی دل دلیکہ حاضرین کیسے ہی تھی
 اور رفتہ راو لائق ہوں وہ کسی سے نہ جھینپے۔ اچھے اچھوں کو دیکھا کہ دلخ میں بہت کچھ بھرا ہوا ہی گویا ہی
 بھی خاصی ہے۔ مگر عجیب کو دیکھ کر کچھ ایسی سی گم ہر جاتی ہو کہ ایک بات کہتے نہیں بن پڑتی اور تکلف کہی بھی تو
 پسینے پسینے ہوئے چلے جا رہے ہیں۔ آواز لڑکھرائی جاتی ہے۔ ماتھے پانوں پڑے کانپ رہے ہیں مولوی
 محمد نذیر احمد خاں صاحب لکچر دینے میں اگر محروم ہوتے ہیں تو اسی قدر کہ گرمی کے دنوں میں پانی اور جاکر
 میں چائے بار بار پیتے جاتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا تو کہا چن کر بونے میں زور بہت پڑتا اور گلا خشک
 چلا جاتا ہے۔ مگر ایسی تو کیا بات ہے کہ آڈینس کا کچھ بھی اثر نہ پڑتا ہو۔ پھر بھی بڑے ہی بے مکان بونے والے

ہیں۔ اور ایک خاص بات یہ ہے کہ اس عمر چار چار پانچ پانچ گھنٹے متصل اسی کڑے سے بولتے رہیں اور نہ ٹھکیں اور نہ آواز بھرتے۔ مولوی نذیر احمد خاں صاحب لکچر لکھ کر اپنے ساتھ لایا کرتے ہیں اور اتنے بڑے بڑے لکچر جو جائے خود کتاب نہیں تو رسالے ضرور ہوتے ہیں۔ زبان یاد و شہادت پر دینے میں بھی مشکل سگڑو جو کچھ لکھ کر لاتے ہیں اسکو نوٹ سمجھو۔ اچھی ہوتی سی ایک نظر ڈال لی اور ایک پورے مطلب کو حاضرین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ادا کر دیا۔ اور اگر کچھ کماے لکھا ہوا دیکھ دیکھ کر بیان کریں جیسے سر شہدہ داپیش حاکم رپورٹ پڑھتا ہی یا بار بار تحریر کو دیکھتے جاتیں تو سننے والوں کو فرہہ ہی کیا خاک ملے۔ اگر بیان میں جاؤ ہی ان من البیان لکھو گا تو وہ کہنے والے کی آنکھوں سے نکل کر سننے والے کی آنکھوں میں اور پھر اس کے دل میں جگہ کرتا ہی۔ بہت سی باتیں ان کو عین وقت پر سمجھتی جاتی ہیں اور وہی ان کے لکچر کی جان ہوتی ہیں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے محدود دے چند کے سولے اکثر بڑے بڑے مطول لکچر دیئے ہیں اور یہ ان ہی کی ظرافت اور خوش بیانی کا اثر تھا کہ کبھی کسی کو ملول ہوتے نہ دیکھا۔ وہ جو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی تحریر کی طرز خاص ہے اور جو الگ پہچان پڑتی ہے۔ اُس زور سے تو نہیں مگر پھر بھی ان کے لکچر دل سے ٹپکی پڑتی ہے ان کو اردو فارسی اور عربی زبانوں پر یکساں قدرت حاصل ہے اور عربی انگریزی کے الفاظ بلکہ جملے کے جملے وہ ایسے تہ تکلفی کے ساتھ بولتے چلے جاتے ہیں کہ گویا ان کی اپنی زبان ہے۔ قوم اور ملک نے صرف طرز بیان اور زور بیان ہی کی وجہ سے ان کے لکچروں کی قدر نہیں کی بلکہ ان کے مطالب اور مضامین ایسے ضروری اور مفید ہیں کہ ان کے لکچر ان کی تعینفات پر فائق اور مرجع نہیں تو دھچپ ہونے میں کسی سے متنبو بھی نہیں انہوں نے بہت سے محرکات اور مضامین پر نہایت آزادی اور متانت اور استواری سے اپنی رائے ظاہر کی ہے اور وہ ایسی حکم اور مدلل ہے کہ چاروں چار اُس سے اتفاق کرنا پڑتا ہی۔ مذہب اسلام اور تعلیم دونوں کیسے ضروری مضمون ہیں اور مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے ان پر ایسی روشنگاری کے ساتھ بحث کی ہے کہ کوئی پہلو بچنے نہیں پایا۔ اسلام کی تائید میں ان کے دلائل ایسے تشفی بخش اور یقین لانے والے ہیں کہ علم کلام کی کسی کتاب میں یہ بات نہیں پائی جاتی بلکہ جو انگریزی خواں جو سائنس اور مذہب کی کشمکش میں ثابت قدم رہ نہیں سکتے ان کو دین اسلام پر جے رہنے کے لئے ان لکچروں سے سہارا لینا ضرور ہے۔

سب سے پہلے فضل العین صاحب لکچر کتاب ہوئے مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کو جس کے چھپوایا مگر اُس وقت تک خود لکچر تھوڑے سے ہوئے تھے اور جو ہوئے وہ بھی ان کو پورے دستیاب

نہیں ہونے یا انھوں نے کسی وجہ سے سب کو لیا نہیں چاہا چونکہ لکچروں کا سلسلہ جاری ہی ہے کتاب صورتی
اور نام تمام ہی فضل الدین صاحب نے حجم بڑھانے کو یا پڑھنے والوں کی خاطر سے لکچر کے سوانح عمری سنہیں
اکثر نہیں سنھٹھی برائے نام شروع میں بڑھادیے ہیں مگر جو شخص جی وقائم زندہ موجود ہوا پنادل تو اس کے
حالات قلمبند کرنے کو گوارا نہیں کرتا اول تو معلوم نہیں کہ آخر تک اس کے مزاج میں سعادات میں حالات
میں کیسے کیسے تغیر واقع ہوں دوسرے کوئی بندہ بشر الیسا ہوا ہی یا اب ہی یا آئندہ ہونا ممکن ہی جو بے عیب
ہم اسی کو بے عیب سمجھتے ہیں جس کے ہنر اس کے عیوب پر غالب ہوں بہر کیف جس طرح تصویریں درج ہوتے
ہیں روشن اور تاریک ہر انسان میں دونوں طرح کی باتیں پائی جاتی ہیں بعض قابل مدح اور بعض مستوجب
ملامت اور مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب بھی اس کلیتے سے کیوں مستثنیٰ ہوں اگر ہم ان کی نری مدح ہی
مدح کریں تو وہ بے جا خوشامد کے علاوہ جھوٹ بھی ہوگا اور اگر ان کے نقصان اور عیب بھی ظاہر کریں تو بھی
بھجائے ان کا اور ان کے اقارب اہل کج دل دکھائیں بہت کم ہیں وہ لوگ جو اپنے میں کسی نقصان کے ہونے سے
ریخیدہ ہوتے ہیں مگر ایسے بہت بلکہ سب ہیں جو ان نقصانات کے ظاہر کیے جانے سے ضرور آزرہ ہو جاتے ہیں
مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے مزاج میں کوئی نہ کوئی تو خرابی ہے کہ وہ بلا مضامندی نہیں بلکہ خلاف مرضی لوگ ہی
الگ ہو کر ٹھیکے بیکاری کی شکایت کیا کرتے ہیں نہ ان کو کوئی خطاب ہے نہ وہ شریک کونسل ہیں اور نہ کسی سوائی کے
محب فرض کرو کہ ہم نے ہم کے مطابق اس خرابی یا ان خرابیوں کو بیان کریں تو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کو
لگے پر لگے اور کہیں اس سے ان کو پیدا ہووے دلی تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ان کی تصنیفات اور لکچروں کے
سلسلے کے انقطاع یا کمی کے ہم باعث ہوں اور یہ ایک ہلکا کو میں در بد دعائیں میں لے لیتے ہم اس پہلو ہی پر نہیں
وزنہ ہا تو مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے اتنے حالات معلوم ہیں کہ استان کے کتب پر مل کر نہ ہوتے جتنی ان کی سوانح عمری
مگر ہم نے اس کمی کی تلافی سطح پر کر دی ہے کہ اول ان کے کل لکچر شروع سے تا تاریخ امروزہ جمع کر دیے ہیں اب لکچر کی قسم
کوئی حرف متروک نہیں ثابتا ہے کل لکچروں کا ایک انڈکس بنا دیا ہے تاکہ ایک نظر میں معلوم ہو جائے کہ ان لکچروں میں کس
قسم کے مطالب ہیں اور کس کچھ ملیں گے مثلاً انگریزی اور انگریزی عبارتوں کا ترجمہ اور جہاں ضرورت معلوم ہوئی حاشیہ بطور
فہم نوٹس کے پڑا دیا ہے تاہم دعائیں سہوات ہو غرض ہمارا خیال یہ ہے کہ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچروں کا
مجموعہ اس تک بہتر کسی نے اس وقت تک ترتیب نہیں دیا ہے مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کی سوانح عمری ہمارے پاس ہے
اسنا سامان دیا ہے کہ جب ہم کو پہلا کسے رو برو کتاب کے پیرائے میں کر دینگے تو لوگ کچھ لیں گے کہ سوانح ایسے تو ہوں فقط



انڈین نیشنل کانگریس

جوشہ۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو بمقام ٹون ہال دہلی میں دیا گیا

تمہید

اس کی حقیقت اس طرح پرست کہ بہتی سے کوئی سیم جی صاحب نیشنل کانگریس کی طرف سے ملی میں آئے۔ انفاقات سے صاحب ڈپٹی کنسٹر بہا اور دوسرے پر تھے۔ انھوں نے کسی میونسپل کنسٹر سے مل ڈاکٹر ٹون ہال میں تباہید کانگریس دیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ کانگریس کی حمایت کو لوگوں کو ہوں۔ ان کے ممبر نہیں چندہ دیں۔ ان دنوں سکری حکام شاید بایاے گورنمنٹ کانگریس کے مخالف تھے۔ اور نہیں چاہتے تھے کہ کانگریس عروج اور ترقی ہو غرض صاحب ڈپٹی کنسٹر نے دوسریں بھیج دیں۔ ان کے لکچر کا حال نا اور علی واپس آئے لوگوں سلاقاتوں میں غلام ہو گیا کہ ہم جی جو مجمع کیا وہ جتنا ڈپٹی کنسٹر کی رائے کو خلاف تھا۔ اس کی تردید میں سر جمح ہوا اور بڑے اہتمام از وہاں کے ساتھ ہوا لکچر دینے والوں

۱۲ گنگو۔ و غلط ۱۲ ہندوستانی قومی مجمع۔ یہ ایک جماعت تھی اوس برس ہوتے جب قائم ہوئی تھی اور غرض اس کی یہ تھی کہ سرکار کانگریس سے لڑے مگر رعایا کے کچھ حقوق دوائے جائیں ۱۲ لفظی معنی شہر کا کمرہ۔ یہ شہر دہلی میں نیسپل کوٹی کے اجلاس کی جگہ ہو۔ میونسپلٹی کے علاوہ دیگر جماعت بھی ہوتے رہتے ہیں ۱۲

میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب پیش پیش تھے اور یہ اُن کا کچرہ۔

مجاہد جامع عام میں شریک ہونے کی عادت نہیں اور شوق غربت بھی نہیں اس لیے کہ میں اپنی زندگی کے اخیر دن ایسے سکون میں بسر کرنے چاہتا ہوں کہ اپنے اختیار سے ایک گوشہ عافیت میں پڑا ہوں سع ککس نہ گوید ازینجا بخیزد آغا رو

لیکن چند اجاب نے اصرار کیا کہ نیشنل کانگریس کی نسبت میں اپنے خیالات علیٰ رُوس الا شہاد ظاہر کروں۔ انھوں نے یہ توقع بھی ظاہر کی کہ تمہارے خیالات معلوم ہونے سے مسلمانوں کو فائدہ ہو گا۔ مسلمانوں کے فائدے کا نام سنکر میں نے نفخہ طوٹ کیا اور بے تامل آپ لوگوں میں اکٹھا ہوا۔ میرے کان تو تین تین ساٹھ تین تین برس ہوئے کانگریس کے نام سے آشنا ہیں۔ مگر کیا تمام حاضرین کا یہی حال ہے؟ مجکو توقع نہیں تھی کہ مجھے سچا یا جینیم جی صاحب دیکھ کر مجھ کو ان کے نام کی بھی اچھی طرح صحت نہیں غرض جو کچھ ہوں اُن کے کچرے شاید دو یا تین دن پہلے کا مذکور ہے کہ میں اور مولوی محمد کریم بخش صاحب اور ایک صاحب اور قبل المغرب جامع مسجد کے حوض پر منتظر نماز بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص سٹریٹیم جی کا اشتہار دکھا کر پوچھنے لگے کہ میں صاحب یہ کیا پی رہے؟ چونکہ انھوں نے لفظ نیشنل کانگریس پر انگلی رکھ کر پوچھا معلوم ہوا کہ پڑھے لکھے ہیں مگر نہ لفظ نیشنل کانگریس اُن کی زبان سے ادا ہوتا ہے نہ اس کے معنی سمجھتے ہیں حقیقت وقت کی وجہ سے اُن کے ساتھ زیادہ باتیں کرنے کی ہمت تو نہیں ملی تاہم اُن کے طرز استفسار سے ایسا مستنبط ہوتا تھا کہ نیشنل کانگریس کو اندر بھاکی قسم کا کوئی تابشا سمجھتے ہیں (چیز) ابھی تھوڑی دیر میں آپ صاحبوں پر ثابت کر دوں گا کہ اندر بھاکی قسم کا تو نہیں لیکن نیشنل کانگریس تمام شائع و ضرور ہے (چیز) مجھ کو نیشنل کانگریس کے کسی جلسے میں شہریک ہونیکا اتفاق تو نہیں ہوا مگر جہاں تک اخبارات میں پڑھا اور جہاں تک لوگوں سے سنا اس سے نیشنل کانگریس کی اصل حقیقت میں اپنے ذہن میں یوں ٹھہرا رکھی ہے کہ انگریزی تعلیم دہنوں سے چپکے چپکے دلوں میں شورش پیدا کر رہی تھی لوگ نوکری کے واسطے تیاری کرتے اور نوکری ہی کی امید میں سخت سخت زحمتیں اٹھاتے تھے سرکار نے تعلیم پر ملکی ضرورتوں سے بہت زیادہ زور دیا جس کی ضرورتی نتیجہ یہ تھا کہ خواہ نگارن انگریزی کا ایک بہت بڑا کثیر الانفاذ پروہ پیدا ہو گیا بیشک عقلاً محال تھا کہ کچرہ کی

۱۷ جمیع عام میں ۱۷ دسمبر ۱۹۲۵ء یہ صاحب بائی میں جو مسلمانوں کا بڑا نامی مقتدر خاندان ہوا اس میں کے ایک ممبر میں ۱۲ سالہ بلی ۱۱ سالہ معلوم ہوتا تھا ۱۱ سالہ یہ ایک انگریز طریقہ پر کچرہ کسی کچرہ پر اس معین شہنشاہ لیا انعام سرٹ کے لیے جتا میں ۱۲ سالہ جس میں کثرت سے آدمی ہوتا

جز سی اور کفایت شعاری بھی مشہور ہے۔ اس عظیم غفر کو نوکریاں دے سکے۔ یوں سلسلہ بسلسلہ بڑھتے ہی تو تحاشت۔ توقعات سے حرمان۔ اور حرمان سے ناراضمانندی پیدا ہوئی۔ جس کا مارکوف ہی نیشنل کانگریس پس نیشنل کانگریس اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ چند ناکام انگریزی خاں اس پیرائے میں اپنے دلوں کے چلبچھو لے پھوڑ رہے ہیں (چیزیں) ان کے دلوں میں گورنٹ کی طرف سے ناحق کے بخارات بہہ رہے ہوئے ہیں اور ان کے بخارات نے ان کی چشم الضفاف کو اس قدر تیرھ و تار کر دیا ہے کہ گورنٹ میں سواے عیب کے ان کو کچھ نہیں سوچتا۔ ایک شاعر عربی نے کیا خوب کہا ہے شعر

وَعَنِ الرُّضَا عَنْ كُلِّ عَيْبٍ كَلِمَةٌ وَلَكِنْ عَنِ الشَّيْخِ تَبْدِئُ الْمَسَاوِي

یعنی خوشنودی کی آنکھیں کبے دیکھنے سے قاصر ہوتی ہے وہ تو نصیب ہی کی ہے جسکو بڑائی ہی بُرائی سمجھتی ہے
میں نے اب تک لفظ نیشل کانگریس استعمال کیا اور آئندہ بھی کروں گا۔ صوفیہ جو ہے کہ جولوگ نیشل کانگریس کے
بانی اور موجد محرم ہیں انھوں نے اپنے گروہ کا یہی نام رکھا ہے "انڈین نیشنل کانگریس" اپنے موند میاں ٹھوڑے لیکن
ایک طفل کتب جسکو ہندوستان کے جغرافیہ اور تاریخ سے کچھ بھی مناسبت ہی۔ ہندوستان کے نام کے ساتھ
لفظ نیشنل سنکران کھڑے کر لیا۔ کہ بھارت ہندوستان اور بھارتی نیشنلٹی۔

من چہ میسر ایم و تنہا بوری من چہ میسر ایم

تمام روئے زمین پر کوئی ایسا ملک نہیں کہ جس میں اس کثرت سے مختلف العقائد مختلف المذہب مختلف العبادات اور مختلف الاغراض قویں رہتی ہوں جیسے ہندوستان میں۔ پس ایسے اجزاء متضادہ کو یکجا کر کے ایک مہجمل قوم واحد قرار دینا صحیح منطقتہ دہی ہے۔ مگر کس کو؟ آن مہجمل انگریزوں کو جو انڈیا کا اتنا ہی حال جانتے ہیں کہ ایک بڑی زرخیز کٹلونی ہے اور بس۔ بھلا شکی تقریقول کا لحاظ بھی نہ کرو اور ہندو ہند و ایک اور مسلمان مسلمان ایک قوم سمجھو تو خیر یہاں تک بھی مضائقہ نہیں مگر ہند و اور مسلمان کیونکہ ایک قوم میں شامل ہو کر لڑائی میں شریں کھلا سکتے ہیں رجحان نگار اور ہندو کا سنگم ہو سکتا ہے اور نہیں ہو سکتا تو ہند و اور مسلمان کا جب تک ہند و ہندو ہے اور مسلمان بداییننا ویت نہ کہ العداۃ والبعضاء ابداً اور رجحان قومیت کے بارے

[illegible]

میں ہم ہندوؤں کا بخل دیکھتے ہیں کہ ان ہی میں کا کوئی شخص ولایت جا کر واپس آئے تو پھر اسکو اپنے میں شامل نہیں کرتے۔ اسکی مثالیں خود ہمارے اسی شہر میں موجود ہیں لیکن جنہم کے بھرتشت جنہم کے ملیکس مسلمانوں کے حال پر ایسی کیا دیکھا اور کہا ہے کہ ہیکو کا گھر میں اپنے ساتھ گھیسٹے لیے جاتے ہیں (چیزز برے زرد ہے) ع میں تو ڈوبوں مگر ہیکو بھی لے ڈوبوگا (چیزز) سوچی خرام مائی فرینڈزہ آخر تو کچر وال میں کالاسے ۱۰ اسطرح کا ایک واقعہ ۱۸۵۴ء کے غدر کا ہو چکا ہے کہ کارقوس پر گجے تو ہندو۔ مگر آخر کار ہندوؤں کے آئے کے ساتھ مسلمانوں کا گھن بھی پس گیا (چیزز) ۱۰

کا گھر سے والے جو چاہیں سو کہیں۔ میونسپلٹی کے ممبروں کے انتخاب اور مذہبی تقریبات محرم دوسرے۔ ہولی عید وغیرہ میں ہر مرتبہ ایسے شو اہدیش آتے رہتے ہیں کہ ہندو مسلمان دو غاصر ہیں۔ بالطبع ضد یکدگر ایک دوسرے سے نفور۔ جبکہ حاکمان وقت نے یہ زور حکومت جمع کر رکھا ہے (چیزز) ہمارے ہندوستان کی ترکیبی ایسی واقع ہوتی ہے کہ بدون فارن گورنمنٹ کے ہم جن حیث المجموع چین سے رہ نہیں سکتے۔ ہٹنے سیکڑوں برس ہندو اور مسلمان دونوں کی حکومتوں کو آوایا۔ اور تاریخ میں سببات کا کافی اور وافی ثبوت موجود ہے کہ کسی ایک گورنمنٹ کو بھی برٹش گورنمنٹ کی سی کامیابی نہیں۔ اسکا ہزاروں حصہ بھی نصیب نہیں ہوا (چیزز) ہندوؤں کی عملداری میں مسلمانوں پر طح طرح کی سختیاں ہیں۔ اور مسلمانوں کی حکومت میں بعض ظالم بادشاہوں نے ہندوؤں کو ستایا۔ الغرض یہ بات خدا کی طرف سے فیصل شدہ ہے کہ سارے ہندوستان کی عافیت ہی میں ہے کہ کوئی اجنبی عالم اسپرسلٹ رہے جو نہ ہندو ہو اور نہ مسلمان۔ پس ہونو کوئی سلاطین یورپ میں سے ہو سلاطین یورپ میں سے کون ہے جسے سلطنت ہندوستان کی طح نہیں کی۔ فرنج۔ پوچھلینز۔ فرنج اپنی اپنی جگہ سب نے زور آزمائیاں کیں حضرت شہنشاہ روس کے خاندان میں تو میٹروڈی گریٹ کی وقت سے یہ مرض لگا بعد نسل متواتر چلا آتا ہے کہ جس طرح بن پڑے ہندوستان پر قبضہ کیجئے۔ مگر خدا کی بے انتہا مہربانی اسی کی تقصی ہوتی کہ انگریز بادشاہ ہوتے (چیزز) انہوں نے سو سو سو برس حکومت کر کے اپنی قومی بیدار مغزی۔ جفا کشی یاقت۔ انصاف۔ رعایا پروری اور بہادری کو ایسے آشکارا طور پر ثابت کر دکھایا جیسے روز روشن میں آفتاب

۱۵۔ پاک ۱۲۔ ۱۳۔ پیدائشی ۱۴۔ ہوت ۱۵۔ مہربانی ۱۶۔ خدایسے دوستوں سے پناہ دے ۱۷۔ یہی کچر تو اس میں ہے ۱۸۔ لفظ ۱۹۔ ہندوستان کی نہیں بلکہ دوسرے ملک والوں کی سلطنت ۲۰۔ اوپری بغیر ۲۱۔ فرانس والے ۲۲۔ ہنگال والے ۲۳۔ یہ بھی ایک انگریزوں کی ایک قوم ہی ۲۴۔ یہ شخص شاہنشاہان روس میں سے بڑا تاسد شخص ہے ۲۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴

تو کیا اب بھی کسی نصف مزاج دانشمند ملکی خیر خواہ کے دل میں یہ وسوسہ گزر سکتا ہے کہ خدا نخواستہ سلطنت بدلی جائے۔ سب بولوں؟ نہیں نہیں نہیں۔ (چیز) میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس وقت کوئی کانگریس کا طرفدار بھی اس مجمع میں ہوگا تو اسکو بھی سوائے نہیں کہنے کے اور کچھ کہتے نہیں بن پڑیگا۔ لیکن جو شخص سے نہیں کہنا کافی نہیں کروارے۔ گفتار سے۔ ثبوت دو کہ تم تبدیلی سلطنت نہیں چاہتے۔ آپ صاحبوں میں سے کتنوں نے اخباریں پڑنا ہوگا کہ ہندوستان کے لینے کا مایہ نیا ان دنوں روس کے دماغ میں برسرِ شورش ہے۔ روس جو تہماری کانگریس کی جھڑپے کا اور اُسے ضرور سنی ہوگی دیکھو کچھ آجکل کا ایسا وقت ہے کہ گہری بات کرو تو انہار کے فیعلے سے ملکوں ملکوں جا پھونچتی ہے۔ نہ کہ کانگریس جہیں کشاں کشاں سیکڑوں آدمی بلائے جائیں اور اس کا ڈھنڈورا پیٹے۔ اس کے لیے بگل بجائے جائیں اسکی منادی اس طرح کی جائے کہ گویا بلا تیشیہ کانگریس بجلی ہے۔ اور منادی کرنے والے پادری۔ اس کے لیے اخباروں میں آرٹیکل لکھے جائیں۔ رسالے تصنیف ہوں اور شہر گہری جائیں کیونکہ ممکن ہے کہ روس کے کان میں ایسی کانگریس کی بھنگ نہ پڑی ہو۔ مع

نہاں کے ماندائے راز سے کرو سازندہ مغلہا

بھلا پھر روس نے کانگریس کی خبر سنکر کیا خیال کیا ہوگا؟ وہی جو ہر شخص خیال کر سکتا ہے کہ اس سرے سے اس سرے تک سارے ہندوستان کی رعایا گورنمنٹ سے ناخوش ہو۔ جس مضمون کے ادا کرنے کا دوسرا پیرایہ یہ ہے کہ تبدیلی سلطنت کی خواہش گار۔ پھر اس خیال نے روس پر کیا اثر کیا ہوگا؟ دیوانہ راہوسے بس بہت۔ وہ مجنونانہ حرکت جو وہ پرسوں کرتا کل کریگا۔ اور کل کرتا تو آج۔ افسوس ہے کہ کانگریس والے اپنی حرکت کے اس زبوں نتیجے پر نظر نہیں کرتے۔ گورنمنٹ اور رعایا میں جو تعلق ہے وہ ایسا ہے کہ گورنمنٹ پر مہربان ہے اور رعایا اولاد۔ یا گورنمنٹ طیب ہے۔ رعایا مریض۔ یا گورنمنٹ استاذ و شفیق ہے۔ اور رعایا شاگرد لیکن ان تعلقات کی فہم داری اسی میں ہے کہ محتاج کو محتاج الیہ پر پورا پورا بھروسہ ہو اور وہ نہیں ہوگا جب تک محتاج اپنے نیک و بد کو محتاج الیہ پر نہیں چھوڑ بیٹھتا۔ اگر اولاد اپنی تربیت میں یا بیمار اپنے علاج میں یا شاگرد اپنی تعلیم میں اپنی رائے کو دخل دے تو ایک نچرل بات ہے کہ باپ اور طبیب اور استاد و خدمت داری سے سبکدوش ہو کر پرواخت میں کمی کرنے لگتے ہیں۔ پر کل کانگریس کا یہ پہلو کیا ہمارے حق میں مضر نہیں ہوگا۔ ہوگا۔ اور ضرور ہوگا

چیرن

ہم برٹش گورنمنٹ کی کچھلی کارروائی پر غصہ کرتے ہیں تو پاتے ہیں کہ یہ گورنمنٹ ٹرننٹیو اور پروگریسو گورنمنٹ ہی لینے گورنمنٹ کی حالت ٹھہری ہوئی اور جی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ یو مافیا ہٹری اور رستی اور صفائی اور اصلاحی اور آسانی کی طرف ترقی کرتی جاتی ہے۔ چونکہ ہم خود ٹرننٹیو اور پروگریسو گورنمنٹ میں ہیں۔ گورنمنٹ کو بھی ٹرننٹیو اور پروگریسو ہونا چاہیے۔ زیادہ نہیں ششوار کے قدر سے پہلے کے زمانے کو اس وقت سے مقابلہ کر تو ظلمت و نور کا فرق پاؤ گے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ یہ یل یہ تاریکی۔ یہ سرشتہ تعلیم۔ یہ ہنی آرڈر۔ یہ پوسٹ کارڈر۔ یہ ویلیو پی ایل پارسل۔ یہ سٹیٹس۔ یہ صفائی۔ یہ سہرہ۔ یہ سفر بحری و بری کی آسانیاں۔ یہ پولیس۔ یہ اخباروں کی آزادی۔ یہ ہندوستانی و ایان ملک کے اختیارات تبذیت۔ یہ نمایاں۔ یہ معائنہ گسٹری کے قوانین اور ضابطے۔ یہ ہندوستانی کی کونسلوں میں شہرت۔ یہ تعزیری خطاب۔ یہ تجارت کی ترقی۔ وَاِنْ لَقَدْ وَارِنَعْمَةُ الْاٰلِ الْاٰخِرٰتُوْہَا غرض یہ سارے انتظام کس نے سوچے؟ کس نے نکالے؟ کانگریس بھاری تو کے آدمی و کے پیڑی کسی کے دم و خیال میں بھی نہ تھا۔ ذرا ایمان کو ٹھکانے رکھو اور نیت کو ڈالو اور دل مت ہونے دو جنہوں نے اتنا کچھ کیا ہے۔ بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ چلتے یل کے کر نہ مارو اور کرنے دو (پیرز کانگریس والوں کے پاس چھکے چڑھے الفاظ تو بہت سے ہیں جنکے ذریعے سے وہ اپنے اوپر کسی اعتراض کو اپنی ہند میں جمنے نہیں دیتے۔ مگر ہم تو واقعات کو دیکھتے ہیں۔

ما بول رانس گریم و قال را

ما درول رانس گریم و حال را

کانگریس کی ہندو صرف اس ایک بات پر ہی کہ حکام وقت رعایا کی حالت۔ رعایا کی ضرورتوں سے غافل اور بے خبر نہیں تو خود غرض اور نا منصف ہیں۔ میں یقین نہیں کرتا کہ کوئی شریف آدمی جسکے نزدیک جھوٹا پونا اور کیا کہوں برابر ہے۔ ایسے انوار کے اصل اور بیوہ اور غلط الزام لگانے والوں میں شرکت کر سکتا ہی؟ وغیرہ نہیں نہیں نہیں! بارہ برس پہلے کہ مجھ کو برٹش گورنمنٹ سے ایک تعلق سی ہے۔ مگر مجھ پر برٹش گورنمنٹ کے حقوق ہیں۔ برٹش گورنمنٹ نے مجھ کو چڑھایا۔ عزت دی۔ نوکری دی۔ میں اس کی رعیت ہوں۔ اور

۱۵ ستمبر کار انگریزی ۱۴ حالت ۱۲ ۱۵ وہ پارسل جو قیمت لے کر ادا کیا جاتا ہے ۱۲ ۱۵ اگر خدا کی نعمتوں کا شمار

کرنا چاہو تو تم ان کو نہ گن سکو گے ۱۲

اس جی آسائش اور آزادی علیٰ وجہ الکمال متبع بائیں ہر میں برٹش گورنمنٹ کا بھٹ نہ کبھی تھا اور نہ اب ہوں میں جاتا ہوں کہ برٹش گورنمنٹ کے بہت سے انتظام اصلاح طلب ہیں +

برٹش گورنمنٹ انسانی گورنمنٹ ہی۔ کون انسان ہے جس سے بھول چوک نہیں ہوتی؟ گورنمنٹ کی شکستہ چینی و اقل بدخواہی نہیں۔ مگر شکستہ چینی کے بھی طریقے ہیں۔ کیا کانگریس والوں کو اس پر قناعت نہیں کہ ہر شخص اخبار کے ذریعے سے اپنی رائے ظاہر کر سکتا ہے۔ اکثر بڑے بڑے شہروں میں کیمپیاں ہیں بجلیوں میں سونائیاں ہیں ایسوسی ایشن میں۔ انہیں ہیں۔ خود حکام سفر میں حضر میں درپے تفتیش تلاش رہتے ہیں سنی کہ ہوس آف کانس اور پارلیمنٹ کے ممبر تک ہر سال اس ٹوٹے میں آسکتے ہیں۔ اور جو لوگ حکام میں ہیں ان کو ہمیشہ اس طرح کے مواقع حاصل ہوتے ہیں کہ رعایا کا دکھ درد حاکموں کے کان تک پہنچا آئے۔ مگر نیشنل کانگریس کا نیا طریقہ تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ کی مخالفت میں ایک گواہ جمع ہو ورسوئی بھڑیں لگائی جائیں۔ جو لوگ ان چین سے اپنے آپ کو کام و صنفوں میں لگے ہیں شکستہ چونک پڑیں کہ ایسی کیا آفت نازل ہوئی جسکی وجہ سے تمام کھلی ہوئی رہی۔ کانگریس والے اس بات کو پیش نظر نہیں رکھتے کہ کانگریس کو ہمارے ساتھ جنیت محض ہے۔ اس بڑھکرا اور جنیت کیا ہوگی کہ سوائے انسانیت کے ہم میں اور کانگریسوں میں کسی طرح کی مشارکت نہیں۔ اس پر طرہ فاش اور متفحیح کا تفرقہ سکھیل اور پانی نہ کبھی ملے ہیں اور نہ کبھی ملیں گے۔ تو ایسے انجیلوں سے ہماری کار بر آری ہو تو کیونکر ہو۔ اکی ہی ایک تدبیر ہی کہ جسطرح ممکن ہو چا پلوئی و خوشامد سے نہیں کہ وہ تو میرے نزدیک ذمارت اور کینگے طبیعت اور پختہ فطرت کی دلیل ہی، بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری اور سلامت روی سے حکام وقت کو خوشنود کریں تاکہ ان کے دلوں میں ہماری مراعات اور مہربانی کے خیالات پیدا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کانگریس کی نسبت گورنمنٹ آف انڈیا اور عمدہ داران انگریزی کے کیسے خیالات ہیں۔ لیکن خدا کو دیکھا نہیں تو عقل سے پہچانا عقل کہتی ہے اور میں اسکو اپنی سیکرٹ سمجھتا ہوں کہ ضروریہ کانگریس گورنمنٹ آف انڈیا کو کل عمدہ داران انگریزی کی نظر میں مبغوض ہوگا اور اس کے مبغوض ہونا چاہیے +

کیا ہی کوئی حلیم اور بردبار اور متین اور باوقار کیوں نہ ہو کہ ہمارے کھنگاہی کیوں کھلم کھلا جماع اور مخالف میں اس کی روئی دھنکی جائے اور روئی دھنکنے والے کون ہوں؟ اپنی ہی رعایا۔ اپنے ہی محکوم

۱۱۔ برٹش گورنمنٹ کی شکستہ چینی و اقل بدخواہی نہیں۔ مگر شکستہ چینی کے بھی طریقے ہیں۔ کیا کانگریس والوں کو اس پر قناعت نہیں کہ ہر شخص اخبار کے ذریعے سے اپنی رائے ظاہر کر سکتا ہے۔ اکثر بڑے بڑے شہروں میں کیمپیاں ہیں بجلیوں میں سونائیاں ہیں ایسوسی ایشن میں۔ انہیں ہیں۔ خود حکام سفر میں حضر میں درپے تفتیش تلاش رہتے ہیں سنی کہ ہوس آف کانس اور پارلیمنٹ کے ممبر تک ہر سال اس ٹوٹے میں آسکتے ہیں۔ اور جو لوگ حکام میں ہیں ان کو ہمیشہ اس طرح کے مواقع حاصل ہوتے ہیں کہ رعایا کا دکھ درد حاکموں کے کان تک پہنچا آئے۔ مگر نیشنل کانگریس کا نیا طریقہ تو کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ گورنمنٹ کی مخالفت میں ایک گواہ جمع ہو ورسوئی بھڑیں لگائی جائیں۔ جو لوگ ان چین سے اپنے آپ کو کام و صنفوں میں لگے ہیں شکستہ چونک پڑیں کہ ایسی کیا آفت نازل ہوئی جسکی وجہ سے تمام کھلی ہوئی رہی۔ کانگریس والے اس بات کو پیش نظر نہیں رکھتے کہ کانگریس کو ہمارے ساتھ جنیت محض ہے۔ اس بڑھکرا اور جنیت کیا ہوگی کہ سوائے انسانیت کے ہم میں اور کانگریسوں میں کسی طرح کی مشارکت نہیں۔ اس پر طرہ فاش اور متفحیح کا تفرقہ سکھیل اور پانی نہ کبھی ملے ہیں اور نہ کبھی ملیں گے۔ تو ایسے انجیلوں سے ہماری کار بر آری ہو تو کیونکر ہو۔ اکی ہی ایک تدبیر ہی کہ جسطرح ممکن ہو چا پلوئی و خوشامد سے نہیں کہ وہ تو میرے نزدیک ذمارت اور کینگے طبیعت اور پختہ فطرت کی دلیل ہی، بلکہ اطاعت اور فرمانبرداری اور سلامت روی سے حکام وقت کو خوشنود کریں تاکہ ان کے دلوں میں ہماری مراعات اور مہربانی کے خیالات پیدا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ کانگریس کی نسبت گورنمنٹ آف انڈیا اور عمدہ داران انگریزی کے کیسے خیالات ہیں۔ لیکن خدا کو دیکھا نہیں تو عقل سے پہچانا عقل کہتی ہے اور میں اسکو اپنی سیکرٹ سمجھتا ہوں کہ ضروریہ کانگریس گورنمنٹ آف انڈیا کو کل عمدہ داران انگریزی کی نظر میں مبغوض ہوگا اور اس کے مبغوض ہونا چاہیے +

اپنے ہی دست نگر۔ اور اپنے ہی متلج (چیز) کیا اپنی لوگوں سے فائدہ حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہی؟ بیٹا بن کر
سب کو کی لیتا ہے۔ ہیکڑی سے باپ بن کر کسی نے نہیں پایا (چیز) **شعر**

ترسم نری بجہ اسے عسرا بی
کیں رہ کہ تو میری پرکشان ست

گورنمنٹ کو ہماری خیر خواہی آزمائے کے بہت ہی کم مواقع ملے ہیں۔ ایسے کہ اس وقت تک گورنمنٹ صرف اپنے
بٹ بٹے کے ہر سوسے پر حکمرانی کر رہی ہے وہ رعایا کی خوشدلی کی بڑی قدر کرتی ہے۔ اور رعایا کو رضامند رکھنے
میں سعی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی۔ مگر اسکے فوجی انتظام کے دیتے ہیں کہ گورنمنٹ کو رعایا پر پورا پورا اعتماد
نہیں۔ کیا یہ بے اعتباری گورنمنٹ کے دل کا کھوٹ ہے؟ اور یہ گورنمنٹ کا تصور ہی؟ نہیں۔ ہرگز نہیں! **شعر**
ہم اعتماد کو پورا ہونے نہیں دیتے۔ شمشاد کے غدی میں ہندوستانی اپنا اعتبار کھوپکے تھے۔ اگر کچھ بھی شرم اور غیرت
اور عقل و صلت لائیں ہوتی تو اسکے کھارے میں ہلا کچھ نہیں تو پچاس برس کا گونگے پیر کا تو روزہ رکھتے (چیز) لیکن
اخباروں میں۔ محال میں جو کچھ بڑبڑاتے رہتے سو غیر۔ نوبت بائیکا سید کہ کانگریس نکال کھڑی کی پچاس روپے
کو اچھی سو بھی مٹی کہ روس کی شورشِ سنسکو کوئی روپے سے۔ کوئی فوج سے۔ کوئی اپنے ماتم پاؤں سے سرکار
کی مدد کو آسوجو ہوا۔ ان دنوں ولایت کے اخباروں میں ہندوستان کی خیر خواہی کی دھوم مٹی میں نے
دیکھا تو نہیں مگر سنہ کہ انگریزوں کی باچھیں کھلی پڑتی ہیں۔ مسکرانے لگے تھے تو ہنستے بھی ضرور اتنے میں یہ
ماشدنی کم بخت کانگریس بنگال میں پیدا ہو پڑی۔ اور سارا کیا دھرا الیٹ میٹ کر دیا۔ اور پھر وہی بے اعتبار کے
بے اعتبار (چیز)

نیشنل کانگریس پر بدگمانی کرنے کی میرے پاس ایک بڑی وجہ اور ہے وہ یہ کہ نکل خراج اور ملکی روناہ
کچھ ایسی ایک کانگریس پر تو منحصر نہیں۔ کانگریس کو بغرض محال کامیابی ہو بھی تو یہی نہ کہ نمک کا محصول گھٹ
جائے۔ ہتھیار باندھنے کی عام اجازت ہو جائے۔ ہندوستانیوں کو وائیٹ فوج میں داخل کر لیں۔ انکم ٹیکس
موقوف۔ اور وی لاسٹ دونوں دی لیٹ۔ ہندوستانی یعنی بنگالی کنسٹرکٹ ہوئے لگیں۔ یا اس طرح کی
اور چند باتیں۔ تو کیا اس سے ہندوستان میں دولت پھٹ پڑے گی۔ اسے عقل کے دشمنوں۔ نمک کی دہمندی
اسے نقص ۱۲ سالہ ۱۲ سالہ وہ رعایا کے لوگ جو فوجی کام سیکھیں بلا تخواہ اور فوجی احکام اپنے ذمہ لیں ۱۲ سالہ جو آمدنی سے بڑا
لیا جاوے ۱۲ سالہ آخر کار اگرچہ قوت میں پھیلی باتوں سے کم نہیں ۱۲

کے وہ گز ہی دوسرے ہیں۔ سب سے پہلے اپنے تئیں نصیبات رسی کے چھندوں سے چھناؤ پھر علم حاصل کرو۔ علم سے مراد یہ علم نہیں جسکو پڑھکر انسان بی ہائے۔ ایمائے۔ بن بیٹھا۔ اور کانگریس کے خواب پریشان دیکھنے لگتا ہے (چیز)۔ بلکہ انجینیری۔ ڈاکٹری۔ بائی کیمیا۔ جرنیل طبعیات۔ جیالوجی وغیرہ جتنے ذریعے سے صنعت اور دستکاری اور ایجاد کی قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اور جنکی تفصیل ہمارے دوست شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد رفقا، القاد صاحب خوب جامعیت کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ سب کچھ ہماری ہی مٹی میں ہے۔ اور ہماری ہی مٹی میں ہے۔ مگر تم کو اس سے متشبع ہونے کا سلیقہ نہیں جو کر سکتے ہو اور جو تم کو کرنا چاہیے۔ اسکی تم کو ذرا بھی پروا نہیں۔ اور پروا بھی ہو تو کہاں سے ہو۔ تم کو گورنمنٹ کے انتظاموں پر جرح اور اعتراض کرنے سے فرصت کب ملتی ہے۔ اگر تنگیوں نے۔ یا پارسیوں نے۔ یا جو لوگ کانگریس کے حامی ہیں۔ اپنے یہ فرائض پورے طور پر ادا کیے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ نیشنل کانگریس رفقا ملک کے لیے کھڑا کیا گیا ہے۔ مگر جو شخص فرض کو چھوڑ کر فیل پروڈر ہے۔ ہکو تو اسکی فدا پرستی تسلیم نہیں (چیز)۔ خدا اگر کسی کے دماغ میں اس طرح کا غلط ڈالے کہ وہ انگریزی پڑھ لینے سے اپنے تئیں انڈیا کا بشمارک سمجھنے لگے۔ اور ملک داری کے امور غلطیہ میں رہے زنی کرنے کو ان کوں کا کھیل خیال کرے تو اسکو سمجھنے اور خیال کرنے دو اپنا مسلک تو یہ ہے

رموز مصلحت ملک خدواں دانند گدائی گوشہ نشینی تو محافظ خروش

(چیز) یہ سچ ہے کہ جسطرح کا لکھی نیشن (تحریک) کانگریس کرنا چاہتا ہے۔ ولایت میں اکثر ہوتا رہتا ہے مگر ہارا کہنا یہ ہے کہ ہندوستان کو ولایت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے شعور
واسن صبا نہ چھو کے جس شہسوار کا پو پٹے کب اُسکو لاکھ بھارک بھارک

ولایت والوں کی سی لیاقت۔ ان کی سی معلومات۔ ان کی سی روشن دماغی۔ ان کی سی تلاش۔ ان کی سی رستی۔ ان کی سی بلند جوصلگی۔ ان کی سی مستقل خراجی۔ ان کی سی جفاکشی۔ ان کا سارے مضبوطی ان کی سی جان نثاری۔ ان کی سی نکالی خیر خواہی اور انکی سی نہیں۔ بلکہ اسکا عشر عشر بھی ہندوستانیوں میں
یہ درج فضیلتِ تعلیم کے ہیں ۱۲ علم نباتات ۱۳ علم حیوانات ۱۴ علم زمین ۱۵ علم فلک ۱۶ علم طب ۱۷ علم فرائض ۱۸ علم تاریخ ۱۹ علم جغرافیہ ۲۰ علم لسانی ۲۱ علم فلسفہ ۲۲ علم منطق ۲۳ علم اخلاق ۲۴ علم تہذیب ۲۵ علم فنون ۲۶ علم صناعات ۲۷ علم تجارت ۲۸ علم معاشیات ۲۹ علم سیاسیات ۳۰ علم فہم ۳۱ علم ہنر ۳۲ علم شاعری ۳۳ علم موسیقی ۳۴ علم نجوم ۳۵ علم جبر ۳۶ علم کیمیا ۳۷ علم طب ۳۸ علم فرائض ۳۹ علم تاریخ ۴۰ علم جغرافیہ ۴۱ علم لسانی ۴۲ علم فلسفہ ۴۳ علم منطق ۴۴ علم اخلاق ۴۵ علم تہذیب ۴۶ علم فنون ۴۷ علم صناعات ۴۸ علم تجارت ۴۹ علم معاشیات ۵۰ علم سیاسیات ۵۱ علم فہم ۵۲ علم ہنر ۵۳ علم شاعری ۵۴ علم موسیقی ۵۵ علم نجوم ۵۶ علم جبر ۵۷ علم کیمیا ۵۸ علم طب ۵۹ علم فرائض ۶۰ علم تاریخ ۶۱ علم جغرافیہ ۶۲ علم لسانی ۶۳ علم فلسفہ ۶۴ علم منطق ۶۵ علم اخلاق ۶۶ علم تہذیب ۶۷ علم فنون ۶۸ علم صناعات ۶۹ علم تجارت ۷۰ علم معاشیات ۷۱ علم سیاسیات ۷۲ علم فہم ۷۳ علم ہنر ۷۴ علم شاعری ۷۵ علم موسیقی ۷۶ علم نجوم ۷۷ علم جبر ۷۸ علم کیمیا ۷۹ علم طب ۸۰ علم فرائض ۸۱ علم تاریخ ۸۲ علم جغرافیہ ۸۳ علم لسانی ۸۴ علم فلسفہ ۸۵ علم منطق ۸۶ علم اخلاق ۸۷ علم تہذیب ۸۸ علم فنون ۸۹ علم صناعات ۹۰ علم تجارت ۹۱ علم معاشیات ۹۲ علم سیاسیات ۹۳ علم فہم ۹۴ علم ہنر ۹۵ علم شاعری ۹۶ علم موسیقی ۹۷ علم نجوم ۹۸ علم جبر ۹۹ علم کیمیا ۱۰۰ علم طب ۱۰۱ علم فرائض ۱۰۲ علم تاریخ ۱۰۳ علم جغرافیہ ۱۰۴ علم لسانی ۱۰۵ علم فلسفہ ۱۰۶ علم منطق ۱۰۷ علم اخلاق ۱۰۸ علم تہذیب ۱۰۹ علم فنون ۱۱۰ علم صناعات ۱۱۱ علم تجارت ۱۱۲ علم معاشیات ۱۱۳ علم سیاسیات ۱۱۴ علم فہم ۱۱۵ علم ہنر ۱۱۶ علم شاعری ۱۱۷ علم موسیقی ۱۱۸ علم نجوم ۱۱۹ علم جبر ۱۲۰ علم کیمیا ۱۲۱ علم طب ۱۲۲ علم فرائض ۱۲۳ علم تاریخ ۱۲۴ علم جغرافیہ ۱۲۵ علم لسانی ۱۲۶ علم فلسفہ ۱۲۷ علم منطق ۱۲۸ علم اخلاق ۱۲۹ علم تہذیب ۱۳۰ علم فنون ۱۳۱ علم صناعات ۱۳۲ علم تجارت ۱۳۳ علم معاشیات ۱۳۴ علم سیاسیات ۱۳۵ علم فہم ۱۳۶ علم ہنر ۱۳۷ علم شاعری ۱۳۸ علم موسیقی ۱۳۹ علم نجوم ۱۴۰ علم جبر ۱۴۱ علم کیمیا ۱۴۲ علم طب ۱۴۳ علم فرائض ۱۴۴ علم تاریخ ۱۴۵ علم جغرافیہ ۱۴۶ علم لسانی ۱۴۷ علم فلسفہ ۱۴۸ علم منطق ۱۴۹ علم اخلاق ۱۵۰ علم تہذیب ۱۵۱ علم فنون ۱۵۲ علم صناعات ۱۵۳ علم تجارت ۱۵۴ علم معاشیات ۱۵۵ علم سیاسیات ۱۵۶ علم فہم ۱۵۷ علم ہنر ۱۵۸ علم شاعری ۱۵۹ علم موسیقی ۱۶۰ علم نجوم ۱۶۱ علم جبر ۱۶۲ علم کیمیا ۱۶۳ علم طب ۱۶۴ علم فرائض ۱۶۵ علم تاریخ ۱۶۶ علم جغرافیہ ۱۶۷ علم لسانی ۱۶۸ علم فلسفہ ۱۶۹ علم منطق ۱۷۰ علم اخلاق ۱۷۱ علم تہذیب ۱۷۲ علم فنون ۱۷۳ علم صناعات ۱۷۴ علم تجارت ۱۷۵ علم معاشیات ۱۷۶ علم سیاسیات ۱۷۷ علم فہم ۱۷۸ علم ہنر ۱۷۹ علم شاعری ۱۸۰ علم موسیقی ۱۸۱ علم نجوم ۱۸۲ علم جبر ۱۸۳ علم کیمیا ۱۸۴ علم طب ۱۸۵ علم فرائض ۱۸۶ علم تاریخ ۱۸۷ علم جغرافیہ ۱۸۸ علم لسانی ۱۸۹ علم فلسفہ ۱۹۰ علم منطق ۱۹۱ علم اخلاق ۱۹۲ علم تہذیب ۱۹۳ علم فنون ۱۹۴ علم صناعات ۱۹۵ علم تجارت ۱۹۶ علم معاشیات ۱۹۷ علم سیاسیات ۱۹۸ علم فہم ۱۹۹ علم ہنر ۲۰۰ علم شاعری ۲۰۱ علم موسیقی ۲۰۲ علم نجوم ۲۰۳ علم جبر ۲۰۴ علم کیمیا ۲۰۵ علم طب ۲۰۶ علم فرائض ۲۰۷ علم تاریخ ۲۰۸ علم جغرافیہ ۲۰۹ علم لسانی ۲۱۰ علم فلسفہ ۲۱۱ علم منطق ۲۱۲ علم اخلاق ۲۱۳ علم تہذیب ۲۱۴ علم فنون ۲۱۵ علم صناعات ۲۱۶ علم تجارت ۲۱۷ علم معاشیات ۲۱۸ علم سیاسیات ۲۱۹ علم فہم ۲۲۰ علم ہنر ۲۲۱ علم شاعری ۲۲۲ علم موسیقی ۲۲۳ علم نجوم ۲۲۴ علم جبر ۲۲۵ علم کیمیا ۲۲۶ علم طب ۲۲۷ علم فرائض ۲۲۸ علم تاریخ ۲۲۹ علم جغرافیہ ۲۳۰ علم لسانی ۲۳۱ علم فلسفہ ۲۳۲ علم منطق ۲۳۳ علم اخلاق ۲۳۴ علم تہذیب ۲۳۵ علم فنون ۲۳۶ علم صناعات ۲۳۷ علم تجارت ۲۳۸ علم معاشیات ۲۳۹ علم سیاسیات ۲۴۰ علم فہم ۲۴۱ علم ہنر ۲۴۲ علم شاعری ۲۴۳ علم موسیقی ۲۴۴ علم نجوم ۲۴۵ علم جبر ۲۴۶ علم کیمیا ۲۴۷ علم طب ۲۴۸ علم فرائض ۲۴۹ علم تاریخ ۲۵۰ علم جغرافیہ ۲۵۱ علم لسانی ۲۵۲ علم فلسفہ ۲۵۳ علم منطق ۲۵۴ علم اخلاق ۲۵۵ علم تہذیب ۲۵۶ علم فنون ۲۵۷ علم صناعات ۲۵۸ علم تجارت ۲۵۹ علم معاشیات ۲۶۰ علم سیاسیات ۲۶۱ علم فہم ۲۶۲ علم ہنر ۲۶۳ علم شاعری ۲۶۴ علم موسیقی ۲۶۵ علم نجوم ۲۶۶ علم جبر ۲۶۷ علم کیمیا ۲۶۸ علم طب ۲۶۹ علم فرائض ۲۷۰ علم تاریخ ۲۷۱ علم جغرافیہ ۲۷۲ علم لسانی ۲۷۳ علم فلسفہ ۲۷۴ علم منطق ۲۷۵ علم اخلاق ۲۷۶ علم تہذیب ۲۷۷ علم فنون ۲۷۸ علم صناعات ۲۷۹ علم تجارت ۲۸۰ علم معاشیات ۲۸۱ علم سیاسیات ۲۸۲ علم فہم ۲۸۳ علم ہنر ۲۸۴ علم شاعری ۲۸۵ علم موسیقی ۲۸۶ علم نجوم ۲۸۷ علم جبر ۲۸۸ علم کیمیا ۲۸۹ علم طب ۲۹۰ علم فرائض ۲۹۱ علم تاریخ ۲۹۲ علم جغرافیہ ۲۹۳ علم لسانی ۲۹۴ علم فلسفہ ۲۹۵ علم منطق ۲۹۶ علم اخلاق ۲۹۷ علم تہذیب ۲۹۸ علم فنون ۲۹۹ علم صناعات ۳۰۰ علم تجارت ۳۰۱ علم معاشیات ۳۰۲ علم سیاسیات ۳۰۳ علم فہم ۳۰۴ علم ہنر ۳۰۵ علم شاعری ۳۰۶ علم موسیقی ۳۰۷ علم نجوم ۳۰۸ علم جبر ۳۰۹ علم کیمیا ۳۱۰ علم طب ۳۱۱ علم فرائض ۳۱۲ علم تاریخ ۳۱۳ علم جغرافیہ ۳۱۴ علم لسانی ۳۱۵ علم فلسفہ ۳۱۶ علم منطق ۳۱۷ علم اخلاق ۳۱۸ علم تہذیب ۳۱۹ علم فنون ۳۲۰ علم صناعات ۳۲۱ علم تجارت ۳۲۲ علم معاشیات ۳۲۳ علم سیاسیات ۳۲۴ علم فہم ۳۲۵ علم ہنر ۳۲۶ علم شاعری ۳۲۷ علم موسیقی ۳۲۸ علم نجوم ۳۲۹ علم جبر ۳۳۰ علم کیمیا ۳۳۱ علم طب ۳۳۲ علم فرائض ۳۳۳ علم تاریخ ۳۳۴ علم جغرافیہ ۳۳۵ علم لسانی ۳۳۶ علم فلسفہ ۳۳۷ علم منطق ۳۳۸ علم اخلاق ۳۳۹ علم تہذیب ۳۴۰ علم فنون ۳۴۱ علم صناعات ۳۴۲ علم تجارت ۳۴۳ علم معاشیات ۳۴۴ علم سیاسیات ۳۴۵ علم فہم ۳۴۶ علم ہنر ۳۴۷ علم شاعری ۳۴۸ علم موسیقی ۳۴۹ علم نجوم ۳۵۰ علم جبر ۳۵۱ علم کیمیا ۳۵۲ علم طب ۳۵۳ علم فرائض ۳۵۴ علم تاریخ ۳۵۵ علم جغرافیہ ۳۵۶ علم لسانی ۳۵۷ علم فلسفہ ۳۵۸ علم منطق ۳۵۹ علم اخلاق ۳۶۰ علم تہذیب ۳۶۱ علم فنون ۳۶۲ علم صناعات ۳۶۳ علم تجارت ۳۶۴ علم معاشیات ۳۶۵ علم سیاسیات ۳۶۶ علم فہم ۳۶۷ علم ہنر ۳۶۸ علم شاعری ۳۶۹ علم موسیقی ۳۷۰ علم نجوم ۳۷۱ علم جبر ۳۷۲ علم کیمیا ۳۷۳ علم طب ۳۷۴ علم فرائض ۳۷۵ علم تاریخ ۳۷۶ علم جغرافیہ ۳۷۷ علم لسانی ۳۷۸ علم فلسفہ ۳۷۹ علم منطق ۳۸۰ علم اخلاق ۳۸۱ علم تہذیب ۳۸۲ علم فنون ۳۸۳ علم صناعات ۳۸۴ علم تجارت ۳۸۵ علم معاشیات ۳۸۶ علم سیاسیات ۳۸۷ علم فہم ۳۸۸ علم ہنر ۳۸۹ علم شاعری ۳۹۰ علم موسیقی ۳۹۱ علم نجوم ۳۹۲ علم جبر ۳۹۳ علم کیمیا ۳۹۴ علم طب ۳۹۵ علم فرائض ۳۹۶ علم تاریخ ۳۹۷ علم جغرافیہ ۳۹۸ علم لسانی ۳۹۹ علم فلسفہ ۴۰۰ علم منطق ۴۰۱ علم اخلاق ۴۰۲ علم تہذیب ۴۰۳ علم فنون ۴۰۴ علم صناعات ۴۰۵ علم تجارت ۴۰۶ علم معاشیات ۴۰۷ علم سیاسیات ۴۰۸ علم فہم ۴۰۹ علم ہنر ۴۱۰ علم شاعری ۴۱۱ علم موسیقی ۴۱۲ علم نجوم ۴۱۳ علم جبر ۴۱۴ علم کیمیا ۴۱۵ علم طب ۴۱۶ علم فرائض ۴۱۷ علم تاریخ ۴۱۸ علم جغرافیہ ۴۱۹ علم لسانی ۴۲۰ علم فلسفہ ۴۲۱ علم منطق ۴۲۲ علم اخلاق ۴۲۳ علم تہذیب ۴۲۴ علم فنون ۴۲۵ علم صناعات ۴۲۶ علم تجارت ۴۲۷ علم معاشیات ۴۲۸ علم سیاسیات ۴۲۹ علم فہم ۴۳۰ علم ہنر ۴۳۱ علم شاعری ۴۳۲ علم موسیقی ۴۳۳ علم نجوم ۴۳۴ علم جبر ۴۳۵ علم کیمیا ۴۳۶ علم طب ۴۳۷ علم فرائض ۴۳۸ علم تاریخ ۴۳۹ علم جغرافیہ ۴۴۰ علم لسانی ۴۴۱ علم فلسفہ ۴۴۲ علم منطق ۴۴۳ علم اخلاق ۴۴۴ علم تہذیب ۴۴۵ علم فنون ۴۴۶ علم صناعات ۴۴۷ علم تجارت ۴۴۸ علم معاشیات ۴۴۹ علم سیاسیات ۴۵۰ علم فہم ۴۵۱ علم ہنر ۴۵۲ علم شاعری ۴۵۳ علم موسیقی ۴۵۴ علم نجوم ۴۵۵ علم جبر ۴۵۶ علم کیمیا ۴۵۷ علم طب ۴۵۸ علم فرائض ۴۵۹ علم تاریخ ۴۶۰ علم جغرافیہ ۴۶۱ علم لسانی ۴۶۲ علم فلسفہ ۴۶۳ علم منطق ۴۶۴ علم اخلاق ۴۶۵ علم تہذیب ۴۶۶ علم فنون ۴۶۷ علم صناعات ۴۶۸ علم تجارت ۴۶۹ علم معاشیات ۴۷۰ علم سیاسیات ۴۷۱ علم فہم ۴۷۲ علم ہنر ۴۷۳ علم شاعری ۴۷۴ علم موسیقی ۴۷۵ علم نجوم ۴۷۶ علم جبر ۴۷۷ علم کیمیا ۴۷۸ علم طب ۴۷۹ علم فرائض ۴۸۰ علم تاریخ ۴۸۱ علم جغرافیہ ۴۸۲ علم لسانی ۴۸۳ علم فلسفہ ۴۸۴ علم منطق ۴۸۵ علم اخلاق ۴۸۶ علم تہذیب ۴۸۷ علم فنون ۴۸۸ علم صناعات ۴۸۹ علم تجارت ۴۹۰ علم معاشیات ۴۹۱ علم سیاسیات ۴۹۲ علم فہم ۴۹۳ علم ہنر ۴۹۴ علم شاعری ۴۹۵ علم موسیقی ۴۹۶ علم نجوم ۴۹۷ علم جبر ۴۹۸ علم کیمیا ۴۹۹ علم طب ۵۰۰ علم فرائض ۵۰۱ علم تاریخ ۵۰۲ علم جغرافیہ ۵۰۳ علم لسانی ۵۰۴ علم فلسفہ ۵۰۵ علم منطق ۵۰۶ علم اخلاق ۵۰۷ علم تہذیب ۵۰۸ علم فنون ۵۰۹ علم صناعات ۵۱۰ علم تجارت ۵۱۱ علم معاشیات ۵۱۲ علم سیاسیات ۵۱۳ علم فہم ۵۱۴ علم ہنر ۵۱۵ علم شاعری ۵۱۶ علم موسیقی ۵۱۷ علم نجوم ۵۱۸ علم جبر ۵۱۹ علم کیمیا ۵۲۰ علم طب ۵۲۱ علم فرائض ۵۲۲ علم تاریخ ۵۲۳ علم جغرافیہ ۵۲۴ علم لسانی ۵۲۵ علم فلسفہ ۵۲۶ علم منطق ۵۲۷ علم اخلاق ۵۲۸ علم تہذیب ۵۲۹ علم فنون ۵۳۰ علم صناعات ۵۳۱ علم تجارت ۵۳۲ علم معاشیات ۵۳۳ علم سیاسیات ۵۳۴ علم فہم ۵۳۵ علم ہنر ۵۳۶ علم شاعری ۵۳۷ علم موسیقی ۵۳۸ علم نجوم ۵۳۹ علم جبر ۵۴۰ علم کیمیا ۵۴۱ علم طب ۵۴۲ علم فرائض ۵۴۳ علم تاریخ ۵۴۴ علم جغرافیہ ۵۴۵ علم لسانی ۵۴۶ علم فلسفہ ۵۴۷ علم منطق ۵۴۸ علم اخلاق ۵۴۹ علم تہذیب ۵۵۰ علم فنون ۵۵۱ علم صناعات ۵۵۲ علم تجارت ۵۵۳ علم معاشیات ۵۵۴ علم سیاسیات ۵۵۵ علم فہم ۵۵۶ علم ہنر ۵۵۷ علم شاعری ۵۵۸ علم موسیقی ۵۵۹ علم نجوم ۵۶۰ علم جبر ۵۶۱ علم کیمیا ۵۶۲ علم طب ۵۶۳ علم فرائض ۵۶۴ علم تاریخ ۵۶۵ علم جغرافیہ ۵۶۶ علم لسانی ۵۶۷ علم فلسفہ ۵۶۸ علم منطق ۵۶۹ علم اخلاق ۵۷۰ علم تہذیب ۵۷۱ علم فنون ۵۷۲ علم صناعات ۵۷۳ علم تجارت ۵۷۴ علم معاشیات ۵۷۵ علم سیاسیات ۵۷۶ علم فہم ۵۷۷ علم ہنر ۵۷۸ علم شاعری ۵۷۹ علم موسیقی ۵۸۰ علم نجوم ۵۸۱ علم جبر ۵۸۲ علم کیمیا ۵۸۳ علم طب ۵۸۴ علم فرائض ۵۸۵ علم تاریخ ۵۸۶ علم جغرافیہ ۵۸۷ علم لسانی ۵۸۸ علم فلسفہ ۵۸۹ علم منطق ۵۹۰ علم اخلاق ۵۹۱ علم تہذیب ۵۹۲ علم فنون ۵۹۳ علم صناعات ۵۹۴ علم تجارت ۵۹۵ علم معاشیات ۵۹۶ علم سیاسیات ۵۹۷ علم فہم ۵۹۸ علم ہنر ۵۹۹ علم شاعری ۶۰۰ علم موسیقی ۶۰۱ علم نجوم ۶۰۲ علم جبر ۶۰۳ علم کیمیا ۶۰۴ علم طب ۶۰۵ علم فرائض ۶۰۶ علم تاریخ ۶۰۷ علم جغرافیہ ۶۰۸ علم لسانی ۶۰۹ علم فلسفہ ۶۱۰ علم منطق ۶۱۱ علم اخلاق ۶۱۲ علم تہذیب ۶۱۳ علم فنون ۶۱۴ علم صناعات ۶۱۵ علم تجارت ۶۱۶ علم معاشیات ۶۱۷ علم سیاسیات ۶۱۸ علم فہم ۶۱۹ علم ہنر ۶۲۰ علم شاعری ۶۲۱ علم موسیقی ۶۲۲ علم نجوم ۶۲۳ علم جبر ۶۲۴ علم کیمیا ۶۲۵ علم طب ۶۲۶ علم فرائض ۶۲۷ علم تاریخ ۶۲۸ علم جغرافیہ ۶۲۹ علم لسانی ۶۳۰ علم فلسفہ ۶۳۱ علم منطق ۶۳۲ علم اخلاق ۶۳۳ علم تہذیب ۶۳۴ علم فنون ۶۳۵ علم صناعات ۶۳۶ علم تجارت ۶۳۷ علم معاشیات ۶۳۸ علم سیاسیات ۶۳۹ علم فہم ۶۴۰ علم ہنر ۶۴۱ علم شاعری ۶۴۲ علم موسیقی ۶۴۳ علم نجوم ۶۴۴ علم جبر ۶۴۵ علم کیمیا ۶۴۶ علم طب ۶۴۷ علم فرائض ۶۴۸ علم تاریخ ۶۴۹ علم جغرافیہ ۶۵۰ علم لسانی ۶۵۱ علم فلسفہ ۶۵۲ علم منطق ۶۵۳ علم اخلاق ۶۵۴ علم تہذیب ۶۵۵ علم فنون ۶۵۶ علم صناعات ۶۵۷ علم تجارت ۶۵۸ علم معاشیات ۶۵۹ علم سیاسیات ۶۶۰ علم فہم ۶۶۱ علم ہنر ۶۶۲ علم شاعری ۶۶۳ علم موسیقی ۶۶۴ علم نجوم ۶۶۵ علم جبر ۶۶۶ علم کیمیا ۶۶۷ علم طب ۶۶۸ علم فرائض ۶۶۹ علم تاریخ ۶۷۰ علم جغرافیہ ۶۷۱ علم لسانی ۶۷۲ علم فلسفہ ۶۷۳ علم منطق ۶۷۴ علم اخلاق ۶۷۵ علم تہذیب ۶۷۶ علم فنون ۶۷۷ علم صناعات ۶۷۸ علم تجارت ۶۷۹ علم معاشیات ۶۸۰ علم سیاسیات ۶۸۱ علم فہم ۶۸۲ علم ہنر ۶۸۳ علم شاعری ۶۸۴ علم موسیقی ۶۸۵ علم نجوم ۶۸۶ علم جبر ۶۸۷ علم کیمیا ۶۸۸ علم طب ۶۸۹ علم فرائض ۶۹۰ علم تاریخ ۶۹۱ علم جغرافیہ ۶۹۲ علم لسانی ۶۹۳ علم فلسفہ ۶۹۴ علم منطق ۶۹۵ علم اخلاق ۶۹۶ علم تہذیب ۶۹۷ علم فنون ۶۹۸ علم صناعات ۶۹۹ علم تجارت ۷۰۰ علم معاشیات ۷۰۱ علم سیاسیات ۷۰۲ علم فہم ۷۰۳ علم ہنر ۷۰۴ علم شاعری ۷۰۵ علم موسیقی ۷۰۶ علم نجوم ۷۰۷ علم جبر ۷۰۸ علم کیمیا ۷۰۹ علم طب ۷۱۰ علم فرائض ۷۱۱ علم تاریخ ۷۱۲ علم جغرافیہ ۷۱۳ علم لسانی ۷۱۴ علم فلسفہ ۷۱۵ علم منطق ۷۱۶ علم اخلاق ۷۱۷ علم تہذیب ۷۱۸ علم فنون ۷۱۹ علم صناعات ۷۲۰ علم تجارت ۷۲۱ علم معاشیات ۷۲۲ علم سیاسیات ۷۲۳ علم فہم ۷۲۴ علم ہنر ۷۲۵ علم شاعری ۷۲۶ علم موسیقی ۷۲۷ علم نجوم ۷۲۸ علم جبر ۷۲۹ علم کیمیا ۷۳۰ علم طب ۷۳۱ علم فرائض ۷۳۲ علم تاریخ ۷۳۳ علم جغرافیہ ۷۳۴ علم لسانی ۷۳۵ علم فلسفہ ۷۳۶ علم منطق ۷۳۷ علم اخلاق ۷۳۸ علم تہذیب ۷۳۹ علم فنون ۷۴۰ علم صناعات ۷۴۱ علم تجارت ۷۴۲ علم معاشیات ۷۴۳ علم سیاسیات ۷۴۴ علم فہم ۷۴۵ علم ہنر ۷۴۶ علم شاعری ۷۴۷ علم موسیقی ۷۴۸ علم نجوم ۷۴۹ علم جبر ۷۵۰ علم کیمیا ۷۵۱ علم طب ۷۵۲ علم فرائض ۷۵۳ علم تاریخ ۷۵۴ علم جغرافیہ ۷۵۵ علم لسانی ۷۵۶ علم فلسفہ ۷۵۷ علم منطق ۷۵۸ علم اخلاق ۷۵۹ علم تہذیب ۷۶۰ علم فنون ۷۶۱ علم صناعات ۷۶۲ علم تجارت ۷۶۳ علم معاشیات ۷۶۴ علم سیاسیات ۷۶۵ علم فہم ۷۶۶ علم ہنر ۷۶۷ علم شاعری ۷۶۸ علم موسیقی ۷۶۹ علم نجوم ۷۷۰ علم جبر ۷۷۱ علم کیمیا ۷۷۲ علم طب ۷۷۳ علم فرائض ۷۷۴ علم تاریخ ۷۷۵ علم جغرافیہ ۷۷۶ علم لسانی ۷۷۷ علم فلسفہ ۷۷۸ علم منطق ۷۷۹ علم اخلاق ۷۸۰ علم تہذیب ۷۸۱ علم فنون ۷۸۲ علم صناعات ۷۸۳ علم تجارت ۷۸۴ علم معاشیات ۷۸۵ علم سیاسیات ۷۸۶ علم فہم ۷۸۷ علم ہنر ۷۸۸ علم شاعری ۷۸۹ علم موسیقی ۷۹۰ علم نجوم ۷۹۱ علم جبر ۷۹۲ علم کیمیا ۷۹۳ علم طب ۷۹۴ علم فرائض ۷۹۵ علم تاریخ ۷۹۶ علم جغرافیہ ۷۹۷ علم لسانی ۷۹۸ علم فلسفہ ۷۹۹ علم منطق ۸۰۰ علم اخلاق ۸۰۱ علم تہذیب ۸۰۲ علم فنون ۸۰۳ علم صناعات ۸۰۴ علم تجارت ۸۰۵ علم معاشیات ۸۰۶ علم سیاسیات ۸۰۷ علم فہم ۸۰۸ علم ہنر ۸۰۹ علم شاعری ۸۱۰ علم موسیقی ۸۱۱ علم نجوم ۸۱۲ علم جبر ۸۱۳ علم کیمیا ۸۱۴ علم طب ۸۱۵ علم فرائض ۸۱۶ علم تاریخ ۸۱۷ علم جغرافیہ ۸۱۸ علم لسانی ۸۱۹ علم فلسفہ ۸۲۰ علم منطق ۸۲۱ علم اخلاق ۸۲۲ علم تہذیب ۸۲۳ علم فنون ۸۲۴ علم صناعات ۸۲۵ علم تجارت ۸۲۶ علم معاشیات ۸۲۷ علم سیاسیات ۸۲۸ علم فہم ۸۲۹ علم ہنر ۸۳۰ علم شاعری ۸۳۱ علم موسیقی ۸۳۲ علم نجوم ۸۳۳ علم جبر ۸۳۴ علم کیمیا ۸۳۵ علم طب ۸۳۶ علم فرائض ۸۳۷ علم تاریخ ۸۳۸ علم جغرافیہ ۸۳۹ علم لسانی ۸۴۰ علم فلسفہ ۸۴۱ علم منطق ۸۴۲ علم اخلاق ۸۴۳ علم تہذیب ۸۴۴ علم فنون ۸۴۵ علم صناعات ۸۴۶ علم تجارت ۸۴۷ علم معاشیات ۸۴۸ علم سیاسیات ۸۴۹ علم فہم ۸۵۰ علم ہنر ۸۵۱ علم شاعری ۸۵۲ علم موسیقی ۸۵۳ علم نجوم ۸۵۴ علم جبر ۸۵۵ علم کیمیا ۸۵۶ علم طب ۸۵۷ علم فرائض ۸۵۸ علم تاریخ ۸۵۹ علم جغرافیہ ۸۶۰ علم لسانی ۸۶۱ علم فلسفہ ۸۶۲ علم منطق ۸۶۳ علم اخلاق ۸۶۴ علم تہذیب ۸۶۵ علم فنون ۸۶۶ علم صناعات ۸۶۷ علم تجارت ۸۶۸ علم معاشیات ۸۶۹ علم سیاسیات ۸۷۰ علم فہم ۸۷۱ علم ہنر ۸۷۲ علم شاعری ۸۷۳ علم موسیقی ۸۷۴ علم نجوم ۸۷۵ علم جبر ۸۷۶ علم کیمیا ۸۷۷ علم طب ۸۷۸ علم فرائض ۸۷۹ علم تاریخ ۸۸۰ علم جغرافیہ ۸۸۱ علم لسانی ۸۸۲ علم فلسفہ ۸۸۳ علم منطق ۸۸۴ علم اخلاق ۸۸۵ علم تہذیب ۸۸۶ علم فنون ۸۸۷ علم صناعات ۸۸۸ علم تجارت ۸۸۹ علم معاشیات ۸۹۰ علم سیاسیات ۸۹۱ علم فہم ۸۹۲ علم ہنر ۸۹۳ علم شاعری ۸۹۴ علم موسیقی ۸۹۵ علم نجوم ۸۹۶ علم جبر ۸۹۷ علم کیمیا ۸۹۸ علم طب ۸۹۹ علم فرائض ۹۰۰ علم تاریخ ۹۰۱ علم جغرافیہ ۹۰۲ علم لسانی ۹۰۳ علم فلسفہ ۹۰۴ علم منطق ۹۰۵ علم اخلاق ۹۰۶ علم تہذیب ۹۰۷ علم فنون ۹۰۸ علم صناعات ۹۰۹ علم تجارت ۹۱۰ علم معاشیات ۹۱۱ علم سیاسیات ۹۱۲ علم فہم ۹۱۳ علم ہنر ۹۱۴ علم شاعری ۹۱۵ علم موسیقی ۹۱۶ علم نجوم ۹۱۷ علم جبر ۹۱۸ علم کیمیا ۹۱۹ علم طب ۹۲۰ علم فرائض ۹۲۱ علم تاریخ ۹۲۲ علم جغرافیہ ۹۲۳ علم لسانی ۹۲۴ علم فلسفہ ۹۲۵ علم منطق ۹۲۶ علم اخلاق ۹۲۷ علم تہذیب ۹۲۸ علم فنون ۹۲۹ علم صناعات ۹۳۰ علم تجارت ۹۳۱ علم معاشیات ۹۳۲ علم سیاسیات ۹۳۳ علم فہم ۹۳۴ علم ہنر ۹۳۵ علم شاعری ۹۳۶ علم موسیقی ۹۳۷ علم نجوم ۹۳۸ علم جبر ۹۳۹ علم کیمیا ۹۴۰ علم طب ۹۴۱ علم فرائض ۹۴۲ علم تاریخ ۹۴۳ علم جغرافیہ ۹۴۴ علم لسانی ۹۴۵ علم فلسفہ ۹۴۶ علم منطق ۹۴۷ علم اخلاق ۹۴۸ علم تہذیب ۹۴۹ علم فنون ۹۵۰ علم صناعات ۹۵۱ علم تجارت ۹۵۲ علم معاشیات ۹۵۳ علم سیاسیات ۹۵۴ علم فہم ۹۵۵ علم ہنر ۹۵۶ علم شاعری ۹۵۷ علم موسیقی ۹۵۸ علم نجوم ۹۵۹ علم جبر ۹۶۰ علم کیمیا ۹۶۱ علم طب ۹۶۲ علم فرائض ۹۶۳ علم تاریخ ۹۶۴ علم جغرافیہ ۹۶۵ علم لسانی ۹۶۶ علم فلسفہ ۹۶۷ علم منطق ۹۶۸ علم اخلاق ۹۶۹ علم تہذیب ۹۷۰ علم فنون ۹۷۱ علم صناعات ۹۷۲ علم تجارت ۹۷۳ علم معاشیات ۹۷۴ علم سیاسیات ۹۷۵ علم فہم ۹۷۶ علم ہنر ۹۷۷ علم شاعری ۹۷۸ علم موسیقی ۹۷۹ علم نجوم ۹۸۰ علم جبر ۹۸۱ علم کیمیا ۹۸۲ علم طب ۹۸۳ علم فرائض ۹۸۴ علم تاریخ ۹۸۵ علم جغرافیہ ۹۸۶ علم لسانی ۹۸۷ علم فلسفہ ۹۸۸ علم منطق ۹۸۹ علم اخلاق ۹۹۰ علم تہذیب ۹۹۱ علم فنون ۹۹۲ علم صناعات ۹۹۳ علم تجارت ۹۹۴ علم معاشیات ۹۹۵ علم سیاسیات ۹۹۶ علم فہم ۹۹۷ علم ہنر ۹۹۸ علم شاعری ۹۹۹ علم موسیقی ۱۰۰۰ علم نجوم ۱۰۰۱ علم جبر ۱۰۰۲ علم کیمیا ۱۰۰۳ علم طب ۱۰۰۴ علم فرائض ۱۰۰۵ علم تاریخ ۱۰۰۶ علم جغرافیہ ۱۰۰۷ علم لسانی ۱۰۰۸ علم فلسفہ ۱۰۰۹ علم منطق ۱۰۱۰ علم اخلاق ۱۰۱۱ علم تہذیب ۱۰۱۲ علم فنون ۱۰۱۳ علم صناعات ۱۰۱۴ علم تجارت ۱۰۱۵ علم معاشیات ۱۰۱۶ علم سیاسیات ۱۰۱۷ علم فہم ۱۰۱۸ علم ہنر ۱۰۱۹ علم شاعری ۱۰۲۰ علم موسیقی ۱۰۲۱ علم نجوم ۱۰۲۲ علم جبر ۱۰۲۳ علم کیمیا ۱۰۲۴ علم طب ۱۰۲۵ علم فرائض ۱۰۲۶ علم تاریخ ۱۰۲۷ علم جغرافیہ ۱۰۲۸ علم لسانی ۱۰۲۹ علم فلسفہ ۱۰۳۰ علم منطق ۱۰۳۱ علم اخلاق ۱۰۳۲ علم تہذیب ۱۰۳۳ علم فنون ۱۰۳۴ علم صناعات ۱۰۳۵ علم تجارت ۱۰۳۶ علم معاشیات ۱۰۳۷ علم سیاسیات ۱۰۳۸ علم فہم ۱۰۳۹ علم ہنر ۱۰۴۰ علم شاعری ۱۰۴۱ علم موسیقی ۱۰۴۲ علم نجوم ۱۰۴۳ علم جبر ۱۰۴۴ علم کیمیا ۱۰۴۵ علم طب ۱۰۴۶ علم فرائض ۱۰۴۷ علم تاریخ ۱۰۴۸ علم جغرافیہ ۱۰۴۹ علم لسانی ۱۰۵۰ علم فلسفہ ۱۰۵۱ علم منطق ۱۰۵۲ علم اخلاق ۱۰۵۳ علم تہذیب ۱۰۵۴ علم فنون ۱۰۵۵ علم صناعات ۱۰۵۶ علم تجارت ۱۰۵۷ علم معاشیات ۱۰۵۸ علم سیاسیات ۱۰۵۹ علم فہم ۱۰۶۰ علم ہنر ۱۰۶۱ علم شاعری ۱۰۶۲ علم موسیقی ۱۰۶۳ علم نجوم ۱۰۶۴ علم جبر ۱۰۶۵ علم کیمیا ۱۰۶۶ علم طب ۱۰۶۷ علم فرائض ۱۰۶۸ علم تاریخ ۱۰۶۹ علم جغرافیہ ۱۰۷۰ علم لسانی ۱۰۷۱ علم فلسفہ ۱۰۷۲ علم منطق ۱۰۷۳ علم اخلاق ۱۰۷۴ علم تہذیب ۱۰۷۵ علم فنون ۱۰۷۶ علم صناعات ۱۰۷۷ علم تجارت ۱۰۷۸ علم معاشیات ۱۰۷۹ علم سیاسیات ۱۰۸۰ علم فہم ۱۰۸۱ علم ہنر ۱۰۸۲ علم شاعری ۱۰۸۳ علم موسیقی ۱۰۸۴ علم نجوم ۱۰۸۵ علم جبر ۱۰۸۶ علم کیمیا ۱۰۸۷ علم طب ۱۰۸۸ علم فرائض ۱۰۸۹ علم تاریخ ۱۰۹۰ علم جغرافیہ ۱۰۹۱ علم لسانی ۱۰۹۲ علم فلسفہ ۱۰۹۳ علم منطق ۱۰۹۴ علم اخلاق ۱۰۹۵ علم تہذیب ۱۰۹۶ علم فنون ۱۰۹۷ علم صناعات ۱۰۹۸ علم تجارت ۱۰۹۹ علم معاشیات ۱۱۰۰ علم سیاسیات ۱۱۰۱ علم فہم ۱۱۰۲ علم ہنر ۱۱۰۳ علم شاعری ۱۱۰۴ علم موسیقی ۱۱۰۵ علم نجوم ۱۱۰۶ علم جبر ۱۱۰۷ علم کیمیا ۱۱۰۸ علم طب ۱۱۰۹ علم فرائض ۱۱۱۰ علم تاریخ ۱۱۱۱ علم جغرافیہ ۱۱۱۲ علم لسانی ۱۱۱۳ علم فلسفہ ۱۱۱۴ علم منطق ۱۱۱۵ علم اخلاق ۱۱۱۶ علم تہذیب ۱

ہوتا تو ایک کانگریس صبح اور ایک کانگریس شام سے چٹیم مارو شن و دل ماشا و
کانگریس والے جیسی غلطی اپنے بارے میں کر رہے ہیں کہ اپنی وقعت زائد از واجب ٹھہرا لیتے ہیں۔ اسی
طرح کی غلطی اسنے گورنمنٹ کی نسبت بھی ہوتی ہے۔ لارڈ ڈفرن دورہ کرتے کرتے کراچی میں گئے۔ تو
وہاں کے عمائد ریل کی ایک سڑک کے لیے اُنکو پٹے اور اصرار کیا کہ اسکی منظوری نہ کریں تو دیر ایندوں
لا بھی اسی جگہ، وعدہ تو کر لیں۔ لارڈ صاحب نے یہ کیکر اپنا پنڈ چھوڑا کہ میں وعدہ تو کر لوں۔ لیکن میں
نہیں کہہ سکتا کہ کلکتہ پیوٹنچ اسپیٹھ کی افر ضرورتیں پیش ہوں اور میری بھی رائے رہے۔ کراچی کے عمائد
کی نظر ایک محدود نقطے میں محصور تھی۔ اور لارڈ صاحب کی نگاہ سارے ہندوستان پر حاوی۔ ع

فکر یہ کس بقدر ہمت اوست

یہی حال ہے کانگریس اور گورنمنٹ کا۔ میں نے تو کانگریس میں کبھی کوئی اتو کھا مسئلہ پیش ہوتے نہیں دیکھا۔ وہی پُرانی باتیں ہیں جنکو برسوں سے اخبار میں دیکھتے ہیں۔ کانگریس کے ممبر اہل عرض ہیں۔ وہ اہل عرض مجنون۔ چیز ان کی رائے غرض مند نہ رائے ہی۔ گورنمنٹ کا بالکل دوسرا حال ہے اسکو پولیٹیکل اور عام ملکی مصالحتوں پر بھی نظر رکھنی پڑتی ہے۔ الغرض یہ دو مخالف و مختلف حیثیتیں ہیں۔ اور جب تک حیثیتوں کا اختلاف ہو۔ اختلاف رائے رفع ہو نہیں سکتا۔ مگر اختلاف رائے کو کسی عرض فاسد پر محمول کرنا کیا ضرور ہے۔ اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ ہماری کسی حاجت کے برائے میں بخل اور مضائقہ نہیں کرتی۔ مگر بھجوری۔ اور فرض کیا کہ بعض باتوں میں گورنمنٹ برسرِ غلط ہے تو کیا رعایا اور عیا بھی بیچارہ حسانات گونا گوں اور چند در چند ہونے کی حیثیت سے ہمارا ڈیوٹی نہیں ہے کہ ہم خوشامدل کے ساتھ گورنمنٹ کے حکم کو انگیر کریں۔

آنرا کہ بجائے شست ہر دم کرے قدرش بہار کند بعرے سے (چرخ)

اب تک میں نے عام طور پر کانگرس کی قباحتوں کی طرف اشارہ کیا وہ بھی مجھ اس خیال سے کہ میرے بعد
آؤ چند صاحب بھی کچھ کہنے والے ہیں۔ اور وہ یقیناً مجھ سے بہتر کہیں گے۔ بس اب میں اخیر میں مختصر طور
پر اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ کانگرس کی شرکت اگر ہندوؤں کے لیے مضر ہے تو ہم مسلمانوں کے حق میں
مسلمہ یہ مشہور گورنر جنرل ہندوستان میں حکومت کر رہیں لارڈ لینڈون صاحب پہلے ہی صاحب مختبر بڑی کامیابی سے انکا زمانہ ختم ہوا
وطن ہاسپٹل جبقدر ہندوستان میں یہی ٹیڈی ڈفرن کی یادگار ہیں ۱۲۷۵ھ و ۱۲۷۶ھ صاحب غرض انکے متعلق نظم و منطق کا شے فرض ۱۲۷

مہلک۔ (چیز) ہم جس جس پہلو سے ہندوؤں کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کرتے ہیں۔ ہندوؤں ہی کا پتہ جھکا ہوا ہے۔ سب سے پہلے وہ شمار میں ہے اصنافاً مضاعفہ زیادہ ہیں۔ کیونکہ وہ پٹھرے ملک کے اصل باشندے اور ہم تو ملک گیری کے لیے گھر سے نکلے۔ آئے۔ لڑے۔ فتح پائی۔ شامت جو آئی رخصت پڑے (چیز) ہم تھوڑے بھی ہندوؤں پر بھاری تھے۔ مگر بے مقدوری اور تہمتی نے ہم کو راسہا اور بھی پست کر دیا۔ لوگ ہم کو بے مقدوری کا ملزم ٹھہراتے ہیں۔ لیکن میں اس کو بھی اضطرابی سمجھتا ہوں۔ ہم لوگوں نے بغیر سلطنت ذرائع معاش کی کچھ قدر نہ کی۔ زوال سلطنت کے ساتھ بے معاش رہ گئے۔ اب یہی لیاقت تو پہلے اسکا مفہوم متعین ہونا چاہیے کہ لیاقت ہی کیا چیز؟ اگر لیاقت سے مراد تعلیم کا سٹینڈرڈ (درجہ) ہو جس کا امتحان پاس کرنے سے ڈپلومہ ملتا یا ڈگری حاصل ہوتی ہے۔ تو بیشک اس خصوص میں ہندوؤں کو مسلمانوں پر ترجیح ہے۔ جب کبھی تی۔ اے۔ ایم۔ اے کی فہرست نظر پڑی۔ چھڑے اَلَا شَاہِ اَللہ شَاہِ و نادر اَللہ و کدہ سامان۔ لیکن میری نظر میں اس لیاقت کی کچھ بہت وقت نہیں۔ جھکو کئی تی۔ اے۔ ایم۔ ڈگری داروں کے ساتھ طبع آزمائی کا اتفاق ہوا ہے۔ باوجودیکہ میں نے کسی کالج یا اسکول میں انگریزی نہیں پڑھی۔ اور میں انگریزی کا عطائی ہوں نہ کلاؤنٹ۔ لیکن میں اس کو خود ستائی کی راہ سے نہیں کہتا بلکہ حکایت نفس الامری ہے کہ سنبھاطہ طلب میں میری طبیعت اُونے زیادہ لڑتی تھی۔ لیاقت حقیقت میں اسکا نام ہے کہ انسان میں مادہ قابل ہو اور جطرف تو جد کرے کچھ کر سکے۔ ولایت میں آدمی۔ بی۔ اے۔ ایم۔ اے کے درجے کو پوچھ کر لایق ہو جاتا ہوگا۔ کیونکہ انگریزی انکی مادری زبان ہے اور بڑی سہولت سے لائی جاتی ہے۔ انگریزی سوسائٹی کا کیا کہنا۔ مگر ہمارے یہاں ایک تو ملکی زبان کی پوچھ لگی ہے۔ جھکو انگریزی سے کچھ بھی مناسبت نہیں اور سوسائٹی کی ردِ اِترہ ناگفتہ بہ یہ سبب ہے کہ ہمارے ڈگری دار ہم لوگوں کی نظروں میں اپنی وقت نہیں بیٹھا کرتے۔ اور پھر نرے لکھ پڑھ لینے سے وقت نہیں ہوتی۔ اس کو چاہیے اس کالج سوشل پوزیشن۔ ہم اُن ڈگری داروں کی اتنی ہی عزت کرتے ہیں کہ انکو نوکری کا حاصل کرنا آسان ہو ورنہ کچھ ابھی تھوڑی دیر پہلے میں نے کہا تھا کہ سرکار کے بہت سے انتظام صلاح طلب ہیں جنہیں سے ایک بڑا فزری انتظام لیاقت کے سٹینڈرڈ کا ٹھہرانا ہے۔ انگریزوں نے اپنی ولایت پر قیاس کر کے صرف یونیورسٹی کی

ملہ وزن کرنا ۱۲ ملہ چند و چند ۱۲ ملہ غیر اختیاری ۱۲ ملہ سند ۱۲ ملہ خطاب نصیبت ۱۲ ملہ یعنی ایک دو ۱۲ ملہ عطائی ۱۲ ملہ کہتے ہیں جھکا پیشہ گانا ہوا اور گانا کیے ۱۲ ملہ پکارا گانے والا ۱۲ ملہ اخلاقی برکت ۱۲ ملہ سوسائٹی میں وقت کا ہونا ۱۲ ملہ

ڈگری کا معیار لیاقت ہونا تسلیم کر لیا۔ جسے ہماری سوسائٹی کو زیر و بر کر رکھا ہے۔ جو لوگ سوشل ادفن ڈگری کے ہیں یونیورسٹی کی ڈگری سے بری خدمتوں پر پہنچ جاتے ہیں اور انکے تغیر خدمتی اور سوشل پوزیشن میں عجب کشمکش واقع ہوتی ہے۔ ہم بقائد ہندو شمار ہیں۔ بتوں میں اتنے پیٹے نہیں جتنے کہ اس زمانے کی بیاقت میں یا یوں کہو کہ انگریزی دانی میں۔ اس پر مسلمانوں کو دوست اور دشمن ایسا ایسا لگاتے ہیں کہ سعادۂ اللہ! لیکن میں اس خصوص میں بھی مسلمانوں کو کس قدر معذور سمجھتا ہوں۔ صد ہا سال کی محکومی نے ہندوؤں کو ایسا گرا دیا کہ اگر سچ پوچھو تو ان میں سنس ادفن اور (حمیت) باقی نہیں نہ انکے پاس مذہب ہی نہ لٹریچر نہ کوئی علم جس پر وہ فخر کر سکیں۔ میرے کہنے کا یہ مقصد نہیں کہ ہندوؤں میں یہ چیزیں سرے سے تھیں ہی نہیں۔ تھیں اور بہت عمدگی کے ساتھ تھیں۔ مگر محکومی ایسی بُری بلا ہے کہ سب فضیلتوں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ لوگ کہتے ہیں پیرسی و صمدیہ۔ میں کہتا ہوں ”محکومی و ہمہ عیب“ (چیز) مسلمانوں کی عملداری میں ہندو ہماری زبان سیکھتے۔ ہمارے علوم پڑھتے۔ ہماری تقلید کرتے۔ ہمارے ہوا سناتے۔ یہاں تک کہ ہمارے بزرگوں کی پرستش کرتے تھے۔ جب آتے انگریز تو ہندوؤں کے پاس اپنا تو کچھ اثاثہ نہ تھا۔ لگے انگریزوں ہی کا کلمہ پڑھنے، درباری اور بری خرابی ہم مسلمانوں کی ہے کہ ہم مذہب رکھتے ہیں محکم مضبوط۔ ہستوار۔ اھلہا کتابت و قلمی کافی التماہ (چیز) کہ انقلاب کی آندھیاں اسکو جنبش بھی تو نہیں دے سکتیں۔ ہمارے پاس لٹریچر ہے۔ جسے ایک وقت تمام روئے زمین کو ہلا مارا تھا۔ (چیز) وہ ہمارے دلوں کی تسلی ہے۔ ہماری جانوں کی تابی ہماری آنکھوں کا نور۔ ہماری روحوں کا سرور۔ ہمارے پاس علوم ہیں۔ اگرچہ ان میں سے اکثر انگریزوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کر لیے ہیں۔ مگر آخر میں تو ہمارے۔ عرض ہماری عظمت کے نشان ماند پڑ گئے ہیں مگر بیٹے نہیں (چیز) ہکو یہ دشواری پیش آرہی ہے کہ اگر انگریزی نہ پڑ میں تو تن کو کپڑا اور پیٹ کو دلی نہیں۔ اپنے علوم نہ پڑھیں تو اپنی ہی سوسائٹی میں عزت نہیں وقعت نہیں۔ دونوں پڑھیں اتنی مہلت نہیں۔ وقت میں گنجائش نہیں۔ عرض ہم اپنے پڑانے کمالات کو تھوڑا بہت نباہے چلے جاتے ہیں تو ہم طبیعتوں سے میو رہیں۔ لیکن کیا اتنی ہی بات سے کہہنے ہندوؤں کی طرح انگریزی کو اڑھنا بچھونا نہیں کر لیا۔ ہم نالائق ہو گئے؟ ہیکڑی کا تو کچھ جواب نہیں۔ زبردست کا تھپنگا سر پر لکھ میرا ازلیف

یہ ہے۔ اور یہ زربلیف (دولی یقین) بنی ہے ساری عمر کے تجربے پر کہ کارفرمائی جیسی ایک مسلمان کر سکتا ہے ہندو سے نہیں ہو سکتی نہیں ہو سکتی!! ہرگز نہیں ہو سکتی! (چیز) کارفرمائی کی شرط عظم ہے۔ خود داری ذاتی تغز، فورس آف کیریکٹر (ہمت، جرأت) اور یہ حرارت مسلمانوں کے خون کے ابھی تک تو نکلی نہیں۔ انقض ہمارا کیس ایک اسپیشل کیس ہے اسکی رویداد کی طرح ہندوؤں کی رویداد سے نہیں ملتی۔ ہندو جب زور دینگے کثرت اور انگریزی ذاتی پر! اور یہی جگہ ہمارے ہاں پانی کے مرے کی ہے (چیز) پس ہکو ہندوؤں کی رفاقت ضرور نقصان پہونچائے گی۔ میری صلاح مانو تو نہ رو نہ جھینکو۔ سو کلا علی المدح چپ چاپ بیٹھے رہو۔ وہ کار ساز ہمارے لیے سبب مہیا کر رہا ہے عرو شو و سبب خیر گر خدا نواہد (چیز)

اسی کانگریس نے ضرور گورنمنٹ کو چوکا کیا ہوگا۔ کوئی دن جاتا ہے کہ قیادت کے سینڈ رٹھیں تسمیم ہوگی۔ یہ تو میں نہیں کہتا کہ تسلیم انگریزی کی ٹون مدہم کر دی جائے گی! مگر گورنمنٹ کو اس کی تدبیر تو چاروں پارکرنی پڑے گی کہ ہندوستانیوں کو ایسی تعلیم دی جائے کہ ان کے خیالات سوشلسٹ رفاہ ملوک انٹروینٹ کی طرف مصروف ہوں۔ جس سے ملک کو فائدہ پہونچے۔ اور ایسے کھڑے ان کے مغزیں نہ کھلانے پائیں کہ بجٹ اسٹیمٹ کی دھونی کے بدوں ان کو چین نہ پڑے دہڑے زور سے چیز زب

پہ والی تو اسے ہندہ کار خدا تہی

نیشنل کانگریس کا انجام کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری حمیت تو گوارا نہیں کرتی کہ ہندوؤں کے طفیلی بنکر کوئی دنیوی مفاد حاصل کریں! گو وہ مفاد کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو۔

حقاکہ باعقبت و فرخ برابر است

رفتن بپاے مروی ہمایہ و شربت

ہکو جو کچھ فائدہ اس عملداری میں ہونے والا ہے۔ ہم اُس کو لیں گے۔ کو تین و کٹوریجے والی سر سے۔ لفٹنٹ گورنر سے۔ کشنر سے۔ ڈپٹی کشنر سے۔ اور انشا اللہ بے مانگے لیں گے تم نے نہیں سنا۔ ”ہن مانگے موتی میں اور مانگی ملے نہ بھیک“ (چیز) ہکو ان کانگریس والوں کی

۱۷ خاص صورت ۱۷ خطا پر ہر سوہ کر کے ۱۷ طرز تمدن کی اصلاح ۱۷ شعلہ کی بنیادی ۱۷ تنقید آمد و مصارف آمد

یہ دہڑو گھٹشو کارروائی بالکل پسند نہیں۔ کہ ہمیں بحث دکھایا کرو۔ بدون ہماری منظوری کے کوئی
خبر نہ کرو۔ وضع قوانین سے متعلق رکھو۔ یعنی ہکو گورنمنٹ کا ڈکٹیٹر بننا و

ہم رونے پہ آجائیں تو دریا ہی بہاویں

شب نیم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

(چیرزا)

آخر تو جرات کی ہی تھی تو پیہ و تہید ہر طرف ایک دم سے یہی درخواست کیوں نہ کی کہ سلطنت ہمارے
حوالہ کرو۔ اور چلتے پھرتے نظر آؤ۔ (چیرزا)

”ہر گز نہ گبیرتا بد پراضی شو“

کیوں بھائیو ایسی درخواست پر کوئی تم میں سے دستخط کرتا؟ مگر تاہر گز نہ کرتا! (چیرزا) برقع کا انگلیں
کے پاس ہو کر بھی نہ پھٹکنا۔ کہ ایں ہم سچے شتر است“ بد وقتہ اور بڑے زور سے چیرزا

۲۰۰

۱۱

۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

متہد

جن دنوں دہلی میں مدرسہ طبیبہ کے جاری کرنے کی تجویز درپیش تھی ایک مجلس مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب بھی بلائے گئے تھے۔ اور اس وقت عمائد شہر دہلی ہندو و مسلمان جمع تھے۔ یہ مضمون اُس جلسے میں پڑھا گیا۔ اور اخباروں کے علاوہ رسالے کے طور پر علاحدہ چھپ کر شائع ہوا

مضمون

اگر کوئی شخص طب یونانی اور ڈاکٹری میں محاکمہ کر نیکا قصد کرے تو اسکو اس سے قطع نظر کرنا پڑے گا کہ ڈاکٹری طب حکام ہے۔ اگر ڈاکٹری کو اُس وقت سے جو انضمام حکومت کی وجہ سے اُس کو حاصل ہے مجھو کر کے دیکھا جائے تو موجبات ترجیح طب یونانی کی طرف بہت ہیں اور ڈاکٹری کی جانب کم۔ ڈاکٹری کا تمام سرمایہ فخرین چیزیں ہیں۔ تشریح۔ اور آلات۔ اور علم کیمیاء جسکو اوویہ کی تحلیل و ترکیب میں مدخل عظیم ہے لیکن اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری کے مفاخر کی فہرست ہقدر ڈی ہو کہ بجائے خود کتاب ہو اور اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری طبیعت کے حنیض سے ترقی کر کے علاج طبیعت پر پھونچ گئی ہے اور اگر فرض کیا جائے کہ ڈاکٹری کے کل علاج حکمی ہیں تیرہ ہر طرف۔ تاہم جہاں بات پر نظر کیجاتی ہے کہ ڈاکٹری علاج ہندوستان میں وضع الشیء فی عین محلہ کی تمام فضیلتیں مرجوح معلوم ہوتی ہیں۔ ہم ڈاکٹری کی توہیں نہیں کہتے وہ عمدہ اور بہت عمدہ اور نہایت عمدہ ہی

۱۵ فیصلہ ۱۲۷۵ ہجری کو بے جگہ رکھ دینا ۱۲۷۵

اگر ہسپتال یورپ کے لیے جہاں کی آب ہوا جہاں کے موسم جہاں کی پیداوار جہاں کے مراسم و عادات کے لحاظ سے طبی ڈاکٹری مدد و نفع ہوتی نہ اہل ہند کے لیے جو کسی بات میں بھی اہل یورپ کے مماثل نہیں۔ ایک مضمون کو اپنے خیال کے مطابق نسخہ نے کیا اچھی طرح باندھا ہے

قسمت کیا ہر ایک کو شام ازل نے * جس چیز کے نسخہ کوئی قابل نظر آیا

میل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا * غم بھکھو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

مجھ کو یہ قطعہ اس بات پر یاد آیا کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک مخلوق کی حالت کے مطابق نہ صرف مایہ تلج زندگی بلکہ آسائش کے سامان مہیا فرما دیئے ہیں۔ انتظام الہی کے خلاف ہی کہ ہم رہیں ہندوستان میں اور حفظ صحت کے لیے محتاج ہوں اُن چیزوں کے جو یورپ اور امریکہ میں میسر آتی ہیں مگر یوں کہو کہ ہم غور نہیں کرتے اور خواہ مخواہ پتلون کے شکنجے میں اپنی ٹانگیں پھنسانی چاہتے ہیں۔ ڈاکٹروں کی طبابت کے بڑے متقدم کثرت وہی لوگ ہیں۔ جتنے سروں میں حسب تقاضائے وقت آزادی کے خیال پڑے اہل رہے ہیں۔ لیکن اگر آزادی اسی کا نام ہے کہ ابداً کر اپنی ہر پرانی چیز کو ترک کیا جائے تو جہاں تک یہ آزادی طبابت سے متعلق ہے ہمارے نزدیک ان لوگوں کی وہی کہاوت ہو کہ گڑھے سے نکلے اور کوئے میں گرے۔ سلطنت۔ حکومت۔ دولت۔ دستکاری۔ تجارت۔ سب کچھ جا کر ایک جان بچی تھی وہ بھی دوسروں کے بس میں کر دی تو حقیقت میں دنیا سے آزاد ہوئے۔

باندھتے ہیں سرو کو آزاد اور وہ پاگل * کیسی آزادی کہ یاں چال چڑاؤ کا

جو دو اتیں طبائے یونانی استعمال کراتے ہیں سب ہمارے ملک کی پیداوار ہیں اور اگر یہ دو اتیں دوا کے طور پر کام میں نہ لاتی جاتیں تو دوسرے کسی مصرف کی نہیں۔ پس ملکی خیر خواہی کب جائز رکھ سکتی ہے کہ اتنی ملکی دولت کو ضائع ہونے دیا جائے۔ خصوصاً اُس صورت میں کہ ہم ملکی خیر خواہی کا بھی دم بھرتے ہوں۔ یونانی طبیبوں کے طرز علاج میں ایک بڑا مفاد یہ ہے کہ انہوں نے دوا اور کئے بنانے کی ترکیبیں کر خیر بیمار کے حوالہ کیا۔ اس طریقے سے بیمار کے علاج کے علاوہ من وجہ اس کو علم ہے آگاہی بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ بیلے آدمیوں کے گروں میں اکثر بوڑھی عورتیں تک بہت سی دواؤں اور اُنکے خواص سے واقف ہوتی ہیں۔ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ عام لوگوں کی طبی معالومات جمع کیا جائے تو کئی طبیب حاذق بنیں۔ اگر کوئی شدید ضرورت پیش آجائے اور طبیب فی الوقت

بہم پہنچ سکے تو کمتر ایسا ہوگا کہ پاس پڑوس والوں میں سے کوئی دوا نہ بتا سکے۔
طیب بھی بشر ہے اور اُس سے بھی خطا ہونی ممکن ہے۔ مگر اُس کی غلطی عطار اور بیمار اور بیمار دارا تنے
لوگوں کی نظروں سے بچ کر جانیں سکتی۔ اور یوں علاج یونانی میں احتمالات خطر کم ہیں۔ بر خلاف ڈاکٹری
علاج کے کہ اللعنفی فی بطن الشاعر کہ ڈاکٹر صاحب ہی سمجھیں اور کہیں غلطی کی تو بیمار کا خدا حافظ اور طب
ڈاکٹری کی معلومات کا طب یونانی کی طرح عام ہونا تو ڈیڑھ سو برس سے ادھر متوقع نہیں۔ جو شخص ڈاکٹری علاج
کا التزام کرے اُس کو ایسے اتفاق کے لیے کوئی انتظام پہلے سے سچ رکھنا چاہیے کہ وقت پر ڈاکٹر نہ نہ آئے
تو کیا تدبیر کرے۔ ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ احتمال ڈاکٹری دوا کے ساتھ لگے۔ کیا عقلاً ناممکن ہے کہ
کسی دوا کا حذیرہ تمام ہو جائے اور وقت پر بہم نہ پہنچ سکے۔

غرض یونانی اور ڈاکٹری علاج تو دونوں ہیں مگر یونانی علاج ہندوستانیوں کے حق میں علیٰ بصیرت
قابل مزید طبعان اور ختمیاری ہے اور ڈاکٹری علاج سختی عرضہ خطر اور قابو سے باہر طب یونانی اور
ڈاکٹری میں ایک وجہ فرق اور ہے جس سے ہم قطع نظر نہیں کر سکتے وہ یہ کہ امراض جسمانی کے علاوہ
ہم سب کے سب الا ماشاء اللہ افلاس کے مرض میں بھی مبتلا ہیں۔ پس ہمارے امراض جسمانی علاج
اس مرض کی رعایت سے ہونا چاہیے۔ یونانی دوائیں چونکہ ہمارے ملک کی پیداوار ہیں بہکوت اور
ملتی ہیں بر خلاف انگریزی دواؤں کے کہ دوا کی لاگت اُسکے یہاں تک آنے کا خرچہ۔ اُس پر نفع تجارت
اُس پر انگریزی نام ہونے کی قیمت کہ پانی کو اکوا اکھدیا۔ بیمار چارہ کیا جانے کہ اکوا کیا بلا ہے دوا فرو
نے اکوا کے ایک ڈراپ یعنی ایک بوند کا ایک آنہ لگا لیا دینا ہی پڑتا ہے اور طیب اور ڈاکٹر کی فیس پر
خیال کرو تو یہاں روپے سے کام چلے تو ڈاکٹر کو کم سے کم گنی (اشرفی) صفراء فاقع لونہا نسر الناظون
یہ مسئلہ عقلی اور ساری دنیا کا متفق علیہ ہے کہ طب کسی ملک اور کسی قوم اور کسی زمانے کی ہونے چھٹی
ظنی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کو ظنی رہے گی۔ اُس حکیم مطلق کی طرف سے ہر تنفس کے ساتھ ایک طیب الہی
متعین ہے طبیعت کہ وہی تدبیر بدن ہے طیب کا کام ہے طبیعت کی تقویت اور بس۔ طبیعت کی
تقویت کی بہت سی تدبیریں ہیں۔ اُن میں سب سے بڑی دوا اور میرے نزدیک دوا سے بھی بڑی طیب

۱۷ شعر کی مراد شاعر کے پیٹ میں ۱۲ ۱۷ جس کو علاج کرنے والا خود بھی سمجھ سکے ۱۷ ۱۷ دہدانی ہوتی رز

جس کو دیکھنے والے پھر ک اُنہیں ۱۲ ۱۷ اٹکل ۱۲

کی توجہ۔ ہمدومی۔ شکین۔ تسلی۔ تشفی اور یہی وہ تدبیریں ہیں جنکا ڈاکٹری علاج میں اہتمام نہیں یا ہے تو جیسا ہونا چاہیے ویسا نہیں۔ پھر کیا ڈاکٹر کیا طبیب مزد علاج تو دونوں لیتے ہیں۔ مگر لیٹنے میں فرق ہے۔ طبیب کو تو لیٹنا ہے مگر کھڑے کہہ کر کہ اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی۔ اور ڈاکٹر خود طلب کرتا ہے بلکہ سرکاری قاعدہ کے مطابق بل بھیجتا ہے۔ اور اگر بل وقت پر نہ پتا تو احتیالاً واء کی ہاش ایران دونوں لوگ معاش کی طرف سے اس قدر تنگ ہیں کہ محض کی نوبت ہی۔ اگر طب یونانی کی طرف توجہ کریں تو ہم خزا و ہم خواب مگر قومی اور ملکی بد قسمتی اندھا کر دے اور ایسا میرج۔ ایسا تیقن ایسا بے منت فائدہ نہ سوچھ پڑے اور وس دس پندہ پندہ روپے کی نوکری کے لیے امتحان کی مصیبت اٹھائیں اور ہر ٹھوکریں کھاتے پھریں تو اسکا علاج نہ یونانیوں کے پاس ہے اور نہ ڈاکٹروں کے پاس یونانی قباحتوں کے علاوہ جنکو میں نے محلاً بیان کیا ہم ہیں سے بہتر سے خدا کے بندے ایسے بھی ہیں جو بتھا صائے احتیاط نہ ہی ڈاکٹری علاج سے محترز ہیں اور ان کا احتراز محض بے جا بھی نہیں ڈاکٹری علاج میں شراب دوا ہے جیسا کسی احمق نے انیون کے حق میں کہا ہے ع خود مرض و جملہ مرض را و دست اور ہمارے معتقدات کی رو سے کاشفاء فی الحوام۔ انگیزی دوا میں بعض ایسی بھی ہیں کہ اگر شراب نہیں ہیں تو شراب کی لاگ سے ان کا سٹ کھینچا گیا ہے۔ معلوم نہیں کہ جو لوگ عموماً ڈاکٹری علاج کے گرویدہ ہیں ہر دوا کی نسبت تحقیقات کر کے مطمئن ہو گئے ہیں کہ اس میں شراب کا شائبہ نہیں یا مذہباً بوازی صورت نکال لی ہے۔ ابھی چند روز ہوئے۔ شہر میں شورش ہوئی تھی کہ قند مرووں کی ہڈیوں سے صاف کیا جاتا ہے خبر نہیں ہندوں نے قند کو ترک کیا یا پنڈتوں سے اگیا لے لی۔ غرض ایک بات کو دہرے میں کیوں رکھو یکسو کیوں نہیں کرتے کہ دوا میں آمیزش حرام چیز کی ہے یا نہیں اور ہے تو مذہباً اسکا استعمال روا ہے یا نہیں۔ قند سے جواز لینے کے بعد اختیار باقی ہے کہ اسکا نعم البدل یا بدل دیکھو یونانی ہوتے ساتے جواز سے استفادہ کرو یا شیوہ احتیاط پر کار بند ہو ان چند باتوں کے سننے کے بعد جو میں نے بیان کیں میں نہیں سمجھتا کہ کوئی ہندوستانی انصافاً ڈاکٹری کو یونانی پر ترجیح دے مگر کہیاد اور لشیج اور آلات کا کیا جواب۔ سو کیا سے جو بڑا کام ڈاکٹروں نے لیا ہے میرے گمان میں یہی ہے کہ دواؤں کے سٹ بٹے لگے ہیں صاف۔ قلیل المقدار۔ قوی الاثر۔ ان میں جو دوا ہماری طب یونانی سے

۱۵ داغ دینا سب سے احتراز ہے کی دوا ہے ۱۶ حرام چیزوں میں شفا نہیں ہے ۱۷ اجازت ۱۷

خارج ہے کاحاجۃ لئلا ینفد اور جو دار ہماری طب کی ہے تو ہم اسکو اپنے قدیم طریقے سے کیوں نہ استعمال کریں۔ جکا نفع سیکڑوں برس کے تجربے سے محقق ہو چکا ہے۔ ہندوستانیوں سے عموماً انگریزی دواؤں کی تیزی کی شکایت سنی جاتی ہے اور ایک بات سے تو شاید کوئی بھی انکار نہ کرے گا کہ یونانیوں کی طرح ڈاکٹری مریض زیادہ دن تک نہیں بھولتا۔ چٹ پٹا دہر یا دہر۔ ہکو مد توں حیرت رہی کہ آیا ان مریضوں کو مرگ مفاہات کے سوا دوسری طرح مرنا نہیں آتا یا ہم نہیں سنتے۔ آخر کار یہ بات ذہن میں آئی کہ دوائیں ہوتی ہیں قوی الاثر اور سیرج الاثر اگر مرض پر غالب آئیں تو مریض جلدی سے چکا ہو گیا اور اگر انٹی پٹریں تو موثر علة ہو کر مریض کا کام تمام کر دیا۔ یہ ہے ضرر عاجل جو دواؤں کی رحوں کے استعمال پر مترتب ہوتا ہے خدا جانے یہ دوائی رحوں کتنی انسانی رحوں کے مفاہض میں ہیں۔ دواؤں کے قوی الاثر اور سیرج الاثر ہونے کی وجہ سے مفردات الامراض کو تو ڈاکٹر خیر سنہال بھی لیتے ہیں۔ مگر مرکبات الامراض اس ملک کے تو کید طرح ان کے قابو کے نہیں۔ اب رہی تشریح اور آلات یہ دونوں لازم و ملزوم اگر کوئی شخص یہ خیال کرتا ہے کہ طب یونانی میں تشریح نہیں تو وہ بچارہ طب بے خبر ہے طب یونانی میں تشریح ہے اور مکمل ہے اسوقت تک اسکی غلطی یا فروگزاشت نہیں بکڑی گئی اور نہ بکڑی جاسکتی ہے کیونکہ وہ بھی مبنی ہے مشاہدہ اور رائی امین پر۔ مگر ناں یہ طب کا نہیں بلکہ طبیبوں کا قصور ہے کہ انہوں نے نہیں معلوم کین کھا کر یا ڈاکر چہر بچارے کنارہ کیا۔ کتابوں میں سب کچھ ہے مگر طبیبوں کو اس کی چشم دید تصدیق نہیں اور انکے اذنان میں بھی جسم انسان کی ساخت مرئسم نہیں اطباء یونانی میں بھ بڑا نقص ہے اور اسے ڈاکٹر مول کو ان کے مقابلے میں اور بھی قوی کر دیا۔ لوگوں میں سمجھ کہناں ساری طب کو اسپر قیاس کر کے ڈاکٹری کی طرف جھک پڑے اور ہا زار طبابت اسقدر رمنا ہوا کہ جب سارا فضل ہے اس کس مہر سی کے ساتھ تو چالینس پچاس برس بھی چلتا ہوا نہیں دکھائی دیتا۔ جٹانوس کی بات کہ ہندوستانیوں سے طب جیسی نعمت جو بلازلہ لنگی ہو سلب جاتے صرف اتنی ذری سی بات سے کہ لوگ اسکی قدر نہیں کرتے بے وجہ معقول یا طبیب اس کے ایک حصے کو ہاتھ نہیں لگاتے بے عذر مقبول۔ یہ زمانہ قومی لوگی خیر خواہی کے جوش کا ہے اور لوگ بھی طرح طرح پر اپنے موطنوں کے فائدوں کے لیے کوشش کر رہے ہیں مگر جن کوشش کا بیڑا حکیم عبد الحمید دخال صاحب نے اٹھایا ہے خدا اسکو مشکور کری۔ پینٹنیر

وہ بے مانند ہے۔ اول معلوم کرنا چاہیے کہ حکیم عبد الحمید خاں صاحب میں کون۔ پھر پوچھنا چاہیے کہ ان کے اغراض کیا ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ہندوستان میں کوئی ایسا شہر یا قصبہ ہے؟ جہاں کے لوگ یہ نہ جانتے ہوں کہ جناب حکیم محمود خاں صاحب دہلی میں اول درجے کے طبیب عارف ہیں۔ اور جو شخص حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا ہے اسکو کچھ بھی معلوم ہے کہ دلوں سے حکیم صاحب کا مطلب ان کے خلف اکبر و ارشد حکیم عبد الحمید خاں صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ پس جو شہرہ حکیم محمود خاں صاحب کا ہے حقیقت میں من حیث الطب حکیم عبد الحمید خاں صاحب کا حق ہے۔ طب کی حقیقت طب کا ہمارا حکیم عبد الحمید خاں صاحب کے ہر ذکر کو بجا جانے کا۔ یہ خیال ان ہی کے دل میں گزرا کہ طب کا ایک مدرسہ جاری کرنا ضرور ہے۔ اس مدرسے کے اجرا سے انکی یہ غرض تھی کہ بالفعل طب یونانی کو سنبھال کر آئندہ اسکو ترقی دیا جائے۔ یسٹل ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کرنے کے لیے نہ صرف کہنے کے لیے حکیم عبد الحمید خاں صاحب اپنے اغراض کے صاف صاف بیان کرنے میں مضامینہ سا کرتے ہیں۔ مگر واقع میں انکا مطلب یہ ہے کہ طب کے طریقہ دوس کو باقاعدہ کیا جائے وہ اس بے تیزی کو نہایت عقارت کے ساتھ دیکھتے ہیں اور وہ عداوت کی چیز ہے بھی۔ کہ چند روز کی طبی کے مطلب میں بیٹھنے اور بے سلسلہ دو چار کتابیں پڑھ لینے یا صرف کسی طبیب کا جانشین ہو جانے سے کسی شخص پر طب کا اطلاق کیا جائے۔ پس انہوں نے ٹھیک سوچا ہے کہ طب کا مدرسہ ہوگا اور انہیں باقاعدہ درس دیا جائے گا۔ امتحان ہوگا۔ مسند طبعی۔ تو نیم حکیم خسرو خان جو حشرات الارض کی طرح اظہار و جہاں میں منتشر ہوئے ہیں رفتہ رفتہ معدوم ہو جاتے ہیں گے۔ اسکے علاوہ ان کے اغراض ہیں یہ بھی ہے کہ جراحی جسکو اطباء یونانی نے عملاً ترک کر رکھا ہے شرط طبابت گردانی جائے اور درحالیکہ انگریزی آلات ہم پہونچ سکے ہیں اور کتابوں میں مسائل تشریح بحال شرح و بسط کیے ہوئے موجود ہیں حکیم صاحب کا یہ ارادہ بادی نظر میں دشوار تو معلوم ہوتا ہے مگر کوئی اسکو محال و ناممکن نہیں کہ سکنا حکیم صاحب چاہتے ہیں کہ ان کے مدرسے کے طبیب اپنے مکتول لیا کریں جگہ سے ملے ہوئے اعضا کو ان کے اصلی موقع پر بیٹھا دیا کریں۔ عند الضرورت چیز بچھاڑ قطع و برید کر لیا کریں۔ غرض نہ صرف طبیب ہوں بلکہ جراح بھی حکیم عبد الحمید خاں صاحب اسپر ہزار دروٹلنے کو ہیں کہ ان کے طبیب دو اشخاص اور دو اساز بھی ہوں یعنی بقدر تعلق طبابت یونانی کیمیاء کے ماہر حکیم عبد الحمید خاں صاحب دہلی زبان سے یہ بھی کہتے ہیں اور انکا دہلی زبان سے کہنا اور دوسرے کا ہندو اور اپنی زبان سے کہنا برابر ہے کہ جب ہم طب یونانی کو تازہ اور تکمیل کر چکیں گے

نو وید کی ڈاکٹری کی بجائے چند چیزوں کے لینے اور رواج دینے میں بھی کوشش کریں گے۔ سبحان اللہ
اصلی رفاہ تو ایسا کیا نام ہے اور اس کی ہمو ضرورت ہے۔ خدا کرے دوسرے رفاہیوں کے بھی ایسی
خیال ہوں۔ میں اپنی جگہ بیٹھا ہوا اسپیشل کی بہت تحریکیں سنا کرتا ہوں ابتدا میں غل ہے اور شور
ہے اور اہتمام ہے اور اہرام ہے اور آخر میں کچھ نہیں۔ اگر حکیم عبد المجید خاں صاحب نے مجھ اور محکم
ہوئے تو میں اس مدرسے کو بھی ہندوستانیوں کی عام تجویزوں کی طرح بے وقتی کی نگاہ سے دیکھتا
مگر میں دیکھتا ہوں کہ واقعہ میں ایک عہد ہمارے انہوں نے مدرسہ جاری کر دیا۔ درس طب اور طب کو
پہنچیں ہیں اور دہلی میں اس وقت دونوں چیزیں حکیم عبد المجید خاں صاحب کی دونوں ٹیموں میں ہیں
تو جب انہوں نے مدثری کو کہہ دی بڑا کام تھا اپنے اور اپنے دونوں بھائیوں کے متعلق کر لیا تو اب رہ
کیا گیا صرف حیثیت کا بدل دینا جو لوگ حکیم عبد المجید خاں صاحب سے استفادہ طلب کر رہے ہیں اپنی
حالت پر قانع نہیں لیکن اس حیثیت سے کہ مدرسہ مجوزہ کے طالب علم کلاسے جاتیں اور حکیم صاحب
اور ان کے بھائی بے تنخواہ کے مدرس۔ اس سے زیادہ حکیم عبد المجید خاں صاحب مدرسہ جدید کو کیا دیتے
اور کیا کرتے کہ تینوں بھائیوں نے اپنی خدمتوں کو بے مزد و بے منت وقت مدرسہ کر دیا اب لوگوں کی
ہمتوں کو دیکھنا ہے۔ اگر منتقال جبہ من خود دل بھی سر میں عقل اور دل میں خیر ہے تو جی کھول کر
چندہ دیں کہ کتابیں اور آلات خریدے جائیں۔ جدید طلبہ داخل ہونے شروع ہوں۔ اُن کے رہنے
پیشینے اور کھانے کا ٹھکانا کیا جائے۔ اور مدرسہ ترقی پکڑے اگر ایسے محل پر بھی لوگوں نے کوتاہی کی تو
سمجھ لیں کہ ہندوستان سے طب رخصت ہوئی۔ اور زندگانی سے عافیت۔ واللہ ولی التوفیق
دہلی میں تو کوئی ایسا مجنون بھی خیال نہیں کر سکتا۔ مگر ماں باہر والے جنکو حکیم عبد المجید خاں صاحب کے
تفصیلی حالات سے آگاہی نہ ہو اس مثل کے مطابق کہ دودھ کا جلا چھا چھ کو بھی پھونک پھونک کر پیتا
ہے۔ شاید بدگمانی کریں تو ایسی بدگمانی ان بعض الظن اللہ میں داخل ہوگی۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ حکیم عبد المجید خاں صاحب فی حدوۃ بری مقدرت کے آدمی ہیں۔ اور
اُن کی شان ماشاء اللہ ہم نہ دیر فرماں اس سے بہت ارفع ہے کہ ایسی دینی اور دنیوی منفعت پر نظر
کریں۔ تو جو لوگ چندہ دینا چاہیں۔ وہ سمجھ لیں اور بخوبی مطمئن رہیں کہ اُن کا دیا ہرگز اکارت نہیں

۱۷۰۰ رانی کے ایک دن کے برابر ۱۷۰۰ روپے توفیق دینے والا ہے ۱۷۰۰ روپے بھوگمان داخل گناہ میں ۱۷۰۰ روپے خدا زیادہ اور زیادہ کرے

جاستھا۔ نہ صرف اس عتبار سے کہ آپ کو آخرت میں ثواب ملے گا وہ تو سب ہی کا اور انشاء اللہ تعالیٰ
 وہ چند ملے گا مگر جہاں باحسنة فلہ عشر امثالها مگر دنیا میں بھی ان کی کوئی
 کوئی کمال حسیاط اور کفایت شکاری کے ساتھ طب یونانی کی صلاح
 اور ترقی میں بیخ ہوگی واللہ علی ما نقول
 وکیل

۱۵۔ جو ایک نیکی کرے گا وہ دس نیکیوں کا ثواب پائے گا۔ ۱۶۔ جو کچھ ہم کہتے ہیں خدا اس کا گواہ ہے ۱۷۔ ۱۸۔

۱۹۔

۲۰۔

۲۱۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مسلمانوں کی حالتِ تسلیم پر

جو جناب مدوح نے مٹھن اسپیکیشن کلنگر کے تیسرے سالانہ جلسے میں ۲۸- دسمبر ۱۸۸۸ء کو بمقام لاہور دیا

مع بند تائے مسدس مصنفہ جناب مدوح جو انہوں نے اپنی تصنیف قصہ متبلا سے اس جلسے میں پڑھا ہے

مہتیب

لاہور میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے کچروں کا سلسلہ قائم ہوا۔ اُس کا یہ پہلا کچر ہے جس قدر از دو حام اس کچر میں تھا وہی ساوالا ہو کر دوسری جگہ دیکھا بھی نہیں گیا اسی موقع پر ستر آئر لو اب لفٹنٹ گورنر بہادر پنجاب نے اپنے غمے و شامیائے آئر نیل سر احمد خاں کو مانگے دیئے تھے۔ تمام پنجاب کے قریب قریب کل رُودار آدمی موجود۔ اور خود لاہور پنجاب گورنمنٹ کا سیٹھی اُنہیں کئی قسم کے کلچ ہیں بہت فقر و کسہد کو اڑھیں ہیں اور وہاں سطح کے جماع کا چرچا بھی بہت ہی۔ اس کچر میں ہنر بہت سے آدمیوں کو کبھی ہنرے اور کبھی روتے دیکھا ہے اور ہی کچر نے پنجاب میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے بٹھایا۔ اور وہ کچر یہ ہے غالباً آپ صاحبوں نے اسی جینیہ سے مجھ کو جانا اور پہچانا ہو گا کہ آئر نیل سر احمد خاں صاحب کے

فالٹوز میں نہیں بھی ہوں۔ اگر فالٹوز سے وہ لوگ مراد ہوں جو اس کانگریس میں شریک ہونے کے لیے اُنکے ساتھ آئے بلکہ اگر وہ لوگ بھی مراد ہوں جو سرسید احمد خاں کو بڑا اٹلانڈ بڑا عالی خیال بڑا آل انڈیش بڑا مدبر بڑا مستقل مزاج بڑا متحل اور مسلمانوں کا بڑا بہت بڑا اور سچا غیر خواہ باور کرتے ہیں فنا اولہم واقدامہم تو میں سب سے اول اور سب سے آگے ہوں) لیکن اگر فالٹوز سے مراد ہوں بلا تحقیقات اُنکے تمام خیالات کے تسلیم کرنے والے اگرچہ وہ خیالات مذہبی ہی کیوں نہ ہوں تو میں اس بھرے مجمع میں پکار سے کہتا ہوں اتنی بڑی (میں بری ہوں) سرسید احمد خاں کی طلب کے علاوہ ہم کو اس کانگریس میں شریک ہونے کے لیے ایک وجہ اور بھی داعی ہوتی کہ میرے نزدیک ایسے مجمع کے لیے تمام ہندوستان میں پنجاب سے اور تمام پنجاب میں لاہور سے بہتر کوئی موقع نہیں ہو سکتا اس وقت کیا رعایا کیا سرکار سب کی ہمتیں پنجاب کی طرف مصروف ہیں اور جس زور سے ڈفسیو (ملکی حدود کی حفاظت) کا روایاں پھری ہیں آپ سب جمل کو معلوم ہیں مگر تعلیم سے بڑھ کر کوئی ڈفنس نہیں بشرطیکہ مناسب طور پر ہو۔ یونیورسٹیاں اور کالج تو بچاؤ میں کتنا ہوں ہر ضلع بلکہ ہر تحصیل اسکول ایک ٹو آف اسٹریٹجک (قلعہ مستحکم استوار) ہے اگر اُس میں تعلیم اچھی ہو۔ رعایا گورنمنٹ کی دولت ہی۔ اور اُسکی رضا مندی گورنمنٹ کی قوت۔ رعایا اور گورنمنٹ کے اغراض ایسے وابستہ ہوا کہ ہیں کہ اگر رعایا گڈ (اچھی) رعایا ہو اور گورنمنٹ گڈ گورنمنٹ تو رعایا ہی گورنمنٹ اور گورنمنٹ ہی رعایا۔ مگر افسوس بڑے سخت افسوس کی بات ہے کہ ہمارے بد نصیب ہندوستان کی رعایا اور گورنمنٹ میں وہ گاڑنا تھا وہ نہیں ہے اور اُنکے ہونے میں ابھی بہت دیر معلوم ہوتی ہے جہاں ہونا رعایا اور گورنمنٹ دونوں کے حق میں مفید بلکہ ضروری ہے۔ برٹش گورنمنٹ کو ہندوستان میں حکومت کرتے ہوئے قرن ہو گئے۔ بھلا پھر کونسی چیز رعایا اور گورنمنٹ کے اتحاد کے پیدا ہونے کی مانع ہے کیا گورنمنٹ جاہل اور سخت گیر ہے۔ تو بہ تو بہ ما باپ سے بڑھ کر شفیق۔ تو کیا رعایا سرکش ہے؟ نہیں نہیں۔ ایسی منقاد اس قدر مطیع کہ ایک چرواہے کو بھیڑ بکری کے ریوڑ کا روکنا مشکل۔ اور ایک نیشیل کو انبوہ رعایا کا سنبھالنا آسان۔ پھر کس کا قصور ہے؟ رعایا کا۔ کیونکہ ان یچیو گئیڈ (نا تعلیم یافتہ) ان بچوں کو گورنمنٹ کا منشا معلوم نہیں۔ گورنمنٹ کے پرنسپلز (اصول) اسے لگتی نہیں۔ اتباعاً جلد اُنہوں کو دیکھتے ہیں۔ ڈسپانک (شخصی خود مختار) حکومتیں ان کے ذہنوں میں متواتر طور پر یہ بات مرتکز ہوتی ہے

کہ سلطنت اسید واسطے موضوع ہوتی ہے کہ حاکم وقت کی آسائش کے لیے رعایا مصیبت اٹھائے۔ رعایا
 حکمائے۔ حاکم اڑائے۔ رعایا اپنی اشتہریوں کو مسوسے تاکہ بادشاہ کے نوکروں کے چاکروں کے پیشکاروں
 کو تختہ ہو۔ رعایا جاڑے میں سکڑے تاکہ شاہی صطبل کے پرل کے ٹٹو کشمیری شالوں کی گردنیاں اڑھیں
 پس سے ممبران ایجوکیشنل کانگریس میں آپ صاحبوں کو صمیم قلب مبارکباد دیتا ہوں ولیبلغہ عفی
 الشاہد الغائب (جو شخص حاضر ہے میری طرف سے اسکو جو حاضر نہیں ہے یہ پیام پہونچا دے) کہ آپ
 صاحبوں نے واسطے کی رمز کو خوب سمجھا۔ کوئی شخص جو عقل سے ذرا سا بھی بہرہ ہے اس سے انکار نہیں
 کر سکتا کہ تعلیم ہی رعایا ہندوستان کو تازہ اور مہذب بنائے گی۔ تعلیم ہی ان کو دولت کی کیسا
 سکھائے گی۔ تعلیم ہی انکی نظریں برٹش گورنمنٹ کی قدر بڑھائے گی۔ تعلیم ہی انکو برٹش گورنمنٹ کی
 برکتوں سے متمتع ہونے کی حرص و لالچ سے بچائے گی۔ تعلیم ہی بدنگان رعایا اور رکی ہوئی گورنمنٹ کے دلوں
 میں صفائی کرائے گی۔ اور جب وہ زمانہ آئگا رخصتا جانے ہم میں سے بھی کسی کو وہ دن دیکھنا نصیب
 ہوگا یا نہیں) کہ رعایا اور گورنمنٹ ایک جان دو قالب ہونگی تو ہندوستان کو جنت نشان کننا
 حکاکیت نفس لاملری ہوگا۔ نہ ایشیائی شاعروں کا سا مبالغہ۔ اسوقت ہندوستان کی سلطنت
 پوری پوری مطلق سلطنت ہوگی مینکم کا آئنا آئینا موصوف (جگ کی ہوئی عمارت) بیرونی دشمنوں
 روس وغیرہ سے بخیر اور اندرونی فسادات (مجامع ناروا و اشالہا سے فارغ)۔

تعلیم یعنی ہندوستانیوں کی تعلیم ایک ایسا مضمون ہے۔ جیسے سالہا سال سے غور کیا جا رہا
 ہے نہ صرف ہندوستان میں بلکہ یورپ میں بھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ تعلیم کے تعلق میں کوئی نئی انوکھی
 بات کہہ سکوں گا جو کسی کو نہ سوجھی ہو۔ یا جو کسی کی زبان یا کسی کے قلم سے نہ نکلی ہو۔ میں اسی کو اپنی بڑی
 کامیابی سمجھوں گا کہ ان ہی مطالب کو نئے پیرائے میں آپ صاحبوں کے روبرو پیش کر سکوں۔ میری مثال
 اس زمانے کے ایک شاعر کی سی ہے کہ پیارہ کوئی نیا مضمون نہیں پاتا جب طرف ذہن کو دوڑاتا ہو دیکھتا
 ہے کہ وصل اور ہجر اور انتظار اور واسوخت اور سہلا یا اور بہار اور خزاں اور استغفار مذہب و بزرگان
 دین کے ساتھ استہزاء وغیرہ کوئی خیال نہیں جمیں اور اینڈ او وگلیں (دبار بار) سیکڑوں ہزاروں
 نے طبع آزمائی نہیں کی۔ ناچار مار کر ٹھک کر بندش پر قناعت کرتا ہے وہ بھی ہر ایک کو نصیب نہیں۔
 جس طرح ایک کسان ہل جو تھن میں اپنے مٹھے پیل کی کبھی دم مروڑتا کبھی اسکو ٹٹکارسی دیتا کبھی اسے گدگدی

کرتا۔ اور کبھی سائنس ماہر اور کبھی چھپتا ہے۔ اسی طرح وہ لوگ جو مسلمانوں کی نظام کے درپے ہیں مسلمانوں کو کبھی ان کے بزرگوں کی شان و شوکت اُن کی غفلت اُن کی فتوحات اُن کے بہ طرح کے کمالات یا دلائل کبھی مسلمانوں کی حالت موجودہ کی تباہی اُن کی مفلسی اقوام معاصر کے مقابلے میں اُن کی بے وقعتی کا شریہ اُن کو سناتے اور کبھی اُن کو کاپی اور تصعب پر ملامت کرتے اس غرض سے کہ مسلمانوں کی غیرت کو تازہ نہ ہو۔ میں بھی یہی کچھ کر رہا ہوں گا اور اس کے سوا کبھی کیا سکتا ہوں ؟

یہ بات سلمات سے ہے کہ مسلمان فی زمانہ عروج و چمک اپنے عروج کے زمانے میں ہا کسی قوم سے ملے ہیں پیٹھے نہیں رہے۔ وہ تحصیل علم پر اس قدر حرص تھے کہ جہاں سے اور جس ڈیڑھے جو کچھ ہاتھ لگالے لٹے جس طرح مسلمانوں کی ملک گیری حیرت انگیز ہے کہ ایک ہی صدی میں تمام روئے زمین پر ملن الملک اللہم آج کوئی اور بھی ہمارے سوا ملک کا مالک ہی ڈنکا بجا پھرے۔ اسی طرح بلکہ اُس سے زیادہ اُن کی علمی فتوحات محض استعجاب ہیں شروع شروع میں بعض متعصبین نے انگریزی کی مثل گیسو ڈی ڈاگ سے سید نیم بینہ دین لک ہم اوٹ ڈکٹے پر پہلے کچھ الزام لگاؤ پھر اُس کو کلات مار کر باہر کرو، کے مطابق مسلمانوں پر بہتان بندی کی تھی کہ انھوں نے اپنے مذہب کے ضعف کی پردہ داری کے لئے علوم کو معدوم کرنا چاہا۔ مگر فیکٹس (واقعات) کس کے دبانے دیتے ہیں آخر کار ہٹری زائچ، پکارا اٹھی کہ جھوٹ، اب تمام یورپ میں شاید ایک متفحص بھی اس سے انکار کرنے والا نہیں۔ کہ علم کی روشنی ان میں ابتدا مسلمانوں ہی نے پھیلانی۔ ایک منصف مزاج اور محقق انگریز کا یہ قول کسی آرگنل (مضمون) میں نظر پڑا تھا کہ مسلمانوں کی تعلیم میں کوشش کرنا حقیقت میں اُن کے بزرگوں کا دیا ہوا فرضہ اتارنا ہی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ یہ فلیٹنگ لیسن گوج (الفاظ موج) اچھڑ کر تھوڑی دیر کے لئے میں بھی شیخی میں آ گیا تھا۔ مگر اسی وقت یہ شعر یاد آ گیا

ان الفتی من یقول ہا انا ذا لیس الفتی من یقول کان ابی

(مردودہ ہے جو کہے میری ذات میں یہ نہ ہو وہ مرد نہیں ہے جو باپ پر خسر کرے) پھر تو وہ کاپلیمنٹری (توصیفی) الفاظ جو ملیج کی نشتر کی طرح چھینے لگے۔ ہم اپنے علمائے متقدمین کو اُن کے زمانے کے لحاظ سے اور بھی زیادہ وقت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اُن وقتوں میں علم کچھ ایسی بہت بکا رآمد چیز نہ تھی پرانی جو علم کے اعتبار سے سب میں سربراہ مردہ تھے اُن کے سارے کمالات کا خلاصہ تھا حکمت نظری و عملی و اجتماعی کمالات کی بھول بھلیاں میں بٹکتے پھرے پھرے کو عقل انسانی کی معراج جانتے تھے لوہا الاعتبارات

لبطلۃ الحکمۃ (اگر امت بات نہ ہوں تو فلسفہ بیکار ہو جائے) عملیات کی طرف منتقل ہونا ان کی چڑھتی اور
یہی وجہ تھی کہ اکثر فلاسفہ اہل تجرید سے تھے۔ ظاہر ہے کہ دنیاوی کوئی سی ضرورت بھی ایسے علم کے بدولت انکی نہیں
رہ سکتی۔ ہاں ہمہ جملہ اہل تقاین اہل اسلام غرض البالی زمانے میں یونانیوں کے علوم کے طالب ہوئے تو
اس سے صاف ثابت ہو کہ انھوں نے علم کو طلب کیا لا لجلب منفعت بل رغبۃ لی نفس العلم
کوئی مفاد حاصل کرنے کے لیے نہیں بلکہ نفس علم کے لیے (اللہ اللہ ان ہی کے اعتقاد ہم ہیں فخلق من
بعدہم خلف لان کے بعد ایسے لوگ ہوئے) ع

بدنام کنندہ نمونے چند

کہ علم شرط زندگی قرار پا گیا ہے اور پھر اس سے گریز کرتے ہیں۔ ع
میں تفاوت رہ از کجاست تا کجا

میں ہی مطلب کو دوسری طرز پر کسی قدر زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں *

سلطنت کے معنی ہیں غلبہ جس کے ذرائع اب سے زیادہ دور نہیں ڈیڑھ سو برس پہلے تک بہادری
اور گاؤں وری میں مختص تھے۔ قومیں آپس میں زور آزمائیاں کرتیں جس قوم کے لوگ بچھڑتے۔ بچھاڑنے والے
ان چکر لانی کرنے لگتے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں عرب کا قریب قریب ویسا ہی حال تھا
جیسا افغانستان کا۔ اُس جزیرے میں سینکڑوں قومیں رہتی تھیں۔ وحشی۔ خود سر۔ جنگ جو۔ زشت خو۔
جن کے کدرے حکومت کے جوئے سے بالکل آشنا نہ تھے۔ یہ لوگ ذی ذری ہی بات پہ ایک دوسرے سے
بگڑ بیٹھے۔ اور جب ایک دفعہ بگڑتے تو جانو کہ ان کی نسلوں میں بنی آدم اور سانپ کی سی عداوت مستقرہ قائم
ہوتی۔ ہر زمین ہی کسی طرح سویلریشن (تمدن) کے مناسب نہ تھی۔ ریگستان اور جھیلے ہوئے پہاڑوں کے سوا
کو سول پانی کا نام نہیں بھیستی کیا خاک ہو۔ ناچار پانی اور چارے کی تلاش میں خانہ بدوشانہ زندگی
لمبر کرنی پڑتی تھی۔ سوہ تو خدا نے کچھ اپنی قدرت سے اونٹ کو پیدا کر دیا تھا کہ وہ بحسابے وجعلنا من الماء
کل شیء حی لا یزیدہ چیز کو پانی سے بنایا۔ مستثنیٰ ہے۔ ورنہ آدمی کا تو کیا مقدور تھا کہ اُس سرزمین یا
ٹھہر سکے اونٹ کیا تھا اہل عرب کے حق میں زنبیل عمر تھا۔ کھانا۔ پینا۔ کپڑا۔ مکان۔ ایندھن۔ بار بار ہی سوار
عرض ان کی اکثر ضرورتوں کی سربراہی اونٹ سے ہوتی تھی۔ اونٹ کی رسیدان کی ضرورتوں کو کافی نہ ہوتی تو وہ
اُس کی تلافی کرتے۔ ٹکار سے اور ہتھ پر چڑھ گیا تو کسی قافلے کی لوٹ مار سے۔ الغرض سہر زمین کی حالت اور

انکی اپنی عادت دونوں نے اہل عرب کو چُست و چالاک جھاکش اور دیکھ بھادیا تھا۔ جن مصنفوں کا مجموعہ
سپاہی کہلاتا ہے یوں جس پر یہ عرب فی حد ذاتہ گویا جزائرِ فرخوارِ فرج کی چھاؤنی تھی جیسے انھوں نے
اگر آپس میں خانہ جنگیاں اٹھو نہ مشغول کیے رہیں تو انکے پڑوس سے پناہ مانگنی چاہیے۔
ناخن نہ دے خدا تجھے اسے پختہ جنوں پہ رکھ دے اور نہ عقل کے بجائے اُدھیر تو

مکینک (علمِ جرنیل) کا یہ سلیب چین کا پڑا ہوا ابھی تک میرے خیال میں ہے کہ جب برابر کے دو محوک
مقابل کی سمتوں سے ایک جسم کو ہلانا چاہیں تو دونوں کا اثر متعلق۔ یہ قاعدہ کچھ سطح کا عام ہے کہ فرس
و ہمانیات (نسل و ذہنیت) مائل (اخلاق) پولیٹیکل (نظم ممالک سیاست مدن) وغیرہ سبھی جگہ جلتا ہی
ہے۔ صلی ذلتِ عرب کی ساری بہادری اور عام فوجی قوت اکارت تھی۔ جو چاہے اسکو سخت و اتفاق سمجھے
مگر ہم تو ایسی سرزمین اور ایسی سوسائٹی میں پیغمبرِ صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیدا ہونے کو آیت اللہ
اور سچرہ اور خرقِ عادت ہی مانتے ہیں۔ آنریبل سرسید احمد خاں نے جس نظام کا بیڑا اٹھایا ہے ہمدرد
بھی اشاعتِ اسلام کے مقابلے میں کچھ رفاہ ہے۔ مسلمان یوں مافیہ و مافلس اور ذلیل و خوار ہوتے چلے
جاتے ہیں پھر پچھارے سیدنا رسولِ دوسری قوموں کے نمونے دکھا دکھا کر مسلمانوں کو ہر چند بھاتے
ہیں مگر مسلمان ہیں کہ پیچھے پڑھاتے ہی نہیں رکھنے دیتے جل نشاندہ وہ کیا دل تھا اللہ شریح لک صدق
دکھا ہننے تیرے سینے کو نہیں کھول دیا جسے عرب کے بگڑے دلوں کے رفاہ نہیں بلکہ تلبِ ماہیت کا ارادہ کیا
ہم ان وقتوں اور مزاحمتوں کا اندازہ کر ہی نہیں سکتے جو پیغمبرِ صاحب کو اس ارادے کی تکمیل میں پیش آئیں۔
و سنو کی بات ہے کہ کوئی کام کیسا ہی مشکل کیوں نہ ہو جو جانے کے بعد لوگوں کو آسان دکھائی دینے لگتا ہے

کل صالحہ لیکن من الصعبۃ الا لافس + سہل فیما اذا هو کان

و جو چیز نہیں ہوتی لوگوں کو مشکل معلوم ہوتی ہے اور ہی چیز ہو ہے پیچھے آسان دکھائی دینے لگتی ہی ہے
ان باتوں کے بیان کرنے میں جھکومزد ملتا ہے مگر میں اپنی لائین سے ماہر ہوا جاتا ہوں۔ ان حالات میں
میرے مطلب کی اتنی ہی بات ہے کہ جب تک پیغمبرِ صاحبِ صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ و سلم نے اس فوجی قوت
کو جو عرب کے لوگوں میں تھی اور اسے دینے کی تھی مگر ضائع اور رائگاں میں تدابیر سے بکا رآمد نہیں بنالیا ان کو
کا سیاسی نہیں ہوتی انہوں نے مذہبی تعلیم کے ذریعے سے پچھلی رنجشوں کو لوگوں کے دلوں سے نکال دیا

لے اپنی ذات میں ۱۳ سہ بنا بریں ۱۲ +

اور اخوة اسلامی کا قایم ہونا تھا کہ اہل عرب کی مجموعی شجاعت اور سپہگری کا نزلہ اطراف پر گزرا شروع ہوا۔ پس اگر اسلام کو طائر سے تشبیہ دیں تو اس کا واہنا بازو مذہب تھا اور بایاں سپہگری۔ اسلام کی ابتدائی حالت ایک اُبال کی سی تھی۔ جسے دیکھی کی تہ تک کے پانی کو اُچھال ڈالا۔ یہ تو عروج اسلام کی حقیقت ہو اب رہا متزل۔ لوگ اپنے اپنے پندار کے مطابق اُسکے گوناگون اسباب قرار دیتے ہیں۔ ع

ہر کس خیال خویش غلطے دارو

جسکو دوسرے خیالات سے اس وقت بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ جہاں تک تعلیم کو متزل اسلام میں دخل ہے میں اُسپر چند مارکس کر دینگا۔ متزل اسلام سے مراد ہے ضعفِ سلطنت۔ میں ایسا سمجھتا ہوں کہ ترقی اسلام ہی اُسکے متزل کا باعث ہوئی۔ اور قوت کے ساتھ ساتھ ضعف بڑھتا گیا۔ دنیا کے کازخا کا بھی عجیب انتظام ہے اضداد میں علاقہ علیہ و معلولیت ۵

یہ اقامت ہمیں پیغام سفر دیتی ہے، زندگی موت کے آنے کی خبر دیتی ہے

عروسِ سلطنت آئی تو آسائش آرام طلبی کا بلی عیش و عشرت سُستی اور غفلت اپنی سیلیوں کو گستاخ لائی۔ رفتہ رفتہ سلطنت کی صلاحیت سلب اور اُسکے ساتھ سلطنت متنازع ہو گئی۔ اگرچہ ابھی تک خدِ اسلامی سلطنتیں باقی ہیں۔ مگر ناقظم ضعیف۔ محتاجِ مغلوب۔ اور جو لوگ دماغ کی آلاپ سے اُسکے راگ کو پہچانتے ہیں اس بات پر متفق ہیں کہ ان سلطنتوں کا ثبات و قیام اب صدیوں اور قرونوں کی نہیں بلکہ برسوں کی بات ہے۔ ع

اگر ماند شے ماند شے دیگر نے ماند

اہل یورپ کے باہمی محاسدات دفع ہوئے اور یہ نقصان کی طرح صفحہ روزگار سے اُٹھ انا اللہ وانا الیہ راجعون جو اسباب عموماً اسلامی سلطنتوں کے اتزاع کے باعث ہوئے وہ سب کے سب تو ان سلطنتوں میں تھے ہی تھے اب گزشتہ صدی کے اندر ہی اندر مجموعہ اسباب کا جُدا جُدا ایک سبب جدید اور پیدا ہوا سائنس (علوم) دیکھئے یہ موزی ہل اسلام کو روئے زمین پر رہنے بھی دیتا ہے یا نہیں۔ سائنس نے ایسا سر اٹھا رکھا ہے کہ نورِ جہانی اور بہادری اور پہلوانی کسی کی کچھ حقیقت باقی نہ رہی۔ ورزش با قساما شتی و او چیچ پھکیتی پھیتی ٹپا بانک سپہگری کے چنے کرتے تھے اب تعزیر داری کے جلوس کے سوائے اور بھی کسی

۱۲ ہم لوگ واسطے اللہ کے ہیں اور اُس کی طرف رجوع ہونے والے ہیں ۱۲

صرف کہیں؟ کیا زمانے کے انقلاب ہیں!! ایک وقت وہ تھے کہ یہی کرب سلطنتوں کے فیٹ
ڈسٹرڈ فیصلے کرتے تھے۔ اب وہی کرب بائیسہ بازاریاں ہیں سو گریہ میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ اہل
یورپ کے مقابلے میں بہادری کے سنے ہیں خود کشی۔ ہر روز آلات حرب میں ایسی ایسی ایجادیں ہوتی چلی جاتی
ہیں کہ اہل یورپ ہی ایک دوسرے کی مقاومت کریں تو کریں۔ ورنہ دوسری قوموں کا ایسے لایعنی فتوحات
کو دل میں جگہ دینا ع

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

اہل یورپ کی ملکی فتوحات تو سب کی آنکھوں کے سامنے موجود ہیں اور ہم کو سارے اہل یورپ کے کیا غرض
کیا مطلب انگریزوں ہی کی فتوحات کو دیکھو۔ میں نے جب بے ہوش سنبھالا ہے۔ میری یاد میں باعث بار اوسط
بیس بیس بھی ایسے نہیں گزرے جن میں کوئی نہ کوئی نیا ملک سلطنت انگریزی میں شامل نہوا ہو الہیودا
انا ناتی الارض تنقصہ ما من اطرافہا کیا نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو ہر طرف سے لیتے چلے جاتے ہیں
ہر خدیہ فتوحات بھی بجائے خود عظمت الابر ہیں۔ مگر ان سے معظم تر انگریزوں کی سائنٹفک (علمی)
فتوحات ہیں۔ ملکی فتوحات کے ذریعے سے انگریز ہم کو اس قدر مطیع کر سکتے تھے۔ اس سے ایک پنج بھی
زیادہ نہیں کہ طوعاً کرہاً ہم اُن کو خرچ دیں۔ لیکن سائنٹفک فتوحات کے ذریعے سے انہوں نے
ہم تک پہنچا دیا کہ وہ کپڑا نہیں تو ہم نہیں۔ وہ ریل چلاتے تو ہم کانگریس میں آتے۔ وہ تاک
دیں تو ہم کو خبریں ملیں۔ وہ گھڑی کے کیل پُزے ڈھالیں تو ہم کو وقت کی پہچان ہو۔ وہ دیوا سلائی بنائیں
تو ہم چرخ بنائیں۔ یا بعض چرٹ یا سگریٹ سلگائیں۔ اُن کے ہاں سے سوتی آئے تو ہماری پوشاک
سی جاتے ہیں کہاں تک کھڑا کھڑا کروں گا۔ جس نے انگریزی وضع اختیار کر لی ہے تو وہ بہلا خیر اور اگر
انگریزی ساز و سامان رکھے ہی گا جن کو انگریزی وضع کی چڑ ہے۔ اور اللہ کے ہمارے ایسے بھی ہیں سو ہی
سوچ کر اصفاف سے بتائیں کہ ہمارے بوریٹل ہونے کے بدلے اور تانبے کے پُرانے باسٹوں کے بدلے
اور بھی کوئی چیز ان کے گھروں میں ہو۔ جس کو انگریز کا دست صنعت نہیں لگا الا ماشاء اللہ گڑھاؤں گڑھاؤں
سے پرہیز۔ یہ لوگ اپنے ہند میں انگریزوں سے پرہیز کرتے ہیں اور انگریز نہیں کہ من بین ایدیم
ومن خلفہم وعن ایماہم وعن شمائہم ومن فوق رؤسہم ومن تحت ارجلہم آگے سے اور

پہچھے سے۔ دائیں سے اور بائیں سے۔ اوپر سے اور تلے سے) ہر طرف سے اُن کو گھیرے ہوئے ہیں جاؤ
 تو سچ کر کہاں جاتے ہو ان استطعم ان تنفذ وامن اقطار السموات والارض فانفذ ولا تنفذ ولا بساطن
 را اگر تم کو قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل بھاگو تو چلے جاؤ۔ مگر بے قدرت تو نہیں جاسکو گے
 یہ ہے سائنٹفک حکومت جس نے تمام رعایا کو جکڑ بند کر رکھا ہے۔ ہندوستان میں اس طرح کی مضطرب حکومت
 انگریزوں سے پہلے اور کسی کو تو نصیب ہونی نہیں ہوگی بھی نہیں ششہ کے غدر میں میں اپنے دل ہی
 دل میں کہا کرتا تھا کہ انگریز پہلے سے ہوں تو سمٹ کر تھوڑے دنوں کے لئے سمندر میں بہو رہیں۔ تاکہ باغیوں
 کو کافی نیشی کا اچھی طرح مزہ مل جائے۔ باوجودیکہ اُس وقت تک انگریزوں کا سائنٹفک تسلط ایسا قوی نہ
 تھا۔ جیسا اب ہے۔ مگر جیسا اور جس قدر تھا میرے اس خیال کو کافی تھا کہ جو آسائش ہم کو انگریزی عملداری
 میں میسر ہے کسی دوسری قوم میں اسکے میا کرنے کی صلاحیت نہیں۔ پس یہی باغیانہ اناقت اندیش بہ
 خود غلط جو عملداری کے زلزل سے خوش ہیں۔ چند روز میں عاجز اگر نہ بنت انگریزوں کو منار لائیں تو سہی۔ میں
 اپنی معلومات کے مطابق اُس وقت کے ہندوستانی دالیان ملک پر نظر ڈالتا تھا اور بیتھا ادنیٰ پال اور فنانسٹ
 بلکہ فارسی اور مصر اور عرب تک خیال دوڑاتا تھا۔ اس سرے سے اُس سرے تک ایک تنفس سمجھ میں نہیں آتا تھا
 جس کو میں ہندوستان کا بادشاہ بناؤں۔ امید داران سلطنت میں سے اور کوئی گروہ اُس وقت موجود نہ تھا کہ
 میں اُس کے استحقاق پر فخر کرتا پس میرا اُس وقت کا فیصلہ یہ تھا کہ انگریزی سلطنت ہندوستان کے اُن میں
 سلطنت ان ہی کا حق ہے ان ہی پر بحال ہونی چاہیے۔ دعویٰ مدعیان محض وہ دسمس۔ ہوں تو میں غریب آدمی کسی
 کو نہیں چاکر نہیں۔ مگر اپنے جھوٹے میں پڑا ہوا اب بھی سلطنت کے فیصلے کیا کرتا ہوں میں نے اپنے ذہن
 میں ایک ایسا قاعدہ ٹھہرایا ہے کہ شاید مدتوں تک مجھ کو تجو نیک کی رحمت نہیں اُٹھانی پڑے گی۔ سوہ قاعدہ یہ ہے
 کہ فی زمانہ اس سلطنت کوئی حق مستقل بالذات نہیں۔ بلکہ سائنٹفک سوپریارٹی (علمی برتری) کا تابع اور
 اُس کی فرع ہے۔ پس جو شخص سائنٹفک سوپریارٹی سے بے نصیب ہو اُس کا دعویٰ سماعت نہ کیا جائے۔ ہماری
 تیرھویں صدی میں دنیا کی تمام حالتیں اس قدر تخریب ہوئیں کہ اگر اب سو برس پہلے کے فردے کا جلا یا با
 ممکن ہوتا تو وہ دنیا کو دیکھ کر ضرور تعجب کرتا کہ بڑا عظیم الشان تہذیب جس پر تمام دوسرے تغیرات متفرع
 ہوئے علمی تہذیب تھی۔ جب سلمان ہندوستان پر حکمران ہوئے تو جیسا تھا ضاے حکومت ہی وقت نہ رہے

ہندوؤں کے علوم نیا بنایا ہو کر آخر کار مسلمانوں کے علوم رواج پائے۔ متعصب ہندوؤں نے جو مسلمانوں کے نظام کی بڑی لمبی فرد بنا رکھی ہے اسی بات بھی ضرور ہوگی۔ لیکن میرے نزدیک ان کو مسلمانوں کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اسے کاش جسطرح مسلمانوں کی عملداری میں ہندو اپنے علوم بھول گئے۔ انگریزی عملداری میں مسلمان اپنے علوم بھول گئے ہوتے۔ تو کھول سیکڑوں ہزاروں مسلمان اس کا انگلیس میں حاضر ہونے کی سرگروانی اٹھاتے۔ اب جو انگریزی سرکار دربار میں ہندو اس قدر پیش پیش ہیں کہ تمام سرکاری خدمتوں کے ٹیکہ دار ہیں اور یوں بھی اس عملداری میں انکو ہر طرح کے بھاگ لگاتے ہیں۔

خطا بڑھا زلفیں، ٹھیں کا کل بڑھے گیسو بڑھو، حُن کی سرکاریں جتنے بڑھے ہندو بڑھے یہ سب ترقی و خوشحالی اپنے قدیم علوم کے بھلا دینے کی وجہ سے ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی تخصیص میں روتے زمین کی تمام قوموں کے پڑنے علوم اسی قابل ہیں کہ انکو بھلا دیا جائے۔ کل قوموں کے پڑنے علوم کی کمی بیشی کے ساتھ کہ وہ اختلاف سرزمین وغیرہ کی وجہ سے ہونے ضرور تھے۔ ہاں تبار تال کا رقیب قریب ایک ہی طرح کے تھے۔ اگر مائی پٹولی (شرح و بسط کے ساتھ) علوم کی تفصیل کرنی چاہو تو بڑی ہماری غرست بن سکتی ہے مگر یہ دیکھنے میں تو پڑے علم متداول دو ہی طرح کے تھے۔ زبانذاتی اور معقولات۔ فن زبانذاتی ہر زمانے میں ہر سرزمین میں ہر زبان عزیز رہا ہے۔ اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ لیکن ہر لفظ سرزمین ہونا اور چیز ہونا اور ملک کے حق میں مفید ہونا اور چیز۔ بیشک ایسی مثالیں بھی ہیں کہ بعض اوقات شاعروں کو ایک ایک قصیدہ ہر لاکھ لاکھ روپیہ ملا ہے۔ مگر یہ شخصی فائدے تھے اور وہ بھی شاذ اور اتفاقی۔ ان گئے گزرے وقتوں میں اگر شاعر کے ہند کے ہند کے پہلے ملک دلی میں ایسے ایسے شاعر موجود تھے کہ ہر شخص اپنی طرز کا استاد تھا مگر جیسے محتاج مفلس تنگی معاش کی وجہ سے پریشان۔ اور جتنے نامی اور مستند شعراء متقدمین و متاخرین ہندی اور عربی گزرے ہیں سبھی کے کام سے تو ظاہر ہوتا ہے کہ شاعروں کو کو یا کسی فقیہ کی بددعا ہے کہ ہمیشہ تنگ دست رہیں ہمارے ملک میں کتب علی خاں ایک شاعر تھے ان کے شعر سے اسکی تصدیق ہوتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ فن شعر کوئی سخن ہے ۔ شعر کہتے کہتے ہیں ڈپٹی ملکوت ہو گیا

خیر بددعا تو کیا ہوگی مگر اسکا سبب یہ ہے کہ شاعری کی ایسی بڑی چاٹ ہے کہ آدمی کو دنیا اور دین دونوں کے کاموں سے معطل کر دیتی ہے ناچار شاعروں کو امیروں کا ہاتھ بٹا پڑتا ہے جو ایک طرح کی گدگری ہے غرض خود شاعروں کے ذاتی فائدے کے لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو شعر و سخن امیروں کے پیٹ بھرے کا

مشغلہ تھا اب نہ پہلے سے ایسے نہ اگلی ہی فراموشی سے
اُن قوج بھگست و اُن ساتی نمائد

کس توقع پر کوئی خون جگر کھائے نہ تھی یہ ہے کہ شہداء کے عذر کے بعد سے کسی طرف کوئی نیا شاعر نہ
نام و نمود کا کٹنے میں نہیں آیا۔ لکھنؤ والوں میں کسی قدر گدگدی ہے سو وہ بھی یوں مافیہ ناگھٹتی چلی جا رہی ہے۔
جوں جوں لوگوں پر بھیجے بات منکشف ہوتی چلی جاتی ہے کہ پرانی تعلیم سے معاش میں مدد نہیں ملتی۔ وہ
آپ ہی اُس سے دست کش ہوتے جاتے ہیں۔ مسرتیہ احمد خاں کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کا خیال
رکھتے ہیں صبر نہیں آتا۔ ورنہ کیسے لکھ اور کہاں کا لکھیں۔ پریشانی بڑی بلا ہے کہ اسکی خاطر سب کچھ کرنا پڑتا
ہے۔ میں نے مدتوں سرشتہ تعلیم میں نوکری کی اُن دنوں "کو الیٹی" (صفت) کو تو کوئی پوچھتا نہ تھا
کو ان ٹی (مقدار) بڑی کارگزاری بھی جاتی تھی۔ یعنی جہاں تک ممکن ہو رپورٹ میں مکتبوں اور طالب علموں کا
شمار زیادہ دکھایا جاتے وہ گورنمنٹ کی غلطی تھی اور جبکہ ہر سال مکتبوں اور طالب علموں کا شمار زیادہ ہوتا جاتا
تھا گورنمنٹ جانتی تھی کہ لوگ پبلک انسٹرکشن کی قدر کرتے جاتے ہیں ایک مدت دراز تک گورنمنٹ کو یہی غلط
خیال رہا یہاں تک کہ نوکری کے لیے مڈل کلاس امتحان کی قید لگا دی گئی۔ اسوقت سے اب تک لوگ مکاری
تعلیم کی طرف راغب ہوئے۔ لیکن نہ اسوجہ سے کہ اس تعلیم کو پسند کرتے ہیں بلکہ صرف نوکری کی طمع سے
تو میں نے راغب ہوئے غلط کہا۔ جبکہ کتنا چاہیے تھا کہ مجبور ہوئے۔ پھر یہی تماشہ دکالت اور مکاری کے
امتحانوں میں دیکھا۔ ان باتوں سے نتیجہ نکلتا ہے کہ لوگ معاش کی طرف سے مضطر ہیں۔ جدھر توقع پاتے
ہیں بے تامل دڑے چلے جاتے ہیں۔ نہ یہی تعصب یا غلط فہمی یا اور کوئی خیال جسے شروع شروع میں مسلمانوں
کو انگریزی تعلیم سے باز رکھا ہو میرے نزدیک جہاں تک مجھ کو معلوم ہے اب اُن مولفہ میں سے کوئی مانع
باقی نہیں اب مسلمان سمجھ گئے۔ بیٹریٹ دین (یہ بدیر ہو تو اس سے بہتر ہے کہ کبھی نہو) کہ پچھلے دھڑے
پر چلنے سے انکی دنیاوی کار بر آری نہیں ہو سکتی۔ اب سرکاری مدرسوں میں انکا شمار بہت بڑھ گیا ہے اور
اُس حیثیت سے جو مسلمانوں کا خاصہ مذہبی ہے میں تو یقین کرتا ہوں کہ مسلمانوں نے جب تک نہیں کیا
تھا نہیں کیا تھا۔ لیکن اب کرنے پر آئے ہیں تو ایسا کر نیچے جو کر نیچا حق ہے۔ خدا انکو توفیق دے کہ ایسا ہی
کریں۔ میں نے اپنے علوم کے سلسلے میں یہ بات بیان کرنا تھا کہ شہداء کے عذر کے بعد کسی طرف کوئی نیا شاعر

بڑے نام و منہ و کاسٹے میں نہیں آیا۔ یعنی ہمارے لٹریچر (علم ادب یا انشا پر دانتی) کی ترقی مسدود ہو گئی
آپ صاحبوں میں سے کوئی صاحب ایسا نہ سمجھیں کہ میں لٹریچر کا توجہ پڑھ رہا ہوں۔ نہیں نہیں میں تو اس
خیال کا آدمی ہوں کہ علوم قدیمہ کو مسلمانوں کی ترقی کا سہارا جانتا ہوں اور علوم قدیمہ میں سے بھی خاص کر
لٹریچر کا سخت فحاشا ہوں مسلمانوں میں ایسے نیشنل ریجنٹ قومی، جتنی خرابیاں ہیں کل تو نہیں اکثر
اسی لٹریچر نے پیدا کی ہیں۔ یہ لٹریچر جھوٹا اور خوشامد سکھاتا۔ یہ لٹریچر واقعات اور موجودات کی اصل خوبی کو
دباتا اور مٹاتا۔ یہ لٹریچر متوجہات اور مفروضات بے اصل کو فیکٹس (واقعات) بناتا۔ یہ لٹریچر نالائق دلوں
کو شورش دلاتا۔ اگر کسی نے اس پر کڑھکا ہے تو میں نے پیاسے اور اگر کسی نے اس سانپ کو کھلایا ہے تو میں نے
اپنے تین اس سے کٹوا یا ہے۔ اگرچہ بڑی عمر میں میں نے بوڑھے طوطے کی طرح آپ ہی آپ تھوڑی سی انگریزی
بھی پڑھ لی تھی۔ لیکن سیری طبیعت میں لٹریچر کا رنگ چمکا تھا۔ انگریزی پڑھنے سے اتنا تو ہوا کہ یہ کہنا
یہاں کے لٹریچر کے عیوب معلوم ہونے لگے۔ مگر مذاق وہی کا وہی رہا۔ اب بھی اگر کوئی برجستہ شعر سن پاتا
ہوں چاہے اسمیں کتنا ہی ببالغہ خلاف قیاس کیوں نہ ہو بے ہتھیار چھڑک اٹھتا ہوں۔ یہ ساری خبری کسمت
فارسی کی پھیلانی ہوتی ہے۔ خیالات اور مضامین کے اعتبار سے تمام دنیا کے لٹریچر دل میں اس زبان کے
لٹریچر سے بدتر اور کوئی لٹریچر نہیں۔ اسے قومی مذاقوں کو ایسا بگاڑا اور ہمدرد تباہ کیا کہ ہم لوگوں کو واقعات
میں فرقہ نہیں ملتا۔ اور چونکہ طبیعتوں سے مناسبت سلب ہو گئی ہے سرکاری تعلیم مسلمانوں کو غدا سے نام
کی طرح چھٹی نہیں۔ شاید سوطا بعلوں میں ایک بھی ایسا نہیں نکلیگا جو تاریخ اور جرنلے اور طبیعات پر دل لگتا ہو
ایک ڈائریکٹر نے رپورٹ میں لکھا کہ مسلمانوں کے سر ہی غدا نے ریاضی کے مناسب نہیں بنائے اور ہی
ہے کہ اکثر مسلمان طالب علم ریاضی میں فیل دنا کامیاب ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی تعلیم کی اصلاح میں جو کچھ
زیادہ خدشہ اسی کا ہے کہ ان کی طبیعتیں کہیں مدتوں میں جا کر تعلیم جدید سے مناسبت پیدا کر نہ گی۔ لٹریچر جس کی
نسبت میں نے چند ریمارکس کیے۔ مسلمانوں کی تعلیم مروجہ کا جزو عظیم ہے بعض و قلیل ماہم اور ایک
لوگ بہت تھوڑے ہیں انکو سرپرستار فضیلت کے لادنے کا شوق ہوتا ہے۔ زبان کے علاوہ کچھ علم
بھی پڑھتے ہیں جنکا خلاصہ ہے معقولات۔ سو ہمارے یہاں کا معقول ایسی نامعقول چیز ہے کہ اسکے پڑنے
سے انسان مجبوراً منتقل ہو جاتا ہے۔ میں اسکو تسلیم کرتا ہوں کہ ایک حد تک معقول لٹریچر عنان فہم اور بکا آتا

اس سے فکر خاں اور فہن تیروتا مطلب کے مکالمہ اور ماحلیہ اور اطراف و جوانب پر نظر احاطہ کرنے لگتی۔ مگر
 اُسیں تو غل کرنا انسان کو تشکی۔ چمکھو۔ اور کٹھہ جیتی بنانا اور تحقیق حق سے باز رکھتا ہے۔ لہذا پھر کی تو غیر
 ترقی ہی سدود ہوتی ہے معقولات کو میں دیکھتا ہوں علی شفا جوف ہاؤر معدوم ہونے کی قریب، بڑا
 بڑے چھاپے خانے والے جھوٹا پنا پھاڑ جو نیکے کے ٹیوٹنگ ترمیمی طرح کے انید من کی تلاش رہتی ہے اب
 تو وہ بھی معقولات کی کتابوں کو معائنہ نہیں لگاتے۔ کیونکہ ان کی ہکاسی نہیں پاتے عرض نہ کسی کے کھانے
 سے اور نہ کیسے بہکانے سے نہ کیسے ڈرانے دہمکانے سے بلکہ دیکھنے اور آزمانے سے مسلمانوں پر خود بخود پانی
 تعلیم کا جھنڈ کھل گیا اور انگریزی پڑھیں یا نہ پڑھیں۔ مگر پانی تعلیم کو تو خیر باد کہہ چکے۔ غدر کے بعد سے ہم تو
 براہیہ دیکھتے چلے آتے ہیں کہ جب کسی فن کا کوئی صاحب کمال مرادہ فن بھی اُنیکے ساتھ رخصت ہوا بہت
 سے زیادہ نہیں ہیں برس پہلے کو توقع تھی کہ تعلیم کے متعلق مسلمانوں کے خیالات اس قدر جلد روبہ ہو جائیں
 جب سرسید احمد خاں نے ابتداً مسلمانوں کے رفارم کی چھیڑ پھاڑ شروع کی۔ ہاں شنائے معدودے چند
 جنکو سرسید احمد خاں کے ساتھ زیادہ اختلاط تھا اور وہ ایمانا اور صداقت انکے ارادوں کو مسلمانوں کی سچی
 خیر خواہی کے سولے دوسرے موٹور اغراض کی طرف منسوب کر نہیں سکتے تھے۔ تمام ہندو کے مسلمان
 کنفیس واحد ان کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ اور جو نہ کہنا تھا سو کہا اور جو نہ کرنا تھا سو کیا۔ انوں مسلمانوں
 کی عام شورش دیکھ کر پینال کو کسی بار میرے دلیس بھی آیا تھا کہ جب مسلمان رفارم کے اس قدر مخالف ہیں
 تو بہتر ہوگا کہ انکوان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ زمانہ ان کی اصلاح کرے فان الدھر احسن
 المود بین دینے زمانہ سب (چھا کھلانے والا ہے) لیکن غور کرنے سے جھکو اپنی غلطی پر تہنہ ہوا اور میں نے
 سوچا کہ زمانہ یاد ہر یا وقت ہے کیا چیز نہ تو وہ کوئی موجود منفرد اور مستقل بالذات ہے اور نہ اُس میں تصرف
 کی قدرت ہے۔ جو کچھ ہوگا اور جب کبھی ہوگا ہمارے ہی کرنے سے ہوگا۔ چنانچہ سرسید احمد خاں اپنی زمین میں
 اپنا کام کیے چلے گئے۔ اول تو ہمارے یہاں رفارم ہی ایسے کون سے کوٹریوں ہو گزرے ہیں کہ ان کے ساتھ
 سرسید احمد خاں کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن جہاں تک جھکو رفارموں کا حال معلوم ہے یہیں کے نہیں بلکہ
 دوسرے ملکوں کے بھی۔ میں تو سرسید احمد خاں کو برا خوش نصیب اور کامیاب رفارم سمجھتا ہوں۔ انہوں
 ایسی جگہ ایک بنج ہو یا جہاں کی سرزمین اور آب و ہوا کی سطح اس بنج کو سازگار نہ تھی۔ ان کی آبیاری سے وہ

میں جہاں اور اسکو نشوونما ہوا اور انشاء اللہ وقت پر پھولے اور پھلینگا بھی کزمرع اخراج مشطاطہ فائزہ
 فاستغلظ فاستوی علی سوقہ یعجب الزہراء (جیسے کھیتی کہ کہ نل نکل۔ پھر اُس میں جان پڑی
 پھر پیپی پھر کڑی ہو گئی کہ کاشتکار لگے دیکھ کر خوش ہوئے) اور میر سب کچھ انہی کی زندگی میں۔ علیگڑھ میں
 اس بات کا ثبوت مرنے موجود ہے محمدن کالج کہ ایک متنفس کرنے پر آئے تو کیا کچھ کر سکتا ہے اب ہکواؤں میں
 کو نہیں جو اس حال میں جمع ہیں بلکہ تمام مسلمانوں کو سوچنا چاہیے کہ سر سید احمد خاں میں کا ہے کی
 خصوصیت ہے کیا ان کی مال کو پی میں پھندے کی جگہ سرخاب کا پر لگا ہے؟ نہیں۔ کیا یہ بڑے عالم تھے؟
 نہیں۔ کیا یہ بڑے مالدار ہیں؟ نہیں۔ کیا ان کو گورنمنٹ کی طرف سے کوئی اقتدار خاص عطا ہوا ہے؟ نہیں
 پھر انکے پاس وہ کیا لٹکا ہے جس سے مسلمانان ہند کی کایا پلٹ دی اور ان کی سبستی میں ایک نیا ایسا واقعہ
 غلیبم جس سے برسوں کا شمار کیا جائے جیسے مسلمانوں میں ہجرت شروع کر دیا۔ وہ لٹکا ہے دل جو ان کے
 سینے میں لٹکا ہوا ہے۔ کسی کے پاس ایسا دل ہو تو وہ بھی علیگڑھ کے محمدن کالج کا شاہدہ کر سکتا ہو
 فیض روح القدس ارباز داد فرماید: دیگر اہل ہم بکند انچہ میاں سیکرد

ابھی قوم کو ایسے بہت سے دلوں کی ضرورت ہے مقلب القلوب تو فیق عطا کرے اگرچہ محمدن علیگڑھ
 کالج فی حدوۃ بڑے فخر و نمود کی چیز ہے اور ابدگامو بدلتا فخر و نمود کی چیز ہے مگر امید کرتا ہوں
 کہ وہ تعلق وہ قومی تعلق جو سر سید احمد خاں کو اس کالج کے ساتھ ہے۔ کم سے کم میں سمجھیں برس سید احمد
 کو اگر دونا چاہیں بھی تو نہیں مرنے دیگا مگر میری نظر میں علیگڑھ محمدن کالج سے کئی درجہ زیادہ ستر سید احمد
 کے لیے فخر و نمود کی چیز ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو ڈوبتا ہوا دیکھ کر غل مچایا اور انکو ورطہ ہلاکت سے
 نکلنے کا راستہ بتایا بارے شکر ہے کہ مسلمان بدیر بھی گریجے

لاتے اُس بت کو اتھا کر کے کفر توڑا خدا خدا کر کے

اب مسلمانوں کو انگریزی سے نہ اگلی سی وحشت ہے نہ پہلا سا گریز ہے۔ الغرض جو کچھ ہوا اور جتنا کچھ
 بہت ہوا۔ امید سے زیادہ۔ توقع سے بڑھ کر۔ مگر آئے اب بھی مسلمانوں کے درد کی دوا نہیں۔ اسوقت
 تک جتنی انگریزی پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔ اسکی غرض و غایت ہو سکری نوکری۔ انگریزی پڑھنے پر بھی مسلمانوں
 کو سرکاری نوکری میں سے جو حصہ ملے والا ہے وہ ایسا ہی ہوگا۔ جیسے اونٹ کے مونہ میں زیرہ۔ اول تو وہ

نوکر باں ہی کتنی ہیں۔ ایک انار اور پکڑ کر کے دعویدار صمد بیچارہ کہ نہ ذات کی قید نہ پیشے کا لحاظ نہ مذہب کی خصوصیت نہ ضرورت پر نظر۔ ایک عالم ہے کہ نوکری کے ضبط میں گرفتار ہے۔ انگریزوں کے سارے نظام اچھے ہیں مگر وضع الشئی فی غیر محلہ رہے جگہ چیز کو رکھنا۔ روڈ بال این اسے اسکو ترہول دچو کو روٹو میں روٹو گولی، انہوں نے اپنے ملک پر قیاس کر کے نوکری کو عام کر دیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ یہاں نوکری ایک پیشہ ہے اور پیشہ دخل ذات۔ پس نوکری کا عام کرنا گویا ذات کے ہتھیار کو مٹانا اور سوسائٹی کے قدیم کانسٹیٹوشن بنانا کو بگاڑنا ہے۔ جو اعتراض نوکری کی تعلیم پر ہے وہی مع شئی ذائد تعلیم کی تعلیم پر ہے۔ بھٹیاریے نانی۔ قصاتی۔ و صوبی۔ گھسیاریے۔ وزری۔ خاناماں۔ خدمتگار بلکہ جنگی تاک پڑھنے پڑت پڑے۔ لکھ پڑھ جانے سے کمینوں کی توسو سائٹی میں کچھ بھی عزت نہ بڑھی۔ مگر ان نااہلوں نے علم کو ذلیل کر دیا۔ ع ہر جہ گیر د۔ علی علی علست شود

میرے والد مرحوم مجھے بچپن میں سہایا کرتے تھے کہ بیٹا علم تمنائے شرافت ہے۔ اُنکے یہ الفاظ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ اب اسی تمنائے شرافت کو دیکھتا ہوں۔ چینی کے بٹنوں سے زیادہ تفلہ جس قلی مزدور نے چائے ایک پیسے کے درجن بہر خریدے۔ اور کوٹ میں ٹانگ پھرا۔ منجھلہ ہندو و ہندو بھارتی جو تعلیم سے پیدا ہوئیں اور ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ بڑی قباحت یہ ہے کہ پیشہ نوکری ہندوستان میں ہمیشہ سے رہا ہے معزز۔ جو شخص ذرا سی بھی شدد بد کر لیتا ہے۔ نوکری کے سوائے دوسری شے کو سائنہ نہیں لگانا چاہتا۔ نتیجہ یہ ہے کہ دوسرے پیشوں میں پیشہ وروں کی تعداد برابر گھٹتی چلی جاتی ہے۔ اور جتنے لوگ دوسرے پیشوں کو چھوڑتے جاتے ہیں وہ سب نوکری میں ٹھٹھتے جاتے ہیں۔ پس اگر مسلمانوں نے سرکاری نوکری کے لالچ میں آکر انگریزی پڑھنی شہرہ کی ہے اور مجھے خوب معلوم ہے کہ جنہوں نے پڑھی اسی طرز سے پڑھی۔ اور جو پڑھ رہے ہیں سب فرض سے پڑھ رہے ہیں۔ اگرچہ کہتے ہوئے میرا جی کرتا ہے مگر بے کسے رہا بھی نہیں جاتا کہ امتحان میں اگر قبل (ذاکایا ب) نہ ہوں تو اس موقع پر اکثر ضرور قبل ہونگے اس واسطے کہ اسٹور (گودام) کچا کچ بہا پڑا ہے اور ڈانڈ (ٹانگ) سہائی (رشد) کے مقابلے میں گویا کہ نہیں۔ اگرچہ خطرنا کامی بھی کے لیے ہے۔ مگر روپیے میں دو آنے ہندو تو چوہہ آنے مسلمان کیونکہ مسلمانوں نے انگریزی کے شروع کرنے میں استعداد کی کہ ہندو چھوٹی بڑی تمام سرکاری خدمتوں پر فاضل ہو چکے تھے۔ علاوہ ہیں گورنمنٹ سروس کا بڑا حصہ سروس (اوتنے درجہ کی نوکری) جس میں تھوڑا

بہت ابتداء چار و ناچار اگیز کرنا پڑتا ہے۔ اور ہم مسلمانوں کا حال جی ہوتی سی کا سہ ہے کہ راکھ ہو گئی گم
بل نہیں گئے۔ سخت بات کی سہا نہیں۔ غرض شام قومی شمار نہیں ہے

ہم خستہ جاں ہیں تمہ سے بھی نازک مزاج تر بہ تیوری پڑائی تو نے کہیاں دم بھل گیا

غرض جطرح پرتعلیم اب ہو رہی ہے اسکا لازمی نتیجہ پیدلی جبکہ ام المضاہد و تمام خراہیوں کی ماں سمجھا
چاہیے۔ بار بار سرسید احمد خاں کا نام لیتے ہوئے میری طبیعت مضایقہ کرتی ہے۔ کہ مبادا کوئی کریم النفس
خیال کرے کہ جطرح لکھنؤ کے مرثیہ خواں بنائے ہوئے بسور نے والوں کو مجلسوں میں ساتھ ساتھ لیے پھرتے
ہیں کہیں اس جطرح سرسید احمد خاں جھکو تو اپنے ساتھ نہیں لائے۔ لیکن اگر خدا کسی کے دماغ میں ایسی برکت
دے کہ ہر ایک مفید چیز کی طرف سب سے پہلے اسی کا ذہن منتقل ہو کرے تو کیا خدا کا ہاتھ پھڑکا جاسکتا ہو۔

محنت محض است اگر لطف بھان آفریں وہ خاص کسند بندہ مصلحت عام را

جطرح مسلمانوں کے رفارم کا مضمون ہے پہلے سرسید احمد خاں کو سوجھا اس جطرح ایجوکیشن کلنگس کی ابتداء
سے ہوئی اگر اس میں کامیابی ہوئی اور امید ہے کہ ہوگی اور ضرور ہوگی تو میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کے تباہ
کی صبح کے طلوع کا وقت قریب آگیا کیونکہ تعلیم ہی ایک چیز ہے جو دنیا اور دین دونوں کی درستگی کی تکمیل ہو
اگر تعلیم کو ہم ایک مقدمہ فرض کریں تو اسکی روداد ایسی صاف اور سلیس ہے کہ جو فیصلہ پسندوار
کیا جائے مختلف فیہ ہو نہیں سکتا۔ جھکو چاہیے کہ پہلے اہل یورپ کے ساتھ اپنی حالت کا موازنہ کریں۔ ہم دیکھتے
ہیں کہ جو سامان مبادیہ فیاض نے اپنی قدرت کا ملہ سے انسان کی آسائش کے لیے مہیا کیے ہیں جھکو انیس
لائٹنر شیر (شیر کا حصہ) طلبے۔ ہماری جیسی سرزمین۔ ہماری جیسی آب و ہوا۔ ہمارے جیسے موسم۔ ہمارے جیسی
پیداوار۔ نکلے۔ میوے۔ درخت۔ پھول۔ پھل۔ ہمارے جیسے حیوانات۔ ہمارے جیسے معاون کوئی چیز عجیب
تو اہل یورپ کو تشبیہ نہیں۔ اس رو سے چاہیے تھا کہ ہم خوشحال ہوتے۔ اور اہل یورپ تنگ دست
ہم محتاج الیہ ہوں اور اہل یورپ محتاج۔ لیکن معاملہ منعکس ہے۔ سلطنت کو بھڑا میں ڈالو۔ اور اس سخت
کا نام نہ لو۔ یوں دیکھو کہ ہندوستان اور یورپ میں باہمی لین دین کا کیا رنگ ہے۔ وہ رنگ تو یہ ہے کہ
ایک آدمی ہے نہ زندہ نہ مردہ بلکہ سستا ہو انیم جان ضعیف و ناتوان۔ اُس بیچارے کو اس کثرت سے
جو محکمیں۔ لپٹی ہوئی اسکا خون پی رہی ہیں کہ کوئی مسام جو کسے سونہ سے خالی نہیں اور جو نکلیں بھی کاغذی

سہ ضامن ۱۲ عہ جن ہر ایک سواغزل کے ذریعے ہوا جسم کے اندر پہونچتی ہے۔ یہ سوراخ باہمی النظر میں معلوم نہیں ہوئے ۱۲

نہیں بلکہ بڑی قسم کی جو بھی سنا جو تک کھلاتی ہیں۔ آپ سمجھتے کہ میری اس تمثیل سے میری کیا مراد ہے؟ وہ
 نیجاں آدمی ہندوستان ہے۔ خون مکی دولت۔ اور جو کہیں اہل یورپ۔ یہ سب جتنا ایک نادان بلکہ بے ایمان
 آدمی کا کام ہے۔ کہ انگریزوں کو حکومت ہائی دولت گھسیٹے بیٹے چل جاتے ہیں۔ خواترڈ اور کامرس (تجارت) اور اسپورٹ
 اور اسپورٹ (مال کی درآمد و برآمد) کی رپورٹیں پڑھو۔ اور فنانس بیل سکرٹریٹ سے سالانہ بیٹ (تخمینہ جمع و خرچ)
 کے نقشے لیکر دیکھو۔ مگر خبردار نقشے مانگتے جاؤ تو اتنی بات ضرور قبا دینا کہ ہم نیشنل کانگریس والے نہیں ہیں تو حکومت
 ہو کہ سلطنت کی راہ دولت رس ہی ہے تو ٹریڈ (تجارت) کی طرف بند لوٹا ہوا ہے۔ ہماری اور اہل یورپ کی
 تجارت کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم خریدنے والے ہیں اور اہل یورپ بیچنے والے۔ بیشک ہندوستان سے بہت
 سامان یورپ کو چلا جاتا ہے مگر مینو فیکچرڈ تیار کیا کرایا نہیں بلکہ رامیٹریل (غیر تیار شدہ ہتھیار) کہ جیسا
 پیدا ہوا ہوں کاتوں یورپ چلا گیا۔ اہل یورپ نے اپنی ہنرمندی سے بنایا سنوارا اور اضعاف مضاعفہ
 نفع پر پھر اٹا ہمارے سرمایہ۔ اہل یورپ نے ساری تجارت کو اپنی منہی میں کر لیا ہے جیسے شیر کہ اُسے شکار
 مارا اور گودا اور خون جو چھپ نہیں عمدہ اور منہ کی تھیں۔ آپ کھائیں میں خالی ہڈیاں لوٹری کے لیے چھوڑ دیں
 کہ لے انکو پٹری چھوڑ کر۔ دلی میں اسوقت غلے کی بڑی بھاری منڈی کھاری ہا ولی ہے۔ بندہ کا غریب خانہ اسی
 منڈی کے متصل ہے۔ صبح ہوئی دن چڑھتے چڑھتے رالی برادرند نام تجاراں انگلستان کے گھانٹے بازار میں
 آہرے۔ اس بازار میں اکثر اوقات سطح کی چل پھل رہتی ہے کہ بہتہ نہیں ملتا۔ ہجوم کرنے والوں میں وہ
 محتاج لوگ بھی ہوتے ہیں جو چھلج اور جھاڑیے ہوئے گرے پڑے دانے و نئے سوٹھرتے پڑے پھرتے ہیں
 میں جب جب ان مصیبت مندوں کو دیکھتا ہوں بے اختیار جی میں خیال آیا کرتا ہے کہ نہرا مان غلط پڑ
 تل رہا ہے۔ مگر ان کی قسمت کے دانے ہیں بس سطح یورپ کی تجارت میں ہر روز لاکھوں کروڑوں کے دانے
 نہارے ہوتے ہیں ہمارے حصے میں کیا آتا ہے کوڑیاں۔ یا خوب گھرے ہوئے تو پیسے۔ یورپ کی اصلی اور
 حقیقی عظمت۔ اصلی اور حقیقی ہنرمندی۔ اصلی اور حقیقی دولت کا اندازہ بے یورپ کی نہیں ہو سکتا۔ گریز
 نہیں ہو سکتا۔ وہ صد ہزار انواع و اقسام کے کارخانے۔ وہ صد ہزار انواع و اقسام کی کلیں وہ صد
 ہزار عالی شان عمارتیں سکرپس۔ پل۔ ٹیل۔ سزنگ۔ انڈر گرؤنڈ (زیر زمین) ریلوے ڈاکس۔ ہتھوڑ (جہاز)
 مارکٹس (بازار) پلینرز (پلوان) پارکس گارڈنز (باغ) میوزیمز (عجائب خانے) چرچس (گرجا گھر) اور کیا

اور کیا۔ کیونکہ ہندوستان میں اٹھکڑا جاتیں کہ ہم انکو دیکھیں مگر جقدر یہاں ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہے اس سے تو اتنا تو کورنفر سے کورنفر اور متعصب سے متعصب بھی تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہم کسی دنیاوی بڑی میں انگریزوں کے ساتھ لگتا نہیں کھا سکتے۔ اچھا اب دوسری بات ہکویہ دیکھتی ہے کہ انگریزوں میں یہ ہنرمندی یہ صناعی یہ قوت ایجاد آتی تو کہاں سے آئی اور کیونکر آئی۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزوں کے سارے کمالات اس ایک صفت پر تفسیع ہیں کہ سب کے سب بڑی سرگرمی کے ساتھ واقعات نفس الامری کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں یعنی ان کی طبع میں قوت استقرار عبالنسبة الی سائر الناس (جزئیات سے کلیہ قاعدہ بنانے کی قوت بہ نسبت اور دل کے) غالب ہے۔ اور ہونو لوکل سرکٹا سنرینے مقامی حالات نے انکے اس حسن (حواس کو تیز کیا ہوگا نفسی ازوی مدرآت انونشن (ضرورت مادر ایجاد) ان کی سرزمین ضروریات زندگانی کے پینا کرنے کے قابل نہ پہلے ہی اور نہ جیسی چاہتے اب ہے آئندہ کسی تدبیر سے ضروریات زندگانی کیسی اگر خوشچہرہ (روحیت زندگانی) ہی اس سرزمین میں پیدا ہونے لگے تو عجب نہیں۔ کارخانہ دنیا کا انتظام اسی قاعدہ پر بنی کہ مخلوقات میں جقدر جبکی ضرورتیں اسقدر رول (کابل) اور ضعیف العقل۔ اگر انسان گھاس پھوس سے اپنا پیٹ بھریا کرنا اور گرمی سردی برسات سے متاثر نہ ہوتا تو ایک گدے جتنی عقل اسکو کفایت کرتی اور آسانی اسکو ملتی بھی۔ مگر نچر (فطرت) نے ایک طرف انسان کو سادو سامان زندگی کے عطا کرنے میں مضایق کیا تو دوسری طرف عقل سے اسکی تلافی کر دی۔ اگر یہ استدلال صحیح ہے تو ایشیا تک تو میں غلطہ اہل یورپ کے مقابلے میں کابل کہ عقل ہیں۔ میں شاید اپنے بیان کے قصور کی وجہ سے اپنا مافی الضمیر اچھی طرح آپ صاحبوں کے ذہن نشین نہیں کر سکا۔ ٹوپی مورپلین (زیادہ وضاحت کے ساتھ) میرا مطلب یہ ہے کہ اگر آپ قوم کو ایسی تعلیم دینی چاہتے ہیں کہ اسکے ذریعے سے قوم کی حالت درست ہو جیسی کہ اہل یورپ کی ہوئی تو یہ شکل آپ کی نصیب العین (آنکھ کے سامنے) رہنی چاہیے کہ میری سمجھ کے مطابق قوم کی طبیعت میں اسکا تقاضا غم نہیں یا اگر ہے تو اسقدر ضعیف ہے کہ اسکو قوی کرنا ویسا ہی دشوار ہے جیسا کہ نئے تقاضے کا طبیعت میں پیدا کرنا تعلیم مرد و عورت کا وہ سرکاری کالجوں کی ہو یا علی گڑھ محمدن کالج کی جھکاویا معلوم ہوتا ہے کہ اس شکل کو اس وقت کی نظر سے نہیں دیکھا گیا جبکی وہ سختی ہے۔ علیگڑھ محمدن کالج کو سرکاری کالجوں پر کچھ مزیت ہو۔ یورپوں کا بڑا اہتمام ہے مسلمانوں کے تالیف قلوب کی بھی کچھ رعایت کی گئی ہے۔ مگر ان باتوں کو نفس تعلیم میں جیسے ہیں بحث کرنا

ہوں کچھ مدخل نہیں۔ جہاں تک ہم کو علم ہے۔ علیگڑھ محمدن کالج کی جماعتوں کا سٹینڈرڈ اور سرکاری کالج کی سٹینڈرڈ نہ صرف یکساں بلکہ متحد ہے۔ پس تعلیم مروجہ تمام برٹش انڈیا میں قریب قریب ایک ہی طرز کی ہے۔ اس طرز پر پٹنے لوگوں نے آج تک تعلیم پائی ہے۔ انکا مجموعی شمار بھی کچھ ایسا کم نہیں لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ ملک کی حالت پر خود تعلیم یافتہ لوگوں کے مائینڈز (دلوں) پر اس تعلیم کا کیا اثر مفید مترتب ہوا ایک کا جواب بڑی (زہیں) دوسرے کا نئے (کچھ نہیں) برٹش انڈیا ما شاء اللہ اتنا بڑا وسیع اور آباد ملک اور مدتوں سے تعلیم کا سہ چلا لیکن کوئی صاحب مہربانی فرما کر بتائیں کہ شروع سے لیکر آج تک کسی پاس شدہ سٹوڈنٹ نے کسی قسم کی کوئی نکل نکالی؟ کسی چیز کی کان دریافت کی؟ فلاح کے پرلے وقیانوسی دستوروں میں کسی دستور کو بدلا؟ حیوانات میں سے کسی حیوان کی نسل کو درست کیا؟ اپنے بھائی بندوں میں ڈوسنگ اکاڈمی (خاندان داری) میں کفایت شعاری اپھیلائی؟ لوگوں سے سینٹری رولز (صفائی کے قاعدے) کی تعمیل کرائی؟ تجربہ و استدلال کر کے موالید نکلنے میں سے کسی ایک چیز کا کوئی نیا خاصہ تحقیق کیا؟ کوئی سی و دو چیزوں میں علاقہ علم و معلولیت ثابت کر دکھایا؟ یہ نہ سہی اپنی اپکو کیشن (تعلیم) سے کسی اور طرح پر پبلک کو نفع پہونچا یا تو بتاؤ انہرائے خدا بتاؤ کہ دراپر ابھی جی خوش ہو جائے۔ پبلک کو نفع پہونچا تو درکنار ابھی سے لوگوں نے جھینکنا شروع کر دیا ہے اور ابھی جھینکیں گے کہ تعلیم مروجہ سے خود پڑھنے والوں کی کاربر آری نہیں ہوتی اور واقع میں یہ پڑھے لکھے تعلیم یافتہ اپنی دوکان پھیکا پھکان سگریٹ نوکری کے علاوہ اور ہیں بھی کس مصروفے۔ اور اگر ان کو نوکری نہ ملے اور نہ ملنے کے احتمالات زیادہ اور قومی تر ہیں تو یہ بیچارے مصیبت کے مارے روٹیوں کو محتاج معاش سے تنگ مز کیا نہ کر تا عذاب ہوں گے اپنے حق میں۔ اپنے خاندان کے حق میں سوسائٹی کے حق میں۔ اور گورنمنٹ کے حق میں *

اب میں اپنے خیال کے مطابق یہ بات دکھانی چاہتا ہوں کہ تعلیم مروجہ میں کس چیز کی کسر ہے اس میں اتنی ہی کسر ہے کہ ادھوری اور نام تمام ہے۔ میں اس وقت کے تعلیم یافتوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں انکو ہر طرح کی تحقیر و توہین کا مستحق جانتا ہوں اور ہر چند ساری عمر میں نے بھی پاپ پڑیلے ہیں۔ مگر میں صاف دل سے انکو اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں۔ میری طالب علمی کے زمانے میں تو بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے کے کچھ بھیرے تھے نہیں اور خدا نے ہم کو اس درد مہری سے بچا یا ہے کہ اپنے نام کے ساتھ کسی خطاب کا

و مچھلا لگاؤں لیکن میں اس کا متعرف ہوں کہ اگر مجھ سے ایسے کڑے کڑے امتحان لیے گئے ہوتے تو میں صدمہ
 خیل (نا کامیاب) ہوتا۔ میری طبیعت ہی خد نے ریاضی کے مناسب نہیں بنائی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ
 جس زمانے میں ڈفرنشل اینڈ انٹگرل کیلکیولس پڑھتا تھا اقلیدس کے ابتدائی مقالوں کے نئے دعویٰ اور جہر
 و تعالے کی مشکل سادہ اوتوں کو حل نہیں کر سکتا تھا۔ کیا یہ بے نسبتی اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ میرا دلغ
 میرا حافظہ میرا ذہن یعنی میں پورا اور پکا مسلمان ہوں۔ ہاں تو عرض یہ ہے کہ مجھ کو تسلیم کرو کہ نقصان نہ کھا
 منظور میں تعلیم یافتہ کی امانت مقصود نہیں۔ تو کوئی تعلیم یافتہ اس سے بُرا نہ ملے کہ میں تو آجکل کے
 بڑے سے بڑے تعلیم یافتہ کو بھی اینٹل کا مصداق سمجھتا ہوں۔ جیک آف آل اینڈ ماسٹر آف فن (ب)ب
 کچھ جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے، انسان کے مائنڈ (دل) کا حال بھی قریب قریب اُسکے معدے کا سا ہے
 اگر کوئی شخص اوپر تلے انا پ شناپ کھانا ٹھونسنا چلا جائے تو نہ معدہ اُسکے ہضم پر قادر ہوگا اور نہ کھانا اُن
 بدن کرے گا۔ اسی طرح اگر کوئی طالبِ اعلم پڑھنے میں اوور کریمنگ (طوطے کی طرح سے حفظ کرنا) کرتا جائے
 جیسا کہ آجکل ہورہا ہے یقیناً وہ اسکو ڈائجسٹ (ہضم) نہیں کر سکیگا اور نہیں کر سکتے۔ اور نہ ایسا پڑھنا اُسکے
 لیے مفید ہوگا۔ اور نہیں ہوتا۔ کسید کا کیا اچھا مقولہ کہی کا نظر سے گزرا ہوا یا دے۔ سم تھنگ فایوری
 تھنگ اینڈ ایوری تھنگ آف سم تھنگ (یعنی ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا اور کوئی چیز ساری بھی) بس مجھ
 سے پوچھتے ہو تو تعلیم میں اس قاعدے کی حرفِ حریفانہ قائل ہونی چاہیے۔ طریقہِ مردِ وجہ میں سم تھنگ آن
 ایوری تھنگ ہر چیز میں سے تھوڑا تھوڑا، کا نباہ تو خوب کیا جاتا ہے مگر ایوری تھنگ آف سم تھنگ کوئی
 چیز ساری بھی) کا مطلق خیال نہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس طریقے کے مطابق جتنے لوگوں نے تعلیم پائی ان
 میں کوئی شخص کسی شعبے کا کامل فن نہوا جی طرح فی اشل درخت شمر کی رسیدگی کا ایک وقت ہوتا ہے کہ اس
 پہلے اُس میں پھل نہیں آتا۔ اسی طرح درختِ علم کو بے کمال کے رسیدگی نہیں ہوتی اور نہ اس سے کسی فائدے
 کی امید کیجا سکتی ہے علم شئی ہر اڑھل شئی کے اعتبار سے دیکھو تو ادلے سے ادلے درجے کی تعلیم بھی
 خالی از منفعت نہیں بیشک اگر وہ کاشتکاران اگر اتنا لکھنا پڑھنا اور لیکھا کرنا سیکھ لیں کہ پٹواری منالطہ دی
 اور زمیندار زیادہ مستانی نہ کر سکے تو اس سے سکونکار ہے کہ اتنی ہی استعدادِ علمی کاشتکار کے لیے مفید ہوگی
 ریاضی میں جبر و تعالے سے اونچے شعبے کا نام ہے اور اُن کا ترجمہ کلیات و جزئیات سے کرتے ہیں اسلئے

میں بڑی لگتی ہے۔ یہ لوگ قومی غیر خواہی کے جوش میں اقمند متبع تھے کہ زبان انگریزی کے سیکھنے تک صبر نہیں کر سکتے تھے مارے گہراہٹ کے انہوں نے ترجمے کی مشکلات پر مطلق نظر نہ کی۔ انہوں نے دیکھی تھی شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد ذکار اللہ صاحب کی اردو کی پوکھڑا قلمیہ س، اردو کا البحر الجہر و مقابلہ کہ لے کی جگہ الف اور بی کی جگہ ب۔ ایکس کی جگہ لا۔ اور وائی کی جگہ۔ سی۔ رکھ دینے سے خاصی طرح کام چلتا ہے۔ سب سے کہ لوگوں کو انگریزی کے انتظار میں بھٹانا کیا ضرور باطنی دھم فلاحات پاکستانی (علم کیا) کا کوئی چھوٹا سا رسالہ لیکر بیٹھتے اور ایک دو چپٹر باب کا ترجمہ کرتے تو حقیقت کھلتی کہ علوم جدید کا اردو میں لانا جوئے شیر کا لانا ہے یہ لوگ اپنی رائے کی تائید میں یونانیوں اور اہل عرب اور انگریزوں کے شواہد پیش کر کے پھرتیچہ نکالتے ہیں کہ جب کسی قوم نے علم میں ترقی کی ہے اپنی ہی زبان کے پڑھنے سے کی ہے۔ ہم ایسے ڈبکوسے نہیں سنتے جن قوموں سے استشاد کرتے ہو اپنی ترقی کے زمانے میں حکمران بھی رہے ہیں۔ بلکہ ایسی قوم کی نظیر دکھاؤ۔ جو ہماری طرح فارنرز (اقوام جنسی) کی محکوم رہی ہو میں اسکو تسلیم کرتا ہوں کہ ہم ہندوستانیوں کو انگریزی کا سیکھنا دشوار ہے اور ہماری اور انگریزی کی کچھ خصوصیت نہیں ہر شخص کو فارن لینگویج (اجنبی زبان) کا سیکھنا دشوار ہوتا ہے انگریزوں پر ہی نظر کرو۔ کہ چپٹیں چپٹیں تین تین برس اس ملک میں آکر رہتے اور ہمہ وقت گھر پر کچھری میں اردو کے الفاظ سنتے بائیمہ شاد و نا در کوئی انگریز ہوگا بلکہ تلفظ کے اعتبار سے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ ایک بھی نہیں جو ہم ہندوستانیوں کی طرح اردو کا ایک چھوٹا سا جملہ بھی بول سکے۔ میرے ایک بڑے معزز دوست جو ولایت میں رہا اُسے میں بیان کرتے تھے کہ ایک صاحب پشور کی کلب میں اپنے دوستوں کے رو پر بیان کر رہے تھے کہ ہندوستان عجیب ملک ہے اور سب سے زیادہ عجیب اسکی زبان ہے کہ ایک لفظ کے کئی کئی معنی مثلاً ”ہما“۔ (ٹی۔ چما)۔ ”چھا“۔ (فور۔ چار)۔ ”ہما“۔ (ول۔ کنواں)۔ ”چھا“۔ (ڈرائر۔ خواہش)۔ ”ہما“۔ (اے کانٹڈ آف برڈر۔ چما)۔ ”ہما“۔ (نوگور۔ چمانا)۔ ”اچھا“۔ (وکیلے سلائٹ وقرنس۔ (ٹھوڑے اختلاف سے) ریکل۔ اچار)۔ اینڈ گڈ۔ اچھا۔ لیکن فارن لینگویج (اجنبی زبان) میں جو دشواری ہوتی ہے کمال زبان دان کی ہوتی ہے۔ جتنی انگریزی علوم کے سمجھنے کو رکا رہے۔ میرے نزدیک چنداں مشکل نہیں۔ میں نے ترجمے کا کام کیا ہے اور ہر گوارو کی وسعت معلوم ہے۔ میری ہمت تو قصور کرتی ہے کہ انگریزی کی کسی علمی کتاب کے طلب شہادت ۱۳

ترجمہ کروں

میراثہ اللہ نماں جہاں اور سخران کیا کرتے تھے ایک مرتبہ اُنکے سر میں یہ ضبط سمایا کہ لاؤ عربی کے منطق کو اردو کریں تو مصطلحات کے کیسے کیسے ترجمے مغربے اُتارے ہیں موجباً کلیہ پورا جوڑہ سب الہ کلیہ پورا توڑ۔ عموم و خصوص مطلق انہی پنج پنج عموم خصوص من وجہ و وہی اُنکے پنج و قس علی ذلک میں نہیں بہت کہ انگریزی کے مصطلحات العلوم کا کسی سے ایسا بھی ترجمہ ہو سکے۔ بہلا مصطلحات جن توں کر کے گھرے بھی تو آلات اور کلوز کے کیل پرزوں اور پھروں کے ناموں کا کیا علاج۔ آخر ان کو تو چارونا چارو پھوڑ کنا ہی پڑے گا۔ پھر ترک کتا بہت ما شاء اللہ ایسا عمدہ انگریزی پر ذہنی ایشن و لفظ کی کی طرح ہمیں بھپت ہی نہیں۔ الغرض جس شخص نے انگریزی علوم کو اردو کرنے کا ارادہ کیا۔ ع

دماغ بیدہ پخت و خیال پہل بست

میں بہتتا ہوں کہ ترجمے سے زیادہ تو یہ آسان ہے کہ کہیں سے کوئی میچک دانڈ (جادو کی چھڑی) اٹھائے تو لندن کو ہی یہاں اٹھا لائیں۔ میں ترجمے کا کچھ ایسا وجہ سے مخالف نہیں ہوں کہ ترجمہ نہ نہیں سکتا۔ تاہم میں انگریزی علوم کا انگریزی ہی زبان میں پڑھنا پسند کرتا ہوں۔ انگریزی ایسی بُری طرح پہنچے جھاڑ کر ہمارے پیچھے چھٹی ہے کہ اب اس سے ٹھکر ممکن نہیں۔ ع

ورنہ ستانی بہ ستم میرسد

ویو اسٹانی کے جس پر۔ چاقو پر۔ مقراض پر۔ پنسل پر۔ قلم کے ہولڈر پر۔ پتھر پر۔ خط لکھنے کے کاغذ پر۔ لفافے پر۔ کارڈ پر۔ غرض ہر انگریزی چیز پر۔ کسی انگریزی آفس مثلاً ریلوے اسٹیشن میں جاؤ تو دروازے دروازے پر۔ ریل کی گاڑیوں پر۔ حدیث و کچھ انگریزی مٹی آرڈر۔ ٹیلیگرام۔ ویلیو پے بیل پائل بلٹی سب کے فارم انگریزی ہی ہیں۔ انگریزی عملداری ہے۔ انگریزی جعفر پاقوں پھیلاتے اسکا گتہی تعجب سخت تعجب کی بات تو یہ ہے کہ روم اور فارس کے اخباروں میں اس قدر انگریزی الفاظ ہوتے ہیں یا فرانسسیسی کہ وہ بھی انگریزی۔ کسے قریب قریب کہ جسکو انگریزی نہیں آتی ان اخباروں کو سمجھ نہیں سکتا۔ حضرت شاہنشاہ ایران سیرنگستان کو تشریف لے گئے تھے۔ حضرت کارون نامی شاہ فارس کے

۱۵۔ اس طرح اُوروں کو قیاس کرو ۱۶۔ وہی مجنہ ۱۷۔ ۱۸۔ پر ہیز ۱۹۔ قلم تہی ۲۰

کورس میں بھی داخل ہے۔ اسکا بھی وہی حال ہے۔ جو خاص طور پر ان کے اخبار "نارسی" اور جو خاص
مقطع تنظیم کے اخبار عربی "الجو تب" کا ہے۔

جو کفر از کعبہ جزیہ نزد عجبا مانا نہ سلامتی

تو جب ہنگو انگریزی چارونا چارسیکینی ہے۔ کیا فائدہ کہ علوم انگریزی کو اپنی زبان میں ترجمہ کرنے کا
مقصد کریں جبکہ اس مقصد کا انجام معلوم ہے ٹوٹل فیلو (نا کامی محض)

ہر خدینے آپ صاحبوں کی سامعہ خراشی بہت کی اور سیکورلریجیویشن (دینی تعلیم کے
متعلق جو کچھ ہم کو کہنا تھا کہ چکا۔ لیکن ہم کو مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے بارے میں کچھ کہنا چاہیے اگرچہ
معتوبہ ہی کیوں ہو۔ اگر مذہبی تعلیم ٹھنڈا ایجوکیشنل کانگریس کے پروگرام میں داخل ہے تو میں سمجھتا ہوں
سکنڈیری کو تین کے طور پر ہوگی۔ جیسے طالب علموں کے کورس میں سکنڈ لینگویج۔ یعنی کانگریس کا ہر طالب
تو یہ ہے کہ مسلمانوں کی دنیاوی تعلیم کی اصلاح ہو۔ مگر دیکھتے ہیں کہ دنیاوی تعلیم کا پتہ مذہبی تعلیم کی اصلاح
کے بدون آسانی اور تیزی کے ساتھ چل نہیں سکتا۔ ناچار مذہبی تعلیم کو بھی اپنے نامہ اعمال میں بڑا یا راج
این ہم اندر عاشقی بالائے غمناے دگر

اگر میرا یہ خیال صحیح ہے تو میرے نزدیک کانگریس کی کارروائی ناقص ہے۔ اور اسکی تدبیر نا کافی اصلاح
کی دنیاوی تعلیم سے کئی درجے بڑھکر ان کی مذہبی تعلیم محتاج اصلاح ہے۔ مذہب اسلام ایسے ٹریٹ
کہ اسکو دنیاوی امور سے کچھ سروکار نہ ہو۔ شارع اسلام اتاہ اللہ الفضیلۃ والد رجبۃ الر فیحۃ راسد
ان کو بزرگی اور بہت عالی درجہ دے) ہم کو ایک کوڑا مجموعہ قوانین (حوالہ کر رہے ہیں کتاب اللہ
مَدَوْنٌ بِلَالِ قَتَنِیْنِ راسد کی کتاب دو فقیہوں کے بیچ میں) جو شتمل ہے معاش اور معاوہ اور اوام
اور فوہی اور معتقدات اور عبادات اور معاملات اور اخلاق اور آداب معاشرت اور سیاست مدن اور سیاست
منزل اور تاریخ اور مواظب سب پر لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (کوئی تر و خشک نہیں
مگر قرآن میں ہے) اب میں سب سے پہلے ان مسلمانوں سے جتنے رواں رواں فوارہ محبت اسلامی ہے جو حقہ اہل

لے سہ ضعیف ۱۱۱۱ دوسری زبان مطلب یہ ہے کہ شل جن لوگوں کو انگریزی زبان میں امتحان دینا منظور ہے وہ مجھ کے ہاتھ
کلیں جو وہی زبان میں امتحان دیں شل عربی یا سنسکرت وغیرہ تو اس صورت میں عربی یا سنسکرت کو سکنڈ لینگویج کہیں گے ۱۲۱۱ یعنی جن کے
اعمال سے تعلق نہ صرف معتقدات ۱۱۱۱ جمع امر یعنی حکم ۱۱۱۱ جمع نہی یعنی منع ۱۲۱۱ انتظام ملک ۱۱۱۱ انتظام خانہ داری ۱۱۱۱

کہ تم میں سے کتنے ہیں جنہوں نے فی عمر ہر ایک بار کتا ہا لند کو شریعہ آخر تک سمجھ کر پڑا۔ تم کہو نہیں ایک
میں کہوں گا۔ ہرگز نہیں۔ تم کہو ہر ایک میں کہوں گا ہرگز نہیں۔ تم کہو دس ہزار میں ایک۔ میں کہوں گا
نہیں۔ یہ طبع تم تہمتے جاؤ اور میں نہیں کتنا ہاؤں۔ یہاں تک کہ تم کہو چاس ہزار میں ایک۔ میں کہوں گا شاید
تیس نہیں سمجھتا کہ اسکے بعد بھی مسلمانوں کی مذہبی تعلیم میں مجھ کو کسی اور نقصان کے بیان کرنے کی ضرورت باقی ہو
کیسی تعلیم اور کمال کی تلقین۔ سرے سے ان کے مذہب کی بنیاد ہی درست نہیں۔ س

وہن کا ذکر کیا یاں سرہی غائب ہے گریباں سے

خاص خاص لوگوں کی مذکور نہیں ہو۔ بلکہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کے حالات سے بحث کی جاتی ہے
غور سے دیکھو تو ان کے دین کا ماخذ ہے۔ رسم و رواج باپے اوں کی تقلید پیشواؤں کا فرمودہ اور یہ بھی
عادتی ہیں جنہر قرآن میں جگہ جگہ یہود کو ملامت کی گئی ہے۔ ایک شخص جب کو واقع میں اپنے اسلام پر ناز ہے
وہ مسلمان ہے۔ مگر کیوں؟ اس سبب سے کہ وہ مسلمان کے گھر پیدا ہوا اور مسلمانوں کی سوسائٹی میں ہو۔ باوجودیکہ
قرآن جیسی کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہے اور اس میں فطرت بشری کے لحاظ سے مطلق کاسٹینڈرڈ
(درجہ) بہت ہی مائی (اوپن) رکھا گیا ہے۔ مگر چونکہ عام مسلمان انکو سمجھ نہیں سکتے اس کی عمدہ تعلیم سے
متاثر نہیں ہوتے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ان کے معاملات اور عادات بیدین لوگوں کے معاملات اور عادات کی
طرح خراب ہیں۔ اسلام میں بہترین عبادات نماز ہے اور وہ عربی زبان میں ادا کی جاتی ہے۔ میری سمجھ میں
نہیں آتا کہ جو شخص انکی تہذیب و تسبیح تک کے معنی نہیں سمجھتا۔ کیونکر دل کو خدا کی طرف متوجہ کر لیتا ہوگا یا پنا
حال تو یہ ہے کہ عربی سمجھنے پر حضور قلب نصیب نہیں ہوتا ہے

تو کے بدولت ایشاں رسی کہ توانی ✽ بجز دور کت و آں ہم بصد پریشانی

علمائے دین تو خدا جلے کیا فتوے دیں۔ میں ایک دنیا دار آدمی ہوں وَمَا آذَنِي مَا يُفْعَلُ فِي وَكَانَ
دیں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور نہ معلوم کہ تم کو کیا پیش آئے گا، مگر دیکھتا ہوں
کہ ادھر قانون شتر ہو اور اسی وقت فرض کر لیا گیا کہ نزدیک دو در۔ شہری وہی باقی یہ مقدم مسافر۔ خواندہ و ناخواندہ
سب کو اس سے اگلی ہو گئی۔ اسی پر قیاس کر کے میری رائے یہ ہے کہ کوئی مسلمان فہم قرآن کی ضروری
سے سبکدوش نہیں۔ بہلا جاہل تو جاہل جو لوگ لکھے پڑھے ہیں وہی کون سے اسکے اتنا نہیں لگے ہیں
دنیا کے خفیں اور بے ثبات منفعتوں کی موبہوم توقع پر انگریزی سیکھیں۔ قانون یاد کریں اور ایسی ہی

ازحتیں اٹھائیں کہ جب تک جہنم تندرستی کو روکتے رہیں۔ ذرا تو اپنے دل میں انصاف کرو کہ کبھی کلام اللہ کو شیعے کے طور پر چند منٹ کے لیے لیکر بیٹھتے ہو۔ کہ لاؤ بھائی ہمارا دین ایمان ہے زیادہ نہیں تو ایک ہی شروع سے آخر تک دیکھ تو لیں کہ اس میں کیا لکھا ہے مآ قد سرہ اللہ حق قد سرہ انہوں نے نہیں جیسے کرنی چاہتھی اللہ کی قدرت کی چھکوسلمانوں کی بے مبالائی پر ذرا بھی تعجب نہیں آتا۔
ورنہ سزاوار خداوندیش مہد کس نتواند کہ جب آورو

مگر جیسا میں اُنکو اپنے اسلام پر مایوس اور دوسرے مسلمانوں کی توہین کرتے سنتا ہوں۔ بیشک سخت تعجب کرتا ہوں۔ بھائیو اس زمانے میں کیسا دین اور کہاں کا اسلام۔ مسلمانانِ درگور۔ مسلمانانِ در کتاب اب تو امتیاز قومی رک گیا ہے۔ اور اتنا بھی ٹھہرا ہے تو غنیمت ورنہ عام انگریزی خوانوں کی طبیعت کا ہوا و ہریت اور لائندہی کی طرف ہے نہ تحقیق و تفتیش کی وجہ سے۔ بلکہ استخفاف و استہزاء کے سبب۔ ہاں تو معوض یہ ہے کہ قرآن جو اصل دین ہے بہت ہی تھوڑے مسلمان اسکو سمجھتے ہیں۔ اسکا بڑا سبب اور سبب نہیں بلکہ عید جو مسلمانوں نے اپنے نزدیک ٹھہرا رکھا ہے یہ ہے کہ اسکی زبان عربی ہے اور وہ آسانی سے آ نہیں سکتی۔ بے شک مسلمان قرآن کو اتنا عزیز رکھتے ہیں کہ بچو اور زیادہ علم حاصل کرنا منظور نہیں ہوتا۔ ابھی کم سے کم قرآن ناظران ضرور پڑھ لیتے ہیں اور علی الاکثر قرآن کا ناظران پڑھنا شرط اسلام سمجھا جاتا ہے۔ علاوہ ہر مسلمانوں کو قرآن کے زبانی یاد رکھنے کا اسقدر رشوق ہے کہ کسی دوسری قوم میں اس نظیر نہیں۔ معتقدات اہل اسلام کی رو سے قرآن کا زبانی یاد رکھنا فی نفسہ اعلیٰ وجہ کی عبادت ہے۔ اس کا ش یہ رشوق فہم معنی کی طرف متوجہ ہو تو مسلمان بچے جیسے مسلمان ہو جائیں۔ و نیدار۔ فدا ترس۔ خوش راست باز۔ نیکدل۔ خدا کے اچھے بندے۔ حاکم وقت کی اچھی رعایا۔ سوسائٹی کے اچھے ممبر۔ قرآن کا عربی ہونا اسکے نہ سمجھنے والوں کے لیے عذر ہے۔ مگر نحیف۔ اگر صرف و نحو عربی کے صرف سیدھے سادے کثیر الکلام سبائل پڑھائے جاتیں تو میرے نزدیک جتنے دنوں میں ایک متوسط الذہن لڑکا قرآن حفظ کرتا ہے اتنے دنوں میں قرآن کے سلیس جملوں کو تعلق عبارتہ سمجھ لینے پر قادر ہو سکتا ہے۔ بھلا کوئی اسکو اپنی جگہ آزاد کر تو دیکھو۔ خدا معقول کو شکر ملے۔ آپ تو بگڑے ہی تھی بے موقع بے محل منقولات میں دخل دیکر انکی غارت کیا۔ منطقیانہ لایعنی کچھ چیزوں کے ڈر کے مارے کوئی صرف و نحو کے پاس نہیں جاتا کہ کون جیسے

ہر چند علوم قدیمہ کے مرگ طبعی کا وقت آگیا تھا مگر ہم سمجھتے تھے کہ یہ گراں جان کہیں مدتوں میں منسک
 سنسک کر مرے گا۔ اب اس قدر جلد مر گیا تو اس کی یہ وجہ ہوئی کہ احمق نے دروازے پر صرف نگو کے دوپٹا
 بٹھائے تھے اُن کی بے جا روک ٹوک سے کوئی نیکو گریب ہیما تک نہ پہنچ سکا۔ خیر علوم قدیمہ مرے تو از
 کار رفتہ تھے۔ عذاب ملا۔ یہ کیسی خرابی کی بات ہو کہ انہی دوپٹوں کی سختی کی وجہ سے مسلمان کلام الہی
 کے فیضان سے محروم ہیں۔ فہم قرآن کا ایک سان طریقہ ہے ترجمہ۔ امام ابو حنیفہؒ نے تو فارسی میں
 قرآن تک کی اجازت دے دی تھی۔ مگر میرے مذہب میں قرآن کا ترجمہ تک گناہ ہے۔ کیونکہ ترجمہ
 میں مغربیائی آہنیں سکتی۔ اردو فارسی کے ترجمے دیکھ پھیکے۔ بد مزہ۔ بے رونق۔ ان میں سے اصل
 قرآن کی جیستی اور جہنگی اور متانت اور قوت اور فصاحت اور بلاغت اور تاثیر کا کہیں پتہ بھی نہیں
 اور بجائے اسکے کلام الہی کی عظمت و بہن نشین ہو۔ ترجموں سے توبہ توبہ الٹی شناخت ظاہر ہوتی
 ہے۔ اس میں بیچارے ترجموں کا کچھ قصور نہیں۔ بلکہ ترجمہ ہی فی نفسہ امر محال ہے۔ دوسری
 آسمانی کتابوں کے ترجموں کا نتیجہ دیکھ چکے ہیں۔ اگر باب ترجمہ مفتوح ہوا تو قرآن کا ہی وہی انجام
 ہونا ہی کوئی اس سے اتفاق کرے یا نہ کرے اپنا تو سچا عقیدہ یہ ہے کہ سحر کو۔ جحر کو۔ سحر کو جو کچھ ہی قرآن کے
 لفظوں میں ہے جس میں لفظوں کو بھولے اور بھولنے سے میری مراد یہی ہے سمجھنا جس میں لینا کہ اسلام کی آپ تاب گئی ایک
 شخص کی طبیعت تھی ناموزون اس نے مولوی الطاف حسین حالی کے ہم پیشہ کی شاعری سے ذہنیت کی کہ اگر اصلاح دیدیا کرو
 تو میں بھی شعر کہنا شروع کروں۔ شاعر کو اس کی ناموزونی طبیعت کا حال معلوم تھا۔ کہا پہلے طبع موزون
 پیدا کرو۔ یہی طبع جو شخص سداں بننا چاہتا ہے۔ پہلے فہم قرآن کی استعداد پیدا کرے اور نہیں کر سکتا تو
 لا اکراہ فی الدین (دین میں دباؤ ڈالنا نہیں ہے) کہیے نتیجی اور یکہ بہترے گروہ ہیں جن میں ملکی زبان
 کے ذریعے سے مذہبی تسلیم ہوتی ہے۔ عربی مشکل بھی لیکن مسلمان ہی اگر اس کی روک تھام نہ کریں گے
 تو اس دیار حبشی میں اسکے قیام کی کیا صورت ہے۔ درس تدریس کے اعتبار سے علم دین کے دو درجے ہیں
 ہیں۔ فقہ اور حدیث۔ سو فقہ جہاں تک اس کو معاملات سے تعلق ہے اور وہی ستم بالشان سے ترفع
 تھی سلطنت پر کیونکہ فقہ نہیں ہے مگر قانون اور وضع قانون اختیار لازمی سلطان وقت۔ سلطنت گئی تو
 آگے آگے سلطنت پیچھے فقہ۔ اب معاملات کے بڑے بڑے قمارے عمدہ دینے ہی بیکار رہے ہر

ہیں جیسے اب سے دو برس پہلے کی جتربیاں رہنے مانا کہ مسلمانوں کے بعض باہمی معاملات مثلاً نکاح اور طلاق اور میراث اور وصیت میں فقہ کی رعایت کی جاتی ہے مگر جب ساری کتابوں کو دیکھ چاٹ گئی دو تین ورق بچے تو کیا ان کو دیکھ دیکھ کر ادبھی لڑھکتا ہے۔ اور پھر وہ دو تین ورق بچے بھی تو انگریزوں نے بیجا اور شہادت وغیرہ کے قوانین اور پریلوئی کونسل اور مانی کورٹ کے نظائر اور کنٹرکشن کے حوشتی چڑھا چڑھا کر صل کو مخ کر دیا یہ ہے حقیقت فقہ کی۔ وہ انتظام دنیا کی تدبیر تھی۔ اب انتظام دنیا خدائی اور دوسروں کے حوالے کیا۔ وہ تمہاری فقہ کی کچھ پروا کرتے نہیں تمکو انتظام دنیا میں دخل نہیں۔ اس پر بھی تمکو فقہ پر کوئی مفاد دکھائی دینا ہو تو پڑھو۔ اب رہی حدیث۔ مسلمانوں کے سوائے رومی زمین پر کوئی اور قوم نہیں جس نے اپنی مذہبی تاریخ کو ایسی تلاش اور جستجو کے ساتھ جمع کیا ہو۔ وہ بے انتہا فخر اور عزت اور قدر اور وقت کی چیز ہے۔ جو لوگ احادیث کے اختلاف کو دیکھ کر نفس حدیث سے بد عقیدہ ہوئے جاتے ہیں ان کو منصب محدث پر نظر نہیں ہوتی۔ محدث حقیقت میں امانت گزار ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جو کچھ اُسکو جس ذریعے سے پہونچا ہے۔ جن کتابوں دوسرے کو پہونچا دے۔ حدیث کی تنقید محدث ہونے کی حیثیت سے اُس کا کام نہیں جمع احادیث میں ہر ایک مصنف نے ایک شان خاص اختیار کی ہے۔ جو شخص تنقید کی مشکلات سے آگاہ ہے وہی سمجھ سکتا ہے کہ متقدمین نے اس کام میں کیسی کیسی زحمات اٹھائی ہیں۔ آج کسی مشہور سے مشہور شخص کی لائف لکھنی چاہو تو ایک عمر صرف کرو تھیں کہیں ہزار وقتہ بیڑی (سامان یا موداد) مہیا ہو۔ تو ان لوگوں کو صد ہا مختلف لازمنہ مختلف الاکتہ۔ راویوں کی لائف (حالات) کے تحقیق کرنے میں کیسی کچھ جانفشانی کرنی پڑی ہوگی۔ اگر فلاح عاقبت کی دُہن نہ ہوتی تو میں نہیں سمجھتا کوئی دنیاوی بڑی سی بڑی ترغیب بھی اس کام کا سر انجام کر سکتی۔ بہر کیف جو کچھ ہے جو ہر شناس کی نظر میں ہے ہمارے۔ اس سے قطع نظر کہ حدیث عمدت کی نہایت عمدہ تاریخ ہے۔ میں اسکو اسوجہ اور بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید کے متن قانون کے ہے اور حدیث اسکا ضابطہ کار و روائی۔ بایں ہمہ حدیث بیجا رمی تو ایسی کس سپر ہی کی حالت میں ہے کہ مولوی بھی سب نہیں بلکہ محدو وے چند جو دین کا پیشہ کرتے ہیں وہی اُسکو پڑھتے پڑھاتے ہیں ورنہ اور کسی مسلمان کو اس سے سروکار نہیں۔ ذرا مسلمانوں کی مذہبی سرگرمی

کو تو دیکھو کلام خدا کے ساتھ وہ بے استغاثی۔ قول رسول سے ایسی بے تعلقی ہے
بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا ۱۰ جو چسپہ را تو اک قطبہ خون نکلا

پھر ایک بڑی قباحت فن حدیث میں بھی ہے کہ احادیث کے جمع کیے جانے کے میرے نزدیک دو سبب
ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ صحابہؓ کو جناب رسالتؐ کی بات کے ساتھ محبت نہیں بلکہ عشق تھا۔ جب تک پیغمبرؐ
صاحب زندہ رہے ہر وقت صحابہؓ ان کو گھیرے رہتے تھے۔ جب پیغمبرؐ کی انتقال فرمایا صحابہؓ ہر وقت
ان ہی کی یاد گاہ تھی۔ دوسرے پیغمبرؐ صاحب کی حیات میں جس صحابی کو دنیا یا دین کی کوئی ضرورت پیش آتی
کھتی گیا اور پیغمبرؐ صاحب کو چھ آیا۔ جب پیغمبرؐ صاحب کو خدا نے اپنے پاس بلا لیا صحابہؓ کو بڑی مشکل پڑی
کیونکہ اپنی ضرورتوں کے علاوہ اب پیغمبرؐ صاحب کے فرائض کا کام بھی ان ہی کو کرنا پڑا تو بات بات میں ایک
سے ایک پوچھتا۔ بھلا کوئی ایسا واقعہ پیغمبرؐ صاحب کے روبرو پیش آیا تھا۔ اور حضرت نے کیا فرمایا تھا۔ سلطنت
پیغمبرؐ صاحب کے زندگی کے زمانے سے اضعاف مضاعفہ بڑھ گئی تھی اور بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ یہیں
پہلے اور شدید ضرورت جو جمع احادیث کا باعث ہوئی ملک داری کی ضرورت تھی۔ حدیث کی کوئی کتاب اٹھا کہ
دیکھو تو مصنف معلوم ہوتا ہے کہ اکثر احادیث احکام فقہی سے متعلق ہیں اور ان ہی احکام فقہی کے استنباط
کی غرض سے انکو جمع کیا گیا ہے۔ اور چونکہ انقلاب زمانہ نے فقہ کو بیکار کر دیا جیسا کہ میں ابھی بتا چکا ہوں
بیان کر چکا ہوں۔ تو جہاں تک احادیث کو احکام فقہی سے تعلق ہے وہ بھی ہم مسلمانان ہند کے حق میں بیکار
ہیں حدیث پر اگرچہ میری نظر بہت ہی قاصر و محدود ہے۔ مگر جہد ہے اُس سے بھی یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ تشریح
کا بیڈنگ یا عنون یا خلاصہ مضمون جبکہ اصطلاح میں ترجمہ کہتے ہیں بدلنے سے بہت سی احادیث جو اس وقت
احکام فقہی سے متعلق ہیں ہماری حالت موجود کے مطابق بکاؤ کر لی جاسکتی ہیں۔ مگر کس میں اتنی بہت ہے کہ
تراجم الاحادیث کے بدلنے کا نام لے۔ اور کوئی کرے بھی تو مسلمانوں کے فائدے کی غرض سے مسلمانان
شعنی اور ضدی ہیں کہ ایسی کتاب کو اٹھ بھی تو نہ لگائیں۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مذہب ایک سا پتھر ہی جس
دل ڈالے جاتے ہیں۔ اور میں بالکل اس کے خلاف سمجھتا ہوں میرے نزدیک دلوں کے سانچوں میں مذہب ڈھلتا
ہے۔ ایک اسلام تو اُس شخص تھا جس نے درخت بیجۃ الرضوان کو اکڑوا کر پھکوا دیا تھا۔ جس نے یہ کہہ کر ہجر اسود کو ڈال دیا
۱۰ حدیثوں کے عنون اور خلاصے ۱۰ اُس بیعت کا نام ہے جو ایک خاص مقام پر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں سے بیعت

لی تھی اسکے بعد آیت نازل ہوئی کہ خلائ لوگوں سے راضی ہو اسو کہ اس بیعت کا نام بیعت الرضوان ہوا چونکہ یہ بیعت اپنے رخت کے نیچے واقع ہوئی تھی اسو کہ

اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنْتَ حَجْرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَا اِنِّیْ رَاسُ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَبْلَکَ مَا قَبْلَکَ
 (میں جانتا ہوں کہ ایک پتھر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے نہ نفع اور اگر میں نے رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے بوسہ نہ دیتا) جنے کا تعلق علیہ السلام رسول اللہ ﷺ وانا
 احوجھا (دونوں تھے رسول خدا کے زمانے میں اور میں اُن کو حرام کرتا ہوں) کا دعویٰ کر کے متفقہ
 اور متفقہ کج و دونوں کو منہا ہی کر دی۔ اور ایک اسلام ہمارا ہے کہ زوال سلطنت اسلامیہ کی وجہ سے گویا
 مذہب کو لغو مار گچھا۔ اور آدھے سے زیادہ اسکے دھڑ میں جان نہیں۔ اتنا نہیں کر سکے کہ جیاری کر دت
 توبہ لو اوریں *

مذہبی تعلیم اور میرے کچھ دونوں کا خاتمہ ہے۔ حدیث کی سند جو اجازت بھی کہتے ہیں حدیث
 کی کم سے کم پچھ بڑی ضخیم کتابیں جو صحاح ستہ کے نام سے مشہور ہیں۔ حرفاً حرفاً بسم اللہ سے لیکر ترتیباً پچھ
 تک ہر دو غایت مینا میں داخل شیخ یعنی امتداد کو سنائی جاتی ہیں۔ کثریوں ہوتا ہے کہ تلامذہ حلقہ کر کے
 شیخ کے گرد اکٹھے ہیں اور شیخ اور دوسرے شاگرد مستقیم سبق کا تماشا قابل دید ہوتا ہے کہ کیا شاگرد کیا استاد
 ایک سے ایک متبع کہ جلد سے جلد اور بہت سے بہت ہو ایسی بھاگا بھاگ میں کسے فرصت کہ تصحیح الفاظ
 یا اصل لغات یا تنقید اسناد یا تحقیق مطالب کی طرف متوجہ ہو پا لاجھوا چھٹی پانی۔ اتنا غنیمت ہو کہ تمام
 دن دوسرے ہی علوم سے خارج ہونے کے بعد حدیث کی سند لی جاتی ہے۔ اور حدیث کے پڑھنے والے اکثر کمال
 الاستعداد ہوتے ہیں انکو پڑھنے کی تو حاجت ہوتی نہیں صرف ادا کے رسم کے لیے سینگ کٹا کر بچھا بنانا
 پڑتا ہے۔ یہ رسم نمونہ ہے مسلمانوں کے (اور مسلمان بھی عالم) مذہبی خیالات کا۔ مدتوں میری سمجھ میں
 نہیں آیا کہ حدیث کی سند کیا چیز۔ اور ایک شخص جو بے مدد و استاد حدیث سمجھ سکتا ہے اور کوشش کرے تو
 سیر اور اسماء الرجال کی کتابوں اور شرح اور حواشی کے سہارے سے حدیث کا کھوٹا کر بھی پرکھ سکتا ہے
 پھر وہ محتاج اجازت کیوں ہے۔ ورکے مارے کسی سے پوچھا تو نہیں آپ ہی غور کرنے کرتے یہ بات
 خیال میں آئی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمہ تن اور ہمہ وقت امت کی ہدایت میں مصروف رہتے تھے لیکن
 اُن کے تمام افعال اقوال اور حرکات کی علت غائی تھی امت کی اصلاح امت کی تعلیم اس طور پر حدیث جڑ
 رسالت ہے اور اس کی روایت میں من و پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلافت آحاد پیش نبوی
 صلہ یہ عالم خاص حدیث کی پرکھ کے واسطے موضوع ہوا ہے۔ جن سے محدثوں کے حالات ذاتی کی تشریح معلوم ہوتی ہے ۱۱

تو پیپر صاحب کے کہیں ڈیڑھ سو روپے بعد جا کر لکھی جانی شروع ہوئیں۔ اس وقت تک روایت سامعین سامع ہوتی رہی اور اب تک اسی طریقہ کی تقلید ہوتی جا رہی ہے۔ مگر تو سہمہ میں آیا۔ مگر طریقہ درس اس وقت تک بچوں کا مکمل ہی معلوم ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مستند

خود اپنا تصنیف کیا ہوا مشہور قصہ تبدیل جس کو مولوی حافظ محمد زید احمد خان صاحب نے حسبِ خواست بنانا خان بہادر سردار محمد حیات خان صاحب درجن سید احمد خان صاحب کٹر ہی کے اجلاس محمدان ایجوکیشنل کانگریس منعقدہ ۲۸۔ دسمبر ۱۸۸۸ء میں بمقام لاہور اپنے لکچر کے بعد پڑھا۔

دنیا عجیب مرحلہ بے ثبات ہے ہر ایک نئی حیات کو آخر مات ہے
یاں امن ایک لحظہ نہ دن ہو نہ رات ہے جس کو فنا نہیں ہے وہی ایک ذات ہے
بیٹھی ہو موت تاک لگائے بھین میں
یجا نیگی یہ بھینج کے آخر زمین میں

غفلت کو آؤ مار ہٹا تیں جساوے

مخلوق ذی شعور ہے تو ہوشیار رہ
مت مستند زندگی مستعار رہ

دنیا کا کاروبار کر اور دیندار رہ
امیدوار رحمت پروردگار رہ

کس نے کہا ہے پتہ سے کہ دنیا کو چھوڑ بیٹھ

بس ایسی باتیں اپنی طرف سے نہ جوڑ بیٹھ

کیا حال تھا رسول علیہ السلام کا
اصحاب کا ائمہ عالی مقام کا

سرگردہ ہاتے امت حنیفہ الام کا
سکے بٹھا گئے جو محمد کے نام کا

ان میں سے ایک بھی کبھی رہا ہو کوئی

دنیا کو کھو کے دین کا طالب ہو کوئی

دنیا بھی کچھ ہماری طرح کی نہیں فریل
گر تنگدوڑ میں کھو تو نثار سے زریل

روح کی باہر شقت ہوئی سبیل
کپڑے کے واسطے وہی تیار ہو کفیل

گر مچے دن تو حنیفہ کسی ڈھب گذر گئے

جاڑا جو آیات کو سکرے ٹھٹھار گئے

افلاس سے زیادہ جہاں میں نہیں مل
افلاس ہے مقدمہ ختم ذی الجلال

افلاس کر ہی دیتا ہے انسان کو نامال
ڈرپوک پست بہت دوست و غیال

منفلس کہ اس غیب کی دنیا نہیں رست

مشکل کہ اس کے ہاتھ سے ہو کار وین رست

اور شاذ اگر ہو کوئی محتاج دل غسینی
سمجھا کہ یہ جہاں ہے جہاں گیر شستی

کے دن کی زندگی کے لیے اتنی سرنی
اُس کو نہ دوستی ہے کسی سے نہ دشمنی

ایسا بزرگ شک نہیں ہیں کہ نیک ہو

پر قوم کو ہوانہ ہوا دونوں ایک ہے

۱۰ سردار ۱۰ نصاریٰ میں جو لوگ ہندو جو ایوں سنا سیوں کی طرح ترک دنیا کرتے تھے انکو راہب کہتے تھے

کی ترک دنیا کی اسلام میں سخت ممانعت ہے لا سر ہما نیستہ فی الاسلام۔

دیکھ بھی نیست کو نسبت ہو جیتے تم چاہتے ہو کام بلندی کا پست سے
ہو سکے گی بہلا تنگ دستے کوڑی تو لے اودار کو فی فاقہ مستے

کیا اُس سے فیض ہو کہ نہیں آپ جس کے پاس
دنیا میں چل سے بھی ملا ہو کسی کو پاس

سے پوچھتا ہے حقیقت میں ہنٹیں ایصال نفع ہے مرے نزدیک اصل میں
بات ہے اس کے پیتے نقد آستیں خرمن بیار خواجہ کہ بسیار خوشہ چیں
دیں کے ورت کرنے کو دنیا ضرور ہے
دنیا نہیں تو دعویٰ دیں مکر و در ہے

و تو دین کی رونق کہاں سے ہو اعلائے شان قادر مطلق کہاں سے ہو
بذل و جود محقق کہاں سے ہو مصدر ہی جنب نہیں ہو تو مشتق کہاں سے ہو

دنیا کو جب کسی نے عموماً بُرا کہا
میں اُس کے نمونہ کو دیکھنے لگتا ہوں کیا کہا

بس ہے دین میں مینا نہ ہو خیل ایسا خیال کر نہیں سکتا ہی کوئی عقیل
رجس کا نہیں ہے کوئی عدیل کیوں چاہتے لگا کہ مسلمان ہیں ذلیل
عزت ہے سب خدا کی خدا کے رسول کی
پھر اُس کی جس نے وعوتِ ایمان قبول کی

نظر ہو محشر خیر القرون تھے اور گلہ سم عمارت دیں کے ستون تھے
کا لہجہ ہم سبھی رہ نمون تھے اور مرج ضمیر ہم المتمدنون تھے
دنیا میں رہ کے دیں کا برتنا سکھا گئے
و دونوں کے جمع کرنے کا رستہ دکھا گئے

تاکو اپنی حاجت پر مقدم رکھنا ۱۲۷۱ھ خراج کرنا ۱۲۷۲ھ اس حدیث میں فی القرون قرنی کی طرف اشارہ ہے معشر
القرون سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام مراد ہیں ۱۲۷۳ھ یہ مضمون اُس حدیث مشہور کا ہے اٹھا کا لہجہ یا ہم
۱۲۷۴ھ وہی لوگ جو سر ہدایت ہیں یعنی ہم المتمدنون کی ضمیر کا مرج وہی لوگ تھے ۱۲۷۵ھ

راوی نے یوں لکھا ہے خبابؓ کا حال جن روزوں آپ امیر تھے باجمیت جلال
اپنے ہی دستِ خاص سے پاتھا کونوال تاریخ میں لکھائیے ایسی کوئی مثال

شاگرد تھے نبیؐ کے پیروں کے تھے جلیس

دنیا کو جانتے تھے پر پشہ خیس

یہ اُن کا تھا نفسِ اغواء کے واسطے کی سلطنتِ فلاحِ رعیت کے واسطے
عزت طلب تھے دین کی عزت کے واسطے لقمہ جمعہ کرتے تھے ہمت کے واسطے

اُن کو کسی طرح طبعِ سیمِ وزر نہ تھی

ہرگز انہیں مفاد پر اپنے نظر نہ تھی

فیضانِ صحبتِ نبویؐ سے تھے مستفید دیکھا انہوں نے نورِ رسالت کو چشمِ دید
پیدا ہوئے مسجد بنے اور مرے سعید تھی اُن سے خواست گاری دنیا بہت بعید

لیکن یہ ظلمِ آسمانی ہے مہرباں

چڑھتا ہے ہام پر کوئی بے وضعِ مردِ بااں

زاہد تھے اور ملکِ ستانی کا ہتمام دیکھو اگر قیسین نہ آئے فتوحِ شام
دنیا میں اُن کی دین تھا کالِ تلخ فی الطعام دونوں کا پاس کرتے تھے قصہ ہوا تمام

بدلا اسی سبب سے دمانے کا طور ہے

اسلام جب کاؤر تھا اور اب کاؤر ہے

دنیا سے اُن کو ہوتی ذرا بھی اگر گریز اسلام کی تو ہم ہی چلی ہوتی رستخیز
کھا جاتے لوگ گھٹور کو لکھوں سے تیز تیز تب دیکھتے زمانہ کی کج دار اور مرید

پھر کون پوچھتا تھا خدائے یگانہ کو

پاٹا نہ کوئی زندگیِ جاوید کو

اب بھی جو دیکھتے ہو انہیں کا طفیل ہے کہ بیش سب کو جانبِ توحید میل ہے

۱۵ کچرے ۱۲ سے ۱۷ میز سے ۱۲ سے ۱۲ کھانے میں نمک ۱۲ کھانے دار اور مرید سے مراد ہے تکلیف مالا یطاق کیا

نیز شمار کھ اور گریز نہ دے طلبِ محال ہے ۱۲

اعمالِ شرک جو غمِ خاشاکِ میل ہے اتنا بھی گزندِ سبھ تو انسانِ میل ہے

مشرك کی كوئی شے نہیں کرتا خدا قبول

اُس کی دعا قبول نہ کیچھ لہجہ قبول

الفصل اک وہ دین تھا دنیا کا دوست
واعطاء دیب نامع شفق صلح کار

مونس ضیق موجب تشکین غمگار

وہ کہیں چلتا تھا بار بار میری وفقیہ کا

دنیا میں اس میں بڑا تھا شاہ وزیر کا

اب ہم نے اپنے دیں کو بنایا چھدی مئی
دنیا میں اور دیں میں لگانے لگے ووئی

پھر قاصر اس قدر نظر فرما ہوتی

شہتیر میں گیا جو حقیقت میں بھی سولی

ہویں گے عوضِ تعصبِ اوہامِ رہے

دوہیں داراصل مرگئے بدنام رہ گئے

وہ بیاگئی کہ ہسم نہ ہوتے اُس کے خوشگوار

سجد میں وعظ گستاخانہ سیر آشکار
مفسس ہیر یومین و سوت از طلب پرا

و نیا دویں کے ربط کی رتی کو کاٹ کے

وہو بی کے گئے ہو گئے گھر کے نہ کھائے

اور بار کا یہی تو ہے جسے بڑا سبب
دنیا میں اور دین میں اوستارے غصہ

نیسا الغیب سے تھیں مصیبتیں روز بروز

لازم ہے دین کا بھی کما حقہ اہل

خستہ ہوئے خراب ہوئے ہاں مٹ گئے

ایں دنوں کی لڑائی میں ہم مفت پٹ گئے

طے یعنی وہ مولوی جو ریاضہ و اخلاک کتابہ اور رہبرائیت کی تعلیم کرتا ہے اور خود حصول دنیا میں غرق ہے کبھی فقیر ہو کر فرائض حصول مال کا کرتا ہے اور کبھی تعمیل کر کے یہ مولویوں کے کثرت ہیں جیسے صوفیوں کی ترکیب تھی اور ہے کہ تعمیل فناء و ترک فرائض حصول مال کا کرتے ہیں۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كُنْتُمْ تَحِبُّونَ الْفُتُورَ وَالزُّهْدَ فَإِنَّ الْفُتُورَ وَالزُّهْدَ** یا ایہا الذین آمنوا ان کنتم تحبون الفطور والزهد فان الفطور والزهد **س ترک دنیا ہر دم آموزند۔** غیث حقیر و غلامانہ زندہ ۱۲

دل بھی گیا ہے دیکھ کے دنیا کا اقبال
افسوس کیا تباہ ہوئی قوم انتخاب
دیں گے خدا پرست وہ دنیا کے خیر
آپس میں حسد و طغیان کے یو غلاب

مسی میں سجیلا پڑے ہیں زمین پر
میدان میں ڈٹے ہوئے گھوڑوں کے زین پر

لوگوں کو گرنا صوبے نیا گناہ ہوں
داخل محرمات میں اغراض ہوں
دنیا کی آبرو سے اگر دیں تباہ ہوں
ان کا تو دیں یہی تھا کہ ہم بادشاہ ہوں
اگلے بزرگ لوگ تھے خاص تھیارت کے
پیشانیوں پر ان کی تھے گھٹنے نماز کے

معمود ہیں حسرت ان انعام کرو گار
بے انتھاب بے صواب بے شمار
وہ چھپتے نہیں ہے کبھی دے کے ایک بار
شایاں اُسے نہیں ہے کہ بند ہو کر دیوار

دنیا بدل گئی ہمہ نعمت بدل گئی
اس واسطے کہ قوم کی بہت بدل گئی

افسوس قوم میں عقیدت نہیں رہی
ہم میں کسی طرح کی فریت نہیں رہی
مضبوطی ارادہ و نیت نہیں رہی
جرات کہاں سے ہو کہ حینت نہیں رہی

ہم ہیں ہر اک بشر کے خیالات پست ہیں
پس لاجرم دلیل ہیں امدت گت پست ہیں

اے قوم یہ تباہی و فلاس حابے شرم
اے قوم یہ تعجب و سوہن حابے شرم
اس درجہ ضعف قوت و حاس حابے شرم
تقصیر فی مقابلہ اناس حابے شرم

۱۵ اشارہ ہے قرآن مجید کی اس آیت کی طرف - محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء
بینہم ترہم رکھا ہے بعد ایستغون فضلا من اللہ ورضوانا سیما ہم فی وجہ ہم من لثر السجد
۱۶ اشارہ ہے طرف آیت ما کان اللہ معذرا لغفلة انعمہا علی قوم حتی
یفیر واما بانفسہم کے ۱۷ ایک دوسرے کی طرف داری و حمایت ۱۸ فضیت ۱۹ پنے لوگوں کے
مقابلہ میں پیش کیا ہونا شرم کی بات ہے ۲۰

تم اور تمہاری نسل ہوشنور کھیل میں

اور لوگ چل رہے ہیں ترقی کی ریل میں

کیا خوب کہہ گیا ہر کوئی شخص غرض خیال
لفظ عرب میں سخن بجائے ہم خیال
اب اسے غریب و محرم سے ہمارا ہی یہ سوال
کیوں آگیا ہے قوم کی حالت میں انقلاب

اقوام روزگار میں پیٹے ہو کس لیے

بے وقتی کی خاک پر پیٹے ہو کس لیے

کثرت سے تم میں صاحب مقدر کیوں نہیں
لوہا تمہارا مانتے جمہور کیوں نہیں
منہ پر تمہارے حسن نہ ہونہ کیوں نہیں
دل قوم کے گفتگو مسر کیوں نہیں

احسنہ تمہاری قوم پر یہ کیا وبال ہے

جس شخص پر خیال کر خستہ حال ہے

جب تک ہماری قوم میں تاج و نگین نہ
ہم میں کسی کو فکر معیشت نہیں نہ
کس کس کا نام لیں کہ چٹان و چنپیں نہ
ہم نے حاکم خدائن وے زمین تھے

اب ان مانہ چٹان تھے غرہ سپین تھے

ہم کو خسران دیتے تھے دنیا کے بادشا
تقی مرچ آنا ہم کبھی اپنی بارگاہ
اس میں بقدر زورہ نہیں شک و شبہ
تاریخ ہے نرغے اسلام کی گواہ

جب کہ ہمارے ساتھ دریغ استغاثہ ہے

ہم اُنچہ سکران تھے ابھی گل کی بات ہے

ہم نے بنایا اصل جہاں کو خدا پرست
ہم نے دلایا یاد انہیں وعدہ است
ہم نے کیا تلوں کے تئیں سگن و سبت
ہم نے آمارا نشہ صہبائیاں مست

۱۵ ہجری ۱۲۷۱ء میں آرمی ہیں اور وہ بھی آرمی ہیں ۱۲۷۱ء خلیفہ ۱۲۷۱ء کے رجوع خلق ۱۲۷۱ء

سب اس کی طرف کہ خدا نے سب آدمیوں کی روحوں سے پوچھا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے

کہا ہاں ۱۲۷۱ء شوال ۱۲۷۱ء

شایستگی کی بیل ترقی کے ساتھ کی

پودوس کی ہے لگائی جتنی اپنے ماتہ کی

کچھ ایسی اپنی بات بنائی تھی اُن نون ساری زمیں پر اپنی دو مائی تھی اُن نون

گردوستی تھی یا کہ لڑائی تھی اُن دنوں بہ حال میں ہماری بڑائی تھی اُن نون

کیا فضل کر دگا رکھا کیا اس کی شان تھی

اسلام تھا کہ دولت ثروت کی کان تھی

یہ فریغ دولت جوشٹ ہزار حیف وہ شوکت اور لوازم شوکت ہزار حیف

عزت ہزار حیف حکومت ہزار حیف صد حیف قابلیت نعمت ہزار حیف

گو خور بعد کوڑا شد العذاب ہے

یاد از تبیل لیت یغور اشباب ہے

کیا فائدہ جو تذکرہ ماسخ کریں کیوں یاد فرستگان میں ماتم بپا کریں

بے سود گرہ تباہ قیامت بپا کریں اک امر اختیار سے خارج ہے کیا کریں

فرماؤ وار و مصروف جوئے شیر کیا

اب جا چکا ہے سانپ تو پتیل لکیر کیا

پھر بھی ہے ایک وجہ تسلی بہت بڑی قسمت ہمارے ملک کی چھوٹ جالری

جن کو فلاح خلق ہے منظور ہر گھڑی لیکن مشکل ایک بڑی سخت آپڑی

ناو جب انکے بیٹھے ہیں ہم اپنی بات پر

پیاسے ٹرپ رہے ہیں کھار فطرت پر

دروازہ کو نسا ہے جو پھٹلا نہیں نامسکن الحصول کوئی مدعا نہیں

مذہب کا قوم و ملک کایاں تفرقہ نہیں آزادی اس قدر ہے کہ کچھ انتہا نہیں

۱۔ حدیث فعوذ باللہ من الخوی بعد الکوڑ۔ یعنی ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں اس کمی سے جو باقی

بعد ہو خور بعد کوڑ بڑا عذاب ہے۔ مگر اس کا یا دکرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی گئی ہوئی ہو ان کی ہر تکرار سے ۱۲۵۷ء یہ ایک مشہور فقیر

کہ فرما دہی مشفقہ شیریں کی مسرا میں سے پہاڑ کا ٹکڑا کر دودہ کی نر لائے کی فکر میں تھا ۱۲۵۷ء در پہلے ۱۳۰

بے جوئے بوئے آپ آگے گانا ج کیا

ہسم ہی اگر نہ چاہیں تو اس کا علاج کیا

اس صند آفتاب کو بند کم کرو جانوں پر اپنی بے خداست تم کرو

چاہو ہیں بُرا کھو یا تھم کرو پر روٹیوں کی فکر تو بہت شکم کرو

ہم دیکھتے ہیں قوم کی حالت تباہ ہے

بیسمار کو روانہ بتائیں گناہ ہے

پھر بھی تم ہی تم ہو اگر دل پہ ٹھان لو وہ وقت اب نہیں ہے کہ سیف سنان لو

ہے علم پر مدار اسے خوب جان لو اتنی سی ایک بات ہماری بھی جان لو

رکھتی ہے اپنا وقت مناسب ہر کیشتی

تسویف تا کجا و پس و پیش تا بہ کئے

لیکن مراد علم سے علم جدید ہے یورپ میں جس سے رونق پل میں نچو

ثروت کی سلطنت کی یہی اک کلید ہے یہ ہو تو ہر تمام زمیں زرخیز دید ہے

ایسی کلیں ملیں کہ طلسمات کر دیا

ان کافروں نے سب کے تئیں مات کر دیا

یہ علم گر نہیں ہے تو فضل و کمال ہیج منشی ادیب شاعر شیریں مقال ہیج

واب مناظرہ و جواب سوال ہیج تحقیق بیستہ زراہد و ملا جلال ہیج

ہم نے تو قتل و قاتل میں کی عمر لگاں

یوروپ کے ماتے لوٹ لیا گنج شاکل

ہم میں سے آج جو علمائے فحول ہیں مندوم میں کہ خادوم شرع و عمل ہیں

عابد ہیں با خدا ہیں ثقہ ہیں فحول ہیں لیکن معاملات میں ایسے جہول ہیں

سمجھیں نہ وہ حساب کا دئے سوال بھی

پھر یارو ایسے پڑھنے کا کوئی مال بھی

لے ٹال ٹال ۱۲ لکھ کچھ آدمی ہی ۱۲ لکھ یہ دونوں کتابیں منطق کی عربی میں مشہور ہیں ۱۲ لکھ عالم متحر ۱۲ لکھ رہت گویاں کی گویاں ہی متحمل ہیں ۱۲

اُن کے لیے تلافی یافت ہو چکی دمان سے امید شفاعت ہو چکی
بیمار جاں بلبے ملاوٹ ہو چکی بس کوٹ و بباطکہ یاں ہو چکی

دیں دار مدعی نمین نیلے کھوئیں گے
یہ ناخدا جھار تہارا ڈوبوئیں گے

والند سارے اپنی خرابی کے ڈھنگ ہیں کل صنعتیں قبضہ اصل ننگ ہیں
پیٹھے ہوئے دلوں پہ نصیب کے ننگ ہیں محتاج ہیں غریب ہیں مفلس ہیں ننگ ہیں

ہم اپنا پیٹ پالتے ہیں پیٹ پیٹ کر
انگریز ساری لے گئے دولت گھسیٹ کر

یورپ اگر چلے گیا بازی تو خیر ہے ہم کو خدا خواستہ کچھ اُس سے بڑھ کر
وہ صاحب کتاب ہے چند غریب ہے مسجد نہ ہو تو صومست بہتر زیور ہے

ہندو اٹھائے بیٹھے ہیں سر آسمان کو
ہم پوچھتے ہیں دو گے کس کس کی جان کو

کوشش کرو تو غیب سے ہوں عاجز ہیں وا بے ہمد کے کسی کو کبھی کچھ نہیں ملے
ہم کو توقعات نہ رکھنے کی وجہ سے یورپ سے کچھ خدا کی کاٹھیک نہیں لیا

دو تین چار ناٹھ کھسکنا ضرور ہے
انا کہ ہم من فرل مقصود وود ہے

قسمت کی خوبی دیکھو کہ اب بھی نہیں سمجھانے اور کہنے کا مطلب نہیں
جس سے رفاہ قوم ہو ایسا ہنس نہیں کیوں بھائیو کسی کی توجہ اور نہیں

کردار ناصواب پر مدار کس لیے
انکھوں سے دیکھتے ہو تو انکا کس لیے

پارتی لوب عصمتنا بین حبیبیک الرشاد و لہد ریت افغورنی یادیک

۱۵۔ چیز خرت ہو گئی پنے مات سے جاتی رہے ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔ ۱۳۴۳۔ ۱۳۴۴۔ ۱۳۴۵۔ ۱۳۴۶۔ ۱۳۴۷۔ ۱۳۴۸۔ ۱۳۴۹۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۵۱۔ ۱۳۵۲۔ ۱۳۵۳۔ ۱۳۵۴۔ ۱۳۵۵۔ ۱۳۵۶۔ ۱۳۵۷۔ ۱۳۵۸۔ ۱۳۵۹۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۶۱۔ ۱۳۶۲۔

نکشف النجبۃ باکر امہ لدیک لما قصیت سائر ما باننا ایدیک

ہوں برسر عرج خیالات قوم کے

شایان شان قوم ہوں حالات قوم کے

سب جانتے ہیں عالم بسا ہے جہاں ہر واقعہ شیخو ملت ہے بے گماں

اس قاعدے سے بہاگے جانے کوئی کہا جاری ہے پھر زمین سے لے تا آسمان

یہ ضابطہ جدید نہیں کسی نہیں

اسلام بھی عموم سے اس کے بری نہیں

دیں کا عروج بے سبب و بہت نہ تھا تھا مرد شعی صرف دعا کا اثر تھا

رام خدا میں جان ملک کا بھی ڈرنہ تھا سو من نہ تھا کہ جس کا ہتھیلی پہ نہر تھا

ان مسرکوں میں کتنے عزیز و مکاروں ہا

اک سلطنت اور اتنے شہیدوں کا خون ہا

حق زار شرک سائے زمانے میں تھیل روئے زمین پہ نور ہدایت تھا ضعیف

اہل کتاب تک اسی الفت میں پاگل بس دوسرے کے لوگ تھے یاصال یا ضعیف

شیطان کی جہاں میں دمانی پھری ہوئی

یعنی خدا سے ساری خدائی پھری ہوئی

اہل عسب کا حال تھا سب سے بہت خراب جیسے بلا سبب چیخوئی بہرا کباب

بارود سے زیادہ فراہوں میں التباب گریبات پوچھیے تو بے جہش یہ جواب

اتنے سے لفظ پر کہ چلو یا ہشو پرے

لڑنے پہ مستعد ہوئے حتی کہ کٹ مے

سفاک کیٹنہ تو رستم گرستیزو بے حرم نگدل تندر و رشت خو

۱۵ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو درجہ نیکوترے نزدیک ان کی عزت ہے شیخ لائے ہیں ہماری تمام حاجتیں جو تہہ سے

شعلق ہیں ضرور پوری کر ۱۲ ۱۵ کوشش کا صلہ ۱۲ ۱۵ یہ حال اہل عرب کی تواریخ سے ظاہر ہوتا ہے ۱۲ ۱۵

افزودہ شدن آتش ۱۲ جنہ ایک آتش ہے ۱۲ ۱۵ کینہ کش ۱۲ ۱۵ یعنی خون گرا ۱۲ ۱۵ تاوان سادہ شدن ۱۲ ۱۵ یعنی گرا

قارت گروں کو ہم سب قوافل کی جستجو
اس ٹوہ میں سدا پڑے پھرتے تھے چار سو

صحرا اندو و وحشی و خانہ بدوش تھے

اوستوں کو پالتے تھے بس شے ہی ہوتی تھی

اُن کو نظر نہ تھی نہ زیاں پر نہ سود پر
گھر بار سب ٹاویں گرجائیں چھوڑ پر

جائیں شاکر کرتے تھے اپنے و فخر و پر
مرتے تھے مغز مغزت و نام و نمود پر

برداشت کرتے تھے از بسکہ میٹیاں

مجمعت مار ڈالتے تھے اپنی بیٹیاں

محکوم تھے بھی بعض صرف از برائے نام
کیا جانیں ایسے لوگ سیا ست و تنظیم

اک رنگ میں رنگے ہوئے چھوٹے تھے تمام
داد و دل کا ایسے پوتوں پڑو توں سے اتھام

ہر قوم سے طناب عداوت تھی ہوتی

بارہ مہینے اُن میں لڑائی تھی ہوتی

تھے گرجہ علم و فضل ایت تھے نصیب
لیکن ہر ایک بلوغ فصاحت کا عذیب

ترکیب ان کی بول کی وقع ہوتی عجیب
جادو اگر نہیں ہے تو جادو کے ہی تیسیر

وہ دل کو موہ لیتے تھے طرز بیان سے

بانوں میں پھول جھرتے تھے اُن کی زبان سے

با آئینہ شہر مکہ میرزا کعبہ خلیل
نالائقوں نے اُسکو کیا سفار و ذلیل

گہر میں خدا کے بیکروں بت ہو گئی ذلیل
جیسے کہ اُن بیٹھے ہما کی جگہ میں چیل

کیا انقلاب گردش چرخ کن کے ہیں

یہ بت پرست خلف اُسی بت شکن کہ ہیں

غالب صفت تھی اُن کی خشونت باہی حال
اس طرز میں شریک تھے کیا اہل کیا عیال

وہ خانہ دار یا رتھیں کیاے خوش و بال
اک مرد جتنی عورتیں تھیں کسے حلال

۱۵ جمع قافلہ ۱۲ ۱۵ جمادی ۱۱ ۱۵ جمع سیاست ۱۱ ۱۵ یعنی اہل عرب حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی اولاد اور ان کے دین کے مدعی

۱۱ اور پر کھینچیں بت رکھا رتھ پرستی کرنے لگے ۱۲ ۱۵ ستمی - درشتی ۱۲ ۱۵ ہر حال ۱۲ ۱۵ عداوت ۱۲

منکو حیرت جاتی تھی غدر خفیف پر

نزلہ گرا ہی کرتا ہے مضمون خفیف پر

ناگفتہ بہ ہے اُن کا طریق معاشرت شرم و حیا سے اُن کو نہ تھی کچھ مناسبت
گراؤ زمان بیوہ کی ارش و مقامت دو بہنیں اور حق و زنی میں مشارکت

ظاہر ہے اس سے زبوں تر سرشتیں

انسان ہو کے اُن میں بہائم کی سیتیں

سب اہل روزگار تھے گمراہ کی قلم مستوجب عذاب الہی عبرت
پراس نے عین وقت پر اپنا کیا کرم پیدا ہوئے نجات و ناسدہ امم

بسیاد شرک و کفر و ضلالت کی بل گئی

بھٹکے ہوئے کو سنسنالہ مقصود مل گئی

کیا عقل تھی جناب رسالت نبی کی شرمندہ جس کے آگے ضیاء آفتاب کی
تدبیر سوچتے تھے رفیع باب کی آخر کو راہ ڈھونڈ نکالی صواب کی

وہ گمراہی وہ غم و ہمالیت نکل گئی

تھوڑے دنوں میں ملک کی حالت بدل گئی

ہر چندان کو ذات خدائی پناہ تھی پر مقصدائے وقت پہ بروم گاہ تھی
تدبیر و جنگ کی شام و گاہ تھی جو دوسروں کی راہ ہی وہ ان کی گئی

تقصیر کب دست ہی تدبیر کا رہیں

ہم اُن کے سامنے ہیں بھلا کس شمار میں

جاگو کہ شرط باندھ کے مردوں سے سوچے خارت و شہو راہ متن میں بوجھ کے

۱۷ عرب جاہلیت کا دستور تھا کہ مثلاً باپ دس بیٹیاں چھوڑتا تو وہ بیٹیاں مثل مال ستر و کہ بیٹیوں
پر تقسیم کر دی جاتی تھیں۔ اور ان کی بانٹ میں لڑائیاں ہوتی تھیں اس کے علاوہ حقیقی بہنیں ایک نکاح میں
ہوتی تھیں۔ ان بری رسموں کو اسلام نے موقوف کیا ۱۷ ۱۷ اعمال باطن ۱۷ ۱۷ بیٹے خدائے تعالیٰ نے ۱۷ ۱۷ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وسلم ۱۷ ۱۷ ناسیدی ۱۷ ۱۷ عہ بودا۔ کم زور ۱۷

جو کچھ تمہیں خدا نے دیا تھا سو کھو چکے سن لیسا ایک دن کہ مسلمان پر پکے

فتنہ میں قوم کی جو لکھی صبح شام شہ

بے حرمتی کے پینے سے بہتر حرام موت

جو لوگ ہیں عادت غلطی سے بہرہ مند کرتے ہیں بات بات سے وہ لکھا پند

پرداز کو خیال کے رکھو در پند مت ہو لہذا نڈی جوانی کے پاس پند

میری لکھنؤ نہیں سمجھ قبول کر

غفلت کہی نہ کیجیو زہنا بھول کر

۱۵ ماسل کرنا ۱۲ ۱۵ ہر ۱۲

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

انجمن حمایت اسلام لاہور

کے چوتھے سالانہ جلسے میں دیا

منہبہ

یہ پہلا کچھ ہے جو انجمن حمایت اسلام میں دیا گیا۔ جن میں مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے لاہور کچھ کشین کا نقشہ
میں پہلا کچھ دیا اُس دن ممبران انجمن حمایت اسلام نے ان کو گھیر لیا تھا کہ ایک کچھ ہمارے مان بیجے۔ اوس طرح ممبران
انجمن حمایت اسلام آتے رہے اور ممبران محمد علی السیوی الشہن نے۔ مگر مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے عذر کیا کہ میں سید
کے ساتھ ہوں اور اپنی فرائض کی مسجد الگ نہیں بنا سکتا۔ آخر بالکل انجمن حمایت اسلام نے ان کا پتہ چھوڑا اگر اس کا پتہ
کر لیا تھا کہ اس کے اگلے سالانہ جلسے میں در کچھ بیگے چنانچہ کچھ فرائض کی مسجد میں ہوا اگرچہ لاہور میں سب بڑی وسیع
مسجد مگر کچھ کے وقت شروع سے آخر تک سید آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ کچھ دن دوسرے شروع ہوا اور نماز نہ رک
ختم نہ ہو سکا تو نماز کے بعد بھی لکھی کتبہ تھیہ دیا گیا اور یوں جہننا چاہتے کہ نماز عصر تک اس کا تسلسل
قائم رہا۔

محمد ﷺ وفضل علی رسولہ الکریم صلعم

ابو باران کی وجہ سے پچھلے دو دن موسمِ نائساہدرا کے جس قدر اندوہ عام کی توقع کی جاسکتی تھی یہ اس میں کسی قدر کمی ہوئی ہے لیکن یہ کچھ ممبرانِ انجمنِ حمایتِ اسلام کی دل شکنی کا موجب نہیں ہونی چاہیے۔

کیا فائدہ ذکرِ بیشمار کم سے ہوگا ہم کیا ہیں کہ کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ کہ ہوا ہو اگر کم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

حمایہ اسلام ایسا دلکش اور پیارا لفظ ہے کہ جس کے دل میں اسلام کی ذرا سی بھی نگہداری ہے ممکن نہیں کہ یہ آواز اس کے کان میں پڑے اور اس کے شوق کو تحریک نہ ہو۔ چاہیے تھا کہ سماں اس انجمن پر ایسے گرتے جیسے شہد پر کھیاں یا شمع پر پرولنے۔ لیکن اگر ایسا ہوتا تو آج انجمن کے ممبروں کی فہرست کتابِ ہفت غلام کے حجم سے کم نہ ہوتی۔ اچھا پھر اس مجلس کی شرکت، اعانت، سرپرستی میں سامانوں کی طرف سے وہ سرگرمی کیوں نہیں ظاہر ہوئی جس کی توقع کی جانی تھی۔ کیا لوگوں کو اس انجمن کی خبر نہیں یا اسلام محتاجِ حمایت نہیں جس قدر ہر چوکا ہے اسلام کی ضرورتوں کو کافی ہے۔ یا انجمن کی کارروائی اصلاح طلب ہے۔ یہ ہیں چند سوالات جو انجمن کے اس جلسے میں شریک ہونے کے قصد کے ساتھ میرے ذہن میں گزرے۔ ان کے جوابات ہم پہنچانا۔ ان پر غور کرنا۔ سوچنا۔ موانع کو دفع کرنا میرا نہیں بلکہ انجمن کے اُن ممبروں کا کام ہے جو نظام کو اٹھائے ہوئے ہیں میں تو صرف نفسِ حمایتِ اسلام پر چند ریمارکس کروں گا۔ مجھے صرف اتنی بات کا ظاہر کرنا منظور ہے کہ ہندوستان میں اسلام کو کس طرح کی حمایت درکار ہے۔

شروع میں اسلام کو ایسے ناملائم اتفاقات پیش آئے کہ جنابِ پیغمبرِ صاحبِ علی المد علیہ وآلہ وسلم کو چار ناچار تیرہ دانا کی کرنی پڑی۔ حضرت نے بڑے صبر، بڑے تحمل اور بڑے استقلال کے ساتھ بارہ برس تک اس پہلو کو بچایا۔ اور صرف خدا کے واسطے تمام دنیاوی ایذاؤں کو برداشت کیا۔ مگر عرب کے لوگ لاتوں کے بھوت باتوں سے کیوں رو براہ ہونے لگے تھے۔ عرب کے لوگوں کو حضرت کے ساتھ صرف اس وجہ سے دلالت تھی کہ پیغمبرِ صاحبِ علی المد علیہ وآلہ وسلم ایک خدا کی پرستش کو قائم کرنا چاہتے تھے۔ وہ لوگ دینی دشمنی کے سبب طرح طرح کے پیغمبرِ صاحبِ علی المد علیہ وآلہ وسلم کو زبانی ایذا میں مبتلے اور کہتے دیوانہ ہے جھوٹا ہے۔ شاعر ہے۔ میں کہیں مراد ارشد اور الطاف حسین حالی ان صاحبوں کے واسطے شاعری سرمایہ ناز ہو۔ مگر پیغمبرِ صاحبِ علی المد علیہ وآلہ وسلم

وسلم کے واسطے پہ خطاب باعث غرت نہ تھا۔ بلکہ اُن کو تو عالم ہونا بھی موجب عار و شقہ طقت تھا۔ حضرت جلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امتی تھے۔ اگر وہ ایم۔ اے یا ایل ایل ڈمی کی ڈگری رکھتے ہوتے تو لوگ کہتے کہ پڑھا ہوا پٹن خیالات ظاہر کر رہا ہے۔ زبانی تکلیفوں کے سوا گستاخی۔ بیہودگی۔ بے ادبی اس درجے کی تھی کہ کھانے ایک دفعہ مسجد کی حالت میں لوٹ کا ادب گردن مبارک پر ڈال دیا۔ بوجھ سے اٹھ نہ سکے۔ حضرت فاطمہ الزہراءؑ نے آنکھ اٹھایا۔ کافران بدین راہ میں کٹے بچھا دیتے کہ آتے جاتے پاسے مبارک میں چھیں۔ آتش عداوت یہاں تک بھڑکی کہ مشرکین آنحضرت جلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہلاک کرنے کے درپے ہو کر قتل کی تیاریاں کرنے لگے اور سنیہ صاحب جلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے رفقا اور انصار پر عرصہ زینت کو تنگ کر دیا۔ ناچار بنے اٹھ بار عابد و سب کچھ چھوڑ کر جلا وطنی اختیار کی جسکو ہجرت کہتے ہیں۔ لڑائی کی آگ کا قاعدہ ہے کہ لگی اور بھڑکی اور بھڑکی اور پھیلی ہر طرح پر سلام کو مگر کے پیش آئے۔ اسلام کو اگر درخت سے تشبیہ میں تو وہ ایسا درخت ہے کہ تلواروں کی چھاؤں میں اُس کا نشو و نما ہوا اور آدمیوں کے خوں نے اُسکے لیے پانی کا کام دیا۔ اسلام خدا کی خالص اور بے لاگ ولایت تو جہد کی وجہ سے یوں بھی بہت پرستوں اور شمرکوں بیٹے دنیا کے نام لوگوں کی نظروں میں کھٹکتا تھا۔ لڑائیوں کی وجہ سے اور بھی مبغوض ہو گیا۔ سلطنت اسلام کے قائم ہونے کے بعد مسلمان بادشاہوں نے اشاعت اسلام کو توسیع ملک کا جملہ ٹھہرایا۔ یہ رواد مخالفین اسلام کے لیے جت ہو گئی اور جت ہونے کی بات تھی کہ بھلا یہ بھی کوئی مذہب ہے جو بیگڑی اور زبردستی اور مصلحت کا شتی سے لوگوں کے دلوں میں اسطرح اُتار دیا جیسے کر وی دو اچوں کے گلے میں۔ جو شخص طاقت تاریخی کی تکنیکیہ پر دلیر ہو۔ اپنا مسلک تو یہ ہے کہ بے شک یہاں تک اسلام کو مند و ستاج کساتھ تعلق ہے وہ ایسا ہی مذہب ہی بلکہ یوں کہو کہ تھا۔ چپا کہ اُسکے مخالف کہتے ہیں کہ جبر و اکراہ کے ساتھ اُس کی اشاعت ہوئی۔ مگر اس سے نفی اسلام پر کوئی الزام کیوں آنے لگا۔ الزام اگر ہے تو اُن لوگوں پر ہے جنہوں نے جبر و اکراہ کے ساتھ اسکی اشاعت کی۔ اگر کسی مدرسے کا ایک احق لڑکا ایسی بدیہی بات نہ سمجھ کہ مثلث کے دو ضلعوں کا مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہے۔ لیکن جب پوچھا جائے تو ماسٹر کے ڈر سے کہہ دیا کہ ہاں ہوتا تو ہے۔ اس صورت میں ماسٹر قصور وار ہے کہ اُس نے لڑکوں پر اپنی بیعت ناجائز حد تک بٹھا رکھی ہے۔ یا لڑکا تصور وار ہے کہ ڈر پوک اور دل کا بودا ہے کہ میں سمجھتا اور کتاب ہے کہ ہاں سمجھ گیا۔ لیکن اصل مسئلہ کہ مثلث کے دو ضلعوں کا

مجموعہ تیسرے سے بڑا ہوتا ہے ہر حالت میں صحیح ہے۔ بعینہ یہی حال ہے اسلام کا۔ کسی نے اس کو طرہ تسلیم کیا تو۔ اور کرنا تسلیم کیا تو۔ وہ فی حد ذاتہ مذہب صحیح تھا۔ اور ہے اور رہے گا۔ ان تو ہیں اس بات کو ماننا کہ وہ لا یتخلف فی صدی منہ شئی کہ اسلام کو متقدمین مسلمانوں نے زبردستی سے ہندوستان میں پہنچا۔ مسلمان ہرگز ہندوستان میں مہمان نہ تھے۔ جیسا کہ الطاف حسین حالی نے شکوہ ہند میں لکھا ہے۔ بلکہ غاصب اور ذلیل بیجا سمجھے جاتے تھے۔ ہندوستان کے باشندوں یعنی ہندوؤں نے ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی سوسائٹی میں ایڈمنٹ نہیں کیا۔ اور نہ انہیں اپنا مہمان سمجھا۔ نہ ان کے ماتھے کا چھو اکھانا کھانا پانی شادی بیاہ کا تو کیا مذکور ہے۔ پس مسلمان اگر مہمان تھے بھی تو مہمان ناخواندہ۔ عرض ہندو مسلمانوں کو جو بچکار شروع شروع میں پیدا ہو گیا تھا کسی زمانے میں کم نہ ہوا۔ اکبر نے ہندو مسلمانوں میں ربط و صلہ پیدا کرنے کی کچھ کوشش کی تھی مگر فرقہ پرستی کی طرف سے وہ ایک شخصی سی بات تھی۔ بے ثبات۔ شاید اس کی تہبیر کے مہم سے زخم مختلف کچھ بہر چلا ہو تو اس کے بعد ٹانگے ٹوٹ ٹاٹ کر وہ گھاؤ پہلے سے بھی بڑا ہو گیا۔ اور جب فساد زخم تمام جہد ہندوستان میں پھیل گیا تو پلٹے پلٹے سر جری کے قاعدے سے قطع عضو فساد لازم آیا اپنے انتراع سلطنت۔ میں جہاں تک خیال کرتا ہوں ہندو اسلام ایسے عمدہ اور صلہ عام فہم اور ہر دل عزیزہ حاصل ہیں کہ ان کے مائتوالے اپنے مسلمان دنیا میں بہت زیادہ ہونے چاہئیں۔ مگر غریبی جو اسلام میں یک ہے۔ کہ اس میں تکلف نہیں۔ تضرع نہیں۔ ادعا نہیں۔ طلب محال نہیں۔ تکلف والا ایطاق نہیں۔ کسی طرح کا اشکال نہیں۔

بڑے اصول مذہب کے تین ہیں۔

اول توحید دوم رسالت۔ سو ہم احکام اپنے اوامر اور نواہی۔

جن وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ خدا کا ہونا ضروری ہے۔ ان ہی وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ وہ ایک ہی قرآن میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا ذکر ہے کہ کس طرح سے انہوں نے توحید کا سرخ لگایا۔ موجودات میں سے ان قسم جمادات ہیں کہ جو حرکت بالا راہ نہیں کر سکتے۔ اس سے آگے نباتات کا درجہ ہے۔ مثل گھاس و تر و درخت۔ ان میں منہ ہے۔ مگر حرکت پر قادر نہیں۔ ہوا کا ہلکولایا تو ہل گئے ورنہ کٹر سے ہیں۔ ان میں لہ میرے سینے میں اس کی طرف سے کچھ ہی نہیں کشکنا ۱۲۵۰ چہن لینے والے ۱۲۵۰ شامل ۱۲۵۰ جڑی و تر ۱۲۵۰

۱۲۵۰ جن کی برداشت نہ ہو سکے ۱۲

جمادات میں صرف بالیدگی کا فرق ہے۔ بعدہ حیوانات جو اپنے ارادے سے نقل و حرکت کرتے ہیں جن میں سب سے اعلیٰ درجہ انسان کا ہے۔ انسان میں سب باتیں مشق و سرے جانوروں کے ہیں۔ مگر اس کو فضیلت ہے بسبب عقل کے۔ جس کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ ہندوؤں کو ہم افسوس کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ جانور۔ اگ۔ تلسی۔ پھیل کے سامنے سر ہٹکاتے ہیں۔ گویا انسان سب سے بدتر ہے۔ اسلام انسان کو یکساں سمجھاتا ہے کہ دنیا میں سب چیزیں مجھ سے کم ہیں۔ اگر خدا دنیا میں ہوتا تو میں ہی ہوتا۔ انسان اشرف المخلوقات تھا اور اس کی حالت اس شرافت کی مقتضی تھی لیکن اس شرافت پر انسان کو اسلام نے جھایا اور اس اعتبار سے تمام نبی نوع انسان کی گردن پر سلام کا بڑا حق ہے۔ مگر ہندو و عہد نے انسان کو سب سے بدتر بنایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں علم نجوم کو بڑی ترقی تھی اور تمام تصرفات نجوم کی طرف منسوب کیے جاتے تھے۔ ایسے گھر میں پیدا ہونے کے جہاں بت بناتے جاتے۔ اور پوجے جاتے تھے۔ مگر چونکہ قدرت و خدا کی طرف پوری پوری متوجہ تھی۔ انہوں نے خیال کیا کہ وہ خدا کیسا کہ جس میں ہم خود تصرف کر سکتے ہیں۔ یعنی بت کو ان کا بنانا بگاڑنا ہمارے اختیار میں ہے اُس زمانے کے تقاضائے وقت سے اپنے اجرام فلکی کی طرف خیال کیا جنگل میں پھڑپھڑے ہو کر کہا کہ خدا کہاں ہے۔ اتنے میں ایک پتلا ہوا ستارہ عرضہ فلک پر نمایاں ہوا۔ اپنے خیال کیا کہ شاید یہی خدا ہو گا۔ کو اکب کی تاثیرات کو سب لگے مانتے ہیں۔ مگر دیکھا کہ ستارہ طلوع ہوا پھر ترقی ہوئی۔ پھر تترل۔ معلوم ہوا کہ یہ خود مجبور ہے خدا کیونکہ مجبور ہو سکتا ہو فلما بین علیہ لیل رآی کو کہنا قال هذا ربی فلما اذ قال الاحباب الفلین تھوڑی دیر کے بعد چاند کو دیکھا اُس کا بھی انجام ویسا ہی ہوا پھر ناسید ہو کر فرمایا کہ میری کوشش یہی ہے کہ میں تلاش کروں۔ آفتاب نکلا۔ کہا کہ اس کے سامنے سب ماند پڑ گئے یہ خدا ہے مگر وہ بھی آخر کو غروب ہوا۔ تو بے اختیار بول اٹھے افسوس میری غلطی ہے خدا وہ ہے جس کو میں نہیں دیکھ سکتا۔ جس کے دیکھنے کے واسطے چشم بصارت اور بصیرت دونوں کافی نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ واقعہ ہندوؤں کی بڑی غلطی ظاہر کرتا ہے۔ اب عیسائیوں کو لویہ لوگ بھی گمراہ ہو گئے۔ ان کے یہاں دس احکام ہیں۔ ایک حکم یہ ہے کل کے واسطے بالکل ذبیحہ مت کرو۔ ایک حکم یہ ہے کہ اپنی خوشن کے واسطے دل سے بہتری چاہو۔ جیسے اپنے اکلوتے بیٹے کے لیے۔ ایک حکم یہ ہے کہ اگر کوئی تمہاری دانتیں ۱۵ آسمان کے چاند سورج ستارے وغیرہ ۱۲ لٹات ہوئی تو دیکھا ستارے کو کہا یہ ہے رب میرا جبہ غروب ہو گیا۔ کہا میں غروب ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا ۱۲

گال پر پتھر مارے تو دوسرا گال بھی پھیر دو۔ مگر آدمی کے لیے یہ احکام ممکن التعمیل نہیں ہیں۔ کہ کوئی اسپر ظلم کے پتھر مارے اور وہ کہے کہ اوزار مارا یا جانی دشمن کے ساتھ محبت کرے مثل نبی اولاد کے یا فکر فردا سے فارغ ہو بیٹھے یہ احکام میں از قسم محالات۔ احکام اسلام ایسے ہیں کہ جن پر ہم عمل کر سکتے ہیں و جزاء سببہ سببہ مَثَلُهَا فَمَنْ عَفَا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ (دہی کی جڑ اسی طرح کی سزا۔ اگر کوئی معاف کرے اُس کا اجر اللہ پر ہے وہ حکم جو فطرت انسانی سے ملتا ہے اور جس کو دل مان لیتا ہے اور جو مقدور بشر ہے *

عیسائی مذہب عیسوی کا ایک سکہ کفارہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا میں دو ضعفیں متناقض کیونکہ جمع ہو سکتی ہیں۔ عدل اور رحم۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا مجبور ہو گیا ہے اگر کسی کو معاف کرے نہیں کر سکتا اگر فطرت انسانی کیا گو اہی دیتی ہے۔ اگر بندے سے کوئی گناہ ہو جائے تو سوا توبہ اور تہنکار کے کیا کرتا ہے عیسائی خدا کی ذات میں عدالت اور نصف کو یوں جمع کرتے ہیں کہ خدا نے حضرت مسیح بن کنوالتیں اور صدیقین جیلین اور یوں گناہگاروں کی سزا کو خود ہگت کر عدل اور رحم دونوں کو پورا کیا جیسے ہمارے مغز و دوت محمد برکت علی خاں صاحب کسی مجرم پر جرمانہ کریں اور اپنے پاس سے ہر دیں۔ اسکو توبہ سے نکال دیکھو۔ اب میں رسالت کے لحاظ سے دکھانا چاہتا ہوں کہ پیغمبر صاحب علیہ السلام نے کیونکر عرب کے دلوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ انسان کے تمام کام معطل بالعرض ہوتے ہیں۔ کوئی سفر کو جاتا ہے کسی کے واسطے سکھتے جوتا ہے۔ انج کے واسطے۔ اگر پیغمبر صاحب نے دعویٰ رسالت کیا تو کوئی مطلب تو ہر گز آیا وہ غرض بھی پختی کہ میں بادشاہ ہوں۔ میں بھی احمد من الملوت ہوں ماؤں۔ یہ احتمال بالکل غلط ہوا کہ ہر خلاف آپ نہایت متواضع نہایت منکسر المزاج تھے۔ ایک دفعہ صحابہ جمع ہوئے۔ حضرت کو دیکھا کہ کھڑے ہو رہے پر لیٹے ہوئے ہیں اور پیلیوں کے نشان پیلیوں پر نمایاں ہیں۔ اصحاب نے عرض کی۔ یا حضرت اگر آپ ہو رہے پر کپڑا ڈال لیا کریں تو کیا اس میں کچھ حرج ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ میں تنعم نہیں چاہتا۔ وعدی رسالت کا دوسرا باعث شاید یہ ہو کہ مجھ کو لوگ مقدس سمجھیں۔ جیسے بعض شیوخ اور ریاکار عالموں کا حال ہوتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں بھی تم جیسا آدمی ہوں۔ تم میں اور مجھ میں اگر فرق ہے تو

لے دیکھو سورہ غم ۱۲ ۱۱ ایک دوسرے کی نفیض ۱۲ ۱۱ لے لے ہر ایک کام کی علت کچھ نہ کچھ عرض ہوتی ہے ۱۲

۱۱ نجد بادشاہوں کے ایک ۱۲ عیش ۱۲

صرف اس قدر ہے کہ یوحنا الی ابجہ پر خدا کی وحی آتی ہے (جو میرے ہمتیوں کی چیز نہیں۔ پھر فرماتے تھے لَوْ كُنْتُ
أَعْلَمُ الْغَيْبُ لَا سَأَلْتُكَ مِنْ الْكُفَرِ وَمَا سَأَلْتُكَ الْكُفْرَ اَلْغَيْبُ غَيْبٌ جَانِبُهُ مَا تَقُولُ مِنْ بَہْت سِی بھلائی
سمیٹ لیتا اور مجھے کوئی اتفاق بد پیش نہ آتا)

کوئی شخص بیشوایان دین میں سے ہی جو اس طرح کے پھر اس سید ہی سادے منکر متواضع نبی
کے اس کہنے کو دیکھو مَا اَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِكَ وَكَأَنَّكَ بَعْدُ (مجھ کو کچھ خبر نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا اور نہ یہ معلوم
کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا) کفار کے جواب میں فرماتے۔ نشانیاں اللہ کے ہمتیوں میں ہیں کفار کہتے جنتہ بہاؤ
یا کوئی انگور کا باغ لگاؤ جیسے بہانہ ہی لگاتے ہیں اُس میں نہیں بہاؤ۔ ایک سوئے پاندی کا محل بننا تو کوئی
عجیب بات نہ کہو دکھاؤ۔ اور تم کہو ڈرایا کرتے تھے کہ آسمان پھٹ پڑے گا۔ اب آسمان سے پتھر برسنا تو اللہ اور
اُس کا شکر لانا کچھ دکھاؤ۔ ان سب باتوں کا آپ جواب دیتے کہ میں کسی اختیار اور تصرف کا دعویٰ ہی نہیں کرتا
پھر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نسل کے لیے آمدنی کا کوئی ذریعہ قائم نہیں ہونے دیا۔ انہوں
نے آمدنی کے تمام ابواب اپنی نسل پر بند کیے۔ آل شمر پر صدقہ اور خیرات اور زکوٰۃ کو اہل احرام کر دیا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر مال تقسیم کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام ان
دو فنل بچے تھے ایک کھجور لیکر منہ میں ڈال لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی سے نکال کر ہینکے ہی
اور فرمایا کہ یہ صدقات لوگوں کے مال کا میل ہیں جن کو خدا نے میری اولاد پر حرام کیا ہے۔ عرض کیے
ہری غربی اسلام میں یہ ہے کہ اس میں تکلیف نہیں۔ طلب محال نہیں تصنع نہیں اس مطلب کو اگرچہ میں
زیادہ نہ بیان کر سکتا تاہم مختصر بیان کر دیا۔ اس میں ذرا بھی مبالغہ نہیں کہ اسلام آہن زل انسان کے لیے
معتدلیس ہے حقیقت میں سخت حیرت ہوتی ہے۔ تیرہ سو برس پہلے دنیا کے لوگ سارے نہیں لو کہتر
مسلمان کیوں نہیں ہو گئے۔ میں نے اپنے ذہن میں اس کا یہی سبب قرار دے رکھا ہے کہ اسلام کو دوستی
و غیر خواہی اور ہمدردی کے پیرائے میں لوگوں پر عرض کرنے کا موقع نہیں ملا۔ ورنہ جس طرح سے پادری
لوگ پہلا کچھ بھلا کر لالچ دکھا کر رفق و دینیت سے۔ خاطر واری و دجوتی سے دینت و خوشامد سے سبھا کر پچا کر
سیکڑوں برس سے انجیل کی منادی کر رہے ہیں نہ زیادہ نہیں پچاس برس بھی اس طرح لگ لپٹ کر قرآن مجید
کی منادی کی جائے تو مسلمان دن دوڑے اور رات چو گئے میرا فرمہ +

ان پادریوں کی چالیں کیا ہیں۔ ان کے ہنگامہ مندے تو دیکھو۔ سیکڑوں نہاروں مدرسے
 کھول رکھے ہیں۔ دھڑٹے سے دنیوی علوم پڑھاتے جارہے ہیں۔ مگر ہومیو پیتھک دوا کے ایک قطرے
 کی طرح قلیل المقدار قوی الاثر ایک آدھ سبق مذہب کا بھی ہے اور کیوں نہ ہو وہی تومشن کی تعلیم کے پرکڑشن
 لینے لٹنے کا جزو غلط سمجھی رہی دنیوی علوم کی تعلیم پیش ہیں نیت کہ ہنزلہ شربت کے ہی۔ جیسے شراب
 چہاٹ سے طبیعت دوا کو گوارا کر لیتی ہے ویسے ہی دنیوی علوم کے لالچ سے لوگ پادریوں کی مذہبی تعلیم کو
 قبول کرتے چلے جاتے ہیں۔ پھر نہاروں لاکھوں کتابیں ملکی زبانوں میں مفت پڑٹی قسیم ہو رہی ہیں
 کاغذ عمدہ سے عمدہ۔ چھاپہ عمدہ سے عمدہ۔ جلد عمدہ سے عمدہ۔ کیا پادری نہیں جانتے کہ شب برات
 میں ان کی کتابوں کے پٹانے بنائے جاتے اور عطاران کو پٹریوں میں صرف کرتے لوگ جلدیں اکھاڑ کر
 اوداق کو ردی کی طرح ہینک میتے یا پٹھے کے کام میں لاتے ہیں۔ گروہن اس کو کہتے ہیں کہ صرف اتنی تقی
 سو ہوم پر کہ شاید کوئی کتاب دست برد سے بچ جائے تو شاید اس پر کسی کی نظر پڑے۔ شاید وہ متاثر ہو
 یہ بے دریغ خرچ ہیں اور یہ بے منت نعمتیں ہیں۔ سچلہ تدابیر شاعت مذہب ایک تدبیر غلط کی ہے۔ کوئی
 میدہ۔ کوئی بازار۔ لوگوں کو کوئی صحیح نہوگا جہاں ایک پادری کھڑا ہوا مذہب کی منادی نہ کر رہا ہو

بہر زیں کہ رسیدیم آسماں پیداہست

لوگ ہیں کہ بیہودہ کٹھن جتیاں کر رہے ہیں۔ سخت و درشت کہتے ہیں۔ تسخروست نہار سے بھی پیش
 آتے ہیں۔ مگر پچھتہ ہو کہ نہ ملول ہوتا نہ بڑا مانتا نہ گالی کا جواب گالی دیتا ہے۔ کیا کوئی پادریوں کی زبان
 کرے گا۔ کچھ لوگ جان پر کھیل کر ہنسر قیہ اور چین اور رت اور جزائر و دروست جیسے وحشی اور جنگلی اور ہنستظلم
 و خطرناک مقامات میں جلنے کی بھی ذرا پروا نہیں کرتے۔ گرفتار ہوتے۔ مارے جاتے۔ ناموافقت آہٹ
 ہوا سے ہلاک ہوتے ہیں مگر ہمت نہیں ٹرتے۔ عرض مذہب کے پھیلانے اور رواج دینے میں کسی وضع
 خاص کے پابند نہیں۔ جن صنگت سینک سہاتے دیکھے گھس پڑے۔ جیسے کہ ایک شکاری شکار کیا
 اونٹ بھی تھا اور اونٹ بھی تھی شیش ہونے لگا۔ لوگ اونٹ میں گھس بیٹھے اونٹ لے بھی اونٹ میں سرکہ لینے کے
 لیے جگہ مانگی اور آخسر ساری رات میں ہی ہی تھا۔ وہ کسی شان میں نہیں۔ وچوئی ہستہالت و تالیف آثار
 ہر پرانے میں ضرور۔ ڈاکٹرین کریماروں کو دوا دیں۔ علاج کریں۔ سودا گروں کے بھیس میں مال تجارت

لے یہ بھی ایک قسم کی ناکہ بندی ہے ۱۱ ص ۱۲۸ ۱۲ ص ۱۲۸ ۱۳ ص ۱۲۸

بلکے دامنوں پر پہنچ دیں۔ وحشیوں کو آیتیں اور جھوٹے ثبوتی اور کھلونے دکھا کر غرض کریں۔ اور زنان خانوں میں عورتوں کو لکھنا پڑھنا مسیحا پر دنا سکھائیں عانیوں کی طرح بچے جنوائیں۔ یہ ہیں چند نمونے ان لوگوں کی کوششوں کے جن کو اپنی قومی سلطنت کے ہونے کی کوشش کی ضرورت نہیں۔ اب ہم کو اپنی جگہ پر سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام کے لیے بھی کبھی کوئی اس قسم کی تدبیر کی گئی ہے ہرگز نہیں! یہ سچ ہے کہ ہمارے ہاں وعظ کا دستور تبدیل ہے۔ مگر جس طرح ہمارے اور پادریوں کے وعظ کے طریقے مختلف ہیں، اعراض بھی مختلف ہیں۔ ہمارے ہاں کے عالم اکثر اپنی مسجدوں میں وعظ کرتے ہیں اور ان کی مہلی غرض یہ ہوتی ہے کہ مسلمانوں کو احکام مذہب پر آگاہ کیا جائے۔ جب کہ پادری دوسروں کو کنورٹ کرنے کے لیے گلی گلی کو پہ کو پہ وعظ کرتے پھرتے ہیں۔ پادریوں کی دیکھا دیکھی چند روز سے مسلمانوں نے بھی کہیں کہیں سر بازار کھڑے ہو کر وعظ کرنے کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ مگر نام و نمود کے مولوی اس طرح کو موجب کشرن سمجھتے ہیں جیسے تو بہت سے بتائیں گے۔ کہ ہم کو اپنے ہی گھر دوسرے ہدایت سے فرصت نہیں۔ کیا کریں پڑھنے والے آگھیرتے ہیں۔ مستغنی دم نہیں لینے دیتے لیکن شاید اصلی سبب کبر نفس۔ پھر ایک بہت بڑا نقص حال ہے ہاں یہ ہے کہ مولوی احکام ظاہر کا بہت بڑا اہتمام رکھتے ہیں۔ جہاں تک میں خیال کر سکتا ہوں ہمارے مولویوں کی تعلیم کا خلاصہ ہی زہد اور احکام ظاہر کی پابندی شریعت طہ روحانی ہے۔ جس طرح طب بدن میں ہر طرح کے علاج ہر قسم کی دوائیں دیکھتے ہو کہ کہیں فصد اور رجاست اور ترقیہ اور پرمیس اور فاقہ ہی کہ یہ سب تاہیریں ضعیف کرنے کی ہیں کہیں ادویہ میج اور مقوی بھی ہیں۔ کیونکہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں کوئی درجہ اعتدال سے بڑھ گیا ہے اسکو گھٹانے اور نیچے اتارنے کی ضرورت ہو۔ کوئی گر گیا ہے اسکو اچکانا اور اچھا کرنا ہے بعینہ اسی طرح مذہب میں ہر بھی ہے کہ یہ بہتر ترقیہ ہے مگر وہ کس حالت کے مناسب تھا کہ مسلمانوں میں اس طرح کی دولت پھٹ پڑی تھی کہ مدینہ منورہ میں لوگ کوہ کا رو پہ بھولی میں بہرے ہوئے لیے لیے پھرتے تھے اور کوئی زکوٰۃ کے لینے کی حامی نہیں بہرتا تھا کیونکہ ہر شخص خدا کے فضل سے بجائے خود جتنا نقصان تھا۔ اور اب بھی خدا مسلمانوں کے دیے ہی دن پھرے تو سب سے پہلا شخص جو تعلیم زہد کی رائے دے میں ہوں مگر مسلمانوں کی حالت موجودہ تعلیم زہد سے ویسا ہی ابا رکھتی ہے جیسا کہ ایک بیمار ناتواں کی

۱۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو لکھوانے والے پوچھنے والے ۱۲۸۵ھ ہجری میں شورش ولانے والی ۱۲۸۵ھ میں

اس قدر مال رکھنا تھا جس پر زکوٰۃ دینی لازم آتی ہے ۱۲

تقیقہ سے۔ بتول کے لیے ایک درجہ متقدم اپنے ذہن میں متلازم دو۔ پھر مسلمانوں کے بتول کا واسطہ کہ
تو باتو گے وہ نسبت جرم و صیغ اور کسوا عشریہ میں ہوتی ہے۔ ہلایہ بات سمجھ میں آنے کی ہے کہ احکام مذہب کے
مخاطب صیغ وہ لوگ ہوں جنہیں پیٹ کو روٹی اور تن کو کپڑا نہیں۔ کیا پیچہ صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
اپنے زمانے میں سب کو اصحاب صفہ کی طرح منہاس تبلیغ و دوسروں کا دست نگر بنانا چاہا یا سُبْحَانَكَ هَذَا
بُھْتَانٌ عَظِيمٌ نہیں نہیں۔ بلکہ مفسدوں کو غنی محکوموں کو حاکم۔ رعایا کو بادشاہ۔ و شیعوں کو شائستہ بننے
کی ترغیب دی اور نہ صرف ترغیب دی بلکہ کر دیا اور کر دکھایا۔ میں اس کو مانتا ہوں کہ ہمارے زمانے کے
مولوی کچھ طبیب روحانی ہونے کا دعوے ہے امت محمدیہ کا علاج کر رہے ہیں مگر بالکل انشا علیہ السلام
کے لوگ حد سے زیادہ ضعیف ہو رہے ہیں اور ان کو ذہد کا جلاب دیا جاتا ہے کہ پرسوں مرتے کل میں
اور کل کے مرتے آج۔ اصلی بات یہ ہے کہ اسلام کے لیے تکثیر جماعت کے خیالات کو سر سے نکال ڈالو کہ
یہاں اسلام کی ایسی حالت نہیں کہ وہ اپنے گروہ کو بڑھا سکے۔ اب ہماری بہت اس میں مصروف و مقصور ہوں
چاہیے کہ جماعت اسلام کو گھٹنے نہ دیا جائے یعنی مسلمان ترک اسلام کر کے دوسرا مذہب (اور چھپانے کی کیا
ضرورت جو صاف کیوں نہ کہا جائے عیسائیت) اختیار نہ کرنے پائیں میرا یہ خیال ہے کہ مذہب عیسائی
الْاَكْثَرُ اَلْاِمَانُ لَكَ اللَّهُ ایک متواتر چیز ہے۔ ایک مسلمان کچھ یقیناً بڑا ہو کر مسلمان ہوگا۔ اسی طرح ہندو
کا ہندو۔ اور عیسائی کا عیسائی۔ کیونکہ ہر شخص جس سوسائٹی میں پیدا ہوا اور جس سوسائٹی میں اُس نے پرورش
پائی طفولیت سے اُس سوسائٹی کے مذہبی خیالات اُس کے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ ایک مسلمان ہوتا
اپنے بچہ کو اللہ اللہ کہہ کر مسلاتی اور اللہ کی مہربانی اور اُسی کے غضب سے وعاد دینی پاکوستی ہے پس وہ بچہ مسلمان
تھا ماں کے پیٹ میں فطرتاً اور مسلمان ہے ماں کی گود میں تلقیناً اور ساری عمر مسلمان رہے گا تقلیداً بچہ نہیں ہے
كُلُّ مَوْلُوْدٍ عَلٰی فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ اَبَوُهٗ يَحْدِثُ اِلَیْہِمْ اَوْ اُمُّہٗمْ اَوْ جُفَا یَحْدِثُ اِلَیْہِمْ اَوْ اُمُّہٗمْ اَوْ جُفَا یَحْدِثُ اِلَیْہِمْ اَوْ اُمُّہٗمْ اَوْ جُفَا یَحْدِثُ اِلَیْہِمْ
موجود ہیں کہ ایک ہندو کسی وجہ سے مسلمان ہوا اور اُس کو نام عمر گوشت نہ پچا۔ کیونکہ بچہ ہی سے اُس کو گوشت
سے یہ وہ اصحاب ہیں جو بوجہ منہاس کے مسجد نبوی میں گزارہ کیا کرتے تھے وہیں بدوہ ہاشم بھی لڑکھڑکیں سے کھاتے اور کھاتے
جزیرہ غوثی سے صبر کے پیچھے رہے ۱۲۷۵ھ سجان اللہ یہ تو بڑے بھگتوں کی بات ہی ۱۲۷۵ھ محدود ۱۲۷۵ھ انشد مگر جس کو اللہ
۱۲۷۵ھ ہر بچہ اسلام کی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر ماں باپ اُس کے یہودی کریں اُس کو نصرانی کریں یا
یا مجوسی کریں اُس کو ۱۲

سے نفرت و لائی گئی تھی تا مغفرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی ایسا ہوا تھا کہ جو یہود و مسلمان لائے وہ اونٹ کے گوشت سے پرہیز کرتے اس وجہ سے کہ یہود کے یہاں اونٹ کا گوشت حرام ہے چنانچہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ** میرے ایک دوست شیعہ سے سنی ہوئے۔ اور انہوں نے اپنے خاندان کے لوگوں کو بہانہ و مناظرہ سے سنی ہونے کی ترغیب دی۔ ایک بی بی کو سب طرف سے بند کیا تو انہوں نے کہا تو کیا کہا کہ بیٹے میں سنی تو ہو جاؤں مگر مجھ کو ان موتوں کے پینے اصحابِ ثلاثہ کے نام ہی بڑے لگتے ہیں۔ مان قہ غرض یہ ہے کہ میں مذہب کو متواتر سمجھتا ہوں۔ پھر انسان کے معاملات میں سب سے زیادہ عجیب مذہب ہے اس سے بڑھ کر عجیب بات آدھریا ہوگی کہ متزل مقصود سب کی ایک اور راستے دیکھو تو پورب کچم کا اختلاف۔ اس پر طرہ یہ کہ سرگرمی اور سہاات کا اذعان کہ جس سے پریں چل رہا ہوں بس یہی شک ہے اور دل کی تسلی تمام اہل مذاہب میں یکساں۔ **كُلٌّ خِزْبٌ بِمَا لَكُمُ فِيهِمْ فَرِحُوا**

بگوش گل چہ نہ کردہ کہ خندان ست بضلیب چہ فرمودہ کہ نالان ست

دنیا کے ہتھبار سے دیکھو تو کسی نے کمر کوئی شئی میں لاکشیا نہ فریت ہی۔ نہ فویت۔ نہ فضیلت۔ نہ حقوت۔ تو اللہ تناسل صحت و مرض۔ تو نگہی و افلاس۔ ریخ اور خوشی۔ نیکی اور بدی۔ موت و حیات کیا چیز ہے جو ایک مذہب و الفل میں ہے۔ اور دوسرے دل میں نہیں۔ اور واقع میں یہی بے خصوصیتی اختلاف مذہب رفع نہیں ہوئے دیتی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ خود فرماتا ہے۔ **وَلَوْلَا أَنْ يَكُونَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً لَجَعَلْنَا لِدِينِكُمْ بِالْكَفَرِ لَبِئْسَ لَكُمْ سِقْفًا مِنْ فَضْلِهِ وَمَعَارِجَ عَلَيْهِ مَا يَطْرُقُونَ وَلِيُبْعَثَكُمْ أَبْنَاءَ وَأَسْرَارًا عَلَيْهِمْ أَنْ يُكُونُوا خَرِفًا وَارِكًا أُولَئِكَ لَمْ يَمْلِكُوا الْحَيَاةَ وَالْآخِرَةَ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ** ہر مذہب میں لوگوں کا ایک ہی طرح کا حال ہے اکثر تو دنیا میں ایسے منہمک ہوتے ہیں کہ دین و مذہب کی طرف

۱۵۷ اے ایمان والو اسلام میں پورے داخل ہو جاؤ اور چلاؤ قدم بہ قدم چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہو ۱۵۸ سورہ قیامت ۱۵۹ ہر ایک گروہ اپنے حال میں خوش ہے ۱۶۰ تمام چیزوں سے کسی چیز میں ۱۶۱ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ سارے آدمی ایک امت ہو جائیں تو ہم بہمن کے ساتھ کفر کرنے والے کو گمراہ چھتیں چاندی کی بنادیتے اور تیریاں چاندی کی کہ ان پر بھجیں اور ان کے جھوکے واسطے دروازے اور تخت کہ ان پر بکھیرے لگا کر بیٹھیں۔ اور سو نا اور نہیں یہ سب کچھ گروہ کی زندگی کا سامان اور آخرت تیرے رکے پاس بٹرنے والوں کے واسطے ہے ۱۶۲ قتلہ ۱۶۳

مطلقاً ملتفت ہی نہیں تھو قدر سے قلیل پابند مذہب ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر اور اکثر بھی قریب کل اس خیال کھوتے ہیں انا وجدنا آباءنا کذلک یفعلون انا وجدنا آباءنا علی امۃ وانا علی اناہم مقتدونہ عرض شاہ میں وہ لوگ جو تحقیق کے ساتھ کسی خاص مذہب کو اختیار کرتے ہیں مگر تحقیق کا نتیجہ ہم نے تو اکثر بھی دیکھا ہے کہ آدمی جس مذہب میں پیدا ہوا اور جس کی غولی پچھن سے اُسکے ذہن میں بیٹھ چکی ہے تحقیقات کے بعد بھی اُسی پر قائم رہتا ہے۔ وہ اگر اس مذہب کے معتقدات میں کہیں مانی مڑتا ہوا دیکھتا ہے تو اُس میں تاویلات گھر گھر کر سن سمجھتی کر لیا کرتا ہے۔ یٰٰکھلون فی دین اللہ اذوا جاکے دن گئے۔ اب کوئی اکاؤنٹ تبدیل مذہب کرتا بھی ہے تو اُس کی مثال ایسی ہے کہ مثلاً دو تالابوں میں چند قطرے ایک تالاب میں سے لیکر دوسرے میں ڈال دو تو اس سے نہ وہ تالاب خشک ہو گا جس میں سے دو بوندیں نکل گئیں اور نہ وہ تالاب اُبل پڑے گا جس میں دو بوندیں اور آئیں۔ غرض مقصود یہ ہے کہ ہلکے بکھیر کر وہ مسلمانوں کے فکر سے خارج رہنا چاہیے۔ اس سے کہیں زیادہ بکار آمد اور مفید اور عند اللہ و عند الرسول مقبول یہ ہے کہ ہم عام مسلمانوں کی اصلاح پر متوجہ ہوں۔ اور غیب نہیں کہ یہ تدبیر آخر کار تکثیر جماعت اسلام کا بھی موجب ہو۔ نیز زمانہ کا پیشکش کا ہے یوں سمجھنا چاہیے کہ بعض اہل مذہب ہیں سب ایک قسم کے دوکاندار ہیں۔ اور ہر دوکاندار چند بیداروں کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا ہے۔ کانپشن کی صورت میں جو تدبیر ایک دوکاندار اپنی دوکان کی رونق کے لیے اختیار کرتا ہے ویسی ہی تدبیر کرنی ہوگی کہ ہمارے پاس خریدار کی ضرورت کی سب چیزیں مہیا ہوں۔ سوہیں۔ مال بھی عمدہ ہو۔ وہ بھی ہے۔ ارزاں ہو۔ ارزاں بھی ہے۔ چیزیں عمدہ طرح پر سجائی گئی ہوں۔ خریداروں کے ساتھ ہمارا برتاؤ رفیق و نرمی کے ساتھ ہو۔ بس ان دو باتوں میں کمی ہے۔ اور ان ہی دو باتوں کی طرفیں عام مسلمانوں کو اور خاص کر ممبران انجمن حمایت اسلام کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہمارے مذہبی اُکاؤنٹ جن کو میں نے مال تجارت سے تشبیہ دی فی حد ذاتہا نہایت عمدہ ہیں مگر ہم مسلمان ان کو ایسے طور پر عمل میں نہیں لاتے کہ ان کی عمدگی ظاہر ہو۔ اور لوگ اسلام کو نظر استعسان سے دیکھیں۔ آپ صاحب مجھ کو اس بات کے کہنے سے معاف کھیں گے کہ انجمن حمایت اسلام اپنے پندار میں ایسا خیال کرتی ہے کہ ہم نے ہم نے پایا اپنے باپوں کو اسی طرح کرتے ہیں ہم نے پایا اپنے باپوں کو ایک راہ پر اوہم ان کی پیروی کرتے ہیں

پر خارج کی طرف سے خطر ہے۔ وہ ڈر رہی ہے کہ ایسا نہ ہو جو طرح عیسائیوں نے مسلمانوں کی سلطنت دہلی کیسے
مذہب پر بھی دست درازی نہ کریں۔ اور یہ حال ہے کہ میں خارج کی طرف سے بالکل مطمئن ہوں۔ اس سے کہ پادریوں
نے دو چار لاوارث بچے لے جا کر عیسائی کر ڈالے۔ اسلام کا انشاء اللہ بال بھی ٹیکہ نہیں ہوتا۔ میں آپ صاحب کو سچ
کہتا ہوں کہ اسلام کو جو کچھ خطر ہے ہم ہی مسلمانوں سے ہے۔ جو اس کے نام لیوا ہیں۔

من از بیگانگان ہرگز ننگ عالم کہ با من ہر چہ کرد آں آہشنا کرد

اسلام کوئی شے مفرد موجود فی الخارج نہیں۔ بلکہ ہم مسلمانوں کے اطوار و عادات و معاملات و معتقدات قبول
و افعال کا نام ہے۔ اسلام کی حمایت و حفاظت تائید ہمدردی یا جو کچھ کہو سب کا بہترین پیرایہ یہ ہے کہ مسلمانوں
کی اصلاح کی جائے۔ سب سے زیادہ ضروری اور سب سے مقدم تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں صلاح کاری اور سازگاری کی
صفت پیدا کی جاوے نہ صرف آپس میں بلکہ دوسری قوموں کے ساتھ مسلمانوں کی پچھلی کارروائیوں کی دوسری
قوموں کے ذہن نشین کر دیا ہے کہ مسلمان دوسری قوموں کے ساتھ دوستانہ برتاؤ رکھ نہیں سکتے جیسا کہ
میں نے شروع میں کہا تھا۔ پہنے مثل دور فرماں روا قوموں کے ہمتاقت قلوب کی پروا نہیں کی۔ جب تک
گھر کی حکومت رہی اس غلطی کا کوئی گزند مرتب نہ ہوا۔ زوال سلطنت کے بعد سے مسلمانوں کا قریب قریب
ایسا ہی حال ہے جیسے دانتوں میں زبان۔ رو سے زمین پر سوائے خدا کے کوئی ان کا دوست نہیں اور نہ فخر
پیدہ کہ دوست نہیں۔ بلکہ لوگ پچھلی کہانیاں یاد کر کے مد پے انتقام رہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں اگر خدا خواستہ
ہندوستان پر انگریز سلطنت نہ ہوتے یا ہوتے اور خدا خواستہ ان کی طبیعت دوسروں کی طرح کینہ کش واقع ہوتی
ہوتی تو آج ہم مسلمانوں کی کیسی گت ہوتی۔ ہر چند واقعات جو صفحات تاریخ میں ثبت ہو چکے کسی کے میٹھے نہیں
سٹ سکتے۔ لیکن اگر ہم تلافی یافت کرنی چاہیں تو گو دوسری قوموں کو دوست نہ بنا سکیں مگر ان کی شورش
عداوت کو تو ضرور فرو کر سکیں گے۔ کیا اسلام کے لیے سلطنت کا ہونا شرط ہے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم
نے پیغمبری کے پہلے گیارہ برس سطح کفار مکہ میں گزارے تھے۔ یار و لشکر کرو کہ ہکو ہندوستان میں ویسا ابتلا
نہیں بلکہ سچ پر چھو تو مطلق ابتلا نہیں۔ ہم ہی دوسروں کو نہ دیکھ سکیں تو اور بات ہی مد نہ کوئی ہمارے مذہب
سے مزاحم نہیں متعرض نہیں۔ پھر یہ تمام داد بلا کیوں اور فریاد کس لیے۔ بات صاف صاف یہ ہے کہ ہم لوگ
اس ملک میں محکوم بین مغلوب ہیں۔ ضعیف ہیں اور اپنی حالت پیش نظر رکھ کر مذہب کو بٹانہ ہی سمجھنا

لے لینے کوئی چلے جو آنکھوں سے دکھائی دے ۱۲ سالہ گرفتاری۔ آزمائش ۱۲

ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا کہ ہمیشہ ہمیشہ کو مسلمان تمام رو سے زمین پر سلطنت کرینگے۔ بلکہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اسلام کے بارے میں پیشین گوئی کی بھی تو یہی کہ **يَكُونُ غَرِيبًا وَسَيُعَادُ غَرِيبًا**۔ بیشک سلطنت بھی ایک رحمت الہی ہے اور وہ ان کو ملتی ہے جو اس کی صلاحیت رکھتے ہوں **وَلَهَذَا كَتَبْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرْثُهَا عَبْدُ اللَّهِ الصَّالِحُونَ** ہم میں جب تک صلاحیت رہی سلطنت رہی سب جو لوگ خداوند صلاحیت والے ہیں سلطنت پر مسلط ہیں کسی کے دل میں یہ وسوسہ نہ گزرے کہ سلطنت دنیا مذہب کے مقبول ضامن قبول ہونے کی کوئی ہے۔ یہ انتظام الہی ہیں دوسرے مصلح پریشانی **لَا يَأْتِيَنَّكُمْ نَكَبٌ مِّنَ النَّاسِ** یہ میرا خیال ہے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو دو متناقض حالتیں مغلوبیت و غلبہ اور غم و شیر کی گزریں ہونہ ہو اس میں یہ جھکت مضمحل رہی ہوگی کہ مسلمانوں کو ملائم و ناملائم ہر طرح کی صورت میں زندگی بسر کرنے کا طریقہ دکھا دیا جائے۔ مسلمانوں کو دوسری قوموں پر کسی طرح کی تندی کر دینے کی قدرت تو باقی نہیں۔ لیکن ان کے برتاؤ میں جتنی اور جیسی چاہتے سازگاری بھی نہیں۔ جو لوگ ہم ہیں کے عوام ہیں ان کو ہندوؤں سے لڑ بیٹھنے کے لیے ایک اونٹن ساہمانہ بس کرنا ہے۔ رہے عیسائی معلوم ہے کہ وقت کے حاکم دولت اور عزت کے منبع ہیں اور کچھ نہیں تو ان کے ساتھ مذہبی مباحثات ہیں وہ احتیاط جس کا پاس ایک قوم مغلوب کو ہمہ وقت ہونا چاہیے ضرور فوت ہو جاتی ہے۔ اور اس کے ساتھ وہ دنیاوی منفعتیں بھی ضرور فوت ہوتی ہیں یا ان کے فوت ہونے کا ضرور خطر ہے جن کے لیے خدا نے ہم کو عیسائیوں کا دست نگر بنا دیا ہے۔ کوئی ہے ایسا ضابطہ کہ مذہبی مخالفت کو پر غاش اور خدا اور بے اعتمادی کی حد تک بھر نہونے دے۔ دلاپنے نفوس کا اعتبار کر د اور خدا کے لیے دریائیں رھ کر مگر کچھ کومت دشمن بناؤ چمن دنیا میں بہت دن غارین کر رہ چکے۔ اب گل ہو کر رہو۔ تم کو یقین آئے یا نہ آئے۔ اگر یقین کرو گے تو مجھے کیا بخش دو گے **فَمَا آتَانِي اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا آتَاكَ** خدا اگر یقین نہ کرو گے تو مجھ سے کیا چھین لو گے میں سچے دل سے تم سے بے روبرو کہتا ہوں کہ میں خدا کے فضل سے مسلمان ہوں۔ بلکہ کسی قدر متعصب مسلمان ہوں

۱۱ھ غزیمہ حالت میں شروع ہوا اور عن قریب غزیمہ حالت کی طرف عود کر گیا ۱۱ھ پہنے لکھدیا زبور میں نصبت کے بعد کہ ازینک وارث میرے نیک بندے ہوں گے ۱۲ھ ان دنوں کو ہم لوگوں میں پھرتے ہیں ۱۲ھ غنی ۱۲ھ شہر شہر ۱۲ھ اپنے اس کی طرف متجاہز ہونے سے ۱۲ھ باز پرس ۱۱ھ جو کچھ مجھ کو اللہ نے دیا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو تم کو دیا ہے ۱۲

قوموں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اگر ہم وہ حقارت مذہبی ہی اُت بار سے کیوں نہ ہو مسلمانوں کے اس طرح مزاج سے میں ہرگز راضی نہیں۔ دوسروں کو ہر سب غلط سمجھو اور بے شک ہر سب غلط ہیں لیکن غلطی کی وجہ سے وہ لوگ قابل رحم ہیں نہ لائق نفرت۔ میں جانتا ہوں کہ انہیں حمایت اسلام کا یہ مقصد نہیں۔ لیکن مذہبی تو وہ ہیں خواہی انخواہی دوسرے کے عیوب پر نظر پڑنے لگتی ہے۔ اس سے کہ ہم دوسروں کے عیوب نکالیں بہت زیادہ مفید ہوگا کہ ہم اپنے ہی عیوب کی تفتیش میں مصروف ہوں۔ یہاں منصب و عہد کا نہیں۔ لیکن اگر میں اپنے نفس پر دوسرے مسلمانوں کو قیاس کروں تو ہمارا حال سخت افسوس کے قابل ہے۔

گر مسلمان ہیں بہت کہ مائے داریم دے اور پس امروز بود فردا سے

زیادہ کہنے کی فرصت نہیں اور شاید موقع و محل بھی نہیں۔ مگر آؤ ذرا اپنے ایمان کو توجہ انہیں کہ یہ بھی ٹھیک ہے یا نہیں۔ اسلام کا لب لباب یا اس کی غرض و غایت جو کچھ کہو خدا کی توحید ہے۔ یہی تہیہ اصل ہے۔ یہی تہیہ اور کسی کی تہیہ نہیں یہاں تک کہ اہل کتاب کے مشتبہ اور مستزل کر رکھا تھا اور اسی کو صرف اور فالص اور پاک و دقیق اور مضبوط اور مستحکم اور مستحکم کرتے کہ ہمارے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیعت ہوئے سارا قرآن پڑھا اولہ الی آخرہ توحید میں سرشار ہے جملے جملے سے توحید پڑی ٹپک ہی ہے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزاج میں چشم پوشی اور درگزر اور تالیف قلوب اور آسانی کی کچھ انتہا نہ تھی صرف دنیاوی امور میں نہیں بلکہ مذہبی امور میں بھی۔ حجۃ الوداع میں کوئی کہتا مجھ سے فلاں رکن فوت ہو گیا آپ فرماتے لا باس کوئی ضرر نہ کرنا حضرت ارکان میں پہلے ترتیبی ہوتی ارشاد ہوتا لا باس۔ مسجد نبوی میں ایک بے تین بولنے کوئے لگا لوگ مارنے دوڑے۔ فرمایا اس کو طہیستان سے فلاح ہو لینے دو پھر نرمی سے بھادریا۔ سجد عبادت کے لیے ہے۔ بارگاہِ بد کے ہمارے میں باوجودیکہ اصحابِ قبل کی رائے دی حضرت نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا ایک منافق ملاں بیٹے نے التماس کیا کہ حضرت اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں۔ آپ منع کرتے کرتے رضی ہو گئی۔ جب کبھی حضرت کو دو باتوں میں امتیاز دیا جاتا آپ ہمیشہ سہولت کا پہلو اختیار کرتے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ میں نے اس خدمت کی کبھی کسی بات پر مجھ کو ملامت کی ہی نہیں۔ مگر میں جو کچھ بکثرت غشی سے کھالیتے اور نہ بھاتا تو وہ نہ سے کھائے کہ برائے کہتے جیسے ہم کعبہ کو صرف اسوجہ سے داخل کعبہ نہ کیا کہ ایسا نہ ہو لوگ نئی بات بھکھو اور

۱۲۔ منہر ۱۲۔ چہ پیر صابک تھی ۱۲۔ کچھ حرم نہیں ۱۲۔ کچھ پیشاب ۱۲۔ جنگ بد میں جو لوگ تھکے تھے ان کو اس پر رکھتے ہیں ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

کریں۔ غرض سب باتوں میں نرمی تھی۔ اور نہیں تھی تو توجہ کے بارے میں۔ فتح بدر کے بعد لڑکیاں شادی سے
 گائے لگیں۔ آپ خاموش بیٹے ہوئے سنائے۔ جب انہوں نے کہا کہ ہم میں پیغمبر غیبی اس ہے جھٹ اپنے
 روکا۔ صحابہ نے چاہا کہ فارس کے قاعدے کے مطابق تنظیم مسجد کریں۔ منع فرمایا۔ بلکہ لوگوں کے کھڑے ہوئے
 بھی خاموش ہوتے تھے۔ اس خیال سے کہ مبادا میرے پیچھے لوگ پریش کر دیتے لگیں۔ وصیت کی کہ میری قبر
 زمیں میں دفن نہ کرنا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب تک زندہ رہے توحید کی رخصت بندوں میں لگے رہے اب اسی خدا پرست
 پیغمبر کی امت کو دیکھتے ہیں۔ قبر پرست۔ پیر پرست۔ تعزیر پرست۔ رسم پرست۔ اوام پرست۔ تدبیر پرست
 خواہش پرست۔ یعنی روزمرہ کی حاجتوں میں تو ہنگو اس کی ضرورت پڑتی نہیں کہ بیٹھ بٹھائے خدا کو تعظیم
 دیں۔ اولاد۔ نوکری۔ تندرستی۔ دوستی۔ دشمنی۔ مار جیت۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس مطالبے جو خدا کے بدلے
 اٹھا رہے۔ اور اسکو کوئی نہ کوئی زندہ یا مردہ سالک یا مجذوب فقیر پورا نہ کر سکے۔ یہاں تو اپنے دہی کو اپنے
 مونہ سے کوئی کیوں کھٹا کھٹے لگا۔ لیکن یہ ملک کسی ناواقف محض شخص کو آنے دو وہ ہندوؤں اور
 مسلمانوں میں اگر فرق پاتے گا تو اس قدر کہ ہندو اپنے بزرگوں کی پرستش کرتے ہیں اور مسلمان اپنے بزرگوں
 کی مسلمانوں کو توحید کے بارے میں تشریز دیکھ کریں ذرا بھی تعجب نہیں کرنا یہ مرحلہ ہے ہی مؤلفہ الاقدا
 وما یقین اکثرہم باللہ الادھم مشرکون لیکن سب سے تعجب کی بات یہ ہے کہ وہی یا اسی قسم کے افعال
 دوسری قوموں کا آدمی کیسے توحید اور مسلمان اس سے بدتر ہے بدتر بھی کیسے پھر موجد کا موجد توحید کیا
 ہے۔ بی بی تیز کا دھڑ ہے کہ وہ کیسے طوطا ہی نہیں۔ تاویلین مسلمانوں کے مونہ سے سنی ہیں وہ اس قسم
 کی ہیں جو دوسرے لوگ کیا کہتے ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ ہولاء شفعاء عند اللہ ما تعبدہم الا لیسوا
 لا اللہ ذلکی یہاں کچھ لڑائی نہیں۔ جھگڑا نہیں۔ مباحثہ نہیں آپس کی بات ہو جھٹ کرنے پر تو کوئی بھی
 مجھ کو بند کر دے گا۔ حوکان الانسان اکثر شیء جدا لیکن معاملہ خدا کا ہے یشکم خائفہ الاعین
 وما تخفی الصدور

زورت پریش میر دوبا با با خداوند غیب داں نرو و

لے وہ وہی ٹیکے جو رش و حوس درست ہوں ۱۲ لے جو اپنے آپ میں نہ ہو ۱۲ لے قدموں کے پھلنے کی جگہ۔ اور بہت سے ان
 میں اللہ کو مانتے بھی ہیں تو ساتھ ہی مشرک بھی کرتے ہیں ۱۲ لے۔ ہیں ہمارے شفیع اللہ کے پاس ان کو ہم صرف اس واسطے پوچھتے ہیں
 کہ ہوا اللہ کا مقرب بنا دیں ۱۲ لے اور انسان سب سے زیادہ جھگڑا ہو ۱۲ لے انہوں کی چوری اور پینے کی چھٹی باتوں کو مانتا ہے ۱۲

تھوڑی دیر کے لیے تعصب کو دور کر کے نظر انصاف سے دیکھو کہ عموماً مسلمان اس بلا میں مبتلا نہیں۔ تو سیکھنے کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اپنے ایمان کو تو ٹھیک کر لو تب ہی دوسروں کے پیچھے پڑو۔ رند خراب حال کو راہ نہ چھوڑو۔ بختم کو پرانی کیا پڑی اپنی سیٹھ پڑو۔ مسلمان کہلاتے بلکہ ہونے سے آدمی مومن نہیں ہو جاتا اور مومن ہونے بغیر نجات نہیں۔ یہ طرح کی بات ہے ۵

بلکہ دشواری ہر چیز کا آسان ہونا۔ آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا۔
 میں قرآن کی ایک آیت پڑھتا ہوں جس سے اسلام اور ایمان کا فرق ظاہر ہوگا قَالَتْ الْأَنْحَرَا
 اصْنَا قُلْ لَمْ تَقُمْ مَوْتُوا لَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِنْ تُطِيعُوا اللَّهَ
 لَا يَلَيْتُكُمْ مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ۔ یہ آیت ہی مومن کی شناخت ہے
 ہیں اِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَاللَّهُ
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ۔ یہ ایمان اور اس میں شک شبہ کا خطورہ نہ کرنا عمل قلبی
 اگرچہ اس کے آثار بھی آدمی کے اقوال افعال حرکات و سکنات پر مرتب ہوتے ہیں۔ تاہم کوئی دوسرے
 کسی کے مافی الضمیر پر مطلع ہو نہیں سکتا۔ مگر یہ کہ وہی شخص بجائے خدا اپنے نفس کا احتساب کر کے دے
 کہاں تک آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا کا مصداق ہے۔ ہاں جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَاللَّهُ
 فِي سَبِيلِ اللَّهِ یعنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں کوشش کرنا ایک ایسا امر ہے جس کو ہر کوئی دیکھ کر
 سو خدا کی راہ کے بہت سے رستے ہیں۔ سب بہتر اور زائے کی ضرورتوں کے ٹھیک مطابق وہی جو کچھ اسلام
 اسلام نے اختیار کر رکھا ہے۔ پس اس انجمن کو معمولی اور سب سے زیادہ کی انجمن نہ سمجھو۔ یہ انجمن کسوفی ہے بلکہ
 کی ایمان کی۔ میں تو اس انجمن کے بارے میں دو ٹوک رائے رکھتا ہوں۔ ہا تو سب مسلمان بلکہ اس کا
 شاو۔ یا رکھتے ہو تو اس کو اسلام کی شان کے مطابق بنا کر رکھو۔ یہ اونچی دکان اور پھیکا بچوان تو ہر کسی
 لے لے کہا اعراب نے ایمان لائے ہم۔ کہہ نہیں ایمان لائے تم بلکہ کہو کہ اسلام لائے ہم اور ابھی تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں
 اور اگر تم امداد اور رکے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔ امداد بھٹے والا مہربان ہے۔ امداد
 وہی ہیں جو امداد رسول پر ایمان لائے۔ ہر کسی قسم کا شک نہیں کیا۔ امداد اللہ کے رستے میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کو
 کی۔ پچھے ایمان دعوہ بھی ہیں ۱۲

کی بات ہی۔ انجمن حمایت اسلام اور گھر گھر چکی چکی آٹا مانگے۔ چار چار آنے کے پیسوں پر وہ بھی ماہواری یا سیدی
 طرح کیوں نہیں کہتے دھیلے روز کی کوڑیوں پر اس کی ممبہ سی ماری ماری پھرتے جن کو مقدور نہیں اللہ تعالیٰ
 لَا يَجِدُ وَلَدًا لِأَحْمَدَ هُمْ اُن کی تو آنے کی چکی بھی اکسیر کی چکی ہے۔ مگر مال دولت والے۔ غرت و حکومت
 تمام ونود والے۔ شان و شوکت والے۔ ساز و سامان والے۔ کس خواب غفلت میں ہیں ان پر رحمت الہی تمام
 ہو چکی۔ اگر اسلام بچا ہے تو ضرور باز خواست ہونی ہے۔ نا نا کہ مسلمانوں میں اگلی سی فراغت نہیں ہی مگر کرنے
 پر آؤ تو سب کچھ کر سکتے ہو۔ قطرہ قطرہ جمع ہو کر دریا بن جاتا ہے۔ کون کہتا ہے کہ پیٹ کاٹ کر دو اپنی اپنی
 جگہ سوچو۔ ایک متنفس ایسا نہیں جس کی آمدنی کا بڑا حصہ لغو اور فضول اور نامشروع طور پر ضائع نہ جاتا ہو +
 بندگان خدا عیالان اسلام کی فہرست میں اپنا نام تو لکھو اور کھو۔ دہشتہ آید بکار۔ اب یہ وقت ہے کہ مانگا جاتا
 ہے اور ہمارے دل سے نہیں نکلتا وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ ایک دن ہوگا کہ زبردستی سر پر کرنا پڑے کھا کر دینا
 چاہو گے اور نہیں لیا جائے گا۔ يَوْمَ الْحُجْرِ لَوْ لَقِيَ بِي مَنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بَيْنِيْهِ وَصَاحِبَتُهُ وَآخِيْهِ
 وَفَصِيْلَتُهُ الْاِثْنِ تَوَوَّيْهِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْفِخُ فِي كَلَّا مگر یوں کہو کہ عاقبت اور عاقبت کی باتیں
 ہمارے افسانہ معلوم ہوتی ہیں۔ اور ہم اگر مسلمان ہیں تو ویسے ہی مسلمان ہیں جیسے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم کے زمانے کے اعراب کہ وہ کہتے تھے اَمْنَا اور خدا فرماتا تھا لَقَوْا مَنُوْا وَلٰكِنْ قُوْا اَلَسَلَمْنَا وَلَا يَدْخُلُ
 الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خیر عاقبت سے قطع نظر کرو تو دنیا ہی میں ہمارے کون سی بہتری ہو رہی ہے۔ زوال سلطنت
 کا تو مجھ کو کبھی خیال بھی نہیں آتا اُس بیہودہ بے تمیز نامنظم سلطنت سے تو ہم انگریزی عملداری میں بڑے
 ہی امن چین سے ہیں مجھ کو جس بات کا قلق ہے وہ یہ ہے کہ ہم دوسری رعایا سے لیاقت میں خوشحالی
 میں غرت میں۔ قرب حکام میں بہتر نہ ہوں تو پھسڈی اور پس ماندہ اور بدتر بھی نہ ہوں وہ بھی مسلمان ہی
 تھے۔ جنہوں نے اسلام کے بل بوتے پر ایک سلطنت بنا کھڑی کی۔ اور ایک مسلمان ہم ہیں کہ سب کچھ لکھو اور
 اب روٹیوں کے لالے پڑے ہیں۔ سوچنے کی بات ہو کہ آخر وہ کیا چیز تھی جو ان وقتوں کے مسلمانوں میں تھی
 ۱۷ جن کو اپنی مشقت کی ضروری کے سوا کچھ نہیں ملتا ۱۸ بڑے ۱۹ قسم ہے اُس ذات کی جس کے انہیں
 میری جان ہے ۲۰ پسند کرے گا مجرم کہ کاش آج کے مذاکے بدلے اپنے بیٹے۔ بیوی۔ بھائی۔ اپنے کہنے جن کو وہ پناہ
 دیتا تھا اور بچے نوکریں میں ایسے سب کو فدیے میں دے دے اور چھوٹ جائے۔ ہرگز نہ ہوگا۔ ۲۱ نہیں ایمان لائے تم
 بلکہ کہو تم اسلام لائے ہم اور ابھی ہمارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا ۲۲

اور ہم آج کل کے مسلمانوں میں نہیں۔ میں بتاؤں۔ وہ ہمدردی اور اخوت اسلامی بھی تھی۔ ان لوگوں کا حال یہ تھا کہ کفار کے ہاتھوں سے تنگ آکر جو مسلمان پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے سے ہجرت کر کے اپنے میں آئے۔ ہمارے مہاجرین کہلاتے تھے۔ یہ لوگ نہایت بے سرو سامان تھے۔ کیونکہ بھاگ کر اور چھپ کر آئے تھے۔ ان کے بعض کے تو پیسے اور کھانے تاک تھکا نہ تھا۔ اگر دیکھتے کہ لوگ ہوا انصار کہلاتے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے ہجرت کے وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے مہاجرین کی ہر طرح کی مدد کی تھی۔ خدا انہیں ہم جیسے تنہا خرد تنگ چشم۔ خود غرض مسلمان رہے ہوتے تو بیچارے مہاجرین پر دلیں میں فقر و فاقہ سے ہلاک ہو گئے ہوتے۔ لیکن انصار نے نہیں رہنے کو مکان دیئے۔ اپنے یہاں مہمان رکھا۔ مہمان نوازی کا قاعدہ سے سے خاطر و مدارت کی۔ یہاں تک کہ انصار میں سے ایک شخص کے پاس جاہلیت کے دستور کے مطابق متعدد بیبیایاں تھیں انہوں نے ایک بی بی کو طلاق دے کر اپنے بھائی مہاجر کا ٹھکانا دیا۔ پھر انصار نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے بھائی مہاجر تھیں۔ ہمارے دیہات ان کی کوئی معاش نہیں۔ ہمارے باغات ہیں ان میں اور ہم میں بانٹ دیجئے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں تمہارے باغ تم کو مبارک۔ میں اتنا کافی ہے کہ ہم غریب الوطنوں کو سخت مشقت میں شریک کر لو۔ اور پیداوار میں سے حصہ بانٹ دیا کرو۔ ایک ہار مال غنیمت میں سے مہاجرین کو جاننا۔ دیکھ کر حضرت نے کچھ زیادہ حصہ دے دیا۔ انصار میں سے بعض نوجوان آدمی اپنی جگہ ناخوش تھے۔ حضرت کو خبر ہو گئی۔ اپنے انصار کو جمع کر کے اس کی وجہ بھائی اور فرمایا کیا تم اس سے راضی نہیں کہ انہوں نے رسول اللہ کا رسول تمہارے حصے میں ہوں۔ تمام انصار ایک ہاں ہو کر بول اٹھے کہ یا حضرت ہم جو خوشی یا غم دیکھتے ہیں کہ ہمارے حصے کا مال بھی مہاجرین کو دیکھئے۔ بھائیو میں تم کو تو کچھ نہیں کہتا اللہ تعالیٰ ہماری نصیب کرے۔ مگر میں اپنے ایمان کو ان لوگوں کے ایمان سے ملاتا ہوں۔ تو خدا کی قسم اسلام کا نام ملے ہوئے ہے۔

ایک نہیں دیکھ سکتا۔ اگر نیک کو ہیٹ بہر کر روٹی مل گئی تو اس کے پڑوس والے فاقہ کریں تو اس کی بلا سے اور جو کے مرے تو اس کی بلا سے۔ اس کے پاس اگر دفعہ بزد کا سامان ہے تو پھر اس کے ذہن میں نہیں گزرتا کہ اس کے اپنے جس کو بھی سرودی کا احساس ہوتا ہے۔ اور ان کو اگر کچر امیٹر نہیں آتا تو آگ اور دھوپ کے سہارے سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ رات کو آگ اور دن کو دھوپ بھٹائیں جائیں ایسے لیل و نہار دھوپ کی تابش آگ کی گرمی و قنار بنا عذاب الناس۔ قرون اولے کے لوگوں میں بھی باہمی اختلاف تھے۔ لیکن ان اختلافات کی وجہ سے ان کی اخوت اسلامی میں خلل نہیں آتا تھا۔ جیسے انگریزوں کی ولایت میں پولیس ٹیکل گروہ کنسٹر لیبل فنیسٹ سپرنٹ گلیڈسٹونیں پارلیمانٹ کے ایک کی کاٹ میں ایک لگا ہوا ہے۔ گرنف سلطان پر سب جان دے دیتے ہیں یہی نہ ایسا ہی حال قرون اولے کے مسلمانوں کا تھا۔ لڑنے بھی تھے اور جگڑتے بھی تھے۔ مگر سلطنت اسلامی کی خیر خواہی میں سعی کا کوئی حقیقہ نہیں اٹھا رکھتے تھے۔ اب ہم لوگوں میں بھی جڑ پا بھلا اسلام تو ہے۔ مگر کامن کاز۔ یعنی عرض مشترکے رنگ میں نہیں۔ جس کو دیکھو اپنی ڈیڑھا اینٹ کی جدی سجا۔ بنائے کی فکر میں ہے۔ مذہبی گروہ اتنے نخل پڑے ہیں اور نکلے چلے آتے ہیں کہ یہی خلاف اسلام کے ضعیف کر دینے کو کافی ہے۔ دوسروں کی کسی جزوی مسئلے میں مختلف ہوئے۔ اور دو پارٹی بنے۔ اور لگا ایک دوسرے کی تکفیر کرنے۔ تو کس تہذیب کے ساتھ کہ جوتا اور لٹھ اور کٹناٹ اور قہقباہ اور نشتر فقیر درگ میر عجیب بیب ناموں کی کتابیں تصنیف ہو رہی ہیں۔ اور کس کشمکش میں اسلام ہے کہ اس کی مٹی خوار ہے۔ یہی دیکھ کر اس تھوڑی دیر ہوئی کہ اتنا اسلام کو فلاح سے خوف نہیں جو خطر ہے داخل سے ہے۔ پہلے تو لوگ کہا کرتے تھے انگریزی پڑھنے سے آدمی عیسائی ہو جاتا ہے اب عیسائیت کا خدشہ تو جاتا رہا۔ اس کی جگہ عام خیال یہ رہی کہ انگریزی تعلیم لایہ نہیں سکھاتی ہے۔ یہ خیال پہلے خیال سے کہیں زیادہ بے اصل ہے۔ میں اسلام اور عیسائیت اور انگریزی تعلیم سے وقف ہوں اور بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اگر فی الواقع انگریزی تعلیم سے اسلام کو مثلاً روپے میں دو آٹے خدشہ ہے تو عیسائیت کو اٹھارہ آٹے۔ نوکروں حجرات۔ ہزار مالعجات۔ آسمان فرشتے۔ جنات۔ و فرخ بہشت کیا ہے جو عیسائیوں میں نہیں۔ تو اگر تعلیم انگریزی مذہب سے آزادی

۱۵۰۰ عیسے سرودی کو دور کرنے کا ۱۲۰۰ عیسے رب ہمارے آگے مذاہب بچا۔ ۱۵۰۰ عیسے پیر صیاح کے صحاب اور ان کے بعد تابعین اور ان کے بعد تابع تابعین ۱۲۰۰ عیسے یہ گروہ ہیں جن کی رائیں امور مکی میں بعض باتوں میں مختلف ہیں ۱۲۰۰ عیسے گروہ ۱۲۰۰ عیسے کا فرما نا ۱۲۰۰ عیسے بڑا سالیٹر۔ ہم تو اس کے منہ بھی سمجھتے ہیں مگر اس کے اصل منہ مصنف کتاب سے معلوم ہوں گے اور یہی طرح قہقباہ

دیکھتا ہوں کہ ایک عالم نوکری کے خط میں گرفتار ہے۔ جن کا پیشہ نوکری ہو وہ اور جن کا پیشہ نوکری نہیں وہ جن کو ضرورت ہے وہ اور جن کو ضرورت نہیں وہ۔ اور جو اہل قلم کے خاندان سے ہیں وہ اور جو اہل قلم کے خاندان سے نہیں وہ جو سوسائٹی میں شریف سمجھے جاتے ہیں اور جو شریف نہیں سمجھے جاتے وہ جس کو دیکھو نوکری کے لیے تیار ہو رہا ہے۔ اتنی کیا نوکریاں آسمان سے برسیں گی یا زمین سے اُبلیں گی اور نہیں برسیں گی اور نہیں اُبلیں گی تو یہ اتنی ساری مخلوقات جنہوں نے اپنی عمر کا بہترین حصہ ایسی ادا میں مصروف کر دیا یا کیا کر کے کھا دیں گے۔ پس یہ نزدیک تعلیم کی رفتار سے زیادہ تیز ہو گئی ہے اس کو ذرا مدہم کیا جائے۔ جو لوگ دوسرے دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کر سکتے ہیں ان کو تعلیم کی ترغیب دینا ہرگز قرین مصلحت نہیں۔ پھر اس تعلیم کی نسبت یہ خیال کرنا کہ بس یہی ہے وہ چیز جو ہموار کار ہے بڑی مکروہ غلطی ہے۔ انگریزی عمارتی میں ایک سخت مشکل درپیش ہے کہ ہم کو بھی چارواں پانچواں تھیوں کے ساتھ گئے کھانے پڑتے ہیں۔ اہل یورپ کی ہنرمندی اور صناعتی اور ایجاد ہونے والی چیزیں نہیں جتنی معاش کے جتنے کسب ہو گیا وہ اتنے مٹ گئے اور یہی سے مٹتے چلے جاتے ہیں۔ بس امید میں اتنی جان باقی ہے کہ اہل یورپ سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ہندوستان کی زمین کو اٹھا کر ولایت نہیں لے جاسکتے۔ ان کے ساتھ کمپیٹ کرنا تو محال محال ہے اتنا بھی ہو جائے کہ ہم ان کی نقل و تقلید کرنے لگیں تو جاننا کہ سب کچھ پایا۔ یہ ہونی چاہیے غرض و غایت تعلیم کی۔ تعلیم حرج سے تو نیتہ چہ نہ حاصل ہوا ہے اور نہ حاصل ہوگا۔ اس کے لیے خاص کر وہ لوگ منتخب ہونے چاہئیں جن کی طبیعت میں ان علوم و فنون کے اخذ کرنے کی مناسبت پائی جائے۔ لیکن بہت باتیں بنانے سے کام نہیں نکلتا منصفیے سوچنے والے تو میری طرح سیکڑوں ہیں کوئی کرنے والا بھی ہے۔ جانتے ہو کہ کرنا کیا چیز ہو کرنے کے بغیر میں کچھ دیتا۔ فنڈ ہوں تو سب کچھ ہو۔ ایسے ایسے فنڈوں کی اوس سے جیسے تمہاری انجمن حمایت اسلام کے پاس ہیں قوم کی پیاس بجھ چکی۔ ولایت سے استاد بلواؤ کلیں منگواؤ سو ہونہار نوجوانوں کو ولایت چلتا کر دو کہ وہاں طرح طرح کے کام سیکھ کر آئیں اور یہاں اگر ان کاموں کو پھیلا دیں تب جانتا کہ قوم کے کچھ دن پھرے۔ انجمن حمایت اسلام نے اگر ڈیڑھ دو درجن تیسویں کی پرورش کی یا آدھی درجن راتوں کی تو خوب کیا بہت اچھا کیا۔ ممبر قابل روح ہیں اور چندہ دینے والے سچے فکر گزار

لیکن قوم کی حالت اس قدر خستہ ہو رہی ہے کہ مجھے لاہور کا حال تفصیل سے معلوم نہیں دہلی میں ہزار ہا عورتیں ہیں شوہر موجود اور وہ بیوہ سے بدتر۔ ہزار ہا بچے ہیں ماں لپے دونوں بڑا اور وہ بیویوں سے بڑھ کر خوار مسلمانوں میں سیکڑوں طرح کے عیب ہیں۔ بے دینی ہے۔ بد عقلی ہے۔ ناقابل اندیشی ہے۔ تعصب ہے۔ بے ہنری ہے۔ جہالت ہے۔ کابلی ہے۔ شیخی ہے۔ نالیافتی ہے۔ بے حیثی ہے اور مقدور ہے تو اسراف ہے۔ لیکن سارے عیب ایک طرف اور کیلی نفسی نفسی ایک طرف۔ جب تک یہ نفسی نفسی نہیں نکلتے گی قوم نہ درست ہوئی ہے اور نہ درست ہوگی۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں تو قومیت اٹھتی چلی جاتی ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے ہمدردی کے مضمون کو کس عمدگی سے ادا کیا ہے۔

بنی آدم عضائے یکدیگر اند کہ درآفرینش زیک جو ہر اند

چو عضو سے بدرد اور دروزگار و گر عضو مارا نما نہ تزار

ہماریہ تو اسلئے درجے کی ہمدردی ہے کہ آدمی آدمی کا درد کرے۔ ہم کو یہ رتبہ کہاں نصیب۔ یہاں تو اسلامی ہمدردی بھی اس قدر ضعیف اور مضعیل ہے کہ گویا نہیں۔ ہم میں سے اگر کسی کو شکرت ہے بھی تو اپنی پروخت کی اس کو کوئی نہیں سمجھتا کہ جب تک قوم کی حالت درست نہ ہو شخصی حالت جیسی چاہیے کبھی درست ہو نہیں سکتی۔ اس کی بہت سی مثالیں ہر جگہ موجود ہیں کہ اونے درجے کے لوگوں میں سے کوئی شخص صاحب مقدور ہو بھی جاتا ہے تاہم قومی حقارت کے دلع کو ذاصیہ حال سے نہیں دھو سکتا۔ اس کے نہ ہونے کی کوٹھی آراستہ اور شان دار ہوگی۔ اس کا لباس فاخر اور قیمتی ہوگا۔ اس کے منہ پر وردی پوش ہوں گے۔ اس کے پاس متعدد سواریاں ہوں گی۔ اس کا بچہ و ہنر اور اہل جلا ہوگا۔ وہ گھس پٹھ کر کے سینچل کشتی بھی بن گیا ہوگا۔ مگر کھلاے گا موچی کا موچی۔ خدا وہ دن نہ لائے کہ مسلمان ہونا موجب غار و نقصت سمجھا جائے۔ لیکن اگر مسلمان زمانے کا رخ نہ دیکھیں جیسا کہ دیکھتے ہو کہ نہیں دیکھتے اور ان کے قبضے سے دولت نکلتی چلی جائے جیسا کہ دیکھتے ہو کہ نکلتی چلی جا رہی ہے تو بھانپو بحرے کی ماں کب تک خیر نہ لائے گی وہ روز بد تو آکر رہے گا۔ پر رہے گا۔ گھر میں بیٹھ کر ع

پر زمین اسیر خاں بود است

کہہ لینے سے عزت نہیں ہوتی۔ اس زمانے میں عزت کی شناخت ہی کیا ت اور لیاقت بھی وہ لیاقت

نہیں جس کو تم نے لیاقت سمجھ رکھا ہے بلکہ وہ لیاقت جس کو وقت کے بادشاہ انگریز مانتے اور
پسند کرتے اور جس لیاقت کے بل پیرل یورپ کو دیتے ہیں۔ اس سے شاید کوئی شخص بھی انکار
نہیں کرے گا کہ جو لیاقت اس نے مانے میں درکار ہے اس کا حاصل ہونا تو ہنوز دلی دور اس کے حاصل
کرنے کا جیسا چاہیے اور جتنا چاہیے شوق بھی نہیں۔ ہم کیونکر سمجھیں کہ قوم نے لیاقت کی ضرورت
کو سمجھا اگر کچھ ہو بھی ہے تو اس کا گریڈ ٹھٹ تمام و کمال گورنمنٹ کا حق ہے۔ لیکن نہ گورنمنٹ پر انصاف
لازم ہے اور نہ گورنمنٹ اتنا بھاری بوجھ اٹھا سکتی ہے کہ ہم کو ہماری حاجت کی قدر تعلیم دے مانا
کہ ہم مفلس ہیں۔ محتاج ہیں بے مقدور ہیں۔ لیکن ایسے گئے گئے بھی نہیں۔ سبکے سب کرنے پر
آئیں تو خدا جانے کیا کریں۔ میں کہتا ہوں کہ جو لوگ دے سکتے ہیں۔ بار بار نہیں۔ جی مضبوط کر کے
ساری عمر میں ایک دفعہ پچھے دل سے روپیہ پیچھے ایک ایک پیسہ بھی دے نکلیں تو مسلمانوں کا ٹیڑھا پار
ہے۔ یہ کچھ کم خوشی کی بات نہیں کہ چند وزیری مسلمانوں میں تحریک پیدا ہو گئی ہے۔ وہ پہلے خائف تھے
سوئے تھے۔ کہ سر پر حصول بجا و خبر نہیں اب کلبلائے اور کروٹیں بدلتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہی
کہ نیند ہو شیار ہو چلی ہے۔ اب اتنی ہی بات کی کسر ہے کوئی شاباش ہے میرے شیر کے اور ذرا سہارا
بھی لگائے تو جھٹ سے اٹھ کھڑے ہوں۔ چونکہ خدا نے اتفاق میں بڑی قوت دی ہے۔ سبکے بہتر تو
یہ تدبیر تھی کہ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک جگہ کوشش ہوئی یعنی سارے ہندوستان
کے لیے ایک فنڈ ایک انجمن۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہو سکا اور نہیں ہو سکتا تو غیر ہر صوبے پیچھے ایک فنڈ ایک
انجمن ہی اس سے کہ ایک ہی شہر میں کئی کئی انجمنیں ہوں کوئی فائدہ معتد بہ مترتب ہونے والا نہیں
افتراق کا ضروری نتیجہ ہے کشمکش اور کشمکش کا ضروری نتیجہ ہے ضعف جیسا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ فرماتا
ہے وَلَا تَنَادَعُوا فَعْتَلُوا وَتَذٰہِب سَرِیْحًا اور اگر فی الواقع بقا ضاع اخوت اسلامی یا باسید
اثواب عاقبت یعنی خالصۃً بند مسلمانوں کی اصلاح اور فلاح میں کوشش کی جائے جیسا کہ ہر ایک انجمن
کے ممبر مومنہ سے کہتے ہیں تو نتیجہ ہے سبکے سب ایک کیوں نہیں ہو جاتے انجمنیں میل لے لے الجنس
یہ تمام کوششیں جدید اہم ہیں اور ابھی سے ان میں معایت کا ہونا میری رائے میں کچھ ٹھیک سی تا
سے استحقاق روح و ثناء ۱۳۷۵ھ آپس میں لڑائی جھگڑا نہ کرو۔ اور ایسا کر گے تو تم میں بزدلی آجائے گی اور تمہاری

نہیں۔ ہرکو بہت کچھ کرتا ہے پہلے ہم صلاح ہو کر کاموں کی فہرست بناؤ اور پھر الا قدم الا قدم کے لحاظ سے یہ
 بعد دیگرے سب کچھ ایک ایک کام کر چلو۔ اسلام کی مثال ایک سیخ عمارت کی سی ہے ماسٹر اوسیدہ ٹسک
 مہرست طلب آپا یہ بہتر ہوگا کہ ہر طرف کام جاری کر دیں جیسا کہ ہو رہا ہے۔ یا یہ کہ ایک ایک قطعے کی درستی کرتے
 جائیں جیسا کہ میں نے آپ صاحبوں کی خدمت میں عرض کیا۔ دل تو یہ چاہتا تھا کہ جتنی دیر ہو سکوں اتنی سے
 یہاں نے میں لگی اتنی ہی دیر تک میں آپ صاحبوں کو باتوں میں لگائے رہوں لیکن جو کچھ
 میں نے کہا اس غرض سے نہیں کہا کہ آپ صاحب ایک کان سے سنیں اور دوسرے کان سے
 نکال دیں۔ بلکہ اس غرض سے کہا کہ اس پر آپ غور اور غور کے بعد عمل کریں مٹنے
 اور سوچنے اور عمل کرنے میں یقیناً اس سے زیادہ وقت صرف ہوگا جو
 میں نے یہاں آنے میں صرف کیا ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ
 جو میں آپس جانے میں صرف کروں گا۔ بہر کیف میں آپ
 صاحبوں کا نہایت شکریہ گزار رہوں کہ آپ
 صاحبوں نے میرے بیان کو مستوجب
 ہیکر سماعت فرمانے سے
 عزت دی اگرچہ
 اس عزت

کا کسی طرح مستحق نہ تھا ادراک کہ میری آمد و رفت کا سلسلہ شروع ہوا ہی امید کرتا رہا
 کہ انشا اللہ اگلے سال پھر ان ہی دنوں یا شاید کوئی تقریب پیش آئے
 تو اس سے بھی پہلے مجھ کو پھر آپ صاحبوں کی ملاقات کی
 خوشی حاصل ہوگی خدا کرے ایسا ہو
 آمین۔ والسلام

الحاصل یہ ہے کہ نہایت فردی اور بہت فردی اور ضروری میں ترتیب کا لحاظ رکھیں ۱۲ * ۱۲ * ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لکچر

مسلمانوں کی راستی

جو جناب مدوح نے محمد بن ابی بکر شینل کانگریس چوتھے سالانہ جلسہ معقلہ علی گڑھ میں
۲۸- دسمبر ۱۸۸۹ء کو دیا

تمہید

علی گڑھ میں اس کے تیسرے برس مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب نے پھر بھی لکچر دیا۔ مگر یہ
پہلا بڑی حرم کا تھا۔ اس میں لوگوں کی بڑی کثرت تھی۔ اور لوگ بھی چہرے اور علی گڑھ کالج کے
اسٹریچیٹل میں ہوا تھا۔ اس میں بل پنجاب بھی بہت شریک تھے۔ اسکے بعد تو پنجابیوں کی آنا ہی
موقوف سا کر دیا۔ اور خالصتہً ہے کہ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچر سننے کا اشتیاق ان لوگوں میں
کشاں کشاں لایا تھا۔

نثر خاموشی تھی مدت سے میرے مونس پر لگی	ہر برس لکچر کے دینے کی یکسی کڑ لگی
سید احمد خاں کی خاطر ہو وگرنہ میں کہاں	اور کہاں یہ بھی نہ رہے اندر اور ہمسری لگی
پھر خدا جانے کب موقع ظہار حال	بات اب کوئی نہ رکھی دل مضطرب لگی

۱۸۸۹ء کو لکچر دیا تھا کہ مولوی محمد نذیر احمد خاں صاحب کے لکچر سننے کا اشتیاق ان لوگوں میں
کشاں کشاں لایا تھا۔

اس کی حالت دمہ دم ہوئے ہست ابرو کی
بھیک کے ٹکڑے نکل کر مانگنے در در کو
مغسی کی جن کو ایسی بہاری اک فخر
کوئی سنبھلا ہے کہ جس کو دہر کی ٹوک کر
لیکن اس میں بھی متول کی ہے کپڑے
اس سے پہلے فیس جو کثرت سے ہے اکثر
قُلْ هُوَ اللَّهُ پڑھنے اتنی ہیٹ کے ازبر کی
کشتی تقدیر کھائے دور کے چکر لگی

رحم کر یارب کہ اب است تیرے محبوب کی
نسل شان سلف عبرت کی جا ہے دوست
یکہ پلپ سکتے ہیں بے امداد غیبی یہ غریب
بچ گیا ہے کوئی جس پر مقرر کی بجلی گری
علم ہے بالخاصہ گرچہ علاج درد قوم
کچھ نہ ہو تو بھی کتابوں کی تو تمیت چاہیے
پڑھ چکا مغلس کہ جوں لی ماٹھ میں اُسے کتاب
علم سے دولت ہے اور دولت سے ہے سب علم فضل

جو قوم سلطنت جیسی نعمت اور رحمت کو اپنی نالائقی کی وجہ سے کھو بیٹھی ہو۔ جو تمام اقوام معاصر کے مقابلے میں
دولت اور عزت اور کیاقت اور اقتدار اور عتبار سب باتوں میں پیٹی ہو اور جس کے اکثر افراد کے دلوں میں
وَلَاکَ تَرْحَمُہُ الْکَلَّ مَنَافَت کی ذرا سی گدگدی بھی نہ ہو۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسی قوم کو کوئی شخص کسی
بات پر بھی غصہ کر سکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہم مسلمانوں میں بِالْغِشْبَةِ الی اقوام اخذ شخصی عزتیں کم بہت
ہیں۔ مگر میں۔ لیکن چونکہ قوم سے عزت سلب ہو گئی ہے۔ شخصی عزت والے اس شعر کا مصداق ہیں
طَائِفٌ مِّنْ بَنِي آدَمَ کَانَ لَکُمْ فِیْہِ سُلُکٌ سَخِیْنٌ کُنْزًا وَجَلَّ اَزْوَاجِہِمْ شَرٌّ نَّوْیْسٌ

کوئی اس کو یقین کرے یا نہ کرے میں نے اپنے لیے روپیہ کمانے کی تو کوشش کی۔ وہ بھی تفریق کی نظر سے
نہیں بلکہ فراغ البالی کی غرض سے۔ شخصی عزت کی طرف سے میرا دل کچھ ہمیشہ سے ایسا بچھا ہوا سا ہے کہ میں اس
کبھی ایک لمحے کے لیے بھی اس کا خیال نہیں کیا۔ کیونکہ میں قومی عزت کے بدون شخصی عزت کو اصلی عزت نہیں
عزت کا منبع سمجھتا ہوں۔ شخصی عزت تو درکنار مجھ کو توڑ دے سے بھی وہ خوشی نصیب نہیں جو ایک منور
کے آدمی کو ہو سکتی ہے اور ہوتی ہے۔ مال سے کیا تمتع ہو سکتا ہے وہ بد بخت جس کے بعض مصیبت مند
رشتہ داروں میں دستکاری سے اور بخیر و برکت کا شکر اسی اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ ان سب کی دستگیری

سے بناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲ سالہ زیادہ سے زیادہ ۱۲ سالہ خالی پیٹ میں جو تراقز ہوا اس کو اتنی کا قائل
پڑھنا کہتے ہیں ۱۲ سالہ ہم عصر ہم عصر ۱۲ سالہ جب اکثر لوگوں کا ایک حال ہو تو کہا جاتا ہے کہ سب کا وہی حال ہو ۱۲ سالہ
بڑھ چائے کی خواہش ۱۲ سالہ دوسری قوموں کے مقابلے میں ۱۲

کریں اتنی توفیق نہیں۔ ان کی مصیبت کا سلفاً احساس نہ ہو۔ ایسا دل نہیں۔ میں تو خیر ایک سلف
الحال آدمی ہوں۔ جو لوگ بڑی لمبی چوڑی شخصی عزتیں رکھتے ہیں میں تو ان کے عیش کو بھی ایسی کدورتوں
سے صاف نہیں پاتا۔ کچھ اس طرح کا طیر تھا وقت آگیا ہے کہ اس زمانے کے اسلام اور خوش دلی میں ناقص
اجمع کی سی نسبت قائم ہو گئی ہے۔ بعض قلیل مآلہم جن کو خوش ہونے کا موقع ہے خدا کا فرستادہ
انشاء المؤمنین اسخوف ان کو بھی چین سے نہیں رہنے دیتا۔ لیکن دنیا کا کارخانہ اسی طرح چل رہا ہے
کہ دنیا غرضی کی جگہ نہیں۔ خاص کر اس زمانے کے ہم مسلمانوں کے لیے اللہ یا سبحان المؤمنین لیکن اسی
میں لوگ خوشی بھی منایا کرتے ہیں۔ مگر میری طبیعت اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ خوشی سے بہت ہی
کم متاثر ہوتی ہے۔

جہاں میں ہوں غم و شادی بہم۔ ہمیں کیا کام؟ دیا ہے ہمارے خدا نے وہ دل۔ کہ شاد نہیں
منا ہم جیسی نامکام۔ ناقص۔ ادھوری۔ ادھائی۔ مصنوعی خوشی کسی مسلمان کو پہنچ سکتی ہے۔ مجھ کو
اس وقت حاصل ہے۔ کیونکہ میں اس عالی شان دلکش مال میں ایسے معزز اور لائق اور باوقار آدمین (معاذ اللہ)
سے خطاب کر رہا ہوں۔ چار دانگ ہندوستان میں اس سے کہیں زیادہ نمود اور تیاری کی اور بہت
یادگار مسلمانوں کی ہیں۔

از نقش و نگار در دیوار شکستہ آثار پدید است صنایع عجیبہ را
لیکن یہ عمارتیں ہمارے یاد دلاتی ہیں بڑے ایسے شخصی و دولے۔ شخصی تقاضے۔ مسلمانوں کی ایسی شان دار
قومی عمارت سارے ہندوستان میں شاید ہی ایک عمارت ہی۔ جس میں اس وقت ہم لوگ جمع ہیں
ملک کو فائدہ پہنچانے کے اور بھی طریقے ہیں۔ مگر جس غرض سے یہ عمارت بنائی گئی ہے۔ قومی بہبود
اور قومی ترقی کا اصل الاصول ہے۔ میں نے متعدد آدمیوں کے مونہ سے سنا ہے کہ علی گڑھ محمدن کالج۔
جس کا اس قدر محنت و اپنیٹا جارہا ہے۔ پیش ہیں نیت کہ ایک کالج ہے۔ اور بس۔ بیشک علی گڑھ محمدن کالج
ایک کالج ہے اور بس۔ لیکن ہمارا اپنا مسلمانوں کا یہ جو فرق ملک مستعار اور جو تفاوت خوشی و بیگانہ
میں ہوتا ہے وہی اس کالج اور دوسرے کالجوں میں ہے۔

۱۔ متعلق کی مطلق ہے مطلب یہ ہے کہ اسلام اور خوش دلی یکساں نہیں ہو سکتی ۲۔ یہ لیے کم ہیں ۳۔ مسلمان آپس میں
بھائی بھائی ہیں ۴۔ دنیا مسلمان کے لیے قید خانہ ہے ۵۔ سن بھرتی ۱۷

دوسرے ملکوں کا ذکر نہیں اس کفرستان ہند میں پانچ کروڑ آدمی ان کا کلمہ بھرتے ہیں اور تاقیام قیامت بھرتے رہیں گے وٹوکوہ الکافرون نگوہ مسلمانوں میں فروا کل تھے۔ نہ ان جیسا ہوا۔ اور نہ ہوگا ماکان محل ابا احد من رجالکے رسول اللہ رضائم التیبیین انہوں نے اپنی چٹائی کے بل بوتے پر مسجد و چند کو اپنا ہم خیال بنا با۔ پس اگر مسلمان پوچھتے ہو تو وہ تھے خیر القریٰ ذق نے جو نہ ہماری طرح مہربان ہی سلام پر قدم بلکہ انہوں نے اسلام کے لیے گھر چھوڑے۔ مان سہاب چھوڑے۔ عیش و آرام چھوڑے۔ دنیا کے کام کاج چھوڑے میں قرآن کی ایک تیت پڑھتا ہوں جس سے معلوم ہوگا کہ مسلمان کی کیا پرکھ ہے قل ان کان اباؤکم و ابناؤکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیئکم و لموال اقترفتموھا و بھادۃ یختشون کسادھا و مساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ و رسولہ و بھاد فی سبیلہ فتر بصولا حق یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یمدی القوم الفاسقین۔ اللہ اللہ کیا بیان ہے۔ کیا جامعیت ہے کیا احاطہ ہے کہ ان چند لفظوں میں دنیا و مافیہا سب کو سمیٹ لیا ہو۔ تو فرماتے ہیں کہ اگر کفر خدا کو اُسکے رسول اور خدا کی راہ میں جان لڑاؤینے سے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیبیاں اور کنبے قبیلے کے لوگ مال جو کم نے کمائے ہیں اور سوداگری جیکے مندا پڑ جانے کا ڈر ہے اور گھر حکومت پر مذکورے ہو بغرض یہ چیزیں تمکو خدا اور رسول سے زیادہ پیاری ہیں تو اچھا ٹھہرے رہو اور خدا کے حکم کا انتظار کرو۔ یا رسول اللہ سے کہنے کی کوئی سند نہیں معاملہ خدا کے ساتھ ہے بیٹا خانہ الامتین و ما یخفی العہد و کوئی ایک تے بول اٹھو کہ اس جانچ میں پورا اثر سکتا ہے۔ اگر یہ اسلام ہو اور اگر کا کچا محمل ہے حقیقت میں اسلام اس کی نام ہے تو میں اپنی نسبت پکارے کہتا ہوں کہ مجھ کو اسلام کے ساتھ اولے ملاشت بھی نہیں اور ہونے کی امید بھی نہیں۔ میں کسی دوسرے کے دل کا حال نہیں جانتا۔ اور نہ کوئی کسی کے دل کا حال جانتا ہو۔ مگر یہاں تک ظاہری اعمال و افعال کی بنا پر سچائی اور فراست کی جاسکتی ہے میں تو ایسا ہی سمجھتا ہوں کہ کبریت احمد سے توڑے۔ غفقا کا پتہ لگے تو لگے کی کیا کانسہ دستیاب ہو تو مگر قرن اول بلکہ ثانی بلکہ ثالث بلکہ رابع کے سے مسلمان خدا پیدا ہی نہیں کرتا۔ ہوں تو کہاں سے ہوں۔ جیسے قرون اولی کے پتے پختے مسلمان تھے۔ بچے لے اگرچہ کافروں کو برا لگے ۱۱۵۵ محمد تم مودوں میں سے کبھی باپ نہیں۔ وہ جو خدا کے رسول ہیں جن پر رسالت کا نام ہو گیا ۱۲۵۵ اہل زمانہ میں سے سچے بھرمیوے ہمسرہ ۱۳۵۵ انکوں کی چوری اور دلوں کے براؤ اسکو سب معلوم ہیں ۱۴۵۵ تعلق ۱۵۵۵ اچھ ۱۶۵۵ سچ گند بک سچہ ناپید چیز ہے ۱۷۵۵

پاک اُن کے دل تھے ویسا ہی اُن کے وقت کا اسلام تھا۔ جہاں یونان پر غالب۔ یحزق۔ یسوع۔ محترم۔ غنی۔ پیچھے
ہم دو دوسے۔ ستر نزل العقیدہ نام کے مسلمان ہیں۔ پیچھے ناپاک ہمارے دل ہیں۔ ویسا ہی ہمارے زلزلے کا ہمارے
ہے۔ مخلوب۔ ذلیل۔ خوار۔ محتاج۔

جبکہ اس وقت میں اسلام کا دعویٰ ہو کمال دیکھتا ہوں میں باہی ذوق یا کمال احوال
جس طرح سے کہ ہنسنا دینے کو بیدنیوں کے نقل کرتا ہو مسلمانوں کی کافر نعت سال

اسلام ایک مفہوم کلی ہے۔ کوئی چیز منفرد مستقل بالذات موجود فی الخلق نہیں۔ وہ ہم میں ہی۔ اور ہمارے
ساتھ قائم ہی۔ ہماری ہی عزت اُس کی عزت ہی۔ اور ہماری ہی ذلت اُس کی ذلت ہی۔ اور اس میں بھی شک
نہیں کہ عزت اور ذلت سے دنیاوی عزت اور ذلت مراد ہے۔ وہ دنیاوی ہی عزت تھی جس پر قرونِ اولیٰ
کے مسلمان مرتے تھے۔ جیسے تھے تمام زمینیں اٹھاتے تھے۔ یہ وہ خدا کا قہر نازل ہوا۔ تو وہ دنیاوی ہی عزت
تھی جو اُن سے ہمیشہ کے لیے سلب کر لی گئی ضربت علیہم الذلۃ والمسکنة وبا والعضب من اللہ
اب پرانے فیشن کے مولوی ہم کو سمجھاتے ہیں کہ ولله العزۃ ولرسوله وللمؤمنین سے اخروی عزت
مراد ہے۔ اس طرح کی تعلیم نے دوڑتے ہوئے مسلمانوں کو کھڑا کر دیا۔ کھڑے ہوؤں کو بٹھا دیا۔ بیٹھے ہوؤں کو
ٹٹا دیا۔ بیٹھے ہوؤں کو سٹا دیا۔ سولے ان سولویوں کے اور سولے چند سادہ لوح مسلمانوں کے جو اُن
ملاؤں کے دام ترویر میں ایسی بُری طرح پھنسے ہیں۔ جیسے دُندل میں گدنا۔ کہ اس گروہ کے نزدیک اسلام
کبھی ضعیف ہو سکتا ہے نہ ہوگا۔ باقی ساری دنیا اپنے اور پرے۔ دوست اور دشمن۔ سب جانتے ہیں کہ ضعیف
اسلام حد غایت کو پہنچ گیا ہے۔ ابتدائی شیعہ میں بھی اسلام ضعیف تھا۔ مگر اُس وقت ضعیف قلت تھا اور
ضعیف عدلت ہی۔ اُس وقت مسلمان کم تھے اور جو تھے یا پہلے سے بے عقد و رتھے یا اسلام کی وجہ سے اُن
بڑے مالی نقصان پہنچے تھے غرض کہ تو احوال و نہ انصار رتھے اور نہ کچھ ایسے مالدار تھے۔ نتیجہ اس فتنہ عالم
کا یہ تھا کہ جو ضعیف تھے اُن کی مصیبت کی کچھ بھی پرانہ تھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے حال میں لکھا ہے کہ یہ امین بنی
کے غلام تھے۔ وہ غلام صرف اسلام کی وجہ سے اُن کو گرمی کے دنوں (اور گرمی بھی سکے کی گرمی) جلتے ہوئے
کنکروں پر ٹٹا کر اوپر سے بھاری پتھر رکھ دیتا اور سارے سارے دن اسی طرح اُن کو دھوپ میں لٹا دیتا۔

۱۵ لادوی گئی اُن پر ذلت اور غلبہ اسی اور نازل ہوا اُن پر خدا کا غضب ۱۲ لے وضع ۱۲ لے عزت خدا کی اور رسول کی

اور مسلمانوں کی ۱۲ لے مکر ۱۲

مگر اندر سے صبر۔ اور اندر سے ہمتقل کہ شام کو رانگی پاسے تو اپنا وہی اچھا احد کا رگ گئے بعض ان میں ایسے تھے جنکو ان کی مقدرت۔ وہاہت۔ رعایت یا حمایت کی وجہ سے کفار زیادہ ایذا نہیں دے سکتے تھے۔ بس انہیں کسی قدر مطمئن سمجھ لو۔ جب پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ مسلمانوں کو امن نہیں۔ مجھ کو مفاد و منت کفار کی قدرت نہیں تو آہٹے ہجرت اولیٰ کی اجازت دی۔ اور جس جس سے ٹٹے بن پڑا۔ نجاشی کی عملداری میں چلا گیا۔ قرن اول کے مسلمانوں کے ساتھ ہملوہ کسی طرح کی حمایت نہیں تو یہی ایک بات سہی کہ انھوں نے بھی ایک نصرانی بادشاہ کے پاس پناہ لی تھی اور ہم بھی امپریس و کنویریہ کے متامن ہیں۔

گرچه خورده‌یم نشستی است بزرگ ذره آفتاب تا با نسیم

شُرک و وطن کچھ آسان کام نہیں۔ ہجرت اولے پر بھی بہتیرے مسلمان تھے جو نہ نکل سکے اور کفار مکہ کے ہاتھ سے بدستور ایذا میں اٹھاتے رہے۔ یہاں تک کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے مشورے پہنچ گئے وادی مکہ بلکہ الذین کفروا یبیشونک اوقیتلواک اویجرولک ویکرون ویکر اللہ واللہ خیر لما کے دین آخر کا مجبور ہو کر پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مکہ چھوڑنا پڑا تو کس طرح کہ رات کے وقت چھپ کر بے سرو سامان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے رستہ کرتے ہوئے مدینہ جا پونچے۔ جب مکہ سے پیغمبر صاحب کے پاؤں اٹھوٹے تو انھوں نے بہت جاہ لگائے کہ اسے آس پاس ہی لگا ہوں کیونکہ مکہ بڑی مشہور زیارت گاہ ہے اس کے قرب میں اسلام کی سنا دی کا خوب موقع ملتا ہے اور اسی غرض سے پہلے طائف گئے۔ وہاں کے لوگوں نے بے حرمتی کی اور مار مار کر نکال دیا۔ مدینے کے لوگ دینی اور دنیاوی ضرورتوں سے کٹے کٹے جاتے ہی رہتے تھے۔ اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواعظ منکر پہلے سے ایمان لائے تھے انھوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہاتھ لیا۔ مہاجرین حبشہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آئے۔ اب پیغمبر صاحب کے نکاح کی ایذا دہی سے پوری پوری تو نہیں مگر پھر بھی بہت نجات ملی۔ پوری پوری نجات کیونکہ یہ ہو سکتی تھی اور تو ضعفات مسلمان جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے کہ میں گرفتار عذاب تھے اور ہر خند انصاف نے اہل مدینہ نے مہاجرین کی خاطر واری اور مدارات میں کسی طرح کی کمی نہیں کی۔ مگر اس خدائی لشکر کو خدا کے سوا کوئی

سنبھال سکتا تھا۔ انصار کی حالت مہاجرین سے بہتر تھی۔ مگر اس بعد کہ مہاجرین کے پاس بہت سے کوچھوڑاؤں کا
 نہ تھا اور انصار غریب و ناتوان گھر کے مکان رکھتے تھے۔ مہاجرین بے معاش محض تھے۔ انصار اجس کھیتی کرتے تھے
 بعض کو باغوں کی آمدنی تھی۔ مہاجرین گھر سے بے گھر اہل و عیال سے بچھڑے ہوئے پردیس میں آکر پڑے تھے
 انصار وطن اور کشتی کو میں تھے۔ ہم اپنے ہندوستان میں چکھتے ہیں کہ جو گیوں اور ستاسیوں کے گروہ کے گرد
 دیہات میں دورہ کرتے پھرتے ہیں۔ جس گائوں میں دو دن کے لیے بھی ٹھہر جاتے ہیں ان کی بزرگ دہشت
 میں گائوں والوں کا پھر کس نکل جاتا ہے۔ کیا حال ہوا ہوگا انصار کا جتنے سرسپیکٹروں مہاجر ڈھبی دھبے
 رہے۔ دو دن چار دن نہیں۔ مہینوں برسوں۔ غرض کچھ عجیب طرح کا ابتلا و آزمائش کا وقت تھا کہ جو سہارا
 جہاں تھا مصیبت میں تھا۔ کچھ تو کے میں گھر سے ہوئے تھے۔ جن کی تکلیف کی حد و غایت نہ تھی۔ کہ
 مدینہ میں تھے جو مہاجر تھے ان میں اکثر کا یہ حال تھا کہ پیٹ کو روٹی نہیں۔ تن کو کپڑا نہیں۔ کپڑے کو گھر نہیں
 جی ہمارے کو زن و فرزند نہیں۔ نگہ ساری کو گنگا نہ وقربت مند نہیں۔ غرض ہر طرف قائل لفظ کہ اب سب
 عن الصلابة لمنا منہم رجل لا وعلیہ امارداء واما کساء قدر بطوائف اعتدوا سو فہما ما تبلم فہما
 الساقین ومنہما ما تبلم الکعبین فیہم عمر بیدہ کراہتہ ان تو صحتہ رہے انصار ان کی یہ کیفیت تھی
 سمائی ہے دو کی اور مہاجرین ملا کر آجھے دس۔ ان سے نہیں ہو سکتا تھا کہ مسلمان کہلاتیں اور دینی بھائیوں
 اپنے مہاجر دوست انھیں چرائیں۔ پس کھاتے تو سب ملکر کھاتے۔ ورنہ آپ بھی بھوکے رہ جاتے۔ لیکن سلامتی
 مصیبتوں ان ہی تکلیفوں ان ہی مزاحمتوں سے جڑ پکڑ چکا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ جس تیور کے ساتھ
 سرتی کی ہے۔ اس کی کوئی مثال بیان کروں۔ خلق انسان سے بہتر کوئی مثال سمجھ میں نہ آئی۔ جس تیر
 ساتھ انسان بنا ہے۔ سورہ مؤمنون میں مذکور ہے و لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ثم جعلناہ
 فی قرار مکن ثم خلقنا النطق علیہ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المصغۃ عظاما فخلقنا العظام لحمًا فخلقنا اللحم
 خلقا اخر فبذلك الله احسن الخالقین

ملا اہل و عیال ۱۲۵ اپنا ۱۲۵ ابھر رہے سے رعایت ہی کہیں نے صاحب مصغیر سے تشریف دیا کہ اس حال میں دیکھا گیا کہ
 میں بائیکاٹ کی اور لوگوں میں باندھ رکھا ہی سو بعض کی تو اوصی پڑیوں تک اور بعض کے ٹخنوں تک اور تر عورت کے بچے اسکو دھو
 روکے پتھو تھے ۱۲۵ اور تحقیق ہم نے انسان کو کسی کے غلام سے پیدا کیا ہی پھر بنے اسکو مضبوط جگر میں لپیٹ کر رکھا پھر
 بنایا پھر لوٹھڑے سے بندھی ہوئی بوٹی بنایا۔ پھر بوٹی میں پڑیاں پیدا کیں پھر پڑیوں پر گوشت پڑ گیا۔ پھر بنے اسکو مخلوق بنا دیا

درجے بنائے ہیں۔ اگر اسلام کو خنیں سے تشبیہ ہی جائے تو میں ایسا سمجھتا ہوں کہ شروع سے ہدٰی لڑائی کا وہ پہلے پانچ درجے طے کر چکا تھا۔ غرض اس کی فاریش یعنی بناوٹ کا اکثر اور ضروری حصہ ضعف اور خلوصیت کے زمانے میں واقع ہوا۔ جیسے اور مدینے کی ایک چھوڑ دوہری دوہری ہجرتیں جبکہ دوسرا نام جلا وطنی جو قحط کا واقعہ۔ مسلمانوں کا عموماً اور ضعف اور مسلمانوں کا خصوصاً کفار مکہ کے ماحولوں سے انواع و اقسام کی لڑتیں اٹھانا مہاجرین میں سے اُس گروہ کا جو اصحاب صفہ کہلاتے تھے نہایت فحشہ کے فقر و فاقے کے ساتھ زندگی بسر کرنا انصار کی زیر باری۔ یہ سب اوقات تاریخی ہیں۔ اس پر کہا جاتا ہے کہ اسلام بڑا شیش پھیلا گیا۔ سبھا ناکھنڈا بھٹا غلطی۔ اب ہم اس وقت کے اسلام کو اس وقت کے اسلام سے لینے اس وقت کے مسلمانوں کی حالت کو اس وقت کے مسلمانوں کی حالت مقابلہ کرتے ہیں ممکن نہیں کہ ہم ان چار مسلمان ہو سکیں انھوں نے پیغمبر صاحب کو کھوس دیا تھا ہم نے کانوں سے سننا۔ تراویں و یوسف راسخندہ شنیدہ کے بودماند دین

یوں آکھ اور کان میں چتر انگل کا فاصلہ ہے۔ مگر دیکھ اور سنئے ہوئے میں گزروں کا تصور اور کبھی کو سوں کا بھی۔ عبداللہ بن سلام فرماتے ہیں کہ جبر و زنجیر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول بار مدینے میں شریف لاسے تو سارے مدینے میں غل تھا اور لوگ حضرت کے دیکھنے کو جوق جوق اُٹھتے ہوئے چلے جاتے تھے میں اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ (عبداللہ بن سلام کہتے ہیں میں نہیں کہتا۔ کبھی مجھ کو سمجھ جاؤ یا میں نے کہا کہ چلوں دیکھوں تو سہی کیسے پیغمبر ہیں۔ جا کر دیکھا تو بے اختیار میرے دل میں آیا واللہ ما هذا بوجہ کذاب در دل ہر استے کز حق مزہ است چہ رو آواز پیغمبر محبوبہ است

یہ اور ایسی اور چند در چند خصوصیتیں ہیں جو ہم کو نصیب نہیں ہو سکتیں۔ بس یہی ایک بات ہی اختیار سے خارج جس میں ہم قرون اولیٰ کے مسلمانوں سے بیٹے ہیں۔ لیکن جیسے ہم قرون اولیٰ میں ہونے کی نعمت سے محروم رہے۔ ویسے ہی آفت ابتلا سے بچے۔ کیا اُس وقت کا اسلام آج کل کی طرح بچوں کا کھیل تھا۔ کہ کلمہ پڑھ لیا۔ الٹی سیدی چار چتریں مار لیں۔ لگے فردوس ہیں کے خواب دیکھئے انھیں سبتم از تلخلو الجنة و لیسایا تکھنڈا الذین خلوا من قبلکم مسمیٰ لیساء و الضراء و ذلزلوا حتی یقولوا لولہذا الذین امنوا معہ حتی نصر اللہ اس سے

سے جہان اسد اس سے چڑھ کر بھی کوئی بہتان ہو گا۔ ۱۲۰ خدا کی قسم اس شخص کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جھوٹ کئے و انہیں ۱۲۰ کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں جلی ہو گے اور کھا گئے لوگوں کا سامانہ پیش نہیں آیا کہ ان کو تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچیں اور لکھنا اُسے ہاں تک کہ رسول اور جو اسے ساتھ ایمان لائے تھے بول پڑے کہ دیکھیں خدا کب مدد بھیجے ۱۲۰

بھی قوی تر اس ضمن کی ایک رائے ہے۔ انھیں الناس ان یزکوا ان یظولوا امناء وہم لا یفتنون ولقد فتنا الذین
من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا ولیعلمن الکاذبین۔ بڑے فکر کا مقام ہے کہ ہم ایسے امتحانوں
میں نہیں پڑے گئے ورنہ خدا کی قسم کافر ہو گئے ہوتے۔ اس مقام پر مجھ کو ایک بات یاد آئی کہ میں ایک شہر
ڈھٹی کلکٹر تھا۔ اور وہاں شیعہ کسی قدر زیادہ تھے۔ آیا محرم۔ تو شیعہ عداوت کی بڑی تیاریاں کرنے
لگے۔ میں بھی مجالس میں بلایا جاتا تھا اور مجھے ہجرت کے لیے غدر شریک ہوتا تھا کہ گھر پر یہاں وقت کون سے نیک کاموں
میں صرف ہوتا ہے۔ یہی نہ کہ ان مجلسوں میں ولایت کے لیے اکثر جھوٹی اور ضعیف روایتیں بیان کی جاتی ہیں
آخر ایک مذہبی رنگ تو ہے۔ ایک دن ایک مجلس میں خوب ہی رقت ہوئی میرے پہلو میں ایک صاحب بیٹھے
تھے وہ سب زیادہ روتے تھے اور بار بار کہتے تھے یا لیتنی کنت معہم۔ یا لیتنی کنت معہم مجھ کو یہ ان کا
یا لیتنی کنت معہم کا رشتہ بہت ہی بڑا معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ اُس سے استماع میں غلط واقع ہوتا تھا۔ اور چونکہ
وہ غیر فہم کا مرجع معین نہیں کرتے تھے میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ یہ کیا یہ وہ آرزو ہے۔ کون جان سکتا
ہے کہ تم اس وقت ہوتے تو کیا کرتے۔ آخر فریق مقابل بھی تو اپنے تئیں مسلمان ہی کہتا تھا۔

اترجوا امۃ قتلت حسینا شفاعتہ جدہ یوم الحساب
فلان اللہ لیس لہم شفیع وہم یوم القیمۃ فی العذاب

جب دوسرے ڈاکٹر صاحب اپنے کچھ اراکین کو نئی روشنی والے تعلیم یافتہ ڈاکٹر کو کیا جانیں) ممبر پر تشریف فرما
ہوئے تو رات گئی تھی زیادہ میں اٹھ آیا۔ میرا انا تھا کہ وہاں مار گٹائی ہوتی۔ پولیس نے بہت سے لوگوں کا چالان
کیا ان میں وہ یا لیتنی کنت معہم بھی تھے۔ انھوں نے لکھوایا کہ میں اس مجلس میں گیا ہی نہیں میں نے کمر
کہا کہ اسی برتے پر آپ کو سر کر کے بلایا میں ہونے کی آرزو تھی۔ الغرض خدا کا کوئی فعل حکمت اور صحت سے خارج
جیسے ہمارے دل بودے۔ ہماری ہمتیں پست۔ ہمارے ارادے مترنزل ہمارے ایمان ضعیف ہیں۔ یہی
زمانے میں جھکو پیدا بھی کیا گیا ہے کہ پر وہ ڈھکا چلا جاتا ہے۔ جیسے اس وقت کے مسلمانوں کے اہل بڑے نے
لے کیا لوگوں کو یہ خیال ہے کہ منہ سے آٹھا کہہ کر پڑھائے گا اور ان کو آدھا نہ جائے گا۔ انھوں کی تو آزمائش ہم نے لی پہلی دفعہ
ہے کہ خدا چھ کو جان کر رہے اور مجھوں کو بھی جان کر رہے ۱۲ ۱۵ اسے کاش میں ان کے ساتھ ہوتا۔ کلموں میں اس کی جگہ بیکار
سروج ہے۔ ہائے قاتم ہوسے ۱۲ جن لوگوں نے حسین کو قتل کیا کیا اس کے امیدوار ہیں کہ ان کے ناما قیامت کے دن ان کی قیامت
کریں گے ۱۲ بخدا وہ ان کی شفاعت کرنے والے نہیں اور ان کو قیامت کے دن عذاب ہوگا پر ہوگا۔ ۱۲

چاہتے تو بزرگوں کی حاصل کی ہوتی عزت بزرگوں کے ساتھ گئی گزری۔ اب اس بات کا خیال کرنا بھی بخل ہے
عزتی ہے۔ ہمارے رفارم جہاں آؤں تدبیر کرتے ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کو اُن کے بزرگوں
کی عظمت یاد دلانی جانی ہے۔ بیشک غیرت کے شعل کرنے کو یہ دیوہستانی بہت ہی مناسب تھی مگر میں
دیکھتا ہوں تو بزرگوں کے کارنامے سنگر مسلمان بجائے سکے کہ اپنے تئیں غیر الا خلافت بعد الاسلاف۔ درویش
دیر نورفا ورز بنانے کی کوشش کریں۔ اُسے شیخی میں آجاتے ہیں۔ اور شیخی ایسی بُری بلا ہے کہ جتنے رفارم
ہیں وہ اور عشر امثالہم و معہ سب ملکر ایک رنج بھی تو مسلمانوں کو ترقی کی طرف نہیں کھسکا سکیں گے
دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے مادے اس ٹمٹک بیماری کے اندر کرنے کو تیار ہیں۔ پھر انگریزی تعلیم جو شرط مسلمان
شرط آبرو تو اب ہی کوئی دن جا تا ہے کہ شرط زندگی ہونے والی ہے۔ غمراہانے کیا آفت ہی جس کو چھو گئی
اپنے آپ سے باہر ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ قبولات کے کھانے والے ہندو دیکھو تو کیا اُپر دھڑ پھا رہے ہیں۔ ہر ایک
خیر خواہ اسلام کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو جس پہلو پر نہ آنے دے امدان کو سمجھائے کہ ساری برتری اور فوقیت
تو سلطنت کی ہے وہ تو گئی اور ایسی گئی جیسے گدھے کے سر سے سینگ۔ اب اُس کی یادگار تازہ رکھنے سے
ہم کو کوئی نفع نہیں۔ ہم کو اور ہماری نسلوں کو محکوم ہو کر رہنا ہے۔ انگریزوں نے ہندو شیر جسے ملک بیا کر
ہمارا کوئی حق اُن پر نہیں۔ اگر انگریز ہمارے ساتھ ویسی مدارات کریں جیسی فرعون بنی اسرائیل کے ساتھ کرتا
تھا یذبح اِبْنِ اِھم و یسقی شاء ہم تو ہم اُن کا کیا کر سکتے ہیں۔ مگر نہیں جیسا اللہ تعالیٰ اپنی نسبت فرماتا ہے
کُتِبَ عَلٰی نَفْسِکُمُ اللّٰحْمَةُ اُس کی رحمت کا پر تو ہے کہ انگریزوں کو انصاف اور مہربانی کی توفیق دے دی گئی ہے
دینی اور دنیاوی منفاد اسی میں ہے کہ ہٹل جراثیم الا احسان کے مطابق خوشدلی اور شکر گزاری کے
ساتھ ادب حکومت ملحوظ رکھ کر اپنی حالت کو درست کریں۔ وہ زلزلے گئے کہ ساری دنیاوی برکتیں اور منفعتیں
سلطنت میں محصور تھیں۔ اور اس وجہ سے سلطنت بڑی چیز بھی جاتی تھی۔ اب علم کا فروغ ہے۔ اس نے وہ زلزلہ
پکڑ لیا ہے کہ سلطنت بھی اسی کی دست نگی ہے۔ میں ذرا مطلب سے دور ہو گیا۔ میں یہ کہنے کو تھا کہ بزرگوں نے کیونکر
عزت حاصل کی تھی اور اپنے اُس کو کیونکر بکھو یا۔ اگر کوئی بیمار طبیب کی طرف رجوع کرے وہ اُس کو کسی نمک
لے لگوں کے بعد بہتوں پس ماندے ۱۷ لائق بالوں کے لائق بیٹے ۱۸ لائق بیٹے دس اُن کے ساتھ ۱۹ لائق ساک پات ۱۷
۱۸ فساد ۱۹ لائق اُن کو میٹیں کو حلال کرتا اور عدوتوں کو زندہ رکھتا ۱۸ لائق پناہ پر رحمت کو لازم کر لیا ۱۹ لائق احسان کا بدلہ
احسان کے سوا کچھ اور بھی ہے ۱۲

طرح کا سوہنچا بتاے گا۔ عامل پاس جائے تو ادولاح جنبہ شدہ یا جقات سے ڈراے گا۔ بخمی وین
ہما لئہم من الرمالین ولجنادین وللمتقیین ہر ایک اپنا اپنا رنگ گامے گا

پس ان صد سال پر محقق شدہ بغاوتی کہ بورانی است باو بخان و باد بخانست بورانی
انگریزی عہداری سوہنچا کی بڑھیا ہوئے آئی کہیں اب جا کر مسلمانوں کو (وہ بھی سب کو نہیں) معلوم ہو
کہ ہماری قوم کی قوم بیمار ہے۔ جن کو بیماری کا اذعان ہے وہ بھی اکثر تعین سبب میں غلطی کرتے ہیں
اور تعین سبب میں غلطی ہوئی تو علاج میں بطریق اولیٰ۔ میں صاف دو ٹوک بات کہتا ہوں کہ اگر صرف یہ ایک
سبب نہیں تو بہت بڑا سبب ضرور ہے کہ جن بزرگوں نے عزت حاصل کی تھی۔ اعلیٰ درجے کے قومی تعلق
اعلیٰ درجے کی قومی ہمدردی۔ اعلیٰ درجے کی قومی اخوت کے زور سے حاصل کی تھی۔ ہنسنے کھوئی ڈوبی
تو اسی سبب سے کھوئی ڈوبی کہ یہ صفتیں ہم میں سے نکل گئیں۔ مسلمانوں میں شہریت کے خلاف کی وجہ
انگلے بزرگوں یعنی مشرکوں اولیٰ کے مسلمانوں کی نسبت بھی یہی بات شہرت پکڑ گئی ہے کہ ہماری طرح ان کا
بھی بغض و نفاق تھا۔ پھوٹ اور کشمکش تھی۔ عداوتیں اور غوغاضیاں تھیں۔ لیکن ہونٹی سی موٹی عقل کا
آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر ان کے دلوں میں کپٹ ہوتی تو اسلام آج کہیں روا کے لیے بھی تو روے زمین
ڈھونڈا نہ ملتا۔ حضائص بشری کے تحت بارے وہ بھی ہم جیسے آدمی تھے اور ہیکوہس بات کے کہنے میں
کیوں مضائقہ ہونے لگا جبکہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انا انہر مثل کھ فرمایا ہو۔ پس اگر ان
میں اختلاف تھا بھی راد ضرورتاً۔ بیشک تھا۔ اور ہونا چاہیے تھا۔ اور ہوا ہی کرتا ہے وہ تو آدمی تھے۔ عداوتیں
ایک جگہ رکھے ہوئے ہوتے ہیں تو وہ بھی کبھی کبھی کھڑکھڑاہی اٹھتے ہیں تو ان کے اختلافات اپنے آپ
جیسے کج کل انگریزی پولیٹیکل گروہوں کے۔ لڑتے بھی ہیں۔ جھگڑتے بھی ہیں بگڑتے بھی ہیں۔ گمراہی جنگ
نہ گمراہی مفاد و ملط کے لیے مثلاً ایک سی لڑا ہے ہی کہ سوئیز کنیل یعنی نہر کی طرف سے پورا پورا اطمینان حاصل کر کے
مصر سے بالکل دست بردار ہونا چاہیے۔ دوسرا کہتا ہے مصر سے ہٹے اور ہندوستان ہاتھ سے گیا نہ
یہ صلاح کرتا ہے کہ جب تک خدیو کو اتنی قوت ہو کہ اپنا گھڑا پھینکے۔ ہیکو اس کا ساتھ دینا ضرور ہے۔ چنانچہ
کر رہا ہے کہ بات کو دبدبے میں ڈالنے سے قبا حیں پیدا ہوتی ہیں بہت کر کے فوراً انکیشن یعنی ضبط کراہت
جاری کر دیا جائے۔ میں مصر پر لکچر دینے کے لیے نہیں کھڑا ہوا میں نے مثلاً ایک بات بیان کی تو کیا بزرگوں

۱۲ اور جو ان کے شاہ ہیں مالوں میں سے جو مالوں میں پانچ سو ہیں ۱۲ یقین ۱۲ میں بھی تمہاری طرح کا بشپوں ۱۲

دیسی ہی اُن کی ذمہ داریاں بھی سخت تھیں۔

جن کے رہتے ہیں سو اُن کو سوا مشکل ہو

میں نے جو قرون اولے کے مسلمانوں کا تذکرہ کیا تو اس غرض سے کہ باوجودیکہ اُن کی ذمہ داریاں بہت سخت تھیں مگر وہ لوگ کچھ ایسے مضبوط ارادوں کے تھے کہ کڑے سے کڑے دسویں فرید الدین صاحب پرینڈ ساکن کڑہا ناک پور کی طرف مخاطب ہو کر آپ کا وطن کڑا مراد نہیں اور نہ میر حسن کی مثنوی کا کڑا

کڑے سے کڑے کو بچاتی چلی

بلکہ میری مراد یہی کہ سخت سے سخت امتحان میں بھی کامل العیار نکلتے تھے۔ اُن کے مقابلے میں بہت سی باتوں میں تباہی جیت ہی۔ ہم اُن سے شمار میں بے انتہا زیادہ ہیں۔ امن و عافیت سے اپنے گھروں میں بیٹھے ہیں۔ کامل آزادی کے ساتھ اپنے فرائض مذہبی کو ادا کر سکتے ہیں۔ ہمارے سر پر نہیں پڑا کہ ہم کو ٹوٹے کھانا ہی کسی جیش کی تحسین ہمارے دے نہیں پیش گذشتہ کسی کی تحسین نہ تھی۔ ہم اگر غرض منج میں تو یہ ایک امراض علی ہے۔ دوسری قومیں ہم سے بہت زیادہ مالدار ہیں۔ زندگی کے مصارف بڑھ گئے ہیں۔ مگر بھی قرون اولیٰ کے مسلمانوں سے ہمارا غنا کہیں بڑھ کر ہو۔ نصاب زکوٰۃ سے ہم اُن کے تول کا اندازہ بخوبی کر سکتے ہیں اُن میں چالیس روپے کسی کے پتے ہوئے تو غنی سمجھا جاتا تھا۔ اب چار چار پانچ پانچ چالیس روپے کو بھی کوئی نہیں پرہتا۔ خلاصہ یہ کہ نہ معذوری ہے نہ مجبوری ہے نہ بے مقدوری ہے وہی ایک ہجر کا پتہ ہے کہ بدو سلام نہیں۔ اُن سے کچھ بحث نہیں جو نہیں سمجھتے یا نہیں کر سکتے۔ معارضہ تو اُن سے ہی جو سمجھتے ہیں اور کر بھی سکتے ہیں۔ اور کچھ نہیں کرتے یا کرنا چاہتے سن اور کرتے ہیں چھٹا ناک وہ بھی ہزار شکل کا دنیا یا ساقول لالوت وھدینطرون قرون اولیٰ کے مسلمان جو اعلا سے کلمہ اللہ کہہ چکے اپنی جانیں بکھاتے تھے۔ آخر وہ کلمہ اللہ تھی کیا چیز کیا اہرام صراطِ حق کوئی مینار تھا جسے بلند کرنے کی فکر میں تھے۔ جیسے ان دنوں فرانس اور امریکہ کے لوگ۔ یا کوئی جھنڈا تھا۔ اعلا سے کلمہ اللہ سوا کے کچھ نہ تھا کہ مسلمانوں کا بول بالا ہو۔ حکومت ہو تو ان کی دولت ہو تو ان کی ہو عزت ہو تو ان کی ہو۔ شان ہو تو ان کی ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ کیا مسلمانوں کو اب حکومت اور دولت اور عزت اور شان دے کر نہیں کیا واقع میں جیسا وہی اولڈ فیشن کے مولوی سکھاتے سمجھاتے ہیں۔ ان

سے ہر کسی میں کس میں پورے ۱۲ لکھ شکر ۱۲ لکھ بھگڑا ۱۲ لکھ گویا موت کی طرف دھکیلتے جاتے ہیں اور دیکھ رہے

ہیں ۱۲ لکھ پرانی وضع ۱۲

چیزوں کے لیے کوشش کرنے سے ایمان جاتا رہتا ہے۔ دنیا ان ہی چیزوں سے عبارت ہے اور جب تک دنیا میں رہنا ہے ہم کیا کوئی بھی ان چیزوں سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

اس سے بڑھ کر بھی کوئی تعجب کی اور بات ہوگی کہ ان چیزوں کے لیے کوشش کرنا قرآن اولیٰ علیٰ دین ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں معلوم مولویوں کی تعلیم کا اثر یا غور و فہم میں ذرا تگائی ہو کہ اس وقت کے مسلمان سبیل اللہ کا نام اسلام عمومی سے کچھ غرض ہی نہیں رکھتے اور ایسے فراعہ اور بے فکر ہو بیٹھے ہیں کہ گویا اس باب میں ان کو کچھ کراہی نہیں۔ جب کو دیکھو اپنی ہندو یا کفریہ منہ رات ہے اور دوسرے مسلمانوں کی طرف سے ان کے کان پر جل نہیں جلتی۔ یہ بات ہر ایک کی سمجھ میں آئے گی کہ نہیں ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ہم میں سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس قوم کا کوئی فرد محروم نہیں کر سکتا۔ قوم بھی ایک مجموعہ اشخاص کا نام ہے۔ یہ تو نہ کبھی ہو سکتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے کہ کسی قوم کے تمام اشخاص کی حالت کسی ایک بات میں بھی یکساں ہو جائے۔ تفاوت حالات نہایت ہی اور دنیا اور دین دونوں کا مارا کراہی پہنچا ہے جب ہم قوم پر من حیث القوم کسی بات کا حکم لگائیں تو اسے یہی منہ ہوتے ہیں کہ دوسری قوموں کے مقابلے میں اس قوم کے اکثر افراد کا یہ حال ہے۔ انگریزوں کی شاہین کچھ دیکھ کر اور سن سن کر دسمان تو ایسے کہوں ہونے لگے تھے، ایک بنگالی یا پارسی میسٹریز لکھتے تھے کہ ان کی بھی آنکھیں پھٹی کی پھٹی اور منہ کھلا کھلا رہا ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں غریب نہیں ایک ہے اور دوسرا کوئلہ لیکر چھوڑ دیں اور ان کی سر میں بلکہ ان کے پڑوس میں بھی ہیں جن کی مصیبت ہم کو اپنے ہی دھرم سے نہیں کوئلہ بیان کرے۔ ہاں تو میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان سب نہیں (اور سب ہی نہیں سکتے) ان میں سے انہوں کی حالت درست ہو جاتی کہ ان کی وجہ سے قوم پر وقت کی نگاہ پڑنے لگتی (اسے خدا کا دن ہوگا۔ پس ان سرمن کو دیکھو کون شہر شدہ باشد) تو جو لوگ شہر حال رہ جاتے وہ بھی سب پروردگار کی شاد حالی سے خوش ہو جائیں (یا ان کو کشتی (بوسطہ) فائدہ اٹھاتے پر اٹھتے ہندوستان میں کوئی انگریز اگر لوٹ نہ سکو گلا بھی ہی تو کہلائے گا صاحب ہی یہ ہے تعزیر قومی کا اور صاحب و غلط ہو گئے ہیں مترادف ہمدگر۔ ہماری گئی گزری قومی عزت کی یاد گار بھی ابھی تک انگلیں میں چلی جاتی ہے کہ ہندو ہم مسلمانوں کو میاں لوگ پکارتے ہیں۔ لیکن جب مسلمان اپنی عزت کو خود نہیں

[illegible]

ہر گے راز نگ بوئے دیگر ہست

کسی میں علم غالب ہے۔ کسی میں غیرت کسی میں سخاوت۔ کسی میں فجاعت۔ کسی میں کچھ۔ کسی میں کچھ۔
ایک آدمی مرتبہ کچھ کو شہ پہنچا کہ بزرگان دین کے حالات جو لوگوں نے منضبط کیے ہیں اور چٹے
پڑھنے سے لپٹے اور اپنے زمانے کے مسلمانوں کے حال پر سخت افسوس ہوتا ہے اور جب تک خیال کرتے
رہو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دل کو کوئی پختہ ڈالتا ہے از قبیل یہاں مٹی پرند مریداں می پرند تو نہ ہو
لیکن یہ ایک وسوسہ شیطان تھا۔ ان کے زمانے میں اور ان کی کوششوں سے اسلام کا ترقی پانا یہ ایسا
زبردست ثبوت اُن کے فیوض میں ہے کہ کسی جہل مخالف کو چھنے ہی نہیں دیتا۔ جس طرح انسان ہمارے فالحقوقات
ہے اسی طرح مسلمان کامل بفضل الناس ہی۔ صرف دین کے اعتبار سے نہیں بلکہ یہ انہایت مستحکم عقیدہ ہے کہ جن
صفتوں کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔ نیچلی اس بات کے مقتضی ہیں کہ دنیا میں بھی مسلمانوں ہی کو فضیلت
اور برتری ہو۔ بلکہ میں تو دنیاوی ترقی و منزل کو اسلام یعنی دین اسلام کے کامل ناقص ہونے کا میکا
قرار دیتا ہوں۔ وہ مسلمان بڑی غلطی پر ہیں اور افسوس ہے کہ ایسے بہت ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ پیغمبر صاحب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا مقصد یہ تھا کہ ہندو جو گیوں اور سناسنیوں یا عیسائی رہسبول
کی قسم کا ایک گروہ تیار کیا جائے۔ نرے خدا پرست۔ دنیا سے بے نصیب محض۔ اگر پیغمبر صاحب صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کا یہ مقصد رہا ہو اور میں کہتا ہوں کہ نہیں بلکہ والذی نفسی بیدہ نہیں رہا۔ ہرگز نہیں بلکہ۔ تو
معاذ اللہ پیغمبر صاحب کی رسالت کی نسبت فیلیورڈ ٹول فیلیورڈ کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے پیغمبر صاحب
نہیں چھوڑ کر مرے۔ خدا پرست جوگی۔ خدا پرست سنیا سی۔ خدا پرست راہب خدا پرست آج کل کے سے
سلۃ انوال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور آپس کی کامیابی کا رتبہ بدلتا رہتا ہو گا طلب خطے پروردگار اور وہ ضرور اس سے راضی ہوگا۔
سلۃ اندکا رنگ اور اند سے ہی کسی کا رنگ بہتر ہو گا ۱۲ سلۃ حق ۱۷ سلۃ نا کامیابی ۱۷ سلۃ کمنا کامیابی ۱۷ سلۃ بالطم

فکر لگدے۔ چمک ملے علما اور مشائخ۔ بلکہ خدا پرست اسپر زرد (شاہنشاہ) خدا پرست کنگر زرد (شاہ) خدا پرست
 فشر زرد (زیر) خدا پرست ایڈمنسٹریٹر زرد (مہبران ملک) خدا پرست کمانڈر زرد (سپہ سالار) خدا پرست بزرگ
 رقا ضیافتی (حکام عدالت) خدا پرست آئیڈیٹرز (فضحا) خدا پرست مترجمین (سوداگر) خدا پرست
 دنیا دار آف اور سی کالنگ ایڈیٹر پر فوٹیشن (ہر ایک پیشہ اور ہر ایک شغل کے) اولیٰ التہم المومنین
 حقائق در درجات عند دہمہ و مخفہ و رزق کو یہ پنیہ صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کو تو مسلمان
 کی ظاہری شان شوکت کا یہاں تک خیال تھا کہ کہے کا طواف کرو تو جہاں تک ہو سکے اگر وہ صفا اور
 مردہ میں زور سے دوڑو۔ جمعہ اور عیدین یعنی جماع میں بہتر سے بہتر سیرت بنا کر شامل ہو۔ نماز عید کو
 ایک رستے سے جاؤ۔ تو دوسرے رستے سے آؤ۔ ان باتوں سے آخر ایک اٹھل تو مل سکتی ہے کہ پیغمبر
 صاحب کمالی منشا کیا تھا۔ اب پہنے ذلت اور خواری کو شعار اسلام بنالیا۔ گر گئے ایسے کہ گزرا گزرا مانا ہی
 تھے۔ پھسڈی ہو گئے۔ کیونکہ پھسڈی ہونے سے خوش تھے۔ مجھ کو تو غصہ اس بات پر آتا ہے کہ ذلیل ہوا
 تو خیر۔ غضب تو یہ ہے کہ بزرگان دین سے اس ذلت کی سند پکڑتے ہیں۔ ع

بدنام کنندہ بخونامے چند

کبھی انسان عزت کے ایسے لیے درجے پر پہنچ جاتا ہے کہ عزت اُس کو لازم ہو جاتی ہے۔ گویا اُس کا
 خاصہ غیب منکشف ہو تو ایسی حالت میں اُس کو ظاہری سامان تعزیر و کار نہیں ہوتا۔ مثلاً گلیڈسٹن جیسے
 بیسیوں لارڈ اور سر (دیہ سر نہیں) اپنے سر کی طرف اشارہ کیا) بلکہ وہ سر۔ سید احمد خاں کی طرف اشارہ
 کیا) اور کیا اور کیا بنا دیتے کون سے خطاب تھے جو اپنے لیے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ مگر اُس نے سمجھا اور
 سمجھا کہ گلیڈسٹن اور خطاب ناموں میں وہی نسبت ہوگی جو نیچر لیوٹی (قدرتی خوبصورتی) اور بنائی ہوئی
 بیوٹی میں ہوتی ہے وہاں المستکحل والعین کا کحل سید احمد خاں کو پاس ہے براگے میری نظریں جو
 عزت سید احمد خاں در فظوں کی ہے۔ نہ ڈاکٹر کی ہے نہ سر کی ہے نہ اُن حروف کی ہے۔ جو انگریزی ابجد سے
 بے ترتیب لیکران کے نام کے بعد لگائے جاتے ہیں۔

یہی حال تھا صحابہ کا (رضوان اللہ علیہم) ان کو وہ عزت حاصل تھی کہ دنیا میں اُس سے بڑھ کر

نہ ہی ہیں سچے مسلمان ان کے پیٹے خدا کے یہاں درجے ہیں اور معافی ہے اور عزت کی روزی ۱۲ سالہ بیٹے جدا نہیں ہو سکتے
 سالہ کا بل لگی ہوئی آنکھ کہیں قدرتی سر نہ گیں آنکھ کو پہنچتی ہے ۱۲

و تائید کے لیے جہاں آور بہت سے کار نمایاں کیے اُن میں بحث جونا ھیتنا و ھو عندا للہ عظیم یہ بھی تھا
 کہ اسلام شروع ہوا غریب سے مساکین سے اگر غبارِ نقیب چٹم دل کو تیرہ و تار نہ کر دے فاکھا لاتی لایا
 ولكن تعصی القلوب القی فی الصدود تو اسلام کی ساری ہسٹری زباں رخ شروع سے آخر تک اس کی صفت
 پر گواہی دے رہی ہے اس نے پہلے پہل جڑ پکڑی ایسے دلوں میں جو سچ کے قبول کرنے کے لیے تیار تھے دنیا
 مال دولت دنیاوی جاہ و حرمت دنیاوی نام و نمود دنیاوی فخر و عزت دنیاوی رشتہ و قرابت کوئی
 چیز نہ تھی جو ان کو صراطِ مستقیم کے ہتھیار کرنے میں سزاوارہ ہو سکے ان میں کچھ لوٹڈی غلام بھی تھے کافروں کا
 غلام اور ہم مسلمانوں کے آقا اور سہ تاج مشرکین جنہ یہ لوگ مملوک تھے ان کو صرف اسلام کی دستبردِ طرح
 کے عذاب دیتے و منافق و منافقہما کان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید الذی ملکہ ملک السموات والارض
 چنانچہ حضرت بلالؓ کے قصے کی طرف میں پہلے بھی اشارہ کر چکا ہوں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک
 غلام تھا انطاس وہ بڑا سلیقہ مند آدمی تھا کدو سے تجارت سے اپنی حالت یہاں تک درست کر لی تھی کہ دھڑلہ
 دم تو اس کے پاس نقد تھے اور باوجودیکہ خود غلام تھا آپ بھی لوٹڈی غلام رکھتا تھا حضرت ابو بکرؓ نے چاہا
 کہ وہ اسلام لے آئے اس نے سختی کے ساتھ انکار کیا تو وہ حضرت ابو بکرؓ کے حل سے اتر گیا جب حضرت
 بلالؓ کو دیکھا مبتلا سے عذاب تو حضرت ابو بکرؓ نے یہ تھا ضامے اخوت اسلامی اُمیہ سے سفارش کی کہ اس
 شخص کو خدا کے فضل سے تو مہیہ بولا اگر تم کو ایسا ہی ترس آتا ہے تم ہی نے اس کو بگاڑا ہے اپنی بلا کو
 نہیں جانتے حضرت ابو بکرؓ کو اگر ذرا بھی معلوم ہو کہ اس کا منشأ حضرت بلالؓ کے جد اکر نے کا ہے تو کبھی کی
 بلالؓ کی غلطی ہو گئی ہوتی اب اشارہ پاتے ہی بول اٹھے کہ بیٹے کیا اُمیہ نے کہا انطاس کے بدلے حضرت
 ابو بکرؓ نے فرمایا ماں جی ماں انطاس اور جو کچھ اس کے پاس اٹا تھا وہ سب آپ طرح حضرت ابو بکرؓ نے حضرت
 بلالؓ سمیت سات مسلمان لوٹڈی غلاموں کو ان کے مالکوں کے موہ نہ مانگے دام دے دے کہ خریدو اور آزاد
 کیا ان کے والد کو اس کی توخیر نہ تھی کہ اس خریداری سے کچھ اور بھی مطلب ہے سُن کر کہنے لگے کہ یہ مارے
 ٹھکے از کار رفتہ لوٹڈی غلام مول لیتے پھرتے ہو لینے ہیں تو ایسے غلام کو جو تم کو فائدہ بھی پہونچا سکیں تب
 لے تم اس کو بھکا جتے ہو اور اللہ کے نزدیک وہ بڑا ہے ۱۱۷۷ھ بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتی بلکہ دل
 سینوں میں ہیں اندھے ہو جایا کرتے ہیں ۱۱۷۷ھ اُن کی یہی بات اُن کو بُری لگی کہ وہ ایمان لے آئے اللہ پر عزت و
 حمد مسلمانوں اور زمین کا مالک ۱۱

اور عزت ہو نہیں سکتی کہ جس طرف کو تو جس کی سلطنت ان کے آگے ہاتھ باندھے کھڑی تھی۔ یہ عزت ساہلی اور بے تکلفی اور زہد کے ساتھ مل کر ایک حُسنِ خاص پیدا کرتی تھی۔ جس کے آگے دنیاوی حُشمتیں اور طعناں سب بیچ ہیں۔ ہم نے حیران اور تسلی عن الیاس کو زہد قرار دے رکھا ہے۔ اور وہ دنیا کے عامل کرنے چاہیں تھے۔ مگر عامل ہوئے پیچھے اُس کی خواہی قدر نہیں کرتے تھے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے مارون الرشید کی ایک حکایت لکھی ہے۔ کہ

”مارون الرشید را چون ملک مصر سلم شد۔ گفت بزرگم آن طاعی کہ بہر خود ملک مصر دعوتے خدائی کردہ بُو
یہ بخشم ایں ملک را مگر چشیں ترین بندگان“

قیصرِ روم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک سفیر بھیجا۔ سفیر سمجھا کہ ایسے زلزلے کا شخص ہے تو کسی کوئی بڑی بارگاہ ہوگی۔ یہاں مدینے میں آکر دیکھا تو رہنے تک کا بھونپڑا بھی ٹھیک نہیں مارا لیکن زمینیں صاحب ہیں کہ ان کا کہیں تپہ نہیں ملتا۔ آخر ایک بڑھیا نے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ فلاں خلعتیاں میں چھوڑے چلی آتی ہوں۔ سفیر نے جا کر دیکھا تو واقع میں میکیل ایک درخت کے تلے پڑے سوئے ہیں تو اپنا مطلب عرض کرنا چاہا۔ مگر مارے ہیبت کے نہ قدم آگے کو اٹھتا تھا اور نہ بات مٹنے سے نکلتی تھی۔ جس سے پاؤں تک کھڑا تھر تھرا کر کانپ اٹھا۔

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحبِ حق نیست

وہ آسمانِ عزت کے آفتاب تھے۔ اگر پانی کی تہ میں بھی ان کا عکس تھا تاہم چمکے مک اُس کے ساتھ تھی گئی۔ ان کی سی عزتیں صرف تنہا کرنے یا بیوہ عورتوں کی طرح سوئے ڈھانک ڈھانک روئے یا دعائیں مانگنے سے تو نصیب نہیں ہوتیں کیونکہ ان کو بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہنے سے نہیں مل گئی تھیں۔ انھوں نے اس عزت کے پیچھے مال اور جان اور خویش و اقارب کسی چیز کی کچھ پروا نہیں کی۔ ہم یہ کہنے کو تو موجود ہیں کہ مسکین ایں نذر آں ندارد۔ مگر کرنے کے نام میرے دیکھنے میں تو اتنا ہی ہول ہے کہ سید احمد خاں کے غل شور مچانے سے قومی مرثیہ خوانوں کا ایک گروہ پیدا ہو گیا ہے۔ جب تک لکھنؤ میں نوبلی رہی مرثیہ خوانی کا بڑا زور و شور رہا۔ اور اس طرزِ خاص کو انیس اور دہائیوں نے حقیقت میں بھڑبھڑائی کی حد تک پہنچا ڈالا۔ کسی نے ان جیسا کہا اور نہ کوئی ان جیسا کہہ سکیگا۔ اب جو مرثیہ خوان چلے تو اس کے سوا جو ہوئے

ہمارے مولوی الطاف حسین صاحب حالی۔ انھوں نے ایک بڑی دھوم کا سندس لکھ کر کچھ ایسا بگل بھنکا کہ جہاں جہاں موزون طبع تھے سب لگے ان ہی کی لے میں گئے اور گنگنا نے۔ گنگنا نے والوں میں یہ آپ کا تیار مندرجہ ہے کہ شعر تو نہیں کہہ سکتا۔ مگر تنک سے تنک ملا کر تلمبے۔ میں نہیں جانتا کہ مولوی الطاف حسین نے سندس اس غرض سے کہا تھا کہ ایشیائی شاعری میں ایک طرز جدید داخل کریں۔ بلکہ ان کی غرض اصلی یہ تھی کہ سوتی ہوئی قوم جلگے اور دیکھے کہ تباہی کا سیلاب ان کے سروں پر آ پہونچا۔ مگر قوم نے جاگنا تو درکنار کروٹ تک بھی تو نہ لی۔ اور ان کے سندس کا ایک کھیل بنا کھڑا کیا۔ کوئی اس کو اس لیے نہیں پڑھتا کہ سب سے اور حل کرے۔ نظر پڑتی بھی ہے تو وہی محاسن شاعری پر۔ اور سید احمد خاں صاحب بڑا مانیں تو مانیں قریب قریب ہی حال ہے اس کا گھر سکا۔ اکثر تو تماشائی ہوں گے۔ بعض اس کو ایک طرح کی محفل مشاہیر کے شریک ہوئے ہوں گے۔ کہ سر سید لکچر دیں گے۔ مولوی الطاف حسین حالی۔ مولوی شبلی۔ منشی احمد علی شوق۔ لپٹے لپٹے افکار تازہ پڑھیں گے۔ فوراً چل کر سنیں تو سہی کیا کہتے ہیں۔ بعض صرف سید احمد خاں کے لکچر ہوں گے۔ اور بعض شہد ہوں گے۔ لڑ بھڑنے کے نہیں۔ لو لگا پینے کے۔ جو چاہتے ہیں۔ بعض کا نفرنس میں شریک ہونے کی وجہ سے ان کا نام دردمندان قوم کی فہرست پر چڑھ جائے۔ جتنے صاحب شریک محفل ہیں سب سے بدترین ہوں۔ کہنے کو آندھی کرے کو خاک جب آدھی خود ایک بات کا حامل نہیں ہو سکتا۔ پس اس کا اثر کیا ہو۔ غرض کیا ستم کیا لکچر۔ میں سب ایک ہی پچھلے کے چٹے ہوں۔ بلکہ پھر ایسے مجموعے سے کیا فلاح ہونی ہے۔ روتے آتے مرنے کی خبر لے چلے۔ قوم کا تو یہ حال ہے کہ ایک ایک منٹ اور ایک ایک سکند کی دیر میں برسوں نہیں عمروں کا نقصان ہو رہا ہے۔ اور یہاں ہنوز روز اقل ہے۔ مجھ کو ایک بات کا اور بھی ڈر ہے کہ انسان کی خلقت اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ کوئی نئی بات سنتا یا غیر معمولی حالت دیکھتا ہے تو اول بار سننے اور دیکھنے سے اس کی طبیعت میں ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اگر بار بار وہی بات سنا اور وہی حالت دیکھا کرے تو اس کا احساس مدغم ٹپ جاتا ہے۔

چر سلاوہ یک بار خوردند و بس

کچھ سید احمد خاں ہی کو توقع ہوگی۔ خدا ہی ہے کہ ان پتھروں میں جو تنک لگے۔ کہنے اور سننے کی تو کوئی باقی نہیں رہی ضرورت سے بہت زیادہ کہا جا چکا۔ اور ضرورت سے بہت زیادہ سن چکے۔ اب یا تو توئی ہو

قومی رفاه۔ قومی ترقی کا تذکرہ موقوف کرو۔ کیوں بیٹھے بٹھائے مفت میں اپنی منہائی کرتے ہو۔ اور اگر فی حقیقت تمہارے دل میں قوم کا درد ہے۔ تو کچھ کر کے دکھاؤ۔ بے شک کام بڑا اہم ہے۔ لیکن سچے دل سے ہمت کرو خدا کی قسم اپنی سوزیادہ تپلا۔ روتی سے زیادہ ملائم۔ ریشم سے زیادہ نرم۔ کینے سے زیادہ چکنا۔ ہمارے سینے سے ہی بزرگوں کی مثال موجود ہے۔ ہمکو ویسی مشکلیں درپیش نہیں اور نہ ہمکو ویسی ہم درپیش سمجھ پئے ہو تو حنیس۔ اور نہیں سمجھ تو اب سمجھ لو۔ کہ بد من اعلیٰ درجے کی انگریزی تعلیم کے مسلمانوں کی حالت شرمناک رست ہونے والی نہیں۔ اور اس کو چاہیے قاروں کا خزانہ۔ وہ تو بڑے شکر کا مقام ہے ہم میں ایک ایسا شخص موجود ہے کہ اس کو روپے کی مدد ملے تو تعلیم کے ہمارے کچھ کر پار لگا دے۔ وہ کون ہے؟ سمجھ تو گئے ہو گے۔ پھر کیوں مجھ سے کہلو تے ہو۔ خدا نخواستہ یہ شخص ہوتا تو روپیہ کو لے کر چلا کرتا یہ نعمت خدا داد ہے درجہ بتا روپیہ تعلیم کے لئے فراہم کرتے اس سبک بدلے بھی تو سید احمد کا سا ایک دماغ ڈھونڈنا پاتے۔ خیر تو عرض یہ ہے کہ ہمکو روپیہ چاہیے۔ جتنا ہو سکے اور جس قدر ہو سکے۔ روپیہ آئے تو کہاں سے آئے۔ جن کو قوم کا درد ہے مقدور نہیں کہتے۔ اور جن کو مقدور ہے ان کو درد نہیں

کہیاں را بدست اندر درم نیست خداوندان نعمت را کرم نیست

میں مشکل کے حل کرنے کی ایک تدبیر بھی خیال میں آتی ہے۔ امیروں کو تو بار و گردن۔ ان سے تو کچھ ہونا ہوتا ہے۔ جب کسی قوم پر وبال آئے کو ہوتا ہے تو سب سے پہلے امرائے قوم ہی بگڑتے ہیں۔ حق تعالیٰ جل شانہ را تا ہے و اذا اردنا ان نضلک قریۃ امرنا متوفیما ففسقوا فیما فحق علیہا القول قد مرنا ہاں امید پس جن لوگوں کے فساد سے ہماری قوم کی خرابی کی ابتدا ہو ان سے اصلاح کی توقع ایسی ہے جیسے ہرے نوشدارو کی تاثیر کی امید ہے

پوچھت راہ و فا اس نگہ پر فن سے رہنمائی کی نہ رکھ چشم۔ دلا۔ دہرنا

ن کرو کہ جو جو قومی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں سب ایک گروہ بن جاؤ۔ اور گروہ کو ضرور ہے۔ لیڈر یعنی گروہ اسی فرستین کو دیکھ یا نہیں۔ ضرور دیکھ اور خوب سمجھ لیڈر بنالو صرف چندہ فرستہ ہم کرنے اور ان کو اپنی رائے سے اعلیٰ درجے کی انگریزی تعلیم میں صرف کر دینے کا اور اس امام کے ماتھے پر فار ملی (باقاعدہ) جب ہم کو منظور ہوتا ہے کہ کسی گانوں کو برباد کر دیں تو ہم و ماں کے خوش حال لوگوں کو بھار دیتے ہیں وہ اس میں کبیرا لگتے ہیں اور ہمارا قول پورا ہو جاتا ہے۔ پھر ہم اس کو مار کر پٹر کر دیتے ہیں ۱۲

سیت کرو کہ ہم منفرداً و مجتمعاً روپیہ ہم چھوٹانے میں سہی کا کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھیں گے۔ لیکن اس سیت کے بعد یہ نہیں کرنا ہوگا کہ چلتی سی ایک بات کہہ دی۔ اور اپنے سوسے چھوڑا اٹا رالاک ہو گئے۔ ستو باندھ کر چندے کو پیچھے پڑنا ہوگا۔ گھر گھر جا کر پھیکا، لالٹی پڑے گی۔ یا ایک چھوٹا سا ضلع کیفٹھا اتق خستہ کر دو اور تحقیقات کر کے ایسے لوگوں کی فہرست بنا دو جو صاحب کوۃ ہیں۔ اگر کر جھگڑ کر ہمت سے خوشا دے سمجھانے سے۔ گھانے سے۔ ابرام سے غرض کہ جس طرح بن پڑے ان سے زکوۃ وصول کرو۔ کچھ خبر بھی ہے یہی صدقات ابتدا میں اسلام کا کیسٹیل رہا تھا۔ رہے ہیں۔ ان کے وصول کا بڑا اہتمام ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) منع زکوۃ کو از خود جھکا دیا پیرا مادہ ہو گئے تھے۔ حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اپنی خلافت میں ان ابواب کی تحصیل موقوف کر دی کیونکہ مسلمانوں کو خزانے سلطنت کی وجہ سے غنی کر دیا تھا۔ مگر یہ کہ نزدیک حضرت عثمان بن عفان کی۔ دینا بھی کونا گوار معلوم ہوتا ہے۔ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں بھی لوگ دینے وقت بڑبڑاتے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دست بردار ہو جانے سے یہ سہ اور بھی ڈھیلے پڑ گئے۔ اب جو لوگ میتے ہوں وہ چائیں اور ان کا ایمان جانے۔ لیکن اگر کسی طرح اس رقم کا ضبط کرنا ممکن ہو تو بہت بڑی آمدنی کی چیز ہے۔ اس میں بھی وقتیں پیش آئیں گی۔ بعض قصاص کا جواب دیں گے کہ تم ہمارے محتب نہیں۔ تمکو ہمارے معاملات میں کیا دخل۔ بعض حیلہ کریں گے کہ تعلیم انگریزی مصروف زکوۃ نہیں۔ بعض نصاب کو چھپائیں گے۔ بعض دسیتہ وقت ہچر ہچر کریں گے۔ ان مشکلات پر غالب آنا بھی قومی خیر خواہی ہے اور نہ اپنی گروہ سے۔ دو۔ نہ دوسرے سے۔ دلو اور نہ زبانی رخ خرچ۔ ہم تو ایسی دعائی خیر خواہی کے قائل ہی نہیں ہیں۔ شل مشورہ ہے کہ جتنا گڑ والو گے اتنا ہی میٹھا ہوگا۔ بڑی ہماری کوششیں ہیں۔ مضل اور پری۔ دل سے۔ ویسے نتیجے ہیں کہ آج میں برس سے تعلیم کا غل سنتے سنتے کان ہرے ہو گئے۔ سر دھکنے لگا۔ جی اکتا گیا۔ اور کسی ایک ضلع کی تعلیم کا انتظام بھی کافی اور پیمانہ کے لائق نہیں ہوا۔ تو تھوڑی دیر کے لیے اس بات پر بھی نظر کریں کہ ہمارے بزرگان دین۔ ہمارے پیشوا۔ کیا کرتے تھے کہ بتیلی پر سرسوں جھاگے۔ دوست دشمن سب اس بات پر متفق ہیں کہ جس قدر جلد اسلام کی تعلیم قائم ہوئی۔ اس طرح چٹنی بچانے میں کوئی اور سلطنت قائم ہی نہیں ہوئی۔ ان میں ایک کمال ہو تو بیان کیا ستر پا کمال ہی کمال تھے۔

زفر قتابہ قدم مس کجا کہ سے نگریم کز شب دامن ل میکشد کہ جایخاست
تا ہم میں چند ایسی باتیں بیاں کروں گا۔ جن کو میرے نزدیک اسلام کی ترقی میں بڑا دخل تھا۔ اور اب بھی
مسلمانوں کی حالت کدورت کرنے کے لیے اُن کی سخت ضرورت ہے۔ ان میں ایک بڑی صفت نفس کشی
کی تھی اور یہی صفت ہی جو پھر ہمدردی کی۔ جو دوستاکی۔ ایشاکی۔

جب انسان خود اپنی حاجتوں کا مغلوب ہے اس کے دل میں دوسرے کی امداد و اعانت کی
تحریک پیدا ہوتی نہیں سکتی۔ اب رہتے پہلے اپنے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حال سنو۔
حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تین دن متواتر حکم سیر نہیں ہوتے
ولو شئنا لشہنا ولكن كان يوشر على نفسه ولا يدخر شيئا لغيره یعنی چاہتے تو پیٹ بھر کر کھاتے مگر
حضرت کی عادت تھی بھوکوں کو کھلا دیتے۔ اور آپ بھوکے رہتے اور کل کا فکر تو کبھی کیا ہی نہیں۔
ہر عہد آمدت بدست ہوا دی تو پیش ازاں ایں جو دآں کس است کہ از فقر عار نیست
ابو طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جب فقر و فاقے سے بہت تنگ آئے تو کئی آدمی مل کر حضرت کے پاس گئے
اور اپنے اپنے پیٹ دکھائے۔ سب نے ایک ایک پتھر باندھ رکھا تھا تاکہ بھوک کی ایذا محسوس نہ ہو۔ پیغمبر صاحب
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا شکم مبارک دکھایا تو اکٹھے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

حضرت عمر رضہ سے منقول ہے کہ میں ایک دن پیغمبر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا کہ تمہارا بندھو
بورسیت پر پڑے ہیں۔ بورسیت کی تیلیاں جو جو بدن میں چھبی ہیں۔ تو نشان پڑ پڑ گئے ہیں۔ پھر جو سیری
نگاہ عاتقوں پر جا پڑی تو دیکھا کیا ہوں کہ ایک طاق میں کوئی آوہ سیر کے قریب جو ہیں۔ خدا سا پنیر دھوا ہوا اور
وہیں پس کو پانی کا ایک ٹکیزہ لٹکنا ہے۔ حضرت عمر رضہ کہتے ہیں کہ یہ ایذا اور بے سامانی دیکھ کر مجھ سے نوا
گیا۔ اور میں بے اختیار رو دیا۔

حضرت عائشہ رضہ ذکر کرتی ہیں کہ ایک دن میرے سیکے سے بکری کی ران آئی۔ رات کا تھا وقت
میں نے اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مل کر شکل سے اُس کو بنایا جس کے سامنے یہ مذکور تھا۔ اُس نے
بوچھا کیا چرخ نہ تھا؟ تو حضرت عائشہ بولیں۔ ”تیل ہوتا تو ہم اپنی ہنڈیا ہی نہ بگھارتے۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عمر چپاتی کے کچھنے
کا اتفاق نہیں ہوا۔

سہل بن سعد نے پھلانی کے باب میں بھی ایسی روایت کی ہے مع ثنیۃ زائد۔ وہ یہ کہ میں نے اپنے راوی سے پوچھا کہ ہلدا پھلانی نہ بتی تو جو کائنات اس طرح کھاتے ہیں گے راوی نے کہا کائنات نے اپنے فطیر ما طار و ما بقی ثنیۃ فاکلناہ حضرت کی غالب غذا تھی چھوڑا سے۔ وہ بھی قسم جید نہیں۔ اور شک

اُمیہ بن صفوان مولفۃ القلوب میں تھا۔ حضرت نے اس کو اتنا دیا کہ جو دیکھ کر مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا کہ سنی بنتیرے دیکھے۔ مگر اس درجے کی سخاوت کا سوا سے نبی دوسرے کا نفس متصل ہو ہی نہیں سکتا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح کا یہ شعر کچھ ہالفتہ شاعرانہ نہ تھا۔ بلکہ حکایت نفس الامری سے
ما قال الا قط الا فی نلتہم لدا لولا التمشہد کانت لاءہ نعم

بعض شاعر بھی بلا کے طور ہوتے ہیں۔ ایک عجی نے اس کا لفظی ترجمہ کر کے کسی بادشاہ کے مدحی قصیدے میں داخل کر دیا۔ ✽ شعر

نزدت کلمه لا بزرگان او گنو مگر بهشتندان لا اله الا الله

کم بخت کو نہ چوری کرتے شرم آتی اور نہ دنیا دار بادشاہ کی اس قدر بے جا اور نامناسب خوشامد کرتے۔ ہم صر
 جو کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ اتنی باتوں کو کہ خود حاجت مند اور محنت درجے کے حاجت مند اور اس قدر اود و قوت
 اور کشادہ دلی کے ساتھ آپ فرماتے تھے لوگ ان مثل احد ذہبا میرانی ان لایمیر علی ثلث لیالہ وعندی
 منہ شقی اور یہی کیفیت تھی تا دم مرگ کہ مرض الموت سے پہلے کہیں حضرت عائشہ رضہ کو چھ پامات دینا دیتے
 تھے کہ مساکین کو تقسیم کر دینا۔ علالت میں خیال یا تو پوچھا۔ حضرت عائشہ نے عذر کیا شغل دینی وجعلت آپ نے
 منکر کرونا تیر کو ہاتھ میں لیا اور فرمایا ما ظن من بنی اللہ لوفی اللعین وجہل وعذہ عندہ میں نے اوبہ اکر حدیث
 کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ مال دنیا پیغمبر صاحب کی نظر میں نہ صرف بے قدر تھا بلکہ اپنے اور اپنے اقارب اور
 متعلقین کے لیے مہغوض۔ انھوں نے صدقات کو جو ہمارے زمانے کے مولویوں اور مشائخوں کی معاش کا
 بڑا ذریعہ ہے۔ نہ صرف اپنی نسل پر بلکہ بنی ہاشم پر ہمیشہ کے لیے قطعاً حرام کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک راز حضرت
 سلمہ ہم جو کہیں کو پور سے چھوٹک مار دیتے یہی جواڑی تھی اڑ جاتی پھر تا کو نہ بھانپا یا کھا لیا ۱۲ ۱۳ اگر میر سے پاس کوہ ۱۴
 کی قدر سونا ہوتا تو مجھ کو بڑی خوشی اس کی تھی کہ تین راتیں نہ گزرنے پائیں سب بیچ کر لیں ۱۵ میں آپ کی تیمارداری میں مصروف تھا
 ۱۶ جمعہ دنیاں ۱۷ اونہی کی نسبت خیال کیا جاسے جو یہ شہ فیاں پیسے ہوئے خدا کے پاس جاسے ۱۸

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المال میں بیٹھے ہوئے نقد و جنس مستحقین کو تقسیم کر رہے تھے۔ امام حسین علیہ السلام (بچے تو تھے ہی) ایک چھوٹا رامنہ میں ڈال لیا۔ حضرت کی نظر پڑ گئی فرمایا کچھ کچھ لینے بھی چھی یہ لوگوں کے مال کا میل ہے۔ آل محمد پر حرام۔ اور آخر وہ چھوٹا رامنہ لوٹا دیا۔ اور سب کو ادھر و ادھر بھیج دیا کہ اپنے اپنے نفس پر سختی چھیلتے تھے۔ بلکہ تمام اہل عیال۔ یہاں تک کہ ایک بار انزلِ مطہرات سے توسیعِ نفقات پر خدا کی تو آپ ناخوش ہو کر کہے چھوڑ بیٹھنے پر آمادہ ہو گئے۔ اسی کو بیان ہے سورہ اعراب میں یا ایہا النبی قل لا ازیجت ان کنتم ترون الحیوة الدنیا و ذینہا فتعالین المتعین واسر حکم سر احاجیلہ وان کنتم ترون اللہ و رسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد للمحسنات منکن اجر اعظیما اس طرح کی بیسیں باتیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوئے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع سے آخر تک حدودِ نبی کی نفس کشی کے ساتھ زندگی بسر کی اور اس کے بہت شواہد ہیں کہ نہ ریا کاری تھی نہ ناداری تھی نہ خست نہ کفایت شعاری تھی بلکہ مہی کی اپنے تئیں ایذا ہو تو ہو مگر دوسروں کو فائدہ پہونچنے۔ ابتدائے عمر میں داد اور دادا کے بعد چچا ان کے متکفل تھے پھر خدا نے ان کو خدیجہ الکبریٰ کے مال سے غنی کر دیا تھا اور اس کے بعد توبہ بادشاہ تھے صاحب ملک و لشکر و مالک اسوالِ فنیست۔ یہ تصرف فیما کیف لیشاء مگر انتقال ہوا تو تیس سال جو کے بدلے اپنے پہننے کی زرہ رہن تھی۔ اپنے لیے تو اس مہر کی تنگی اور مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کا درین نہ تھا۔ یہاں تک کہ جب مالک متفق ہونے لگے تو اپنے منادی کر دی کہ انا اولی بالمؤمنین من انفسہم من توفی من المؤمنین و ترک دینا فلیعقل قضاءہ من ترک ما کافہو لودیتہ اب اسی نفس کشی کے متعلق چند باتیں صحابہ کی سنو۔

حضرت عمر کے بیٹے اپنے والد کے حالات میں بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے جابر بن عبد اللہ کے ہاتھ میں ایک درم دیکھا پوچھا کہ کیا درم ہے۔ جابر نے کہا بہت دنوں سے ہال بچے گوشت کو ترس گئے۔ آج راؤہ کا اسکا گوشت لیکر بچواؤں۔ یہ سن کر حضرت عمر بولے کیا تم لوگوں کا یہ حال ہو گیا ہے کہ جس چیز پر بچ لپچایا لے اسے نبی اپنی بیبیوں سے کہہ دے کہ اگر تم کو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت و رکار ہو تو آؤ میں تم کو کچھ دے دلا کر بھل طرح رخصت کر دوں اور اگر تم کو درکار ہو اللہ اور رسول اور آخرت کا گھر تو جو تم میں نیکیو کار ہیں ان کے لیے خدا نے بڑا اجر تیار کر رکھا ہے ۱۲۰؎ جس طرح چاہتے اس میں تصرف کرتے ۱۲۱؎ یہ ملک عرب کا ایک پیمانہ ہے ۱۲۲؎ مجھ سے بڑھ کر مسلمان انور کا کوئی خیر خواہ نہیں جو مسلمان قرضدار مرے اس کا قرضہ میرے ذمے ادا نہ کرے اور میرے قرض مال چھوڑ کر مرے قرض مال اس کے وارثوں کا ۱۲۳؎

گئے اور مول لے آئے۔ تم سے اپنے چچا زاد بھائی اور پڑوسی کی خاطر بھوک کی سہار نہیں ہو سکتی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت یاد سے اتر گئی ہے اذہبتہم طیباً تکہ فی حیاتہکم لادنیاء استمتعتم بما ماکلنا منی سے منقل ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمان خلافت میں ایک غلام کو عبیدہ بن الجراح کے پاس چار سو دیناروں کے بھیجا اور کہا یہ دینار اُن کو دے کر ذرا ٹھہریں پنا۔ دیکھ تو کیا کرتے ہیں۔ غلام نے دینار پہنچا دیئے۔ اور حکم کے مطابق ٹھہرا رہا۔ عبیدہ نے حضرت عمرؓ کا شکریہ ادا کیا اور نوٹسی کو ہلا کر کہا کہ سات دنان اور پانچ دنان سے کرا یہاں تک کہ اسی طرح کل چار سو کے چار سو تمام ہو گئے۔ غلام نے جو دیکھا جا کر عرض کر دیا۔ اتنے میں حضرت عمرؓ نے چار سو کی ایک تھیلی اور بھر رکھی تھی اس طرح غلام کو معاذ بن جبل کے پاس بھیجا۔ وہاں بھی عبیدہ کا ماجر پیش آیا اتنی بات زیادہ ہوئی کہ جب معاذ دینار تقسیم کر رہے تھے۔ اُن کی بی بی نے اگر کہا بخدا ہم بھی صاحب تہم ہیں کچھ تو ہم کو بھی دو۔ شعر

گل پھینکے ہوا دوس کی طرف بلکہ بڑھی اے خانہ برباد از جن کچھ تو ادھر بھی

اُس وقت صرف دو دینار باقی تھے۔ معاذ نے بی بی کے حوالے کیے۔ حضرت عمرؓ نے عبیدہ اور معاذ کا حال سنا تو بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ماں یہ ہیں المؤمنون اخوة بعضہم من بعض حضرت عمرؓ کو اسی طرح کا معاملہ سجدین عامر کے ساتھ پیش آیا۔ سنا کہ اُن کے ماں گت تک نہیں شگفتی۔ اکٹھے دس ہزار بھیج دیئے۔ اُنہوں نے تھیلیاں اور پٹلیاں باندھ باندھ کر بائٹا شروع کیے۔ بی بی نے کہا یہ روپیہ جو خلیفہ نے ہمارے لیے بھیجا ہے تم کس کس کو دیتے دالتے ہو۔ کہا اُن لوگوں کو جو اس کے ہم سے زیادہ حاجت مند اور حق دار ہیں۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو اُن کی امارت یعنی خلافت کے زمانے میں دیکھا کہ عین موٹھوں کے بیچ میں اوپر تلے تین بیوند لگے ہوئے تھے۔

عبداللہ بن شداد کہتے ہیں میں نے حضرت عثمانؓ کو دیکھا مگر ہر کھڑے خطبہ پڑھ رہے ہیں اور چار پانچ درم کی قیمت کا عدل کا بنا ہوا موٹا تھمد باندھے ہوئے ہیں۔ یہ وہ عثمانؓ تھے جن کا تھمد غالی اور بھروسے نے پینتیس ہزار درم کا ایک پیڑ رومہ خرید کر وقف کر دیا تھا۔ بھیم جیوش اور دوسرے مولایں جو بیچ کیا اس کا مذکور نہیں۔

۱۱۰ تم دنیا میں مرنے لڑا چکے اور فائدہ اٹھا چکے ۱۲ مسلمان بھائی آپس میں ایک ہیں ۱۲ سنا یہ کہا

حضرت عمرؓ کے حالات میں لکھا ہے کہ خلافت پر مسلط ہوئے پیچھے مدت تک انھوں نے بیت المال سے ایک کوڑی نہ لی۔ آخر تنگ ہوئے تو صاحب کو بلا کر کہا کہ میرا سا وقت اس کام میں صرف ہو جاتا ہو میں بیت المال سے لوں تو کیا لوں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ صبح و شام دو وقت کھانے کی قدر چنانچہ حضرت عمرؓ نے بھی اس کو پسند کیا اور اسی پر کار بند ہے *

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی ایک مشہور حکایت ہے کہ کھانا لیکر لقمہ ٹھاتے ہی تھے کہ ایک سکین نے آواز دی۔ آپؓ نے سارا کھانا اُس کے حوالے کیا۔ دوبارہ کھانا پکٹا اور اتفاق سے عین وقت پر تیمم نکلا۔ پھر تیسری بار قیدی جس پر ہیئت نازل ہوئی وَطِيعُمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حَتِّهِمْ مَسْكِينًا وَبَيْتِيًا وَاسْبِرُوا انَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُزِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَلَا نُكُفِّرُ *

حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ کی سنائی کی ایک مثال کا میں نے خاص نوٹس لیا کہ قرض تو بہت بڑی بلا ہے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا یہ قاعدہ رکھا تھا کہ جو شخص قرضدار مرنے لے اُس کے بنائے کی نماز نہ پڑھئے۔ اور مقصود یہ تھا کہ لوگوں کو عبرت ہو اور قرض سے بچیں۔ چنانچہ ایک شخص نے وفات پائی۔ لوگوں نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نماز جنازہ کی درخواست کی۔ آپؐ نے پوچھا کہ ہل علی صاحب کو دین قالوا نعم قال هل ترك من دفا قالوا لا قال فضلوا علی صاحبک قال علی بن ابی طالب علیؓ دینہ یارسول اللہ فقصدتم فضلی علیہ اس صورت میں ایک مراہو اسلامان نماز پیغمبر کی برکت سے محروم رہا تھا۔ حضرت علیؓ سے اس کا حیران نہ دیکھا گیا۔ اور اُس کا سارا قرض اپنے اوپر لوٹ لیا۔ تو وہ زندہ مسلمانوں کی ایذا کو کیوں برداشت کرنے لگے تھے۔ سیر کی کتابوں میں بھی قرض گزرا ہے کہ حضرت علیؓ کے اپنے غریب یہاں تک کہ ان کے بھائی عقیل ان سے ناخوش رہتے تھے۔ اس لیے کہ حضرت علیؓ ان کے دینے میں مضائقہ کرتے تھے ایسا ہی معاملہ حضرت عمرؓ کو پیش آیا تھا کہ اُسامہ بن زید کو زیادہ ملا۔ تو عبداللہ بن عمرؓ نے باپؓ

گھسا کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم اور اُسامہ برابر نہیں ہو سکتے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُسامہ کے باپ کو تمہارے باپ سے زیادہ دوست رکھتے تھے۔ حقیقت میں ان لوگوں کے کچھ

لے کھانے کے خود جانتے ہیں اور آپؐ نہیں کھاتے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں کہ تم کو خدا کے لیے کھاتے ہیں تم سے بدلہ باکھر گزری درکار نہیں ۱۷۔ سب سے پہلا اس شخص کو کسی کچھ دینا ہے لوگوں کو کہا ہاں۔ پہلا کہ ادا سے قرض کے لیے بھی کچھ چھوڑ مار لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا تو تم کے بنائے کی نماز پڑھ لو حضرت علیؓ نے کہا یا رسول اللہ اس کا قرض میرے لئے چھوڑنا زیادہ بڑی

محبوب حالات ہیں۔ حضرت عمرؓ نے سولہ دینار بیچ میں صرف کیے اور بیٹے سے کہا کہ ہم نے بیت المال کا دوپڑا اٹھا لیا۔ حضرت عمرؓ کی خلافت اور سولہ دینار کا بیچ اور اس پر افسوس۔ حضرت ابو بکرؓ کے باب میں پیغمبر صاحب پکارے فرماتے تھے کہ جس قدر ان کا روپیہ میرے کام میں یا ہے اور کسی کا نہیں آیا مالا حلالہ **مِنْ يَدِ الْاَوْقَاتِ كَاَيْتَانَا مَا خَلَا اِلَىٰ بَيْكِرَاتٍ لِّمَعْنَدِ نَايِدًا يُّكَاوِثُهُ اللّٰهُ بِمَا يَوْهَرُ الْقِيَامَةِ وَمَا نَفَعُ مَالِ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِي مَالُ اَبِي بَكْرٍ**۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک بار پیغمبر صاحب کو روپے کی ضرورت تھی یعنی وہی مسلمانوں کے عام فائدے کے لیے۔ کیونکہ ان کے ہاں ذاتی ضرورت سے تو کچھ بچت ہی نہ رہا۔ خیر تو پیغمبر صاحب نے صحابہؓ کو جمع کر کے غلط فرمایا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے تو اپنا آدھا مال لایا حاضر کیا اور پیغمبر صاحب کہہ بھی دیا اور دل میں سمجھا کہ آج حضرت ابو بکرؓ سے میں ضرور باری سے جاؤں گا۔ دیں گے تو وہ بھی ضرور۔ مگر شاید آدھا نہ دے سکیں۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ بھی اپنا چندہ لیے ہوئے آپہنچے۔ پیغمبر صاحب نے مجھ سے بھی پوچھا تھا **مَا الْبَيْتُ لَا كَهْلِكَ** تو میں نے عرض کر دیا تھا **وَيْلَكَ** حضرت ابو بکرؓ سے بھی پوچھا۔ تو انھوں نے کہا **الْبَيْتُ لَكُمْ وَاللّٰهُ وَرَسُولُهُ** اس کے بعد سے حضرت ابو بکرؓ کا یہ حال ہو گیا تھا کہ بند اور کمزور کی جگہ کانٹے اور تھن لگاتے پھرتے تھے اور اسی سے لوگ ان کو ذوالخمال کہنے لگے تھے۔ اگر کسی کو چپے کی مقدار پوچھتے ہو تو ان بزرگوں میں مقدمہ رو لے خدا کے فضل سے اس میں بھی کسی سے پیٹے نہ تھے **السَّابِقُونَ** عبدالرحمن بن عوف غزوہ تبوک میں نہ جاسکے اس کے کھانچوں میں شتر نہ ہر دینار خدا کی راہ میں صرف کیے۔ ایک بار پانسوا دنٹ اور پانسو گھوڑے خیرات کر دیتے۔ یہ حضرت عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ اس ثبات کی خوشی میں قافلے کا قافلہ جو شام سے ان کا مال تجارت لارہا تھا سب خیرات کر دیا۔ حکیم بن حزام نے غلہ عرسے کے دن آزاد کیے سجن کے گلے میں چاندی کے طوق تھے اور طوق پر کندہ تھا **عَشَقَاءُ اللّٰهِ** ساتھ ہرگز نہ لے کے ہاتھ رہتے کامکان بیچ کر سارا زرخیز خیرات کیا۔ کمال تو ابطلہ انصاری لے گیا کہ پیغمبر صاحبؐ پاس کوئی مال لے جس کی کچھ بہرہ احسن تھا ہم سب کا بدلہ ہمارے لیے مگر ابو بکرؓ کا ہم پر ایسا احسان کہ اس کا عوض قیامت میں ان کو خدا کے پاس لے گا۔ اور مجھ کو کسی کے مال نے ایسا نفع نہیں یا جیسا ابو بکرؓ کے مال نے ۱۲۰ھ میں اپنے اہل و عیال کے لیے کتنا باقی رکھا ۱۳۰ھ میں حاضر لایا ہوں اسی قدر اہل و عیال کے لیے چھوڑ لایا ہوں ۱۴۰ھ میں نے اللہ و رسول کے سوا اہل و عیال کے لیے کچھ نہیں چھوڑا ۱۵۰ھ میں ایک کاموں میں سب پر سبقت لے گئے تھے ۱۶۰ھ تبوک ایک شہر کا نام ہے مکہ شام میں ۱۷۰ھ وہ دس صحابی جن کو پیغمبر صاحبؐ جیتے ہی ہلاک ہوئے کی خوشخبری حکیم خدا نواں تھی ۱۷۰ھ خدا کی راہ میں آزاد کیے ہوئے ۱۸

آیا حضرت نے پہلے ازواج طہارت سے کہا ابھی جا کہ کچھ ہو تو دوسرے جواب صاف ملا۔ آخر پیغمبر صاحب نے حاضرین سے فرمایا۔ کیوں بھائی تم میں سے کسی کو بہت ہی کہ اس غریب کو ایک رات مہمان رکھے۔ ابو سلمہ بولے حضرت اب میرے ساتھ کر دیجئے۔ مہمان کو تو لے گئے۔ مگر سوچ کر معلوم ہوا کہ وہاں بھی صفایا ہے اور کچھ ہے بھی تو اتنا کہ بچوں کو پوت پورا ہو۔ آخر اس کے سوا اور کچھ نہ کرتے بن پڑا کہ بی بی سے کہا کہ بچوں کو تو کسی طرح بہلا چھوڑ کر سویرے سے سلا دو۔ کھانے کا وقت آتے تو کسی جیلے سے چراغ گل کر دینا بی بی علی مومنہ چلا تارہوں گا۔ مہمان کا پیٹ بھر جائے گا۔ ایسا ہی ہوا۔ اسی واقعہ کو حاضرین نے آیت **وَلَقَدْ رَفَعْنَا** **عَلَىٰ آدَمَ وَآلِهِم مَّا كَانَتْ بِهِمْ حَصَاكُهُمْ** کا شان نزول بتایا ہے۔ اب تک میں نے شخصی مثالیں بیان کی ہیں۔ یہی حال تھا گروہ کا گروہ سے اور قوم کا قوم سے۔ مثلاً جب مہاجرین مدینہ میں آ رہے تو انصار نے پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ یا حضرت ہمارے بھائی مہاجر حضرات سر دسا مان ہیں۔ آپ کیا ہے سوال میں ان کا برابر کا حصہ لگا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا تمہارا یہی حسان بہت ہی کہ تم ہم سے کام نہیں لیتے اور خرچ سے ہماری مدد کرتے ہو۔ پھر حبیب بنی نصیر کی غنیمت لگا لگی تو پیغمبر صاحب کو انصاف کی وہ بات یاد تھی آپ نے انصار سے کہا کہ اب کہو تو غنیمت میں تمہارا حصہ لگا کر مہاجرین کو تمہارے اسوال میں شریک کر دوں۔ یا غنیمت صرف مہاجرین کے لیے رہنے والوں کہ ان کو ضرورت ہی تمام انصار نے ایک بان ہو کر عرض کیا کہ غنیمت صرف مہاجر کو دیجئے۔ ہیکو اس کی خواہش نہیں۔ اور اپنے مال میں مہاجرین کے شریک کرنے سے ہم پہلے بھی راضی تھے اب بھی رضی ہیں۔ پھر حنین کی لڑائی کے بعد جرقہ کے کہ تھوڑے ہی دنوں پیچھے ہوئی۔ جب ہواندن اور ثقیف کی لڑائی تقسیم ہونے لگی تو حضرت نے قریش کو خوب جی کھول کر دیا۔ بعض انصار کے مومنہ سے بد بات نکلی۔ کہ ہنوز ہماری تلواروں سے قریش کے خون پڑے ٹپک ہے ہیں اور ان ہی کو بہت دیا جاتا ہے۔ حضرت کو خبر ہو چکی تو آپ نے انصار کو جمع کر کے فرمایا کہ میں نے ایسا ایسا سنا ہے۔ سو تم کو معلوم ہے کہ میں صلت و قوت سمجھ کر بعض اوقات نا اہل کو بھی دیتا ہوں۔ کیا تم اس سے رضی نہیں ہو کہ لوگوں کو مال ملے اور تم کو خدا اور خدا کا رسول انصار نے عرض کیا کہ ہم میں سے بعض نوجوان آدمیوں کے منہ سے ایسی بے جا بات نکلی تو کسی گروہ میں سے جو صاحب الزب سے ہیں ان کو مطلق شکایت نہیں۔ اور ہم خدا اور خدا کے رسول سے رضی ہیں لہٰذا اپنے تئیں حاجت ہی کیوں نہ ہو۔ دوسروں کو اپنے اوپر مقدم رکھتے ہیں ۱۱۔ یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام ہے ۱۲۔

ہم کو مال و دولت کچھ دیکار نہیں۔ ہم ہی کو بڑی دولت سمجھتے ہیں کہ آپ کے قدم ہمارے سروں پر ہیں۔
 ان چند باتوں سے جو میں نے بیان کیں ظاہر ہو گیا ہو گا کہ قردن اولیٰ کے مسلمان کس رنگے اسلام اور
 مسلمانوں کی خیر خواہی کرتے تھے ہم میں بھی خیر خواہان ہیں ہیں۔ خیر خواہان قوم ہیں۔ اور یہ عمارت اور یہ
 کا رخانہ جس میں ہم لوگ اس وقت موجود ہیں اس خیر خواہی کا ثبوت مرنی ہے۔ لیکن گفتگو اس میں ہے کہ
 آیا خیر خواہی اور اس رنگ کی خیر خواہی مسلمانوں کی ضرورت کو کافی ہے یا نہیں۔ سیرا کنیا ہی ہے کہ
 ہرگز کافی نہیں۔ اتنے جان جو کھوٹ کا کچھ بھی کام نہیں۔ صرف روپے کا خرچ۔ سوکس طرح پر مسک کر خیر کرتے
 نہ اب تک کچھ ہو اور نہ آئندہ کچھ ہو سکیگا۔ کرنا ہے تو پورا کام کرو۔ ادھر کام ہوا نہ ہوا برابر عربی فارسی
 میں تو کچھ اثر ہے نہیں اب تو چلتا ہوا عمل انگریزی کا ہے۔ سو انگریزی شاعر کہتا ہے۔

آل دیٹ یو ڈو۔ ڈو۔ و تھ یور ماتٹ تھنگز ڈن بائی باؤز آر نور ڈن راتٹ

فرما سوچنے اور سمجھنے کی بات ہے کہ قرآن میں جہاں جہاں مسلمانوں کو کوئی حکم دیا گیا۔ ہر زمانے کے مسلمان
 مکلف اور مخاطب ہیں یا صرف وہی لوگ جو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم عصر تھے۔ اگر احکام اسی
 اسی زمانے کے لوگوں کے ساتھ مخصوص ہوں تو کسے چھوڑی۔ مگر ہم نے تو کسی نیچری مسلمان کو بھی
 کہتے نہیں سنا۔ باتیں ہی ہیں کسی میں سرسوفرق نہیں اور ہونا ممکن بھی نہیں۔ وہی خد ہے جو
 قرآن ہے وہی احکام ہیں۔ وہی ان کا موم ہے۔ ہاں ایک بات کا فرق ضرور ہے کہ ویسے مسلمان نہیں
 انھوں نے اسلام کو دیکھا ضعیف۔ محتاج امداد۔ محتاج حمایت۔ اور جان مال سے اس کی مدد کو پل پڑے
 آپ فاقے کیے اور دوسروں کے پیٹ بھرے۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں
 بھوکے بچوں کو تھپک تھپک کر سلایا۔ اور عہان کو کھلایا۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں کبھی
 نہیں۔ سلطان وقت ہو کر پیوند لگاتے۔ موٹا بھوٹا پہنا تاکہ جو کوڑی بچے دوسرے مسلمانوں کے کام لے
 ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔ کسی نے آدھا اور کسی نے سارا مال ایک دم سے
 خدا کی راہ میں دے دیا۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا؟ کسی نے نہیں۔ کبھی نہیں۔ بے سرو سامان کھال
 کی مدد جو کی سولی۔ نون کو آدھا مال بانٹ دینے کے لیے صبر کر رہے ہیں۔ ہم میں بھی کبھی کسی نے ایسا کیا
 کسی نے نہیں کبھی نہیں۔

سچ جو کہہ کر نہ ہے ہر تقدیر کرو۔ ادھر سے کام بھی ٹھیک نہیں ہوتے ۱۱

حضرت کے چچا حمزہ بن مطلب اور مصعب بن عمیر کو پورا کفن تک نہ ملا یہاں تک کہ چادر موتیہ پر نہ لٹا کر پیروں پر گھاس ڈال دی گئی۔ اور یہ ان معصوب کا مذکور ہے۔ جن کی نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دو سو درہم کا حلقہ پہنے اپنی آنکھ سے ان کو دیکھا ہے۔ ہم میں سے بھی کبھی کسی نے کسی مسلمان کو ایسے سامانی کے ساتھ دفن ہوتے دیکھا؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح تینے اور کانٹے لگانا تو ان ہی کا کام تھا۔ ہم میں سے کسی نے چینی کے بلٹوں پر بھی کبھی فضا کی ہے؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ ہم میں سے بھی کبھی کسی نے عام مسلمانوں کو اپنے نفس اور اہل عیال اور غریبوں پر ترجیح دی ہے جس کا دوسرا نام ایثار ہے؟ کسی نے نہیں کبھی نہیں قطعہ

خسرے خواستگاری شیریں میں کوہ کن بازی اگر چہ پا نہ سکا سر تو کھوسکا
کس سوختے اپنے آپ کو کتا ہے عشق باز اے روسیہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا
شاعر نے تو کہا ہے ع

اے روسیہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

اور میں کتا ہوں ع

اے روسیہ تجھ سے تو کچھ بھی نہ ہو سکا

اس بات کو اپنا استناد دیا اسلام اور خیر خواہی اسلام کے دعوے سے ماتھے اٹھاؤ۔ یا گزشتہ راصلوات خیر جو ہو گیا سو ہو گیا۔ اب اس کی تلافی کرو۔ سید احمد خاں تو میرے کچھ کے سننے والوں میں نہ ہوتے تو بہتر تھا۔ مجھ کو چارونا چار اُن کا تذکرہ کرنا پڑتا ہے۔ اور ان کے بر روان کی مدح کرنا خود مجھ کو ناگوار ہوتا ہے۔ ان کو مجھ سے بھی زیادہ ناگوار ہوتا ہوگا۔ مگر یہ میرے اختیار کی بات نہیں۔ ایک شخص کو دیکھتا ہوں اور نہ مرنے دیکھتا ہوں۔ بلکہ سارا زمانہ دیکھ رہا ہے کہ مسلمانوں کے پیچھے اپنی جان بھپاے چلا جاتا ہے۔ کیونکر ممکن ہے کہ مسلمانوں پر لکچروں اور سید احمد خاں کا نام نہ لوں۔ میں ایک اس شخص کی دل سوزی تو لگے لوگوں کی دل سوزی کے لگ بھگ معلوم ہوتی ہے۔ باقی یوں کہنے کو تو ہم سب مسلمان ہیں۔ سبھی اسلام کے خیر خواہ ہیں اور اپنے مقدور کے موافق سبھی کرتے ہونگے۔

اے ذوق کس کو چشم حقارت سے دیکھیے سب ہم سے ہیں زیادہ کوئی ہم سے کم نہیں
سید احمد خاں کے ظاہر حال سے دھوکا ہو سکتا ہے کہ اپنے دوجے کے انگریزوں کی طرح ماند و بود کرتے ہیں

گورنروں کو دھماکا لگتے ہیں۔ ان کے ہم پیالہ اور ہم نوالہ ہیں۔ توبہ توبہ۔ زبان آئندہ تو چمڑے کی ہے اس وقت کیا بہکی ہے۔ ہم پیالہ نہیں صرف ہم نوالہ۔ ایک بدگمان آدمی کو یہ کہہ دینا۔ اور نہ صرف کہہ دینا بلکہ ان کو گولہ کو جو حقیقت الحال سے آگاہ نہیں۔ یقین کر دینا کیا مشکل ہے کہ ان کی ساری خیر خواہی اسی میں منحصر ہے کہ لوگوں کی جیبیں ٹٹولتے پھرتے ہیں۔ اور اس کا کرڈٹ آپ لیتے ہیں۔ حلاوتی کی دکان پر دوا جی کی فائبر لیکن جس کے دل میں ایسا دھماکہ گزرے اس کو اس بات پر بھی نظر کرنی چاہیے کہ سید کو چارونا چاہیلا ان کے ساتھ دوستی رکھنی پڑتی ہے۔ اور ہڑے پھانک کے بدون تبہ نہیں سکتی ہے۔

یا مکن با بیلیبا ناں دوستی یا بنا کن خانہ بربالا سے پہل

اگر یہ انگریزوں کی طرح ہائی لائف (اوپرچی شان دار زندگی) نہ رکھیں تو کوئی اعلیٰ درجے کا انگریز یا اعلیٰ درجے
نیٹو دہندہستانی جن بے چاروں نے سح

فکر کریں بقدرِ بہت اوست

انگریزی علمداری سے اتنا ہی فائدہ اٹھایا ہے کہ نگاش مہتیس (اوضاع انگریزی) کا موزہ پڑانے لگیں
ایسے لوگوں میں سے کوئی ان کی طرف رخ کرے رخ کرنا کیسا اپنی اسپیشل ٹرینوں کے علیحدہ مسٹین
ٹھہرنے کے بھی تور و ادارہ ہوں۔ اور یہی موٹی ہاسیاں رام میں نہ آئیں تو چندے کی بھاری بھاری ریش
کرن سے اٹھ لگیں۔ یہ ہے لم مرید کی فوق ابھڑک زندگی کی۔ اگر اس کو فوق ابھڑک کہنا درست ہو۔ مجھ کو
حقیقت میں معلوم نہیں کہ سید احمد خاں نے اپنی جیب خاص سے کیا خرچ کیا۔ لیکن چونکہ ان کا عدا و اغیاب میں نہیں
ہے ان کی قومی ہمد دی کا اندازہ چندے کی مقدار سے کرنا بے اضافی ہے۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کے عہد میں بھی چنبے کی ضرورت ہوتی تو قدرت والوں نے دینار و درم کی تھیدیاں لا کر اکٹ دیں۔ ایک
بے رقم و صحابی تھے ان کا دست رس یہیں تک تھا کہ چند تھنی کچوریں جو ان کو میسر آئیں لا حاضر کیں۔ اس کی
ان لوگوں نے جو دل سے نہیں بلکہ چنبے کی مقدار سے دلی ہمد روی کی جانچ کرتے تھے ہنسی اٹھائی۔ اللہ تعالیٰ
کو ان کی ہنسی ایسی بُری لگی کہ بڑے غصے کی ایک آیت نازل ہوئی **الَّذِينَ يَذُمُّونَ اللُّطُفِيَّةَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ**
فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (سید احمد خاں)

۱۰ خیرات کرنے والے مسلمان جن کو اپنی محنت کی کمائی سے زیادہ کامقار نہ نہیں جو لوگ ایسے مسلمانوں پر صدقات کے بارے

میں طعن و تمسخر کریں اعدائے کے ساتھ تمسخر کرتا ہے اور ان کو دھمکی مارتا ۱۲

کی قومی ہمدردی کا موازنہ کرنا چاہیے۔ اس سے کہ انھوں نے اپنے جسم اور دل اور دماغ اور آرام کو جس کے اس عمر میں بھی سخت حاجت مند ہوا کرتے ہیں اور پھر بھی ہیں قوم کے نذر کر دیا۔ کیا مال ان چیزوں سے بھی زیادہ عزیز ہو سکتا ہے۔ پس ضرور بقدر دسترس اس کے خرچ کرنے میں بھی انھوں نے دریغ نہیں کیا ہوگا۔ انھوں نے دل سوز و فغا دار سا و بے تک حلال غلاموں کی طرح قوم کی چند در چند خدمتیں کیں۔ میں یہاں تک بھی ان کی بہت قدر نہیں کرتا جس چیز کی سب سے زیادہ وقعت میرے ذہن میں ہے یہ ہے کہ قوم منت پریر نہیں ہوتی (انسوس) اور یہ شخص اسی خوش دلی اور اسی سرگرمی کے ساتھ اپنے کام میں لگا ہوا ہے +

آج سرسید کی لیاقت کا ہندوستان میں ایسا سکے تاجا ہوا ہے کہ انگریزی سرکار میں گنجائش نہیں تو ہندوستانی سرکاروں میں ہزاروں کی نوکری ان کی جوتیوں سے لگی پڑی تھی۔ مگر انھوں نے اپنے دھن کے آگے ان باتوں کا خیال بھی نہ کیا ہوگا۔ یہ وہ خیر خواہیاں ہیں کہ روپیہ تو ایک نئے حقیقت چیز ہے۔ جو اہرات بھی ان کا مسل نہیں ہو سکتے۔ سرسید میں ہم اس بات کا ثبوت پاتے ہیں کہ جس چیز کی مسلمانوں کو ضرورت ہو وہ بھی ہمدردی ہے۔ مفقود رہو نہ سہی۔ ہکڑ مینے والے درکار نہیں بلکہ درکار میں لینے والے۔ لینے والے ہوں گے تو وہ دینے والے آپ پیدا کر لیں گے۔ جن لوگوں نے علی گڑھ کالج میں چندہ دیا۔ ان کا دنیا ایک حسدہ ہو۔ اور سید احمد خاں کہیں دلی الخین ہوئے۔ کہیں دلی علی الخین کہیں۔ قائد الخین کہیں سابق الخین۔ پس ان کے یہ مزید منت میں اور سرسید مسلمانوں کے لیے خیر محض۔ اسلام کو جو ترقی ہوئی تھی وہ بھی مفلس ہی مسلمانوں کی کوشش سے ہوئی تھی۔ پس جس کو خدا توفیق دے اور اس کے دل میں مسلمانوں کی امداد کا داعیہ پیدا ہو چاہے کہ مثلاً کل علی اللہ اٹھ کھڑا ہو اور بے سامانی کی طرف سے خدا بھی پس پیش نہ کرے۔ ارادہ ہی کا فی سامان ہے بشرطیکہ بچا ہو۔ کیا خوب کہا ہے صمیم الغرم فی المہمات جدًا قل ما خاب صادق الغمات +

ایک بات میرے دل میں دیر سے کھٹکتی ہی ہے۔ اور میں اس کو ٹاٹا چلا جاتا ہوں۔ مگر کب تک؟ اور اس کو لگا رکھوں تو کس دن کے لیے۔ وہ یہ کہ قرآن میں جو جگہ جگہ جہاد کی دعا ہے۔ تاکیدیہ ہے۔ مجاہدین کے لیے بشارتیں ہیں جو عید ہیں۔ اور اس کو فضل الاعمال فرمایا ہے۔ آیا جہاد سے وہ لڑائی مراد ہے۔ جس میں خون نکل آتا ہے۔ جس میں سر سھر رہتے ہیں اور ہڈیاں ٹوٹتی ہیں۔ اور سننا ہے کہ آدمی مرجھ جاتا ہے تو اس کے فضل الاعمال ملے ایک کام کی طرف بلائے والے ۱۲ ملے تباہی دے ایک کام کے ۱۲ ملے چلنے والے طرف خیر کے ۱۲ ملے کھینچنے والے طرف خیر کے ۱۲ ملے خدا پر بھروسہ کر کے ۱۲ ملے شکل باتوں کا غم نہ کرے تو بچے طور پر کر دے۔ پچھے ارادے کا آدمی کتنا کام رہتا ہے

ہونے میں کیا شک ہے۔ مگر اس صورت میں وہ فرض موقت ہوگا۔ یعنی اس کی ضرورت واقع ہوگی فی وقت حدیث
لیکن الفاظ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز روزے کی طرح جہاد بھی حکم مستمر اور واجب ہے۔ اور ایک حدیث اس طرح کی
بھی ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک غزوے سے واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ سر جھٹھانم الجہاد
الا صغر الى الجہاد الا کبرا و سلم ہے کہ جہاد اکبر سے ملا تہذیب نفس ہے تو معلوم ہوا کہ جہاد کا اطلاق صرف لڑائی بھڑائی
اور مار کٹائی نہیں۔ بلکہ ہر عمل خیر جس میں جہد و مشقت ہو داخل جہاد ہے۔ ہم اپنے محاورے میں ناٹھ وھو کر لکھ
کام کے پیچھے پڑنے کو جان کا لڑ دینا بولتے ہیں۔ پس اگر مثلاً جہاد و فساد فی سبیل اللہ یا فتنہ ہم کا ترجمہ کیا جائے
کہ خدا کی راہ میں اپنی جانیں لڑا دیتے ہیں تو میرے نزدیک زیادہ رو صحت ہوگا۔ بیشک ایک عہد وقت تھا کہ جہانی
سبیل اللہ مختص اور متعین تھا لڑائی میں۔ لیکن اب مسلمانوں کی بہتری اسی میں ہے کہ اہل یورپ کے علوم کو تکمیل کے ساتھ
حاصل کریں۔ اور ہمارے زمانے کا جہاد یہی ہے کہ جس طرح بن پڑے مسلمانوں کو تعلیم دی جائے۔ میں جانتا ہوں
کہ آج کل کے مولوی اس تفسیر کو شکر کان کھڑے کریں گے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ دل سے کہتے ہوں کہ نہ خوف سے
نہ غشاد سے بلکہ دیانت سے میں انگریزی علمداری کو خاص کر مسلمانوں کے حق میں بڑا ہی احسان آہی سمجھتا ہوں
مسلمانوں کو اپنی علمداری میں وہ امن اور آزادی نصیب نہیں جو ہم مسلمانان ہند کو امپریس و کٹوریہ کے غفل
حمایت میں ہے۔

جو لوگ اسلام کے معتقد نہیں اکثر ناواقفیت سے اور بعض ضد سے اسلام پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ مگر خدا را
بدیہی کی اسلام میں اس سختی کے ساتھ ممانعت کی گئی ہے کہ کوئی جھوٹا نہیں ایسا الزام نہیں لگا سکتا خدا
رسلمانوں کا خدا کہیے صاف لفظوں میں پکارا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا بِالْعَقْلِ وَالْمَوْفُونَ بِمَا لَكُمْ
رِزْقًا مِّنْهُ لَئِنْ تَوَلَّوْا لَنُلَاحِظَنَّ أَعْمَالَكُمْ كَمَا أَنشَأْنَاهُ فِي الْأَرْضِ مُبْتَدَأً ثُمَّ لَا تَجِدُنَا فِي سُلَكٍ مِّنْ سُلَکٍ
کننے کے احکام ہیں۔ سب سے پہلے ان کی تعمیل۔ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب تقاضائے مصلحت وقت و مقام
کی صلاح و بکر کی تھی اس میں شرط یہ بٹھری تھی کہ دورانِ صلہ میں اگر کے والوں میں کوئی شخص بھاگ کر پیغمبر صاحب
صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا جائے تو پیغمبر صاحب اس کو واپس کر دیں اور اگر پیغمبر صاحب کا آدمی بھاگ کر کے واپس
آئے ایک وقت ہوگی اور ایک وقت نہ ہوگی ۱۱۔ بیشک ۱۲۔ وقتاً فوقتاً اس کی ضرورت پیش آتی رہتی ہوگی ۱۳۔ ہم چھوٹے جہاد
سے لوٹ کر بڑے جہاد کی طرف متوجہ ہو گئے ۱۴۔ افلاق بدرے نفس کو پاک کرنا ۱۵۔ اسے ایمان والوں و وعدہ پیمان کو پورا کرنا
عہد کر لیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے والے۔ عہد کو پورا کر دیکھو اس کی پرورش ہونے والی جو اس کے بعد زمین میں فساد پیدا ہو

میں جالے تو خیر۔ صلحنامے پر دستخط ہو ہی ہے تھے کہ تینے میں سہیل کا بیٹا ابوجہل جس کو اپنے مسلمان ہونے کا
کی وجہ سے پیغمبروں میں جھگڑا کھا تھا اگر تا پرتا پیغمبر صاحب پاس حاضر ہوا۔ اس کو دیکھ کر صحابہ کے تیور بدلے۔ اور
پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ملال تو نہ تھا نہ ہی یہ وہاں صلیح کر چکے تھے صاف کہہ دیا کہ بھائی جا صبر کر میں تو
بدعہدی نہیں کروں گا۔

اسی طرح ابو بصیر کے سے بھاگ کر مدینے میں آئے۔ جوں ہی پیغمبر صاحب نے ان کو دیکھا فرمایا ویٹل
امہ مسعر حرب اور بے تال ان کو ان دو آدمیوں کے حوالے کر دیا جو انکو پکڑنے آئے تھے۔ ایک بڑی ہی
عہدہ حدیث ہے کہ پیغمبر صاحب نے اپنے وقت کے سلاطین کو دعوت اسلام کے خط لکھے۔ ایک خط ہر قہل روم کے نام
بھی تھا۔ وہ جو اس کو ملا تو اس نے دریافت کیا کہ دیکھو کے کے لوگ تجارت کے لیے اکثر تیار کرتے ہیں
اگر ہوں تو ان کو حاضر کرو۔ چنانچہ سائے قافلے کو ہر قہل پاس لے گئے۔ ان میں ابوسفیان بھی تھے۔ جو اس وقت
ایک پیغمبر صاحب کے بڑے مخالف تھے۔ ہر قہل نے ان لوگوں کو پیغمبر صاحب کے ہر قہل حالات پوچھے۔ ان میں سے
ایک بات یہ بھی تھی کہ اس شخص نے یعنی پیغمبر صاحب نے کبھی بدعہدی بھی کی ہے۔ ابوسفیان کہتے ہیں کہ پیغمبر
صاحب کی مخالفت کی وجہ سے کئی بار میرے دل میں آیا کہ بھوٹ کہہ دوں۔ مگر ساتھ والوں کے ڈر سے نہ
سکا۔ جب ہر قہل نے پوچھا کہ کبھی بدعہدی بھی کی ہے تو آخر میں اتنی بات کہہ ہی گزرا کہ اب تک تو نہیں کی گئی
کی خبر نہیں۔ پیغمبر صاحب کو تو عہد کے نہاہ کا یہاں تک خیال تھا کہ ایک خطے میں آپ نے فرمایا اؤ فوا بجللف
بجھلہ فاندہ یعنی الاسلام لا یندک الاشد تہ معاویہ نے اہل روم سے معاہدہ صلیح کی۔ جب معاہدہ قریب
الانقضاء ہوئی تو انہوں نے اس معاہدے سے سرحد کی طرف کوچ کرنے شروع کر دیے کہ معاہدہ گزرنے ہی حملہ کر دیں
اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار چلتا آ رہا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر وفاء لا غدر دیکھا تو عمرو بن عبسہ
صحابی تھے معاویہ نے حال پوچھا تو انہوں نے کہا سمعت رسول اللہ یقول من کان بنینہ وبنینہ قوم عہد
فلایحلفن عہدا ولا یشدنہ حق یعنی اہل اوبینذ الیہم علی سواہ یرنتہ ہی معاویہ لٹے لوٹ پڑے۔

مہاجرین و انیس نے جب نجاشی کے پاس گھبراہ لی تو وہاں نجاشی کو ایک لڑائی پیش آگئی مسلمان
اسے اکر بڑا لڑائی کی تاک بٹھک گئے والی ۱۲ سالہ زمانہ جاہلیت کے عہد و بیان کو بنا ہو گیا کہ اسلام کی وجہ سے اس کو اوتوت
ہو گئی ہو ۱۲ سالہ عہد بہت بڑا ہے عہد کا نہاہ چاہیے نہ بدعہدی ۱۲ سالہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو
لے کر تے سنا کر کوئی کسی قوم کے ساتھ عہد بیان کھتا ہو تو ہمیں انقضائے مدت کی بیشی لکھوے یا ان کے ساتھ معاملہ سادات کرے ۱۲

انقران علی جبل لاریتہ خاشعاً متصدعاً من خشیتہ اللہ مگر نہ ویسے دل میں نہ ویسا ایمان ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست

در باغ لاله روید و در شور بوم حس

ایکٹ ل زرارہ بن ادنی تا بسی قاضی بصیر کا تھا کہ نماز میں فاذا انقصر فی الناقور پڑھا ہے خستیاں چنچ نخلی اور چنچ کے ساتھ روح پرواز کر گئی اب فاذا انقصر فی الناقور کے معنی کون سمجھتا ہے اور سمجھتا تو اس کا یقین کون کرتا سمجھنے والے تو ان فکروں میں پڑے ہیں کہ عرصہ گاہ محشر نہ ہوا کوئی فوج کا پڑا ہوا پس ناقور سے اس کے اصلی معنی مراد ہو نہیں سکتے۔ امد میاں بھی کہتے ہوں گے کہ عجب کٹھ جنت بندوں سے معاملہ پڑا ہے۔ کچھتوں نے قرآن کو ابن حاجب کا کافیر بنا دیا ہے کہ لفظ موندہ سے نکلا اور اعتراضات کی بوچھاڑ ہوئی۔ اس طرح کے شبہات کا دل میں خطور کرنا بڑے خطر کی بات ہے۔ یہ نشان ہے اس بات کا کہ طبیعت دین کی باتوں کے قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ قسین یرد اللہ ان یرد یرد یرد صمد لا اسلام وھن یردان یضلع یجیل صمد رک ضیقاً حوجاً کا بنما یصعد فی السماء دکھارنے کے لکڑیوں کی طرف نظر کی جو مال کے دونوں طرف اونچی گیلری پر جمع تھے اور غیب قہقہہ اٹا ابے شک انسان کو جتنی قوتیں جسمانی اور دماغی دی گئی ہیں کسی مصلحت سے دی گئی ہیں ان میں سے کسی قوت کا مکمل اور مکمل رکھنا داخل رہبانیت ہو گا رہبانیت فی الاسلام مگر اعتدال شرط ہے ضرورت میں بھی ایک قوت ہے اور بڑی بکا آمد قوت ہے۔ مگر اس کی رسائی کی بھی ایک حد ہے۔ اس کو اس کی حد پر لے جانا کرپڑی ہے اور یہی وہ عیب ہے جس سے فکری طبیعت کا ادھی محفوظ نہیں ہو سکتا جتنا علم اس وقت دنیا میں ہے ازمنہ ماضیہ کے علوم سے کتنا ہی زیادہ کیوں ہو۔ پھر بھی قاصر و محدود ہے وھا اذیتیم من العلم کا قلیل تو جو شخص دین کی ہر ایک بات کو اپنی عقل کی گرفت میں لانے کی کوشش کرتا ہے وہ اس گھٹکے سے تپو بنجیے اسلامی سے زیادہ آشت نہیں ہو سکتا۔ جو اپنی کوئی سے ساری قرابادین کی دوا میں مہیا کر دینے کا دوا کر لے اگر عقل انسانی میں اتنی وسعت ہوتی کہ وہ تمام اسرار حکمت الہی پر احاطہ۔ اور ان باتوں میں جو بعد مرگ پیش آنے والی ہیں۔ اسے زنی کر سکتی تو دین کا سارا سلسلہ ہی درہم برہم ہو جاتا۔ اور وہی عقل لکڑیوں کا جب پڑکا جائے صمد ۱۲۷۵ء میں کو خدا ہدایت دینی چاہتا ہے اسلام کے لیے اس کے سینے کو کھول دیتا ہے اور جب گروہ کرنا چاہتا ہے تو اس کے سینے کو تنگ کاہو کر دیتا ہے جیسے اسکو کوئی آسان میں پھنسا چلا جا رہا ہے ۱۲۷۵ء غلام گروش ۱۲۷۵ء بیان پت ۱۲۷۵ء علم تو نکھو دیا گیا ہے مگر یوں ہی ۱۲۷۵ء دیانت وار ۱۲۷۵ء

کی ہدایت کو کفایت کرتی تحقیقات کا جو طریقہ ہمارے فوجیان انگریزی خواں ساکنان ملتا اعلیٰ لکچرار نے
 کالج کے طلباء کی طرف پھر رٹھا کر دیکھا پسند کرتے ہیں اس کا ایک پہلو بہت ہی زیوں ہے کہ جب ہم ہر ایک سے
 کو عقل کی روشنی سے دیکھیں اور کسی بات میں قصور فہم کا اعتراف نہ کریں اور جو امر اپنی سمجھ سے بالاتر پائیں اسے
 جھٹلاتے بلکہ دیوانہ آلہ بھیطو ابعلاہ یا اس کی تاویل کے ورپے ہوں تو حقیقت میں ہم مخبر صادق پرانا
 نہیں لاتے بلکہ ایمان لاتے ہیں اپنی عقل پر اور بس۔ یہ بیان مخبر متوہا ہے ایک بہت بڑی بحث کی طرف جس کے
 لیے وقت مساعد نہیں۔ بات یہ ہے کہ میری مت کسی سے نہیں ملتی۔ نہ اولڈ سکول و پرائے خیالات والوں کا
 طبع میں ڈارک دیونڈ کوتاہ نظر رکھتا ہوں نہ نیچریوں کی سی بلند پروازی۔ جب سرسید نے مجھ کو لکھا کہ مجھ کو
 مسلمانوں پر کچھ دینا ہوگا۔ تو میں نے اپنے ان ہی خیالات کی وجہ سے فی اول الوہلہ چاہا تھا کہ مذکوروں پر کچھ
 سمجھا کہ سرسید تو نہیں مگر شاید کسی کو ایسا گمان ہو کہ لاہور کی کانفرنس میں جو ذرا تعریف ہو گئی تھی تو شیخ
 اکیس ہے۔ ہلاتے ہیں تو بوڑھے بچے کے کرتا ہے اس سوئے ظن کے دفع کرنے کو میں بے عذر آمو جو ہوا۔ اگر
 آج کے لکچر کے کوئی خاص اثر پیدا کیا تو وہ اسے میں۔ ورنہ مجھ کو تو اس مضمون پر کوئی حرف مونہ سے نکالتے ہیں
 پھر سنو گے نہیں۔ یہ ظرف خدا نے سرسید ہی کو دیا ہے ع
 کس شہزاد یا شہنشاہ کو کشتگرتے کے نعم

۱۲ جو سمجھ میں نہ آیا گئے اس کو بتلائے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ڈپٹی مولوی محمد زید احمد خاں صاحب کی تقریر

جائزہ افتتاح مدرسہ دیہلی منعقدہ ۲۳ جون ۱۸۸۹ء پر بیان کی

تمہید

اس جلسے کی وقت ہمارے گرامی صلحانہیل سے معلوم ہوئی کہ کس تہے کے لوگ شریک تھے۔
جناب مسٹر کلارک صاحب ڈپٹی کمشنر دیہلی۔ جناب سر سید احمد خاں صاحب۔ جناب جلال الدولہ نواز
محمد متنازعی خاں صاحب بہادر مستقل جنگ تیس دو جانہ۔ جناب صاحب عالم مرزا سیماں شاہ صاحب
گورگانی۔ نواب محمد اسحاق خاں صاحب جٹ مجسٹریٹ اٹاوہ۔ لالہ رام کشن دس صاحب رئیس انیری
مجسٹریٹ۔ لالہ سیکھن داس صاحب بہادر گوروالہ رئیس انیری مجسٹریٹ۔ جناب ڈپٹی ہادی حسین خاں
صاحب انیری کسٹریٹ کمشنر دیہلی۔ جناب مولوی حشمت اللہ خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر میرٹھ
جناب مولوی محمد لطیف اللہ صاحب تیس علی گڑھ۔ نواب ضاعلی خاں صاحب تیس رامپور۔ نواب احمد علی خاں
صاحب تیس رامپور۔ میجر شمشیر بھیا صاحب بہادر تیس گوالیار۔ شاہزادہ والا گاہر صاحب کسٹریٹ
کمشنر بہادر۔ ملا اسماعیل صاحب رئیس منڈالی ملک بھٹا۔

انریٹل ڈاکٹر سر سید احمد خاں کی پیچ (تقریر) اگر مسٹر صاحب (پیچ) کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ اور کچھ کہنے کی ضرورت

باقی ہے۔ مگر حکیم عبدالعزیز خاں صاحب اور چند دوسرے صاحب اصرار کر رہے ہیں کہ میں بھی کچھ کموں پس میں
ہے تو سنی نظم پڑھوں گا اور پھر جو کچھ کہنا ہے کموں کا شعر

<p>قوم کے تھنے کے ہیں پچھن گئی اس کو بھی مٹنے ہی کی سبھو دلیل اپنے ہاپنے تیں رسوا کرے عرب ناید ہندش در نظر اگ لگے ایسے خیالات کو عاقبت زشتی اعمال ہے اس میں ہی موجب صد گونہ اور بھی کچھ ہونا ہے نا اہل سے ہم کو ہی خود اپنی رعایت نہیں اُنکے لیے سم ہے دوا خانہ ساز ہم بھی کسی وقت میں انسان تھو یُسرو غنا رکھتے تھے نہ پاس تھا ہنے بھی پہنا ہے سمور و حریر ہنے بھی لوگوں کے لیے بن خراج خیر کے سنی صدیاں تیر کیں ہم تھے مشاہیر فضیلت پناہ سارے زمانے کے ہنر پارو تھو باقی اسی اصل کی نقل تھی سب کو تغیر ہے بنیاد زخدا کوئی سویر سے ہے کوئی دیر میں</p>	<p>بات سناتے ہیں نہیں اک نئی جب ہوئی قوم اپنی نظریں لیل چارہ کار اس کا کوئی کیا کرے اپنی بداندیشی وہ خود ہو مگر بچے وہ نقصان کمالات کو یاں بھی کم بیش ہی حال ہو جن ہنروں پر تھا ہمیں افتخار علم ہمارا ہے تبرجسل سے دوسرے لوگوں کی شکایت نہیں جب طبیعت کو دہشت سے سنا ہم بھی کبھی باسو سامان تھے ہم کو بھی آرام کا احساس تھا ہنے بھی کھایا ہے بہت نہد شیر اڑھتے تھے ہم بھی کبھی سر پناج ملک یہ سلطنتیں زیر کیں علم میں بھی ہسکو تھی وہ دنگاہ لوگ تھے شاگرد ہم اُستاد تھے سرس میں ہمارے بھی کبھی عقل تھی پر نہیں رہتا کوئی یکساں سدا اُنکے ہم لوگ بھی اس پھر میں</p>
---	--

ہکو ذرا بھی نہیں اس کا ملاں
 بچ تو اپنوں کی شہادت کا ہی
 غیر تو کرتے ہیں فقط بدکلام
 غیروں کی باتیں نہوت اللسان
 بھائی میں اور رطب باہم نہیں
 ترستے کو گھوسے بغلی زور میں
 بستے ہیں سکنے کے لیے خیر خوا
 ان کے جو دیکھے میں منونے بٹے
 ایسا بھی ہوتا ہے کوئی بے فنا
 ان کی ہر بات سے سیکھتے خلاف
 یا وطن اہل وطن کے ہنگ
 اب بھی اگر عقل میں ہو کچھ صلاح
 دست نگر غیروں کے ہر کار میں
 اپنی ہر اک چیز سے بیزاریاں

سب کو تیرل ہی بھی کو زول
 ظلم بھی ظلم اہل قرابت کا ہی
 اپنے میں صدق اللہ خصام
 اپنوں کے طعنے کو مرجع انسان
 اخوت یہ سفت سے یہ کچھ نہیں
 گھر کے یہ بھیدی ہیں مگر چوہیں
 ان کی فطرت سے خدا کی پناہ
 پہلے سے ہم ہو گئے دونے بڑے
 اپنے بزرگوں سے یہاں تک خفا
 کیجئے تو ہمیں سلف صاف صاف
 اپنے میں لیتے نہیں اہل فرنگ
 مان لو کھ بے عرضانہ صلاح
 کیسا کسا دگیا بازار میں
 مانے وہ کیا ہو گئیں غ داریاں

میں آج صبح سے نہ لائیں بلکہ جڈا اس بات کی کوشش کر رہا ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے تئیں بتکلف ہشاش
 ہشاش بٹاش کیونکہ کچھ جلسہ اسی قسم کا ہے کلاس میں ہشاش بٹاش ہو کر شریک ہونا چاہیئے۔ لیکن از بسکہ میں
 پوٹیشکل طور کا آدمی نہیں ہوں جس کچھ دل کو بشرے سے کسی طرح کا علاقہ نہیں ہوتا میں توقع نہیں کرتا کہ میرا دل تو
 ہشاش بٹاش ہی نہیں میں نے اپنی صورت ہشاش بٹاش بنالی ہو میرے دل کے ہشاش بٹاش نہ ہونے کا
 سبب یہ ہے کہ میں نے ہندوستانیوں میں اُس تہذیب کی بہت سی تحریکیں دیکھیں تو نہیں مگر تہذیبیں ہیں۔ اسے کاش اُن میں
 سے فی صدی پانچ کو اتنا نبات ہوتا جتنا آج کل کے فطرت الارض کو ہوتا ہے کہ برسات بھر کو بے اچھلے بیٹھے
 چلے پھرے جائے کے آتے آتے فنا ہو گئے۔ اسے بسا آرزو کہ خاک شن۔ پھر زمانہ علوم و فنون ایجاد

لے سنت جگر اور پر اشارہ ہے طرف اس آیت کے وهو اللہ الخصام ۱۲ لے بیوہ باتیں ۱۲ لے برچے کا زخم ۱۲ لے مندا ۱۲
 لے لینے اسو ملک داری و ملک گیری سے مجھے کچھ تعلق نہیں ہے ۱۲

صنعت اور آزادی کی ترقی کا ہے۔ سوکس ترقی کا ظہور علی وجہ کمال تو یورپ میں ہے۔ ہم نے اپنے غصے اور ارادے سے نہیں بلکہ انگریزوں کے طفل میں یا یوں کہو کہ اُن کی دیکھا دیکھی الی دیو منا ہذا اتنی ترقی تو ضرور کی ہے کہ ہم میں سے کل نہیں بلکہ بعض و قلیل صاف ہم زمانے کی رفتار اور اپنی درمندی کو کسی قدر سمجھنے لگے ہیں۔ سو جنہوں نے سمجھا وہ کچھ کرتے بھی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ خیال جن میں ہیں اُن میں بھی راسخ نہیں علی الاکثر اُن کے منصوبے نامہام ہوتے ہیں۔ اُن کی کوششیں لنگاں اور اُن کی ساعی نامشکور۔ پس ترقی یا رفارم کے لحاظ سے ہمارا حال بستی کا سا ہے۔ اور مبتدی بھی کجخت بدشوق۔ جیسا شوق ویسی محنت ویسا نتیجہ بدی نظر میں ہندوستانیوں کے جوش و خروش کی باسی دال کے اُبال سے ذرہ بھی زیادہ وقت نہیں سہجے۔ اسے سب بلند بانگ و راجہ پتج

اُس نئے ٹوکی طرح جو پہلے پہل بھی میں جوتا جائے ہم اپنی ساری قوت فی اول الوہلہ صرف کر دیتے ہیں۔ اور منزل کی دوری پر طعن نظر نہیں کرتے۔ انجام کیا ہوگا۔ اور اسکے سوا سے ہونا بھی کیا تھا کہ لگ رہا ہوگا۔ قطب صلب تک پہنچنا تھا تو ہم اجیری دروازے پر سے ہیں یا پھاٹک یا پڑا دھاوا مارا تو جنت ترنتر سے بڑا دل دیر آمد زرا و دور آواز۔ اس طرح کے مجامع چاہے وہ اپنے تئیں مجلس نکایس یا انجمن یا کمیٹی یا سوسائٹی یا ایسوسی ایشن یا کلب سہ

بہر رنگے کہ خواہی جلوہ گر باش

غرض اس طرح کے مجامع میں اُن کی کچھ کیفیت بیان کروں۔ ایک شخص کے دل میں دفعۃً ایک خیال پیدا ہوا اور پیدا ہوا بھی تو کس طرح جیسے بجلی چمک جاتی ہے کلمہ اضاء علم مشوا فیہ واذ اظلم علیہم قلم فوراً اس نے اپنے چند معارفین سے کہا۔ کوئی پریزیڈنٹ بنا کوئی وائس پریزیڈنٹ کوئی سکرٹری۔ کوئی کیا کوئی کیا۔ نوٹس چھپا لوگ جمع ہوئے۔ سپیس بنائی گئیں۔ چیرز ہوئے۔ ایک نے کھڑے ہو کر پوچھا کیا دوسرا سوید بنا وہ بھی پکڑا ہو کر۔ رزلویشن پاس ہوئے۔ چیرمین کو ٹینکس دیتے گئے جلسہ ہمیشہ کے لیے فراست آچہ آدم سے کند بوزینہ ہم

اب آپ انصاف کیجئے کہ ہندوستانیوں کی انجمنوں کے حق میں جس شخص کے ایسے خیالات ہوں جس نے سہ چکی تو پھٹنے لگے اور جگہ اندھیرا ہو گیا کھڑے کے کھڑے رہ گئے ۱۲۔ میر مجلس ۱۲۔ نائب میر مجلس ۱۲۔ یعنی کوئی تجویز پیش کی ۱۲۔ جو خاص جلسے میں صدر نشین ہو ۱۲۔ ٹکڑیاں دو کیا گیا ۱۲۔

سینکڑوں انجمنوں کو بٹتے اور بگڑتے دیکھا اور سنا ہو وہ کیوں اس جلسے میں حاضر ہوتا۔ اور خصوصاً شاہنشاہ
ہو کر لیکن بعض صورتیں اس عموم سے مستثنیٰ بھی ہیں جن کو انگریزی محاورے کے مطابق آئبل کہہ سکتے
رستہ نشینات قابل عزت) کہنا چاہیے۔ اور امید کرتا ہوں اور نہ صرف امید بلکہ دعا بھی کہ یہ جلسہ بھی ان ہی
مستثنیات میں سے ہو اور انشا اللہ ہوگا۔ جس غرض سے ہم لوگ مجتمع ہوئے ہیں اس کو دل سے سہل
پسند کرتا ہوں کہ بس کوئی دوسرا بھی اسکو پسند کرے گا تو اتنا ہی کرے گا۔ مگر جس طرح ہر بات کے دو پہلو ہوتے
ہیں موافق و مخالف۔ اس رستہ طبع کے بھی دو پہلو ہیں اور جگہ چند سے کی شکل ہوتی ہے۔ ع زرے طلب سخن
دین بہت یہاں مجھ کو اس کا ذرا بھی خدشہ نہیں۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب جو اسکے بانی اور محرک اول ہیں
میں ان کے اقتدار انکی وجاہت اور انکے رشد سے بخوبی واقف ہوں۔ انکو روپے کا اکٹھا کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں
لوگ دوسرے کاموں کے لیے چندہ دینے میں بغل و مضائقہ کریں تو کریں۔ مگر اس مدرسے کے لیے جس کے
ضروری اور مفید اور خیر محض ہونے میں کوئی کلام کر ہی نہیں سکتا۔ لطیف خاطر دیجئے۔ دیکھو اور بہت کچھ دیکھو
اس مدرسے کے بارے میں بہت بڑی مشکل خود مدرسے کی ہے۔ میں اس اثر کو دیکھتا ہوں جو انگریزی تعلیم
اور انگریزی عملداری لوگوں کے دلوں پر کر رہی ہے۔ کوئی حالت کوئی شان کوئی وضع کوئی کیفیت کوئی چیز
نہیں جس میں الناس علی دین طواکھم کا آئین رول (جبری ضابطہ) بڑے زور کے ساتھ ظاہر نہ ہو طوط
یونانی اس بلائے بے درمان کے مقابلے میں ابھی تک اتنی بھی سنبھل تو بہت سنبھلی۔ مگر آئندہ اُسکے بقا و ثبات
کی اسکے سوائے امکاناً اور کوئی صورت نہیں کہ طب یونانی اور ڈاکٹری کو ملا کر مزاج زمانہ کے موافق ایک
معجون مرکب تیار کیا جائے۔ مگر اس معجون کا بنالینا ایسا کیا بچوں کا کہیں ہے میں تو اسکو کیمیا کے بنالینے سے
کچھ ہی کم مشکل سمجھتا ہوں حکیم عبد المجید خاں صاحب کی نسبت میرا ایسا خیال نہیں ہے کہ انہوں نے اس شکل پر نظر نہیں کی
کی اور بہت اچھی طرح کی۔ اور اسی شکل کے علاج کی تہید ہے جبکہ بکثرت دینے کے لیے آپ جیسے بزرگانِ قلم
جمع ہوئے ہیں۔ اگرچہ کل حضرات کی تشریف آوری حکیم عبد المجید خاں صاحب کی دل دہی اور تقویت کا موجب
ہوئی۔ مگر خاصہ کہ آئینیل ڈاکٹر سید احمد خاں کا شریک رسم افتتاح مدرسہ ہونا اس کی کامیابی کی فال
نیک اور اسکے ثبات و استحکام کی ضمانت ہو نہ اس لیے کہ سید احمد خاں ہندوستانیوں میں بحیثیت توفیر
انہادی سرور آور وہ ہیں بلکہ اس وجہ سے بھی کہ من و جہ حکیم عبد المجید خاں میں اور ان میں مماثلت ہے

سر سید ڈاکٹر ہیں تو عبد المجید خاں حکیم اور ڈاکٹر اور حکیم مراد فیکد یگر۔ سر سید نے بھی عبد المجید خاں کی طرح
ایک کالج کی مسلمانوں کے لیے ضرورت سمجھی اور جن کے فائدے کے لیے کالج بنانا چاہا انہوں ہی نے
مزاہمتیں کیں اور نئے لگائے چلتی ہوئی گاڑی میں روڑ سے اٹھائے۔ مگر واہ رسے سید آدمی اور اس کے
اتنا تو بچکا ہوئے تو کسی بڑے کام کا بیڑا اٹھائے۔ کالج کو چلا ہی کر چھوڑا۔ حکیم عبد المجید خاں کو ہمارے سر سید
بہت کچھ سیکھنا اور اخذ کرنا ہو گا۔ انگریزی لباس نہیں مینر چھری کا ٹاٹا نہیں۔ اور بھی چند باتیں نہیں بلکہ استقلال
مذہب اور وہ چیز جو حکومٹ ٹھیٹ ہندی میں دھن سے تعبیر کرتے ہیں اور محنت اور علم اور خلوص۔ اگرچہ مدرسہ
توقع کے مطابق جم گیا اور اتفاق میں خدا نے بڑی برکت دی ہے آپاٹنے صاحب کٹر کہ اللہ جانا چاہیے
تو کیوں نہ جیگا۔ غرض اگرچہ مدرسہ توقع کے مطابق جم گیا تو ہماری چودھویں صدی کے منقطعات الامور
میں سے شمار کیا جائے گا۔

۱۲ خدا کرے تو ہمارا شمار زیادہ ہو ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اثبات اصول اسلام

یعنی لکچر

جو جناب ممدوح نے انجمن حمایت اسلام لاہور کے پانچویں سالانہ جلسہ

۲۵۔ فروری ۱۹۵۹ء کی شام کو ہزارہ آدھیوں کے مجمع میں (جس میں بہت
دلت کے لوگ شامل تھے) خدا کی ہستی۔ توحید۔ اور عبادت۔ رسالت
اور ختم رسالت کے اثبات پر عقلی دلائل سے دیا

تمہید

یہ لکچر معراجہ دھیان سنگھ کی کوٹھی میں شب کے وقت ہوا جس سے وسیع زیادہ لاہور میں کوئی
مکان نہیں۔ انجمن کے لوگوں نے پہلے سے کہہ کھا تھا کہ شہر میں آریہ اور عیسائیوں کی بڑی شیش
ہی ایسا لکچر دیا جائے کہ ان پر اثر پڑے پچانچہ انجمن نے بالخصوص ان لوگوں کو بلایا اور حضار میں
ان کا جو سہماؤں سے کم نہ تھا اور اس لکچر کا غل تمام شہر ہو میں ہر ماٹھا لکچر اور بجے شرب کے قریب لکچر سے
فارغ ہو کر اپنے مکان پر واپس آئی۔ رات کا وقت اور جب لوگ لکچر کے شوق میں سرگرم تھے آگئے تھے
مگر لاہور والوں کو لکچر سننے میں بڑی ہی دلچسپی نہ کوئی اونگھا اور نہ کوئی ملول ہوا۔ انجمن حمایت اسلام
میں شاید اس سے زیادہ ہجوم اور کبھی نہیں ہوا۔

میں اس بات کے کہنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ میں پنجاب کے رہنے والا نہیں ہوں مگر دہلی (راے دہلی) جو سینکڑوں برس تمام ہندو اور سلطنت خلائق اور عاجات خلائق کا مرجع لیاقت اور کمالات کا مرکز حکومت اور دولت کا منبع رہی۔ اب مضامین لکھ رہی ہیں۔ مگر دہلی کے لوگوں اپنے تئیں پنجابی سمجھنے لگے پنجابی بھی اُن کو پنجابی نہیں سمجھتے اور وہ پنجابی ہیں بھی نہیں اور ہو سکتے بھی نہیں۔

بحرانیہ کی رو سے دہلی اور پنجاب کے مواقع مختلف۔ دونوں کے باشندوں کی زبان مختلف وضع مختلف۔ خیر تو غرض یہ ہے کہ میں پنجاب کے رہنے والا نہیں ہوں۔ اور اس بات کو میں اس غرض سے ظاہر نہیں کرتا کہ خدا نخواستہ میں پنجاب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ نہیں بلکہ ہر شخص کو اپنا وطن بہوتا ہے۔

مجھ کو اس موقع پر میر تقی صاحب کی ایک حکایت یاد آئی کہ شاہ عالم کے زمانے میں جب دربار دہلی اس قدر بے مقدرت ہو گیا کہ ارباب کمال جو دبستان دامن و دولت شاہی تھے روٹیوں تک کو معجز ہوئے تو رفتہ رفتہ سب لوگ لکھنؤ چلے گئے۔ میر تقی صاحب تنگ مزاج سے آدمی تھے جلے تن۔ اور تنگ مزاجی کی وجہ سے یوں بھی دیار شاہی میں اُن کی رسائی جیسی چاہیے ویسی نہ تھی۔ ان کی تنگ مزاجی اس حد کو پہنچی تھی کہ خود بادشاہ کے حضور میں بھی ان سے ضبط نہ ہو سکتا تھا۔ شاہ عالم خود شاعر اور آفتاب تخلص کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میر تقی صاحب شاہ عالم کے سلام کو گئے۔ تو حضور والا نے پوچھا کہ میر صاحب بعد مدت کے آپ کو دیکھا۔ کچھ افکار تازہ سناتے ہیں صاحب نے عرض کیا کہ مجھ کو فکر دہن سے ہی فرصت نہیں۔ فکر غن کیا کروں۔ بادشاہ نے اس بات کو تو ٹال دیا اور کہا تو یہ کہا کہ بھائی میں تو صحت خاں (پاخانہ) میں جاتا ہوں تو ایک غزل کہہ لاتا ہوں۔ میر صاحب کو مطلب کی بات ٹالے جانے سے جلے ہوئے بیٹھے ہی تھے بے تامل بول اٹھے۔ پھر حضور ویسے ہی سڑے ہوئے اشعار بھی ہوتے ہیں۔ غرض میر صاحب معاش کی طرف سے سخت مجبور ہو کر بادل ناخواستہ لکھنؤ پہنچے۔ سڑے میں فروکش ہوئے۔ سنا کہ مشاعرہ ہے۔ طرح دریافت کی اور معلوم ہوا کہ غزل لکھ کر اپنی وضع قدیم سے شریک مصل ہوئے۔ نئی تراش خراش کے لکھنؤ لگے۔ انکو گھوڑے اور تاڑنے میں صہا حبی فی البدیہہ یہ اشعار پڑے۔

کیا بود و باش پوچھو ہو پور کے ساکنو
ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
وہی جو ایک شہر رکب ہمارا خلد
وال منتخب ہی رہتے تھے سب روزگار کے

اسکو نکلنے مار کے ویران کر دیا ہم رہنے والے ہیں اُسی اُجڑے دیار کے
تو میری نفی صاحب کو ہر چند دلی سے دل برداشتگی تھی۔ اور وہی دل برداشتگی انکو لکھنے لاتی تھی۔ مگر تاہم انکو
اپنے وطن سے اُٹس تھا۔ اور ہونا چاہیے تھا۔ مجھ کو بھی ہے اور ہونا چاہیے حب الوطن من
الایمان یہ ایک حدیث ہی میں اس پر کچھ ریمارک کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ سلسلہ سخن منقطع ہو تو ہوا اس وقت
مجھ کو یہ خیال آگیا کہ بات تو ایک ہی ہوتی ہے۔ مگر از بسکہ عقول کے مدارج متفاوت ہیں ہر شخص اُس سے
دوسرا ہی مطلب نکالتا ہے۔ بہت خیال دہی التمت لوگوں کے نزدیک حب الوطن کا یہی مفہوم ہے
کہ نہ ٹھکر کی ادھی نہ باہر کی ساری۔ کون زحمت سفر اٹھائے۔ دیں چھوڑ کر پردیس جانے وال دیا جو کچھ
فائدے دیا کھالیا بال بچوں میں پڑ رہے اسد اسد غیر صلاح۔ ان سے اونچے اور پاکیزہ خیال کے وہ ہیں جو
حب الوطن سے مراد لیتے ہیں اہل وطن کی امداد و اعانت۔ ان کی حاجت بر آری۔ ان کی خیر خواہی۔ ان کی
ہمدردی۔ یہاں تک تو ہم دنیا داروں کی پروا نہ ہے۔ اس سے گئے خاصان خدا ہیں وہ ہر ایک ریک
بات میں سے ایسا مضمون پیدا کر لیتے ہیں کہ بس یہ اُن ہی کا حصہ ہے۔ اسی حب الوطن کے بارے میں
مولانا بہاؤ الدین آملی فرماتے ہیں :-

گنج علم فاطمہ مع ما بطن	گفت از ایماں بہد حُب الوطن
ایں وطن مصر عراق و شام نیست	ایں وطن شہریت کا زمانہ نیست
زانکہ از دنیا است ایں اوطان تمام	دع دنیا کے کند خیر الا نام
حُب دنیا ہست اس ہر خطا	از خطا کے میثور و ایماں عطا
تو دیریں اوطان غریبی سے لپہر	رو بغریب کردہ خاکت ہر

ان سینوں خیالوں میں بہ ترتیب لف و نشر جو ان و انسان ملک کی سی نسبت ہی اور چونکہ حب الوطن من
الایمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان ایک شے تجزی ہے اور حب الوطن اسکا ایک جزو ہے۔ ہر ایمان دار
کو ایمان کی تکمیل کے لیے اپنا اعتبار بکرن لیا چاہیے کہ وہ حب الوطن کی نسبت کیا خیال رکھتا ہے۔ اور کہاں
تک پس فرض کو ادا کرتا ہے۔ بہر کیف یہ تو ایک جملہ متعرضہ تھا۔ میں نے لکچر کو یوں شروع کیا تھا کہ میں پنجاب
کا رہنے والا نہیں ہوں اور ہر شخص کو اپنا وطن عزیز ہوتا ہے۔ مگر پنجاب میں ایک فضیلت ایسی ہے و ذلت
اس وطن کی محبت و امان ہے ۱۳۵ اور یہ فضیلت خدا کا ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے ۱۳

فضل اللہ یوثیہ من یشاء جسکی وجہ سے میں پنجاب کو عزیز رکھتا ہوں اور جب میں اس فضیلت کو بیان کرتا ہوں تو میں یقین کرتا ہوں کہ ہر ایک ہندوستانی مسلمان چاہے وہ پنجاب کے کتنی ہی دور کا رہنے والا کیوں ہو ضرور پنجاب کو عزیز رکھیں گا۔ وہ فضیلت یہ ہے کہ خدا کا سچا دین یعنی اسلام اسی پنجاب کی راہ سے ہو کر پہنچتا ہے۔ میں داخل ہوا اور اسی راہ سے داخل ہوا تو اہل پنجاب قبول اسلام میں بھی آور ہندوستانیوں سے اقدم ہوں گے دیکھی نہ؟ اس سے بھی بڑھ کر ایک بات اور ہے کہ ہم مسلمانوں کی شامت اعمال سے اسلام پہنچا ضعیف ہو گیا ہے اب بعدت کچھ آثار ایسے دکھائی دیتے لگے ہیں کہ یہ بیمار جس کی نفس شماری کی نوبت پہنچ چکی ہے عجب نہیں کہ بچ جائے تو اگر سچا اور انشا اللہ بچے گا۔ اور اگر کچھ بھی تو انسانی ہوئی اور انسانی ہوگی تو اسے اہل پنجاب لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ اسکا بچنا اور توانائی پانا تمہاری کوشش اور تدبیر سے ہو گا۔ مجھے بھی تک علیگندہ ایجوکیشنل کانگریس کے وہ الفاظ میرے کانوں میں گونج رہے ہیں جب سر سید احمد خاں نے تم کو زندہ دل کہا۔ سر سید احمد خاں نے تم کو زندہ دلی کا خطاب کیا سمجھ کر دیا اور لوگوں نے تمہارا کون سا ایسا کارناما دیکھا کہ تم سے بڑی بڑی توقعات پیدا کر لیں اسکو تم ہی خوب سمجھ سکتے ہو مگر تمہاری کوششوں میں سے اگرچہ ان فوسس ہو کہ مجھ کو ان کی تفصیل اچھی طرح سے معلوم نہیں ایک اس کوشش یعنی انجمن حمایت اسلام لاہور کو تو میں بھی بہت ہی پسند کرتا ہوں جس چیز نے مجھ کو اس انجمن کا گرویدہ کیا یہ ہے کہ اس انجمن کے بانی اور کارپرداز ایسے لوگ ہیں جن کو سچی اسلامی ہمدردی کے سوا اور کوئی داعیہ اور محرک ہو نہیں سکتا یہ لوگ سوشل پذیریشن کا اعتبار سے ایسے مہرے میں ہیں کہ شہرت اور ناموری اور رش و اور ترقی و ترقی کے نام میں سے کسی چیز کی ہوس کو ان کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔

کوششیں ہی قابل قدر ہیں اور غالباً شکور بھی وہی ہوتی ہیں اور خدا سے تعالیٰ بکرت اور ثبات بھی ان ہی کوششوں کو عطا فرماتا ہے جو بے شائبہ غرض دنیاوی ہوں۔ جیسے تمام امام انبیاء علیہم السلام کی کوشش تبلیغ رسالت میں کہ سب سے پہلے ہی ایک بات بولتے تھے مَا اسْتَسْلِمُ عَلَیْکُمْ مِنْ اَجْرٍ اَوْ اَعْلٰی رَسَالَتِ الْحَقِیْقِیْنَ ترجمہ میں تم سے اس (تبلیغ رسالت) پر کچھ مزدوری کا خدماں نہیں میری مزدوری تو پروردگار کا علم پر ہے مَا سَاَلْتُکُمْ مِنْ اَجْرٍ لِّمَنْ لِّکُمْ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی اللّٰهِ ترجمہ میں نے تم سے کچھ مزدوری مانگی ہو تو وہ تم کو مبارک ہے میری مزدوری تو صرف اللہ پر ہے اَمْ لَسْتُ لَکُمْ حَرَجًا لِّمَنْ لِّکُمْ دَرْتًا حَرَجًا وَهُوَ خَیْرٌ لِّاَزِیْقًا لِّمَنْ خَرَجَ لَکُمْ کَافٍ ہے ۱۲۔ تمہاری حالت۔ یعنی سو سناؤ یہی میں چاہتا ہوں کہ تم کی وقت ہو ۱۲۔

ترجمہ کیا تم ان سے کچھ چندہ مانگتے ہو تو وہ چندہ جو تم کو خدا سے ملنے والا ہے سب چندوں سے بہتر ہے اور خدا سائے روزی پہنچانے والوں سے بہتر ہے اَمَرْتُمْ اَنْتُمْ اَجْرًا فَمِنْ مَتَرٍ مَثْقُلُونَ ترجمہ کیا تم ان سے کچھ مزدوری مانگتے ہو کہ وہ چھٹی کے بوبہ سے دیے جاتے ہیں۔

دوسری بڑی بہت بڑی نہایت بڑی عمدہ بات تمہاری انجمن حمایت اسلام میں یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کی ضرورت وقتی کو ٹھیک سمجھا اور اسکو پیش نظر رکھا ہے۔ دنیا اور دین دونوں ہی چیزیں ہیں اور دونوں چیزیں نگرانی اور مدد کی محتاج۔ یہ نہ مانہ رفاہ کا ہے اور میں خیال کرتا ہوں لفظ رفاہ اس کثرت سے زبان زد خلیق ہو رہا ہے کہ گویا ان کا نتیجہ کلام ہے۔ مدرسوں کے ہندی لڑکے مل پاس نہیں کر چکے کہ رفاہ میں رائے زنی کرنے لگتے ہیں۔ یعنی رائے کے فارمیشن سے پہلے ان کو رفاہ میں سمجھتا ہے غرض ملک کے اطراف و جوانب میں بہت سے رفاہ پیدا ہو گئے ہیں اور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ لیکن اکثر رفاہ تو دین و مذہب سے کچھ سروکار ہی نہیں رکھتے۔ ہاتھ دھو کر صرف اصلاح دنیا کے پیچھے پڑے ہیں۔ اور جن محدود چندے چند نے مذہب کو اپنے پروگرام میں داخل کیا بھی ہے تو کچھ کرنے کے لیے نہیں بلکہ صرف موندہ سے کہہ دینے کے لیے ذَلِکَ قَوْلُکُمْ بِاَکُوْا اَیْہِمْ۔ مگر ان انجمن حمایت اسلام لاہور میں دیکھتا ہوں کہ کسی حال میں پاس مذہب کو فوت نہیں ہونے دیتی ان کی کارروائی پکارے کہتی ہے کہ جیسا اس انجمن کا نام ہے ویسا ہی اس کا کام ہے۔

میں اس بات کو نہایت افسوس کے ساتھ ظاہر کرتا ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں کی رفاہ کا ڈھنگ ٹھیک نہیں بن چکا۔ پہلی غلطی تو یہ ہے کہ صرف تعلیم کو تمام مسلمانوں کے تمام فائدوں کا کفیل سمجھا گیا ہے یعنی جو شخص رفاہ کا خواب دیکھتا ہے۔ اور ایسے بہت ہیں۔ اسکی تعبیر یہی ہوتی ہے کہ وہ کچھ لٹے گھیر گھار کر ان کو ایک طرز پر پڑھا چلتا ہے یا پڑھا چلتا ہے۔ بے شک تعلیم مفید ہے۔ مگر ان دو تعبیروں پر ذرا خیال کرنا تمام مسلمان اور ان کے تمام فائدے۔ محال عقل ہے کہ سب مسلمان پڑھ لکھ جائیں۔ گورنمنٹ اور شری اور رفاہ جتنے تعلیم کے گھوڑوں کو سرپٹ و ڈارے ہیں۔ ان کی تو کیا اصل ہے میں کہتا ہوں کہ خود سب مسلمان بھی ملکر جائیں تو سب لکھ پڑھ نہیں سکتے۔ یورپ جس کی گرد و کجی عموم تعلیم میں ہم آج سے سو برس بعد تک بھی نہیں پاسکیں گے۔ وہاں بھی جہاں کہیں پڑھنے لکھنے کا بہت چرچا ہے۔ پڑھ لکھوں کا

شمار ۵۳ فی صدی سے تجاوز نہیں ہوا۔ اور اس میں بیستیس فی صدی سے بتی اسے۔ ایل ایل ڈی ست خیال کر لینا۔ حرف شناس بھی اس میں داخل ہیں۔ بلکہ اکثر اتنے ہی پانی میں ہیں۔ اچھا فارڈی سیکٹار گریڈ فرض کر لو کہ مسلمانوں میں بھی شمار کے اعتبار سے یورپ کی طرح تعلیم عام ہو گئی تو ہمارے یہاں اسکے پر معنی ہونگے کہ اتنے لوگ لوکری کی طلبگاری کے لیے کمر بستہ ہو گئے۔ جس کا ضروری نتیجہ ہے ناکامی نہ ہونا۔ نا رضا مندی۔ چونکہ میں پارس سال ہمیں کے ایکویشنل کانگریس میں تعلیم پر اپنے خیالات شرح و بسط کے ساتھ ظاہر کر چکا ہوں میں اس خصوص میں زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ غرض میری قطعی رائے ہے کہ تعلیم اگر مفید ہوگی تو تعلیم کے ساتھ۔ نہیں بلکہ خاص خاص چیدہ لوگوں کی جو کمال تعلیم کی رحمت کا تحمل فراغ تحصیل تک سہند اور آخر کار کامپلٹیشن میں جولاں کر سکیں۔ یہ ایک بدیہی بات ہے کہ سارے مسلمان لوکری پیشہ نہیں ہیں اور نہ ہوسکتے ہیں۔ تو جو شخص عام مسلمانوں کی رفتار کم مدعی ہو سکیں یا مخصوص ایک ہی پیشے کے لوگوں کی اصلاح کے ورپے ہو کیا وہ ان لوگوں کو مسلمان نہیں سمجھتا جو لوکری کے سوا دوسرے پیشوں سے معاش پیدا کرتے ہیں۔ *

دوسری گروہ اور نہ صرف مکروہ بلکہ سخت مضر غلط فہمی یہ ہے کہ تعلیم مروجہ حال سے دنیا اور دین میں جدائی پیدا کی جاتی ہے۔ گورنمنٹ کو تو ایک خاص مجبوری ہے کہ اسکو چاروں اچار نیوٹرلٹی کرنی پڑتی ہے۔ کیونکہ اسکو اپنی تمام رعایا کے ساتھ ایک طرح پر مدارات کرنی ہے۔ نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مذہب کی حمایت کرے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی خاص مذہب کی طرف راہن کر دوسرے مذہب والوں کے دل دکھائے۔ پس اس نے اصول (اذا البتلی للشر ببلیتین فیضنا داهونہما) ترجمہ جب آدمی دو صیبتوں میں گرفتار ہو تو ان میں بہت آسان کو اختیار کرے کے مطابق کل مذہب سے قطع نظر کر لیا اور اسکو کرنا چاہیے تھا۔ لیکن غلطی باضطرار ہو یا اختیار اپنا نتیجہ تو پیدا کر کے رہے گی۔ باوجودیکہ تعلیم بنو رخصت ابداً فی حالت میں ہے اس کے برے نتائج بھی سے مترتب ہونے لگے۔ نیوٹرل تعلیم نے سڑوں میں بہر دی آواز خیالات میں مطلق العنانی۔ دلوں میں جوصلے بڑھ کر توقع تحریر میں شوخی۔ تقریر میں بے باکی۔ ان مجموعی حالات نے حقیقتہً عجیب طرح کا طوفان بے نیازی برپا کر دیا۔ گورنمنٹ کو اس سے جو خطر ہو سکتا ہے اسکو وہی لوگ خوب سمجھتے ہوں گے جو گورنمنٹ کے طریق کے ڈرائیور ہیں۔

اس سے یہ فرض و التعمیر ۱۲ سے پہلے وہ کسی خاص مذہب کی طرف راہن نہیں ۱۴ سے قیام نہایت ۱۵ سے امتحان علیا کی عمر دور ۱۶ سے بے تعلف

رموز مملکتِ نویش خسرواں دانند گدے گوشہ نشینی تو محافظِ مخر و ش
 بہک تو اپنی سوسائٹی کی خیر منانی ہے۔ تعلیم مروجہ کی برکت سے سوسائٹی کی عمارت کی کوئی اینٹ اپنی جگہ
 پر نہیں باقی رہی۔ سوسائٹی پر گورنمنٹ کئی ہیں تین چہیریں۔ مذہب۔ گورنمنٹ۔ رسم و رواج۔ اب دیکھنا چاہیے
 کہ ان تین گورنروں کی حکومت کا کیا حال ہے۔ مذہب جسکو سب میں شدید حکومت ہونا چاہیے۔ سونو جوانان
 تعلیم یافتہ کو اسی کے ساتھ تسخیر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ موند سے کئے ملے تو کم ہیں مگر زیادہ ہوتے
 جاتے ہیں اور دل میں سمجھنے والے اب بھی زیادہ ہیں کہ مذہب بیش بریں نیست کہ انسان کے ابتدائی
 جہلانہ خیالات کی یادگار ہے اور بس۔ چونکہ انکار مذہب پر کوئی ضرر عاجل مترتب نہیں ہوتا کہ تر سے
 جان نکل جائے یا اوپر سے آسمان لوٹ پڑے۔ یا زمین نکل لے۔ ہر ایک ناقامت اندیش آدمی جیسا
 کفر ہے بک دے سکتا ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ وہ مبتلائے تکلیف و مصیبت نہیں۔ مگر ایک
 وقت آنے والا ہے اور اگر رہے گا۔ اور اس کے آنے کا کچھ ٹھکانا نہیں اِذَا بَلَغَتِ الْاَقْلَامُ وَفِيْلَ مَنْ تَلَا وَفُو
 لَآ اِنَّ الْاَوَّلٰی وَالْاٰخِرَی وَالْاَوَّلٰی وَالْاٰخِرَی یُوْعٰذُ بِاللّٰہِ مِنْ حَرِّ جَنِّ قَتِ جَانِ ہوسنے پھان
 مات اور لوگ کہیں کون ہے بھاڑنے والا اور یقین ہو گیا کہ اب آیا وقت جدائی کا اور لپٹ گئی پٹلی پر پٹلی
 تیرے رب کی طرف اُس دن کہینے جا نا تب ساری حقیقت کھل جائے گی لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَکَشَفْنَا
 عَنْکَ غِطَاءَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَرِیْکَ ترجمہ تو ہے خبر اُس دن سے اب کھول دیتے ہم نے تجھ پر سے تیرے
 اندھیرے اب تیری نگاہ آج تیرے ہے۔ *

خیر اس موقع پر مذہب کے متعلق اتنا ہی کہنا چاہتا تھا کہ مذہب کا جو دباؤ سوسائٹی پر تھا کم بخت نیوٹرل
 تعلیم کے اثر یہ کی وجہ سے اٹھ گیا اور اٹھتا چلا جا رہا ہے۔ رہ گئی گورنمنٹ اگرچہ اسکی تحقیر کا اثر فوری ہونا چاہیے
 کیونکہ وہ حکومت کیا جس میں سیاست نہیں۔ مگر گورنمنٹ ہی اس طرح کی بردبار واقع ہوتی ہے کہ مباح اور
 حائل میں اسکی تفسیح کی جاتی ہے۔ اور ہماری نیک نیت گورنمنٹ باوجودیکہ جانتی اور سنتی ہے سب کچھ مطلقاً
 بردا نہیں کرتی۔ علاوہ بریں گورنمنٹ کو خصوصاً بڑش گورنمنٹ کو نظم سوسائٹی میں دخل تو ہے مگر محدود اور جو
 وہ گورنمنٹ کو تعلیم میں نیوٹرل ہونے کی سبب وہی فیڈو سوسائٹی سے اسکی اس قدر بے تعلقی کی ہے۔ اچھی حال
 کا مذکور ہے کہ ہندوؤں نے بہتیرا ہی زور مارا کہ کم عمر لڑکیوں کے بیاہوں کو سکڑا کر مرنے کے اور بیوہ خوار تو

کے دوسرے بیاہ کو جائز ٹھہرائے۔ سرکار نے مافی ہی نہ بھری۔ سوسائٹی کا تیسرا ضابطہ رسم و رواج ہے لیکن جو آزاد خیال نے تعلیم یافتہ مذہب کے قابو اور گورنمنٹ کے بس کئے نہ ہوں رسم و رواج کے بچاوت کے لیے ڈرنے لگے تھے۔ غرض نیوٹرل تعلیم نے سارے دباؤ اٹھا کر سوسائٹی کو بے سر کر دیا۔ اپنے اگلے سے ادب قاعدے ہیں۔ نہ پاس لحاظ ہیں۔ نہ غیرتیں ہیں۔ نہ محبتیں ہیں۔ نہ مروتیں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا باوا آدم کچھ بدل سا گیا ہے۔

اس سے زیادہ اور کوئی لغو خیال ہو نہیں سکتا کہ بے انتظام مذہب لوگوں کے اخلاق درست رکھے جاسکتے ہیں۔ یعنی سوسائٹی کی شائستگی کے لیے مذہب کی ضرورت نہیں۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ دنیا میں نیکی اور بدی کا تفرقہ مذہب سے پیدا ہوا لیکن فرض کرو کہ ایسا نہیں بھی ہوتا ہم کسی کو اس سے انکار نہیں دیتے۔ یہ سمجھنا کہ بدون مذہب کی ایسی ساقط الاعتدال ہے۔ جیسے یہ جہڑی کی دستاویز۔ مذہب نہیں تو نیکی میں قوت نہیں۔ استحکام نہیں۔ ثبات نہیں۔ خلوص نہیں۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر سچ پوچھو تو نیکی نیکی نہیں۔ ایک نظر پرین آدمی شاید ایسا خیال کر سکتا ہے کہ دنیا میں جو امن قائم ہے۔ حاکموں کے قوانین کا وجہ سے ہے۔ مگر یہ بات فی نفسہ غلط ہے بہت سے جرائم ہیں جو قانون کی گرفت میں آ نہیں سکتے اور ان کا انداز صرف مذہب کے خوف سے ہوتا ہے۔ ہے کوئی قانون جسے ارادہ جرم کو بدون صدور کسی فعل کے جرم قرار دیا ہو۔ قوانین کا سارا اندکس بچان مارو کہیں ایسے قانون کا پتہ نہ آوے گا۔ اور عقل گواہی دیتی ہے کہ اول تو ایسا قانون ہو نہیں سکتا اور ہوتا اس کی تعمیل امکان سے خارج ہے۔ یہیں سے قوانین دنیا کا نقص ظاہر ہوتا ہے وہ کبھی مذہبی قانون کے بغیر درجہ تکمیل کو پہنچ نہیں سکتے جو فرماتا ہے **وَاِنْ تَهْذُوْا فَاِنَّكُمْ لَا تُحْفَوْنَ** یعنی اسے نہ کہو کہ خدا تم کو محفوظ رکھے اور اگر تم ظاہر کر دو گے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے حساب لیگا تم سے اب میں یہ بات کہتا ہوں کہ مذہب انسان کی کانٹا ٹیڈیشن یعنی اسکی بناوٹ میں داخل ہے۔ انسان ایک وجود ہے جسم و روح سے مرکب۔ جسم کثیف ہے اور روح لطیف۔ اور چونکہ روح کی حقیقت معلوم نہیں جیسا کہ فرمایا ہے **قُلِ اللّٰهُ رُوحٌ مِّنْ اَمْرِ رَبِّیْ** ترجمہ تو کہہ روح ہے میرے رب کے حکم سے۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ جسم روح میں تلقین کس قسم کا ہے۔ بہر کیف انسان کی ساخت جسمانی سب کو معلوم ہے **خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ عَلَّمَکَ** **فِیْ اٰیٍ مُّوَدَّةٍ مَّا شَاءَ رَبُّکَ** ترجمہ تجھ کو بنایا۔ پھر تجھ کو ٹھیک کیا پھر تجھ کو برابر کیا۔ جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا۔ لیکن کبھی آدمی ناقص الخلقیت بھی پیدا ہوتے ہیں۔ جیسے تھامری گجرات کے شاہ دولہ کے

ہے۔ اور کبھی عوارض کی وجہ سے ساخت جسمانی میں انواع و اقسام کے فتور واقع ہو جاتے ہیں اسی طرح روح انسانی کی بھی ایک خاص ساخت ہے کہ اس میں کتنی قدرتیں ودیعت رکھی گئی ہیں۔ روحانی ساخت کو نقصان میں ایک نقصان لاندہی بھی ہے۔ مگر خلقی نہیں کیونکہ مذہب خل فطرت ہے فطرۃ اللہ الیٰہی فطرۃ الناس علیہا وہبک یٰٰلٰہ الخالق الہی طہ ترجمہ ترہش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو۔ بدلنا نہیں اللہ کے بنائے کو۔ بات یہی کہ انسان کو ایک خاص طرح کی عقل دی گئی ہے۔ فوق سائر المخلوقات جس کو بصیرت کہتے ہیں بَلَّغْنَا الْإِنْسَانَ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ يُصْغِرُ دُرِّيًّا وَلَوْ الْفَلَقُ مَعَادِیْنِ ترجمہ بلکہ آدمی اپنے واسطے آپ سوچے اور پڑاؤ لے لپٹے بہانے۔ اس بصیرت کا نمونہ ہے۔ مگر اونے درجے کا۔ بصارت یعنی بینائی چشم سر۔ اگر انسان آنکھ کو کام میں لائے یعنی کچھ تو دیکھنا اسکو مثلاً رنگ کی شناخت پر مجبور کرے گا۔ اسی طرح اگر آدمی عقل کو کام میں لائے اور سوچے تو احوال فکر اسکو مجبور کرے گا اسبات کے یقین کرنے پر کہ اس غظیم الشان کاغذ دنیا کا ضرور کوئی بنانے والا ہے اور جو پسینے مرنی اور محسوس ہیں ان میں کوئی نشان اس طرح کی قدرت کا پایا نہیں جاتا۔ قدرت اگر سیکھ رہی ہے سی برائے نام ہے بھی تو پھر انسان کو ہے کہ یہ مخلوقات عالم میں تصرف کرتا ہے بایں ہمہ انسان اپنی دراندگی کا خود معترف ہو اور بدولت اعتراف کے اسکو چارہ نہیں۔ دوسرے مخلوقات بڑی سے بڑی اور عہد سے عہد میں قدرت تو درکنار ارادے تک کا فقدان ہے۔ اور یہی حاصل ہے ابراہیم علیہ السلام کے استدلال کا حکماً جئنا علیہ اللیل را کونکما ۚ قَالَ هَذَا رِیِّۖۡ فَلَمَّا اَخْلَۡ قَالَ لَا رِیِّۡۤ اِلَیٰۤیۡنِ ترجمہ پھر جب آئے چھپنے والے۔ فَلَمَّا دَاۤاۡ الْقَمَرَۢ بَاۡرِغًاۙ قَالَ هَذَا رِیِّۡۤ اِلَیٰۤیۡنِ فَلَمَّا اَخْلَۡ قَالَ لَیۡنِ لَکُمۡ حَیۡدِیۡ رِیِّۡ لَکُمۡ مَوۡتٌ مِّنَ الْقَوۡمِ الضَّالِّیۡنِ ترجمہ پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا یہ ہے رب میرا۔ پھر جب وہ غائب ہوا۔ بولا مجھ کو خوش نہیں مجھ کو رب میرا تو بے شک میں ہوں بیکتے لوگوں میں فَلَمَّا دَاۡاۡ الشَّمۡسُۙ بَاۡرِغًاۙ قَالَ هَذَا رِیِّۡۤ اِلَیٰۤیۡنِ فَلَمَّا اَخْلَۡتَۙ قَالَ یٰۤاَقۡوِمِۡۤ اِنِّیۡۤ اِنِّیۡۤ بَرِیۡۤ جِنَّاۤ شَرِکُوۡنَ ترجمہ پھر جب دیکھا سورج چمکتا ہوا یہ ہے رب میرا یہ رب سب بڑا۔ پھر جب وہ غائب ہوا بولا اسے قوم میں نیزارہوں ان سے جن کو تم شرکاء کرتے ہو اِنِّیۡۤ دَجَّحْتُ وَجْہِیۡۤ اِلَیۡۤیۡ فَطَرِ السَّمٰوٰتِ وَلَا تَرٰۤیۡ حَیۡثُۤ اَنَاۤ اَنَاۤ مِّنَ الْمَشْرِکِیۡنَ ترجمہ میں نے اپنا مونہ کیا اسی کی طرف جس نے بنائے آسمان وزمین ایک طرف کا ہو کر اور دیر میں شرکاء کرنے والا

ایک غریب خدا پرست کاشتکار کھیت موقع پاکرات کے وقت کچھ بیل چر گئے۔ کاشتکار کھیت کے کنارے شاید یہ کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا تدبیر کروں کہ پھر بیل کھیت میں نہ گھسیں۔ اور جسے ہو کر گزارا اس کا کوئی جان پہچان لاندہ ب۔ اس کو کھڑا دیکھ کر وہ بھی کھڑا ہو گیا۔ اور لگاتار میں کر سنے۔ باتوں باتوں میں اس لاندہ بے کما۔ خدا ہوتا تو تمہارا کھیت ہرگز نہ کھایا جاتا۔ کاشتکار بولا کھیت کا کھایا جانا ہی خدا کے ہونے کی دلیل ہے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی چیز دنیا میں با اختیار خود متصرف نہیں ان قوت تصرف اس نے اپنے آپ نہیں پیدا کر لی۔

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ ترجمہ جس نے اپنے کو پہچانا تو جانو کہ اپنے پروردگار کو پہچانا بھی۔ پھر بات ہی گویا خدا سے مطلب دوسرا ہے۔ دوسروں سے استہما کی کیا ضرورت ہے۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ. وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ترجمہ اور زمین میں نشانیاں ہیں یقین لانے والوں کو اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوچ نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا وَخُنَّ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَيْدِ ترجمہ اور ہم اس سے نزدیک ہیں کھنڈے سے زیادہ۔ اسی کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے منظوم کیا ہے

دوست نزدیکتر از من بہن بست
وین عجب تر کہ من از دے دورم
پچھم ہا کہ تو اں گفت کہ او
در کنار من ومن مہجورم

ایک ریختہ گو کہتا ہے

دل کے آئینے میں ہی تصویر یار
جب ذرا گردن ہٹکائی دیکھ لی

الغرض انسان جب تک انسان ہے خدا کے ہونے سے انکار کر نہیں سکتا۔ یہ مذہب کا پہلا سٹیٹ ہو ابا اب او آگے بڑھو تو جس عقل کے زور سے ہم نے جانا کہ خدا ہے۔ اسی عقل کے زور سے ہم نے جانا کہ خدا تمام صفات کمالیہ کا جامع۔ تمام عیوب اور نقصانات سے پاک اور منور۔ اور اسی لیے ایک کیلہ ہے وحدہ لا شریک لہ۔ نہ اس کو اعوان و انصار کی حاجت نہ یار و مددگار کی ضرورت۔ سب کچھ جانتا ہے اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ترجمہ ہلا وہ نہ جانے جسے بنایا۔ اور جو چاہے کہ سکتا ہے اِنَّ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ترجمہ وہ تو سب چیز کر سکتا ہے۔ دنیا کا کارخانہ جس انتظام سے چل رہا ہے یہ انتظام دلالت کرتا ہے کہ وہ ایک صرف ایک ارادی

محکم دست۔ یہ عمارت کہہ رہی ہے کہ فیضانِ آسمانی سے ایک ایک انجیر کے سولے دو سرے کا اُس میں داخل نہیں۔ یہ ہیں سب لوگ کہ **يَتِمَّوْاْ لَكَ اللّٰهُ لَعَسَآ اَنْ تَكُنْ مِنْ رَّجْمِهٖ** (اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم سولے اللہ کے نو دونوں خراب ہوتے) پھر انسان کی جبلت یہ بھی ہے کہ اگر وہ طبیعت کا شریف ہے تو محسب کا احسان مانتا اور اُس کا ملکہ راز ہوتا۔ یہ ہے ماضی عبادت کا۔

[illegible]

اور یہی سبب ہے کہ خدا نے تجھے ہماری سب سے بڑی شکرگزاری کا مستحق ہے جبکہ دو سرنام عبادت ہے توجہ طرح عقل گواہی دیتی ہے کہ ذات اور صفات میں خدا کا کوئی شریک نہیں اسی طرح عقل یہ بھی گواہی دیتی ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک فی العبادت کرنا پرلے درجے کی احسان ناشناسی ہے جس کو اصطلاح میں کفر کہتے ہیں۔ یعنی کفرانِ نعمت۔ فوری اس بات کو خیال کرتے جانا کہ ابھی تک میں عقل کی پہنائی سے دنیا کے راستے کو چلا جا رہا ہوں میں نے اس سے پہلے بصیرت اور بصارت دونوں میں ایک طرح کی مماثلت کا ہونا بیان کیا تھا۔ بصارت سے ہم چیزوں کے رنگ۔ اُن کی شکلیں اور اُن کے مواقع معلوم کرتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ انسانی ایک بڑی بیکار آمد قوت ہے۔ مگر اس میں نقص بھی ہے کثیف چیزوں میں نفوذ نہیں کرتی یعنی مثلاً دیوار کے نیچے گاہ کا ہم نہیں دیتی اور دیوں بھی اس کی رسائی کی ایک حد ہے علم مناظر میں قوت باصرہ کے اور بھی نقصانات

کی صراحت ہے۔ جیسے دور کی چیزوں کا چھٹا دکھائی دینا۔ اگر دیکھنے والا خود متحرک ہے تو اس کا ساکن چیزوں کو متحرک دیکھنا اسکو ریل کے پیٹنے والوں سے پوچھ دیکھو یا اس سے جو کچھ بھی تیز روشتی میں پیٹھنے کا اتفاق ہوا ہو۔ شفا پانی کی تہ میں کسی چیز کا ابھرا ہوا نظر آنا۔ تو اس قرح کی رنگ آمیزی اور اس کے سولے اور بہت سی باتیں ہیں جو بیان کرنا بے محل سا ہے۔ غرض بنیائی نقصانِ فتور سے بری نہیں یعنی نہ ہی حال ہے عقل کا۔ بہت باتیں عقل کی گت سے باہر ہیں۔

نہ ہر جگہ مرکب تواں تاختن کہ جا تا سپر باید اندختن

معلوم ہے کہ مقناطیسی سوئی کا ایک سر اشمال کی طرف رہتا ہے۔ مگر نہیں معلوم کیوں اور بھی حال ہی کل اسباب علل۔ زمین چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ بلکہ تمام مادیات میں کشش ثقل و اتصال کا ہونا معلوم ہو۔ مگر نہیں معلوم کیوں۔ روح و جسم کا درمیان شریع میں کرچکا ہوں معلوم ہے کہ روح نہ عین جسم ہے نہ جزو جسم ہے نہ اس میں اس طور حلول کیے ہیں جیسے ظرف میں مضاف نہ روح و جسم میں عرض جو ہر کا سا تعلق ہے۔ پھر روح کیا ہے اور اس کو جسم ساتھ کس قسم کا تعلق ہے کسی کو خبر نہیں۔ میں اس دنیا کے سینکڑوں عقیدے گنوا سکتا ہوں۔ جن کو مانع عقل نہیں حل کر سکتا۔ سچ پوچھو تو ساری دنیا ہی ظلم حیرت ہو۔ مٹی ایک جہاد چیز ہے۔ اس کا نباتیت پھر حیوانیت پھر انسانیت کے مروج پر ترقی کرنا نہ انسان کے فہم میں آیا ہے اور نہ کبھی آسکتا ہے۔ تو کیا دین میں کسی بات کا خلاف عقل نہیں بلکہ عقل سے خارج یعنی اس کی رسائی سے بالاتر فزوں تر ہونا کچھ تعجب ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ دین میں بد بصری ایسی باتیں ہونی چاہئیں جن میں شلغ عقل نہ ہو۔ کیونکہ دین کا مدار ہی اس پر کہ انسان موت سے معدوم نہیں تو موت سولے اسکے آؤد کچھ نہیں کہ روح و جسم کا تعلق پھوٹ جاتا ہو۔ اجزاء و جہانی متلاشی و متفرق ہو کر اپنے اپنے ٹھکانے لگ جاتے ہیں وَمِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی۔ ترجمہ اسی میں سے جنے تمکو بنایا اور اسی میں تمکو پھر ڈالتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تمکو دوسری بار۔ انگریزی سننے کا شوق ہو تو ایش ٹو ایش ایئر ڈسٹ ٹو ڈسٹ۔ رہی روح وہ جب جسم میں تھی اور اس کے تصرفات ظاہر ہوتے تھے تب بھی اس کی حقیقت ہم کو معلوم نہ تھی بعد مرگ تو رہی سی او پھی رو پوش ہو گئی؟ کوئی جانے تو کیا جانے کوئی سمجھے تو کیا سمجھے۔ بایں ہمہ چند در چند قرآن میں جسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ روح کو فنا نہیں۔

اول جب ہم سرے سے روح کی حقیقت سے بے خبر ٹھہرے تو ہم کو اس پر فنا کا حکم لگانے کا کوئی حق نہیں

ثانی اگرچہ روح جسمانی رنجوں اور تکلیفوں سے بحالت حیات متاؤی تو ہوتی تھی۔ موت بڑی سے بڑی جسمانی تکلیف سی اور روح کا اس سے متاؤی ہونا قرین قیاس ہو مگر موت کا اولی اثر جسم پر تھا اسکا تو منتشر کر دینے کے سوا اور کچھ نہ کر سکی۔ روح جیسے موت کا اثر ثانوی ہے کیوں معدوم ہو جانے لگی تھی عجب نہیں تو اسے روح پر اتنا ہی اثر کیا ہوا اور بس کہ اسکو جسم سے بے تعلق اور بے دخل کر دیا۔

ثالث دانشمند سے دانشمند اور احمق سے احمق۔ عالم سے عالم اور جاہل سے جاہل۔ مہذب نامہذب۔ سولائزڈ اور وحشی ہر ملک اور ہر زمانے کے لوگ یعنی دنیا کے آدمی قریب کل کے بقائے روح کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ جہکو جس سے بحث نہیں کہ یہ خیال دنیا میں کہاں سے آیا۔ اور کیوں کرتے لوگوں نے اس کو قبول کر لیا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ عموماً لوگ اسکے قائل ہیں اور جن کو انکار ہے اگرچہ دل سے ہی بھی تو اس عقیدے کے لوگ اس قدر کم ہیں کہ اس جم غفیر عالم کے عقائد میں گویا کہ نہیں۔ دین تو غیر ہے ہی میں کہتا ہوں کہ انتظام دنیا بھی اسی خیال پر مبنی ہے۔ میں نے شروع میں کہا تھا کہ بہت سے جرائم کا انداد صرف مذہب سے ہوتا ہی ہو سکتا ہے۔ اس محل پر میری مراد تھی یہی عقیدہ بقائے روح لینے لوگ اس وجہ سے ترکیب جرائم نہیں ہوتے کہ جتنے ہیں مگر سچے سچے کیسے کیسے ابھرتی پڑے گی۔ ایک انگریزی کتاب میں بہت سے نامی مجرموں کے حالات لکھے ہیں جنہوں نے موت کو خوف عاقبت سے اپنے جرموں کا اقرار کیا اور ہر جگہ اور ہر زمانے میں ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں پس باتو ساری دنیا کو بس غلط مانو۔ یا دوسروں کی طرح بقائے روح کے قائل ہو۔ ہو نہ ہو یہ عقیدہ داخل فطرت انسانی ہے کہ ہم فریبے ہر ایک کے دل میں ڈال دیا ہے۔ کون ہے جسکو اولاد سے خیر جاری سے یا کسی دوسرے پرانے سے دنیا میں اپنی یادگار چھوڑ جانے کی خواہش نہیں۔ اس خواہش میں بھی مضمر ہے وہی بقائے روح کا خیال کیونکہ اگر آدمی مرنے سے معدوم محض ہو جاتا تو دنیا میں یادگار رہنے سے اسکو کیا مفاد تھا۔

رابعاً انتظام دنیا اگرچہ فی نفسہ نہایت مکمل ہے۔ اور کیوں نہ ہو ذرات تقذیر العین فی العلیو جرمہ یہ اندازہ ہے اس زبردست باخبر کا۔ مگر کچھ بھی نامعلوم ہوتا ہے۔ جیسے جملہ اسمیہ کہ مبتدا ہے تو خبر نہیں۔ یا جملہ شرطیہ کہ شرط ہے تو خبر انہیں۔ یا جیسے دامن کوہ میں ایک شکر جو ایک گھائی تک منشی ہوتی ہے اور اسکو دیکھ کر خود بخود خیال ہوتا ہے کہ ضرور یہ شکر پہاڑ کی دوسری طرف جانے کے لیے بنائی گئی ہے ماسی طرح انسان کو اتنی ساری عقل کھل دیا جانا جو اس چند روزہ دنیاوی زندگی کی ضرورت سے

یقیناً بہت زیادہ ہے ضرور کوئی اور بڑا مطلب کتاب ہے اخصبتم انما خلقکم لعبثاً وانکم الیہ راجعون ترجمہ سو کیا تم خیال رکھتے ہو کہ ہم نے تم کو بنایا کھیلنے کو اور تم ہمارے پاس پھر نہ آؤ گے وہاں خلقنا السماء والارض وما بینہما لعیناً ترجمہ اور ہم نے نہیں بنایا آسمان اور زمین اور جو انکسج ہے کھیلنے کو اور نہ انکسج کھو لاخذکم نامن لکم ناکہ ان کنا اعدائکم ترجمہ اگر ہم چاہتے کہ بنالیں کچھ کھلونے تو بنا لیتے ہم اپنے پاس سے اگر کھلو کرنا ہوتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک فعل ایک لازمی نتیجہ رکھتا ہے فلن یجد لستہ اللہ بندہ لکہ ولن یجد لستہ اللہ عہد لکہ ترجمہ سو تو نہ پاوے گا اللہ کا دستور بدلتا اور نہ پاوے گا اللہ کا دستور ملتا۔ جیسے شرابخوری کا ضروری نتیجہ ہے خواری۔ بدکرداری۔ افلاس جسمانی امراض اور آخر کار ہلاکت قبل الموت۔ نا اتفاقی کا ضروری نتیجہ ہے ضعف۔ جھوٹ کا ضروری نتیجہ ہے بے اعتباری۔ وقس علی ہذا توجب کبھی ہم کسی فعل پر لکے نتیجے کو دنیا میں ترتیب ہونا نہ پائیں اسی سے ہم سمجھ لیں گے کہ حیات دنیا پر ہماری ہی کا خاتمہ نہیں ہو گیا۔ یہ ہیں چند باتیں یا اسی طرح کی اور چند باتیں جو بعد مرگ کی حالت کی نسبت ہم عقل سے سمجھ سکتے ہیں۔ مگر نظر پھر بھی دھندلا ہی رہتا ہے خوب تسلی نہیں ہوتی کہ کیا ہوگا اور کیونکر ہوگا

حالِ عدم نہ کچھ کھلا گزرے ہے رنگاں پہ کیا کوئی حقیقت آن کر کہتا نہیں بُری بھلی یہاں سے ثابت ہوئی ضرورت رسالت کی۔ بڑے تعجب کی بات ہوگی کہ چند سال کی زندگی کے لیے تو خدا ہماری چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے سامان کرے۔ سر کھانے کے لیے ہکونماخ دے۔ غذا اچانے کے لیے دانت۔ اور ان میں بھی یہ تفریق کہ پیسنے کے لیے ڈاڑھیں اور کاٹنے کے لیے دانت۔ نوچنے کو کچلیاں۔ ابرو بادومہ و خورشید و فلک و کائنات تو نے بحف آری و بخلت بخوری

اور حیات ابدی جیسی بڑی ضرورت میں جو ابدالآباد کے لیے ہمارے سر پر لادی جائے گی ہکونما بھی ہمارا نہ لگائے کہ ایک ذرا جھلکی تو دیکھ لینے دے۔ جہاں تک خدا کے کارخانے سے ہننے خدا کو جانا اور جان سکتی ہیں ایسی بے رحمی انسان کو ایسے دُبیسے کی حالت میں چھوڑ دینا اسکو ترسانا پریشان رکھنا۔ خدا کی شان، رحیمی سے بالکل بعید ہے فَحَالی اللہ عَن ذَٰلِكَ عَلَوًا کَبِیْرًا

یوں خدا کے کیم و رحیم نے انسان کو اسی کی عقل نارسا اور فہم قاصر کے بھروسے پر نہ چھوڑ کر پھر ہمارے ذمے سے دسلوات اللہ علیہم اجمعین، جہاں تک اس ہستی میں سمجھ سکتا تھا بتایا اور سمجھایا کہ اسکو مرے خدا کی شان اسس بہت بڑی ہے ۱۳

ہمچے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کس حالت میں رہنا ہی اور اس ابدی زندگی کے لیے اُسکو دنیا میں کیا تیاری کرنی چاہیے ہے
 پہلوں ہی کے کہنے سے جانا کہ ہماری اس جتنی موجودہ کو آگے آنے والی جتنی میں بہت بڑا دخل ہے۔ یہ خواہش
 اور وہ اسکی تعمیر۔ یہ جوتے بنونے کا وقت ہی اور وہ کاٹنے اور کاہنے کا لکڑیا کر دھتے کا آخری ترجمہ دنیا آخرت
 کی کھیتی ہی۔ میرے اس بیان سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ مذہب میں عقل کی رسائی کہاں تک ہی اور کہاں پہونچ کر عقل
 جبرئیل کی ہم زبان ہو جاتی ہے۔

اگر ایک سرسرموے پر تر پریم فردغ تجھلی بسو زو پریم

افراط و تفریط کے دونوں پہلو ہر بات میں مذموم ہوتے ہیں۔ جس طرح یہ کہنا غلط ہی کہ مذہب نقل لینے خدا
 و رسول کا فرمودہ ہے اور نقل کو عقل سے کچھ سحر کار نہیں۔ اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہی کہ ہر نقل کی حاجت نہیں
 اور ہر عقل ہم سب کچھ دریافت کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ حالات بعد مرگ بھی جتنی قوتیں انسان کو عطا ہوئی
 ہیں جہانی اور دماغی سب ہنر و آلات ہیں۔ جیسے مثلاً قیشہ بخار ممکن ہے کہ بخار کبھی اس تیشے سے ہاتھ پاؤ
 زخمی کرے۔ لیکن اسی کا قصور ہوگا نہ تیشے کا۔ انسان بھی اپنی قوتوں کو بڑی اور چلی دونوں طرح استعمال
 کر لے سکتا۔ ان کو معطل رکھ سکتا۔ ان سے فوق الطاق کام لے سکتا۔ لیکن اگر وہ کسی قوت کو بڑی طرح استعمال
 کرے تو خود وہی ملزم ہے نہ قوت اور جس نے قوت دی وہ۔ پس ہر ایک قوت کے استعمال میں انسان کو اعتدال
 ملحوظ رکھنا چاہیے۔ خاصکر معاملات مذہبی میں عقل کو کام میں لاتے وقت۔ مذہب کے اعتبار سے بھی اسکو عقل کا دیا
 جانا تو ضرور تھا۔ وہ عقل ہی کی وجہ سے رکلف ہوا۔ دنیا اور دین دونوں میں جتنی خوبیاں ہیں متفع ہیں عقل پر
 اور جتنی خرابیاں ہیں وہ بھی متفرع ہیں اسی عقل پر۔ یوں سمجھو کہ انسان فی حد ذاته ایک کمانڈر ہے اور تو اسکو مختلف
 افواج میں اس کے ماتحت زیر فرمان۔ یہ فوجیں ایک طرح کی نہیں۔ جیسے انگریزی فوج میں پوربے۔ مدراسی یا
 مرہٹے۔ گورکھپے۔ برکھ۔ بلوچ۔ اطراف کابل کے پٹھان۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ سب قسم کے سپاہی ایک ہی لکڑی
 سے لانگے جاتے ہیں۔ نہیں نہیں شاید ایک پوربہ یا مدراسی بید کی چٹری سے تو بلوچ اور افغان آئرن رائڈی
 غرض جو قوی تر وہی خیر الانقیاء تمام قوسے انسانی میں عقل ہی سب سے زیادہ زبردست ہی اور سپر گولڈ کرنا
 ہٹ ہی احتیاط کا کام ہی یہ جو اختلاف مذاہب دیکھتے ہو یہ گنگ بھی ان ہی حضرت عقل کی لگائی ہوئی۔ جھٹس
 کاری ڈال جہاں وہ در کھڑی۔ میں دیکھتا ہوں تو ہمارے وقت کے نوجوان تعلیم یافتہ استعمال عقل کے باسے

۱۱۲ سالہ کی سالانہ ۱۱۲ سالہ مشکل سے فرما ہوا رہنے والا ۱۱۲

میں صلاح اور اصلاح دونوں کے سخت محتاج ہیں۔ ان کو امور مذہبی میں غور و خوض کرنے کی نہ فرصت ہے نہ مہلت نہ لیاقت نہ معلومات اور طرہ یہ ہے کہ طلب بھی نہیں اور طلب ہو تو کہاں سے ہو۔ گھر میں چہ جائیں بزرگوں کی تائید نہیں۔ بار دوستوں میں ترغیب نہیں۔ رہا اپنے دل کا تقاضا۔ ایسی عمر نہیں۔ گیند بلا کرٹ وغیرہ جہاں آدھیل میں دماں بارش بابا ہم بازی ایک مذہب بھی سی۔ اپنی قوم کی حالت پر نظر کرتے ہیں تو خستہ خراب غافل کاہل جاہل مفلس محتاج گویا ذلت و خواری کو لازم سلام سے ہی۔ کیا عرب کیا عجم کیا روم کیا مصر کیا افریقہ سب کے سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے جدھر دیکھو تنزل و انحطاط۔ جہاں سنو کجبت اور ان میں سے فردی فردی ایک ایک کیفیت نو عمر آدمی کے عقیدے کے ستر زلزل کر دینے کو کافی ہو نہ کہ مجموعہ۔ دنیا اور دین میں نقد و نسیہ کی نسبت ہو۔ ہم لوگ ایسے کہاؤ نقد کو تو کھو بیٹھے نسیہ کی جو ہم سے بہت رکھے وہ سوا حقوں کا ایک الحق۔ لیکن کیا کیا جائے دل نہیں مانتا چارو ناچار کہنا ہی پڑتا ہے۔ افسوس تو دنیا کا بھی کیوں نہیں لیکن دنیا فانی چند روزہ آنی جانی خیر ہے۔ بُری طرح بھی گزر جاتی ہے اور بھلی طرح بھی گزر جاتی ہو۔ اور آخر گزر ہی جاتی ہے۔ بڑا خیال تو دین کا ہے۔

غم دین جو کہ غم دین است ہم غم ما فرد ترانین است

خدا نخواستہ یہ نعمت جاتی رہے تو پھر کہیں کے نہ رہے حَسْبُكَ اللَّهُ يَا ذَا الْآخِرَةِ ذَلِكَ هُوَ الْحَسَنُ الْبَشِيرُ
ترجمہ گنوا کی دنیا اور آخرت یہی ہے تو تا صبح۔ اور اسکے جانے کو کون سے چھکڑے چاہئیں۔ دین کی تو ایسا ناکار
معاہدہ ہے کہ ایک خیال سے اور ایک مقال سے آدمی راندہ جاتا ہے۔ وہ تو بڑے لشکر کا مقام ہے کہ گزشتہ
اگرچہ مذہباً عیسائی ہے مگر عملاً اس کا کوئی مذہب نہیں یا یوں کہو کہ اس کا مذہب صلح کل ہی عیسیتہ بدین خود موسیٰ بدین
خود۔ پس اسلام کو جو کچھ خطر ہے نزدیکان بے بصر سے ہے۔ جو مسلمان کہلاتے اور اسلام کی حقیقت سے آگاہ نہیں
یہی وہ لوگ ہیں جو مخالفین کی گدڑ بھبکیوں سے ڈر کر طرطستیم سے بھٹک جاتے ہیں ورنہ اسلام کے اصول
ایسے سیدھے اور صاف اور سچے اور سلیس و عام فہم ہیں کہ ان پر کامیابی کے ساتھ کوئی حملہ ہو نہیں سکتا۔ مجھ کو
اس بات کا فخر حاصل ہے کہ ابابکرؓ جلدی مورتی مسلمان ہوں۔ اور اپنے نسب نامے میں انقرض سلطنت دہلی تک
بلا فصل شاخ اور مفتی اور علما کے نام پاتا ہوں۔ میں نے بزرگوں میں سے اوائل عمر میں صرف اپنے مالک کو دیکھا اور جہاں
میرا حفظ مسعدت کرتا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ نہ صرف نام کے مولوی تھے۔ بلکہ بڑے پختہ دین دار۔ یہ روپا

پاؤں پر کہ میرا اسلام تقلیدی ہو۔ مگر خدا کے فضل سے ایسا نہیں ہی۔ مجھ کو اتفاق سے ایک ایسا دفتر پیش کیا جس نے
 مدتوں مجھ کو مذہبی چھان بین میں غلطاس پہچان رکھا۔ یہاں تک کہ آخر کار اسلام کی سخاوت کا مل طور پر میرے
 ذہن میں ایسی سیٹھ گئی جیسے تھیں کی لکیر۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِكَ۔ مَرَّ بِنَا لَا نَزْرُغُ فُلُوْبِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰی بِنَا صَہْبَہ
 لَمَّا مَنَّ لَكَ نَاكَ رَحْمَةً اَیْکَ اَنْتَ الْوَحَّابُ تَرَحُّمَہُ اَسَ رَبِّہَا رَسَ دَل نہ پیمبر ہمارے جب ہم کو ہدایت سے
 نکالا اور دوسے ہم کو اپنے دل سے مہربانی بیشک تو ہی ہے بہت دینے والا +

مجھ کو ٹھیک نہ یاد نہیں مگر شہادہ کے لگ بھگ مذکور ہی کہ ہمارے دہلی کالج اوٹریٹ کلاسز کی
 ریاضی کے استاد ماسٹر رام چندر صاحب صہبیل غ لینے کے لئے آواہ ہوئے۔ ماسٹر صاحب آؤدہ کر کیا ٹیچ کیا
 سٹڈنٹس کے ساتھ مذہبی چھپا کر کرنے لگے۔ مذہبی مناظرے کی وہ پہلی جھنگ تھی جو میرے کان میں ٹپی
 اگرچہ میں عربی کی جماعت اول میں تھا۔ اور فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ دہلوی ہمارے کورس میں تھی۔ لیکن
 میں دیکھتا تھا کہ ماسٹر ہم لوگوں کو بند کر رہے تھے۔ مجھ کو ماسٹر صاحب کے ساتھ ایک خصوصیت بھی تھی اور اکثر لگے
 مکان پر بھی جانے کا اتفاق ہوتا تھا۔ ماسٹر نے تو مجھ کو گمراہ کر دیا ہوتا جیسا کہ قرآن میں ہر ان کِدٰثَ لَتُؤْتٰی
 لَوْ لَا نَفَعْتُمْ بَشَرًا مِّنْ لَّکُمْ مِّنَ الْخَضِرَیْنِ ہ ترجمہ تو لو لگاتھا کہ مجھ کو گڑھے میں ڈالے اور اگر نہ ہوتا میرے رب کا
 فضل تو میں بھی ہوتا ان میں جو پکڑے آئے۔ مگر مجھ کو ادب عربی کا تھا شوق بہت۔ میں قرآن کی عبارت پر لٹ
 حجازی تریاق نے مجھ کو اس نہر سے بچا یا یہاں تک کہ کالج سے میں اپنا ایمان سلامت لے کے نکل گیا۔ مگر
 ایسا ایمان متزلزل متزلزل ضعیف۔ مضحل پھر میں نے علم کلام کی کتابیں لکھنی شروع کیں جو افاق و مخالف دونوں
 ماسٹر نے مجھ کو عیسائی بنانا چاہا۔ اور علم کلام نے سرے سے لاندہیب۔ مناظرے کا ایک اکثری اور مشہور قاعدہ
 ہے معاوضہ بائبل جسکے یہ معنی ہیں کہ ایک شخص دوسرے سے کوئی تمہاری آنکھ میں ناخن نہ دے اور دوسرا کہ تمہاری
 برٹنٹ اس طریقے سے ممکن ہے کہ بعض صورتوں میں تعرض بند ہو جائے۔ لیکن خیر لکرمی جو تحقیق تھی چاہتا
 ہے دونوں سے بظن ہو جاتا ہے کہ دونوں میں کوئی بھی نقصان سے خالی نہیں۔ اس سے کہ معرض کی
 آنکھ میں ٹپٹ ہے۔ ہماری آنکھ کے ناخن کا عیب نائل نہیں ہو سکتا غایت فی الباب ناخن ناخن واہوں ہے
 مثلاً برٹنٹ کے۔ لیکن جس کی آنکھ صحیح و سالم ہے وہ دونوں کو عیب ارسجھ گا۔ نہ نئے دالے کو کہ برٹنٹ دالے
 لگا دے گی جب کسی کو عیسائی کرتے ہیں تو اس پر پانی پھونک دیتے ہیں یا بعض میں غوطہ دلاتے ہیں اسی کو صہبیل غ کہتے ہیں ۱۲
 لکھنے سے غلیف تر اور سب آسان تر ہے ۱۳ +

کو زیادہ اس طرح پر برسوں سے شکوک کا یہ حال رہا کہ اس مرض پڑھتا گیا جوں جوں دو کی۔
 با این ہمہ جس میں قرآن کے سمجھنے پر قادر ہوا اس کے استہسان میں کبھی ایک لمحے کے لیے بھی کمی نہیں ہوتی اور اسے
 مجھے وہ کام دیا جو عموماً کام دیتی ہو ایک بڑے مقرر کو۔ میں نے ہر طرف سے مایوس ہو کر خیال کیا کہ میں بڑے
 بڑے نامی گرامی آئمہ کی نظم و شرد و نوں طرح کے کلام پڑھتا ہوں۔ زمانہ جاہلیت کے مختصر میں کے سلام کے
 بعد کے اور خود اس شخص کے جس کے منہ سے الفاظ قرآنی نکلے اور اس کے دوسرے مقالات مجلدات احادیث
 میں منضبط ہیں۔ ملاحظہ میں خطبات میں قصص و حکایات میں مراسلات میں یہ بات کیا ہو کہ قرآن کی عبارتیں
 کوئی نہیں پاتا۔ دوسرے آئمہ اس طرز پر قادر نہ ہوں تو خیر۔ مگر ایک ہی قائل کیونکر دو مختلف طرزوں میں اس
 مختلف بھی ہیں مگر اسے کہ زمین و آسمان کا تفاوت۔ کلام کرنے کی قدرت پاسکتا ہے۔ یہ تو عا دتا محال ہی تھا
 سمجھانے کے لیے کہتا ہوں کہ مثلاً ہندی شعرا میں سے زیادہ نہیں میر تقی۔ انشا اللہ تعالیٰ۔ سو داتین شاعروں
 کو لو ہر ایک طرز پر قادر نہ ہو۔ اور جو سخن فہم میں مضمون اور بندش سے پہچان لیتے ہیں کہ ان تین میں سے کس کا
 شعر ہے۔ میں شاعر نہیں ہوں۔ مگر اتنی نگل مجھ کو بھی ہے کہ اگر کوئی شعر میرے رو برو پڑھا جاسے تو غالب ہی کہ
 اس کے قائل کی تعین میں غلطی نہ کروں۔ میں جانتا ہوں کہ میر صاحب کے مضامین حسرت آلود ہوتے ہیں اور نہ
 نہایت درجہ شستہ اور سلیس۔ یہ بات خاص میر صاحب ہی میں دیکھی گئی کہ ضرورت شعری کی وجہ سے لفظ
 کا دب کر کھٹنا بھی جائز نہیں کہتے۔ انشا اللہ تعالیٰ پچھڑ ہیں۔ بیان میں شوخی۔ سو داتین قسم کے مضامین
 قادیان۔ بندش بھی اسکی مضبوط ہوتی ہے۔ متاخرین میں مثلاً غالب اور ذوق میں تمیز کرنا کیا مشکل ہے
 یہ تھا کہ بزرگ کا یہ عین ترجمہ ان میں ہو ایک پردہ زیادتی نہیں کرتے۔ غرض ہر ایک کی اپنی اپنی طرز ہے جب
 دوسرے کی طرز اختیار کرتا ہو گرتا ہے۔ مجھ کو خود ایسا اتفاق ہوا ہے کہ بہ ضرورت کسی اخبار میں کوئی مضمون
 دیا اپنے نام سے نہیں مگر ٹاڑنے والے ٹاڑ گئے تو مجھ کو بڑی حیرت ہی پیش آئی کہ پیغمبر صاحب نے دو طرح کے کلام
 پر کیونکر قدرت پائی۔ آخر یہ عقدہ میں نے اس طرح پر حل کیا کہ پیغمبر صاحب اپنا طرز تو وہی تھا جو احادیث سے ظاہر
 ہوتا ہے۔ رہے قرآن۔ ان کا کلام ضرور تھا کیونکہ ان کے منہ سے ادا ہوتا تھا مگر نزول وحی کے اوقات خاص میں
 جبکہ وہ اپنے اختیار میں نہیں ہوتے تھے وحی بھی ایک اسرار آتی میں سے ہے لیکن اس قدر معلوم ہے کہ کبھی
 جبریل علیہ السلام کی شکل میں متشکل ہو کر پیغام خدا پہنچا جاتے تھے۔ کبھی خواب کے پیرائے میں وحی آتی تھی
 لے جس کے بدن میں ریشہ ہو ۱۲۰ وہ لوگ جن کی کچھ زندگی جاہلیت اور کچھ اسلام میں ہوئی ہو ۱۲۰ ص ۱۱

اگر اکثر گھنٹے کی سی جھنکار سن پڑتی تھی اور پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اس طرح کی وحی مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے۔
 آپ کا رنگ فق اور جسم ایسا بوجھل ہو جاتا تھا کہ ایک بار آپ اپنی اونٹنی عضبا پر سوار تھے کہ وحی آئی۔ اونٹنی مار سے بوجھ کے
 پرست گئی۔ اگر گزرتے باڑے میں نزول وحی کے وقت آپ پسینے پسینے ہو جاتے۔ اس سے شاید کسی عیسائی مصنف
 نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ان کو صرع کی بیماری تھی۔ اس شخص سے غرض یہ ہی کہ ان کا دماغ صحیح نہ تھا اور اس کا
 دماغ سے دعوے نبوت کر بیٹھے۔ مگر یہ کوئی نیا اعتراض نہیں۔ کافروں کے ترکش میں کوئی تیر نہ تھا جو پیغمبر صاحب
 صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ چلا ہو۔ جھوٹا مفتری کہہ دینا تو غیر معمولی بات تھی۔ کہتے تھے اِنَّمَا يَعْلَمُ الْبَشَرُ مَرَجْمَہُ اس کو
 تو کھاتا ہے آدمی۔ اَسَا طِرَ الْاَوَّلَیْنَ اَلتَّہَاکُہِیْ مُثْلِیْ عَلَیْکَ مَجْرُوۃٌ وَاَوَیْلًا مَرَجْمَہُ نَعِیْنِ مِیْنِ اَکْوَہِیْ
 جن کو لے لے لیا ہے سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اُس پاس صبح و شام اِنَّمَا لَکُمُ الْہِیْطَانَا لَیْسَ اَعِیْرَہُ مَجْرُوۃٌ مَرَجْمَہُ کیا
 ہم جھوڑ دینگے اپنے ٹھاکروں کو ایک شاعر دیولنے کے کہنے سے اَفْتَرٰی عَلٰی اللّٰہِ کَذِبًا اَمْ یَہِیْجُہُ مَرَجْمَہُ کیا
 بنا لایا ہے اللہ پر جھوٹ یا اس کو سودا ہے۔ *

ان اعتراضوں میں سے کوئی اعتراض پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جتنا ہی نہ تھا اور چونکہ نبی
 نے تک بونگی بے جوڑ مانگتے تھے پیغمبر صاحب صلعم کو ایسے بودے پھپھے اعتراضات سے اور تقویت پہنچتی
 تھی پیغمبر صاحب صلعم کا حال یہ تھا کہ دعوے نبوت سے پہلے یہاں تک اُن کی صداقت مسلم تھی کہ امین آپ کا لقب تھا
 اب بار آپ نے نفیر پکار کر سب کو جمع کیا اور کہا کہ ہلا سو تو اگر میں تم سے کہوں کہ دشمن اس پہاڑ کی آڑ میں گھات
 لگائے ہو تو تم میرے کہیں تو تم میرے کہے کو سچ مانو یا نہ مانو سب نے ضرور بھلا تم اور جھوٹ
 کا دنگے تب آپ نے فرمایا اِنِّیْ مَدِیْنٌ لَّکُمْ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ یَدْعٰوْنَہٗ عَذَابٌ شَدِیْدٌ مَرَجْمَہُ میں تو ایک ڈٹنے والا ہوں تم کو
 اب بڑی آفت کے آگے آگے آئے۔ اس پر ابولہب بولا اِنَّکَ اِلٰہٌ اَدْعُوۡنَا مَرَجْمَہُ تجھ کو خدا کی مار کیا آئی
 ہے تو نے بھولایا۔ اسی کے جواب میں سورہ تبت ید الیٰ طیب مانل ہوئی۔ اس بات کے لیے تاریخی شہادت
 موجود ہے۔ کہ سفراء حضرت ربیع اور خوشی۔ اُٹھتے بیٹھتے۔ چلتے پھرتے ہر حالت میں آپ کو خدا کی یاد گاری تھی اور
 ہر وقت غفلت آتی نصب العین موٹی سے موٹی اور بھدی سے بھدی سمجھ بھی تجویز کر نہیں سکتی کہ ایسا شخص سب سے
 بہت گوئی کا سکے بھلا کر امین کا خطاب حاصل کیا ہو سب باتوں میں تو سچ بولے اور ایک بات میں جھوٹ بولے
 اور جھوٹ بھی بولے تو خدا پر اور اُس کے ساتھ یہ بھی کہتا جائے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِیْ اَفْتَرٰی عَلٰی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ

اَوْحٰی اِلَیْهِ وَکَیْفَ یُوحِیْ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَنَاقَالَ سَاۤیِذِلْ عَلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَکَیْفَ تَرٰی اِذَا الْمَظْلُومُوْنَ فِیْ عَمَلَاتِ الْکُوْنِ
 وَلَیْسَ اِلَیْهِ بَاسِطُوْا اَیْدِیْہِمْ اَحْیَیْوُا اَنْفُسَکُمْ دَیْوَمَ حَیْرٌ وَنَاقَالَ عَدَاۤیُ الْمَکْمُوْنِ یَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ غَیْرِ
 الْحَقِّ وَکُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہِ تَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُوْا اٰخِرَ اَدٰی کَمَا خَلَقْتُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرٰکُمْ مَّحٰوِرَ لَّکُمْ
 وَتَرٰکُمْ ظٰہِرُوْکُمْ ۝ وَمَا تَرٰی مَعَکُمْ شٰفِعًا کَمَلًا لِّیْنَ نَزَعْتُمْ اَنْہُمْ وَفِیْکُمْ شَرٌّ کَیْۤیْدًا لَّقَدْ لَقِیْتُمْ بَیْسَکُمْ وَظَلَمْتُمْ
 عَمَّا کُنْتُمْ تَنۢجُوْنَ ۝ سَرَّحْنٰہُمْ اَدْرَاسَ سے ظالم کون جو باندھے الہ پر جھوٹ یا کسے مجھ کو وحی آئی اور اس کو وحی کچھ
 نہ آئے اور جو کسے میں اتنا رہا ہوں برابر اس کے جو اس نے اتارا اور کبھی تو دیکھے جن وقت ظالم ہیں مومنین کی بیہوشی
 میں اور فرشتے ہاتھ کھول رہے ہیں کہ نکالو اپنی جان آج تم کو بڑا سنگی دلت کی مارا سپر کرتے تھے الہ پر جھوٹ
 باتیں اور اس کی آیتوں سے کج کرتے تھے اور تم ہمارے پاس آئے ایک ایک جیسے بنے بنائے تھے پہلی بار
 اور چھوڑ دیا جو پہلے سیلاب دیا تھا پیٹھ کے پیچھے اور ہم دیکھے نہیں تمہارے ساتھ سفارش کرنے والے جن کو تم
 بتاتے تھے کہ ان کا تم میں سا جھابے ٹوٹ گئے تم آپس میں اور جاتے رہے جو دعویٰ تم کرتے تھے ۝
 یہ اس غضب کی باتیں ہیں کہ ہمارے زمانے میں کوئی نالائق سے نالائق پٹے سے پچا آدمی جس کو
 دو لٹے پر چھوٹی گواہی دینے میں مطلق باک نہ ہو اگر قسم دیتے وقت اس کو یہ باتیں یاد دلائی جائیں تو غالباً ہے
 کہ تھرا اٹھے پس ایک نیک نہاد رست گور رست باز خدا ترس شخص کی نسبت ایسا بیوقوف خیال کرنا پرلے دے
 کی بے انصافی نہیں تو کیا ہے پھر کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو کسی غرض کسی مطلب سے سنی شیعوں کو کہنے دو
 جو ان کا جی چاہے سچ تو یہ ہے کہ پیغمبر صاحب علی السعد علیہ وآلہ وسلم نے اپنی جانشینی کے لیے کسی کو نامزد نہیں
 کیا۔ اور کیا ہوتا تو خلافت کے بارے میں اختلاف ہی کیوں واقع ہوتے۔ جو شخص عرب جیسے سخت دلول کو
 یہاں تک سخر کر لے کہ بتوں کی پرستش بھائی سے بھائی جو رو سے خضم باپ سے بیٹے لوگوں سے آرام و عیش
 اور وطن اور گینے اور غصے سب کچھ چھڑا دیتے کیا اس کو اتنی قدرت نہ تھی کہ اپنی جانشینی کو تسلیم کر اودیتا مگر کیا
 کہو کہ پیغمبر صاحب کو اس سے کچھ مطلب ہی نہ تھا۔ بعض اوقات خاص خاص لوگوں کے ساتھ کسی جہ سے خصوصیت
 کی سی باتیں کیں اب ان کی تاویل جانشینی سے کر لو تو تمہاری خوشی پیغمبر صاحب کم بلکہ تمام خاندان نبوت نے
 جس زندہ کے ساتھ زندگی بسر کی سب کو معلوم ہے پس بغرض محال پیغمبر صاحب نے نبوت کا غلط دعویٰ کیا ہوتا
 تو دنیاوی جاہ و ثروت کی طمع سے۔ سو اس کا یہ حال کہ نہ خود شتم ہوئے اور نہ اپنے عزیزوں میں سے کسی کو
 شتم ہونے دیا اور نہ کسی جانشین کو نامزد کیا۔ جب جاہ کا کیا اچھا ثبوت ہو۔ یہ ہر حقیقت تہمت و سب کوئی کی

چونہ دھری جائے اور نہ اٹھائی جائے ۛ

اب دیکھنا چاہیے کہ ان تمام لوگوں کا تیر تیر تھا یا وہ بھی نکلا اور نکلا بھی نکلیں پھر عرب میں جو صبیح
 دینے تھے تمام ملک میں مشہور تھے ان کے قصائد میلوں اور قومیں اور بازاروں میں پڑھے اور روزانہ خانہ کعبہ پر
 لٹکے جاتے تھے اور اسی غرض سے وہ لوگ مقید سے کہتے ہی تھے اور ان کی کیا تھیں ہو کسی نے ان میں بھی
 صبیح دینے ایسا نہیں گزرا جس نے شہرت کی نہ صرف تھا بلکہ اسکے حال کرنے کی کوشش نہ کی ہو اور غرض یہ ہے
 کہ جو لوگ قرآن کی سی عبارت کے کہنے پر قادر تھے ضرور ہے کہ مشاہیر میں سے ہوں اور معلوم ہے کہ جتنے مشاہیر تھے
 علم کلام مخالف اسلام تھے۔ پیغمبر صاحب کی پیچیں کہتے اور لوگوں میں مشہور اور منتشر کرتے۔ ان میں سے کسی کو کیا
 پڑی تھی کہ درپردہ پیغمبر صاحب کی مدح کرتا۔ اور یہی وجہ تھی کہ جب مشاہیر میں کسی کی نسبت ایسا شجرہ ہو نہیں سکتا
 تھا تو مترصین غیر کاف لوں پر گمان کر سکتے تھے اِنَّا نَدْعُكَ قَوْمَ الْحَوْنِ ترجمہ ساتھ دیا ہے اسکا اس میں اور
 لوگوں نے۔ اس کو کیا مقول جواب خدا تعالیٰ نے دیا لِسَانَ الَّذِي يَلْعَنُكَ ذُنُوبُكَ اَبَحِيحِي وَهَذَا لِسَانُ عَرَبِيٍّ
 مُبِينٍ ترجمہ جس پر تعریف کر سکتے ہیں ان کی زبان ہے اور یہ زبان عربی ہے
 صاف۔ جس کی یہ مطلب ہو کہ غیر ملک والوں کی طرف ایسا شبہ کرنا لغو صریح
 ہے۔ کیونکہ غیر ملک والا کیا ہی عربی زبان کا ماہر کیوں نہ ہو ممکن نہیں کہ قرآن کی سی عبارت لکھ سکے علماء
 میں بقدری دیر کے لیے فرض کر دو کہ پیغمبر صاحب کو قرآن کوئی دوسرا ہی شخص سمجھا تاہی تو ہر فرض کا کام ہی اس شخص
 کو نامزد کرے اور ہو سکتا ہے کہ ایسے کلام فصیح و بلیغ کا کرڈٹ خود اسی شخص نے کیوں نہ لیا یعنی آپ پیغمبر کی طرف
 کیوں نہ کیا۔ اس سے بڑھ کر تعجب کی بات اور کیا ہو گی کہ ایسے زمانے میں جب لوٹیاں باندیاں تک شعر کہتی تھیں
 اور فصاحت بلاغت کو بڑا کمال سمجھا جاتا تھا اور اہل عرب اپنی زبان کی عمل پر یہاں تک نازاں تھے کہ ماسوائے عرب
 کوئی کہتے تھے جسے معنی یہ ہیں کہ اوائے مطلب اور گویائی پر قادر نہیں۔ لوگ قوت بیان سے اس قدر متاثر ہوتے
 ہوں کہ شعر جب چاہیں قیلوں کو قیلوں سے لڑا میں غرض فصاحت بجائے خواہ ایک پاور دقت ہو ایسے وقت
 میں ایک شخص اُمی جس نے ساری عمر شعر کو نہ کیا شعر کو موزوں پڑھنا بھی نہ جانا ہو وہ پکار پکار کر بخدی کہی۔ فَاَوَلَا
 يَتَوَدَّعَنْ قَوْمٍ قَبِيْلَهُمْ وَاقْتَبُوا شَهَادَةً مِنْهُمْ قَوْمٌ قَبِيْلَهُمْ قَوْمٌ قَبِيْلَهُمْ قَوْمٌ قَبِيْلَهُمْ قَوْمٌ قَبِيْلَهُمْ
 ترجمہ تو لے آؤ ایک سورہ اس قسم کی اور بلا وجہ کو حاضر کرتے ہوا اندر کے سوا اگرچہ پھر ہو۔ پھر اگر نہ کروا رہے کہ اگر کوئی
 لکھ لے لوگوں سے کہ میرے کلام متاثر میں کلام لاؤ ۛ

فَأَنزَلْنَا عَشْرَ سُوْرٍ مِّثْلَهُ مُفْتَرِيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَنْصَلْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ تَرْجِمُهُمْ ثُمَّ لَعَنَ آدَامُكَ سَ سَوِيْرًا
 ایسی باندھ کر اور پکار و جس کو پکار سکو اند کے سوا۔ لَئِنْ لَجِئْتُمُ الْكُفْرَ وَالْبَغْيَ عَلَيَّ إِنِّي أَنَا أَنَا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ
 لَا يَأْتِيَنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لِكَبْضَتِهِمْ بِغَشِيَّتِهِمْ تَرْجِمُهُمْ اگر جمع ہو دیں آدمی اور جن اس پر کہ لاویں ایسا قرآن
 نہ لاویں گے ایسا قرآن اور پڑھے دو کریں ایک کی ایک *

فصاحتے عرب اپنا اور اپنے عزیزوں کا قید ہونا جلا وطن کیا جانا مارا جانا گوارا کریں اور کسی سے اتنا
 نہ ہو سکے کہ بھگہری زبان ہلا کر تھوڑی سے بمقابلہ پیش آئے سح ایک بہ شہادت طلبم لوح و قلم را۔
 بنجامین سچے دل سے کہتا ہوں کہ جس کسی کو اتنی عربی بھی آتی ہو جتنی کہ مجھ کو اگرچہ جتنی آنی چاہیے
 اس کا عشر عشر بھی مجھ کو نہیں آتا۔ بہر کیف مجھ جیسا کہ استعداد آدمی بھی اتنا جان لے سکتا ہی کہ قرآن کی عبارت سے
 کسی آدمی کا کلام اور آدمیوں میں خود پیغمبر صاحب بھی غل میں لگتا نہیں کھاتا۔ فصاحت بلاغت کے اکثر مسائل
 بھی منقبض ہیں مگر زیادہ تر میں اس کو وجدانی خیال کرتا ہوں یعنی اگر کوئی خاص آیت لیکر مجھ سے پوچھو کہ اس میں
 کیا فصاحت ہو تو میں نہیں بیان کر سکوں گا۔ اور آیت تو آیت میں تو نہیں سمجھتا کہ کوئی اردو کے ایک شعر یا ایک
 مصرعہ کی نسبت بھی ایسا دعوے کر سکے لیکن میں نے سینکڑوں دفعہ قرآن کو اقل سے آخر تک پڑھا ہے
 اور دوسروں کے کلام پر پیری نظر بہت تو نہیں تو خیر ایسی بہت کم بھی نہیں پس میرا بچا استدلالی عقیدہ ہے
 کہ قرآن کلام بشر تو نہیں اور دوسرے بشر تو گسختی میں ہیں ان کا بھی کلام نہیں جن کی زبان سے نکلا یعنی پیغمبر
 صاحب۔ اور بہ کو مجھ صادق نے جس کی صداقت اور سستی اور دیانت کے سینکڑوں نہیں ہزاروں شواہد موجود
 ہیں ہم سے کہنا کہ میں قرآن اپنے دل سے بنا کر نہیں کہتا بلکہ مجھ سے خدا اکملوتا ہے۔ پس ہم نے یقین کر لیا اور میں
 نہیں جانتا کہ یقین کرنے میں اب کون سی حالت منظرہ باقی رہ گئی کہ قرآن ضرور خدا کا کلام ہے۔ جتنے قسم کے
 معجزات پیغمبروں سے سرزد ہوئے بعد الوقوع واقعات تاریخی ہوتے گئے۔ یعنی مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
 ابراہیم کے لٹے و ابرق اور احوالے ہوئے کیا تو اب یہ واقعہ تاریخی ہے۔ ہم نے تو انکو ہماروں کو چنگا کرتے نہ دیکھا
 جلاتے دیکھا نہیں۔ بہ کو تحقیق کرنا پڑے گا کہ لے دیکھا اور کس نے روایت کی اور روایت کہاں تک قابل
 تسلیم ہے۔ شہادت کا یہ حال ہے کہ لوگوں کی شہادت کی زمان اور کان دونوں کے اعتبار سے ایک ٹھہرتی ہوئی ہے
 کیا تم خیال کرتے ہو کہ چین کی عملداری میں سچ بولنے والے نہیں تھے یا اب نہیں تھے اور میں۔ لیکن جو کہ ہم

ان سے وقف نہیں۔ ان کے نام تک ہم سے صحیح طور پر بولے نہیں جاتے ہم ان کی شہادت کو جھٹلاتے تو نہیں سکتے مگر ہمارے دل کو پورا اطمینان بھی نہیں ہوتا۔ یہی حال ہے واقعات کا باعتبار زمانے کے۔ ہمارے ہندوستان ہی کی تاریخ میں بہت سے واقعات ایسے مرقوم ہیں جنکے مقابلے میں مشاعرے کے ضد کی کچھ بھی وقعت اور حقیقت نہیں۔ لیکن از بسکہ غرض جدید الہمدی ایک واقعہ معلوم ہوتا ہے اور پرانے واقعات اسکے سامنے قصے کہانی۔ تو اس سے کیا نتیجہ نکلا کہ نبیائے سابقین کے کل معجزات واقع تو ضرور ہوتے۔ مگر ہماری نظر میں مرور زمانے کی وجہ افسانہ ہو گئے۔ یہ پیغمبر صاحب آخر الزمان کی خصوصیت تھی مجدد دوسری خصوصیات کے کہ ان کو قرآن کا ایسا معجزہ ملا جو ابد الابد تک ہر وقت اور ہر جگہ تازہ اور موثر رہے۔ مجھ کو حقیقت میں بڑی ہی غمی آتی ہے۔ جب میں قرآن کی فصاحت میں بحث کرتے سنتا ہوں ایسے لوگوں کو جو عبادت عربی کے اعراب بھی درست نہیں پڑھ سکتے اور نانا آہستہ سن پر چوسمان ہو کر کوئی تو کہتا ہے کہ قرآن کی ترتیب ٹھیک نہیں اور کوئی نماز سے الفاظ قرآن کے خارج کیے جانے کی کوشش کر رہا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ جن چیزوں پر سلام کو فرمائی ان کی لمبی فہرست کے سرے پر قرآن ہی۔ بالفاظہ و عبارتہ و ترتیبہ۔ خدا نہ کرے کہ مسلمان اس فحشے محمود ہوں اور وہ زمانہ آئے کہ جس کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ لوگ الجحد اور السخمد میں مختلف کرینگے پس اس کا تذکرہ ذیل کے فائز قرآن کے چھپے کیا پڑے ہیں گویا اسی وقت کے لیے متعجل ہیں *

اب ہم کفار کے اس اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ کہا کرتے تھے اِنَّا كُنَّا دِكْوًا لِّلْطَيْفِ كُنَّا لَشَيْخِ قَبْجُونٍ ترجمہ کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے ٹھا کر دل کو ایک شاعر دیوانے کے کہنے سے۔ اس میں دو باتیں ہیں شاعر اور قبجون۔ اس میں ذرا سا بھی شک نہیں کہ حضرت نے تمام عمر کبھی شعر نہیں کہا بلکہ شعرا و شاعری دونوں کی باعلان تمام مذمت کی۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَاوِیِّ اَلَّذِیْ لَا یُفْعَلُوْنَ مَا لَا یُفْعَلُوْنَ ترجمہ شاعروں کی بات پر چلیں ہی جو بے راہ ہیں۔ تو نے نہیں دیکھا کہ وہ میدان اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْغَاوِیِّ اَلَّذِیْ لَا یُفْعَلُوْنَ مَا لَا یُفْعَلُوْنَ کوسے خود اس کا مرتکب ہو۔ اور خود یقیناً کون کمالاً یفعلون کا مصداق بنے پیغمبر صاحب کسم کو میرے اور اپنے اوپر قیاس مت کر کہ وہ دن بھر کچھ بس کرتے رہتے ہیں اور سوائے کرا نا کا تین کے بلکہ کرا نا کا تین میں سے بھی سوائے کاتب دست چپکے اور کسی کو ہمارے بچہ اس کی پروا نہیں ہوتی پیغمبر صاحب کسم کا تو حال یہ تھا کہ

ایک انضمامیہ سے نکلا اور سینکڑوں ہزاروں لوگوں میں لکھا گیا۔ اگر شعر یہ تو لوگوں کو یاد کر لیتے حضرت کے رجزِ احادیث میں موجود ہیں۔ مثلاً انا ابن عبد المطلب۔ انا النبی لا کذب۔ لیکن شعر کہا ہی نہ ہو تو کیونکر کوئی آپ شعر کہہ کر پیغمبرِ صاحب کی طرف منسوب کرے اور وعید (من کذب علی متعمداً فلینبئ مقعدہ من النار) جو شخص جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھتا ہے وہ اپنا ٹھکانا جہنم ٹھہرائے گا موزوں بن جائے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ پیغمبرِ صاحب ہم شعر کہہ نہیں سکتے تھے یا کہہ تو سکتے تھے مگر بُرا سمجھ کر کہا نہیں ان دونوں میں شقِ صحیح یہی ہے کہ شعر کہنے سے عاجز تھے اور یہی عجز ان کی رسالت کی دلیل قویٰ ہے۔ اصحاب تو استفادہ اور محبت کی دبر سے بھی ہر وقت پیغمبر کو گھیرے رہتے تھے۔ واپس نبوی کے لحاظ سے ہر طرح کے نکورے مارنے کبھی کسی کے منہ سے بے ساختہ کوئی شعر بھی نکل جاتا کیونکہ شعر تو ان لوگوں کا گویا تاجیہ کلام تھا۔ تو جناب پیغمبرِ صاحب اس طرح کے اشعار پسند فرماتے۔

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ وَکُلُّ نَفْسٍ مَّا خَلَا اللّٰہَ نَافِلٌ

اس کو مکرر پڑھنے کی فرمائش کرتے اور آپ خود بھی دہراتے لیکن از بسکہ طبیعت واقع ہوئی تھی ناموزون پڑنے میں وزن فوت ہو جاتا مثلاً اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَّا خَلَا اللّٰہُ بَاطِلٌ کی جگہ اَلَا کُلُّ شَیْءٍ سِوِی اللّٰہِ بَاطِلٌ نکل جاتا تو حضرت ابو بکرؓ پر اس کا عجیب اثر ہوتا تھا عرض کرتے یا نبیؐ وَاِنِّیْ اَشْہَدُ اَنْکَ کَرَسُوْلَ اللّٰہِ۔

اور حج بھی تو ہے کہ جو شخص ایک مصرعہ تک تو موزون نہ پڑھ سکے شاعری کیا جائے۔ اور نبیؐ حیرت کی بات ہے کہ نہ شعر کہہ سکے نہ شعر موزون پڑھ سکے اور قرآن جیسے کلام فصیح و بلیغ سے منکلم ہو۔ اس حیرت کو اس کے سوا اور کوئی تاویل دفع کر ہی نہیں سکتی کہ قرآن کو کلامِ خدا مانا جائے۔ اب ایک بات یہ ہے کہ جو شخص عربی نہ جانتا ہو اس کو کس طرح تسکین ہو کہ قرآن کلامِ خدا ہے۔ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ اُسکو چاہیے خود استاد عربی پیدا کرے یا عربی دانوں کے کہنے پر یقین لائے۔ جیسے ہم سنیں کہ فلاں حکیم کوری چشم کا حکمی علاج کرتا ہے اور کوئی شخص اُسکو باور نہ کرتا ہو تو اس سے کہا جائے گا کہ بھائی اندھا بن کر آ اور امتحان کر یا دوسرے اندھے بھوکے حکیم نے بیٹا کیا ہے اُن کا کہا مان اور نہیں مانتا تو جا اپنا سر کھا۔

اعتراضات کفار میں سے اب ایک اعتراض اور رہ گیا۔ مجنون۔ اور جنہوں نے صریح کا مرض بخونہ کیا۔ وہ بھی ایک قسم کا جنون ہے اگرچہ طبیعت نہیں خدا اور خدا کے رسول سے بہتر کس کا مقدر ہو کہ جو اس کے لئے اللہ کے سوائے کل چیزیں بال ہیں ۱۲ اور ایک نعمت اللہ نازل ہو والی ہے ۱۷ آپ پر یہ وہاں پتہ رہا ہوں میں اس کی گواہی نہیں

ہوئے پیغمبر صاحبِ صلہ کو یہ جواب تسلیم کیا قل انما اعطیکم بواحدۃ انی نقولمنا للہ مکنتی وقرادی
للمکنتی واما یصلحکم من جنتہ طمہ رحمہ تو کہہ میں تو ایک ہی نصیحت کرتا ہوں تمکو کہ اٹھ کھڑے ہو اگر
کلام پر دو دو ایک ایک پھر دھیان کرو اس تمہارے رفیق کو کچھ سودا نہیں ۔

واقع میں عجیب طرح کی از خود رفتگی تھی کہ اس حالت از خود رفتگی میں ایسا کلام سرزد ہوتا تھا
ستین مہذب - معقول - مدلل - جامع فصیح و بلیغ - موثر - جس نے ایک عالم کے ہوش درست کر دیے ۔

ایک حکایت مشہور ہے کہ ایک مرنے والے کسی جاٹ سے ہنسی کی کہ جاٹ بے جاٹ تیرے
سر پر کھاٹ - جاٹ یہ کلام مقتضی سن کر بہت بھٹایا - اور آپ کو جواب سوچا تو یہ کہ مغل بے مغل تیرے سر پر
کو لو - مرنے والے کہا کہ بھی تنگ سے تنگ نہ ملی - تو جاٹ کیا کہتا ہے بلا سے بوجھ سے تو مرو گے بھگنبری
حال تھا کفار کے اعتراضات کا جناب پیغمبر صاحب کی نسبت ایذا دہی کے پلٹے جو جی میں آیا آئیں بائیں شاہین
کہنے یا اس وقت کے لوگ پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جزو کل حالات سے آگاہ تھے - بیہودہ اعتراضات
سن کر ان کی عقیدتیں زیادہ تر اسخ ہوتی جاتی تھیں ۔

اب ہمارے زمانے میں وہی پرانے وقیانوسی اعتراضات ہیں یا شاید کسی کا پرانیہ بدلا ہوا ہو
مگر لوگوں کو پیغمبر صاحب صلہ کے حالات اسلام کی حقیقت اور ہنسی سے پوری پوری لگتی نہیں ہو دے
بودا اعتراض سنا اور لڑکھڑائے شکل یہ لگ رہی ہے کہ نہ تو لوگوں کے مونہ بند کیے جاسکتے ہیں کہ اعتراض
نہیں اور نہ اعتراضات کے سننے سے تحریز ممکن ہو - ہمکو دنیاوی ضرورتیں دوسرے مذہب والوں کے ساتھ اختلاف
رکھنے پر مجبور کرتی ہیں لوگ وقف نہیں کہ صحبت ناموافق دین پر کیسا بڑا اثر کرتی ہے - کم سے کم اتنا ضرور
ہوتا ہے کہ انسان میں جو ایک صفت تسلیم کی ہو اور جکا ہونا خصوصاً دین کے لیے ناگزیر ہے اگر نہ اہل نہیں
ہو جاتی تو ضعیف ہو جانے میں شک بھی نہیں - دل ہر بات کے لیے دلیل مانگنے لگتا ہے - حضرت ابو بکر صدیق
کی ایک حکایت منقول ہے کہ جب پیغمبر صاحب نے اپنا سراج پر جانا بیان کیا تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے تصدیق
کی کسی نے پوچھا کہ تم نے ایسے عجیب معاملے کو جلدی سے کیونکر باور کر لیا تو حضرت ابو بکر نے جواب دیا اس واسطے
کہ پیغمبر صاحب صلہ نے فرمایا اس سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کو پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے
کا ایسا یقین تھا کہ ان کو دوسری دلیل کا انتظار نہیں ہوتا تھا - حضرت علیؓ فرماتے ہیں تو کان للذین بالواکی
سئل الخلفاء علی بالصلیہ ولکن رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کما صلیہ کذلک ترجمہ اگر

دین راستے سے ہوتا تو موزے کے نیچے کی طرف مسح کرنا اولیٰ تھا۔ لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ اوپر کی طرف مسح کرتے تھے پس اسی طرح میں کرتا ہوں ۴

عبدالمدین عمر صحابی کا ایک بیٹا تھا بلال عبداللہ نے اُس کی رو برو کو رکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے لَا تَمْنَعُوا لِيَا اَبْنَاكَ حُطُوْا ظَهْرِيْ مِنَ النَّاسِ اَجَلٌ تَرْجُمُهُ اِنِّيْ عورتوں کے حصوں کو مسجدوں سے نہ روکونی کہ مسجدوں میں آنے کے ثواب سے نہ روکو۔ اس پر بلال بول اٹھا وَاللّٰهُ لَنَمْنَعَنَّ عَنْ تَرْجُمِهِ خُذْ اِلَيْ قِسْمِ اُنْ كُوْرُو كَيْسَ اَبِيْ بِلَالٍ اِذْ يَبِيْ يَاتُ بَعِيْ نَهْ كُنْ يَاطَا تَحَا كَ عِبْدِ اللّٰهِ اُس کو بڑی موٹی سی گالی دے کر کہا کہ میں قول رسول نقل کرتا ہوں اور تو اُسکے خلاف کرتا ہے۔ جا میں نے تجھ کو فرزند سے عاق کیا پھر ساری عمر اُس سے بات نہ کی ایک حدیث ایسی بھی نظر سے گزری کہ کوئی صحابی اگلے وقتوں کی سُنی سُنی ایک حکایت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رو برو بیان کر رہے تھے اس میں کہیں مذکورہ گیا کہ بیل بولا حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ بھلا کہیں بیل بھی بولے ہیں یہ سن کر پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا کہ تجھ کو بیل کا بولنا عجیب معلوم ہوتا ہی نہیں خدا اور اُس کی قدرت پر ایمان لاتا ہوں اور ابو بکرؓ بھی۔ پھر سکون نفس کے یہ تو بڑے اعلیٰ مدارج ہیں ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتے۔ مگر آدمی کو ایسا شکی بھی نہیں ہونا چاہیے کہ عقل کے بدون ٹکڑا ہی نہ ٹوڑے دنیا اور دین دونوں میں عجیب طور کا نازک تعلق ہے ۵

دنیا خواہی و دین ہے طلبی این ناز بخت نہ پدر باید کرد

ہم خدا خواہی و ہم دنیا کے دوں این خیال است و محال است جنوں

یہ اور ہر طرح کے اوہبت سے مقولات ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا اور دین ضد یکدگر ہیں مگر کیا کیا چیت چیم کائن ترحمہ ضدین جمع نہیں ہوتیں۔ لیکن اگر دنیا اور دین ضد یکدگر ہوں تو ہم کو دنیا میں پیدا کرنا اور پھر کہنا کہ دین دار بن کر رہو طلب محال ہو ایسا عبارت دیگر ظلم اور ظلم سے پاک ہی ان اللہ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَٰكِنْ النَّاسُ اَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُوْنَ ترحمہ اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا پر لوگ اپنا آپ بُرا کرتے ہیں ۵

در بیانِ حق و دریا تحت بندم کردہ بازے گوئی کہ دامن کن جُشیا رباش

لیکن جن مقولات سے دنیا اور دین کا ضد یکدگر ہونا ظاہر ہوتا ہے وہ بھی بڑے دینداروں کے مقولے ہیں پس کوئی وجہ تفریق پیدا کرنی ہوگی وہ یہ ہے کہ حقیقت میں دنیا کو خادِم دین بنا کر رکھنا ہے یعنی چاہیے کہ مقصد واصلی دین ہو اور دنیا اُس کی تابع جیسے سوئے کے ساتھ روکن مثلاً لھنی کہ اگر کوئی شخص مالِ حرام

کہتے ہیں اسے رب جہنم تعین کیا سو تو لکھ جھکومانے والوں کے ساتھ۔ اور جھکوا کیا ہو کہ یقین نہ لادیں السلام
پر اور جو پہونچا ہم پاس حق اور جھکو توقع ہی کہ داخل کرے جھکو رہ ہمارا ساتھ نیک بختوں کے۔ پھر ان کو بدلا
دیا ان کے رہنے اس کے پر باغ۔ پیچھے ان کے ہستی نہیں۔ رہا کریں ان میں اور یہ ہی بدلائم کی کرنے والوں کا ہے
اسلام نے اتنا ہی نہیں کیا بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کو یہود کے نالائق حملوں سے بچایا۔ ابھی
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت ہی احسان فراموش کہ ہاتھ دھو کر اسلام کے پیچھے پڑی ہے۔ انہی کی سنی سنائی
دوسرے لوگ بھی دھوا دیتے ہیں۔ جن کے پاس گھر کی جمع پونجی خاک پتھر نہیں۔ جھکو عیسائیوں کے مقابلے میں
چند در چند شکلیں واقع ہیں جسے بڑی شکل تو یہ ہی کہ عیسائی ہمارے پیغمبر صاحب صلعم کو جو ان کا جی چاہتے ہیں
ہم جناب مسیح علیہ السلام یا ان کی والدہ یا انجیل کی مذمت کا کوئی کلمہ نہ سے نکالیں سیدھے جہنم میں چلا جائیں
ان شکلوں کے دوسرے اپنی ناک کٹائے اور تھوڑی دیر کے لئے یہودی بن جائے تب کہیں جا کر عیسائیوں
سے برسر آئے۔ دوسری شکل جو جھکو عیسائیوں کے مقابلے میں اس وقت درپیش ہی یہ ہے کہ زمانہ اس وقت
عیسائیوں کا مساعد ہے۔ لیاقت دولت۔ حکومت یعنی دنیا چھڈاؤ فیروز خانہ خاندانے ان لوگوں کو دوسے رکھی ہوئی

ہر کہ پانچ روز نوبت اوست

ثَلَاثَ الْاَيَّامٍ نُّذَاوَلْهَا بَيْنَ النَّاسِ ترجمہ ان دنوں کو ہم لوگوں میں پھیرتے رہتے ہیں۔
یہ ایک بڑی دلیل ان کے فیروغیں ہی ہر شخص جان نہیں سکتا کہ دنیا سے دین کو کہاں نکالتا ہے
پہونچتی ہے انسان علی دین ملو کہ ہم ترجمہ لوگ اپنے بادشاہ کے طریق پر ہوتے ہیں۔ لوگ نہ سے نہیں
کہتے اور کہ نہیں سکتے۔ مگر انسان کا دل ہی خدا نے ایسا بنایا ہے کہ جس کو اپنے سے برتر اور بہتر حالت میں
دیکھتا ہے اس کی ساری اوادوں کو پسند کرنے لگتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ انگریز مذہب میں حکومت سے کی طرح
کا فائدہ نہیں اٹھانا چاہتے۔ لیکن بے چارے جو ایک مطلب حاصل ہو تو چاہتے ہی کیا ضرورت ہی جیسے
ایک کا شکر کا کھیت نہر کے کنارے نشیب میں واقع ہے وہ اگر نہر سے پانی نہ بھی لے تاہم نہر کو فائدہ
پہونچا رہی ہو یا نہ شاید اسی مہول کے مطابق ایک فاصلہ خاص تک ان لوگوں کو پانی کا محصول دینا پڑتا
جن کی زمین اطراف نہر میں واقع ہی پانی لیں یا نہ لیں۔ لیکن یہ ساری خارجی قوتیں ایک طرف اور نفس اند
کا ضعف داخلی ایک طرف مثلاً الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ اَوْلِيَاءَ مِثْلُ الْعَنْكَبُوتِ ۚ اتَّخَذَتْ بَيْتًا

۱۲ تمام پہلوؤں سے ۱۲ صفحہ حق میں ۱۲

اَلَا اَوْ هٰذَا الْبَيِّنَاتُ لَبَّيْتُ اَلْعَمَلُ كَمَا دَت اُنْ لَوُكُوں كى جنہوں نے اللہ كو چھوڑ كر اور لوں كو
 حمایتى بنایا مكرسى كى كَمَا دَت جيسى ہى كہ بنا لیا اُس نے ايك گھر اور سب گھروں ميں بودا سو مكرسى كا گھر۔ كسى
 مذہب كا پابند نہ ہو كر اسلام پر اعتراض كرے ميںنا تجوں كا كھيل نہيں ہى جو شخص شيشى كا گھر ركھتا ہوا وسكو دوسرے
 گھروں پر ڈھيلے پھينكے كيا مناسب ہيں۔ ع

كلوخ انداز را پادشش سنگ ست

اگر كسى نے پتھر كھينچ مارا تو سارا ڈھو ڈاچكنا چور ہو كر رہ جائے گا۔ مگر لوں كو كہ جن پر ڈھيلے پھينكے جاتى ہيں
 انكو معلوم نہيں كہ ڈھيلے پھينكے والوں كا گھر كا بچ كا ہى۔ يا جب گھر پر ڈھيلا آتا ہے تو جواب دينے كے ليے
 پتھر پتھر نہيں آتا۔ احمقوں كو تدبير بھى سوچتى ہى تو يہ كہ چلو بھائى گھر چھوڑ بھاڑ كر كلوخ اندازوں كے محلے ميں
 چل بسے ميں نہيں كھڑا ہوا فى مقامى ہذا اس غرض سے كہ اسلام پر جو اعتراض لوگ كرتے آئے اور كرتے
 ہيں ان كے سبب اب لوں يہ كام نہ ايكٹ نہ كا ہے نہ ايك پستے كا نہ ايك مينے كا نہ ايك برس كا۔ بلکہ برسوں
 كا۔ اور اسكے ليے ايك علم جدا كا نہ مدون ہى علم كلام۔ اور ميں پہلے كہ چكا ہوں كہ ميں اس علم سے كسى قدر بڑھتا
 ہوں كسى ايك مذہب كا نشان دو۔ جس كو مبالغے اور مناظرے نے معدوم كر ديا ہو۔ اگر سارى عمر ڈھونڈا كر دو
 ايسا مذہب نہيں پائو گے۔ جب بت پرستى جيسى چيز كسى كے كيے معدوم نہ ہو سكى تو كسى مذہب كے ور پلے
 ہونا كيا فائدہ دے سكتا ہے۔ لوگوں كو تبديل مذہب كرتے ہوئے سن كر ميرے دل پر اس سے زيادہ
 اثر نہيں ہوتا كہ جيسے سنوں كسى شخص نے فرض كر و چند لوٹے پانى مثلاً ديائے روى سے ليكر چناب ميں
 ڈال ديا اس سے نہ رادى پايا ب ہوگيا اور نہ چناب ميں كچھ غيبر معمولى طغيانى آگى۔ بات يہ ہى كہ مذہب فى نفس
 چيز ہى ايسى ہے جس ميں سب سمجھتى كو بہت بڑا دخل ہى اور اختلاف رائے كا حال يہ ہى كہ ايك چيز كو ايك شخص
 نہايت سچے دل سے اچھا سمجھتا ہے۔ اور دوسرا ايسى چيز كو ايسى طرح نہايت سچے دل سے بُرا۔ سعدى نے
 اس مطلب كو كيسى اچھى طرح ادا كيا ہے۔

يكے جو دوسراں مناظرہ كر و نہ	چناب كہ خندہ گرفت از نزاع ايشانم
يهود گفت بتوريت سے خورم سوگند	وگر دروغ بود سچو تو مسلمانم
بطيغ گفت مسلمان كہ گرفتالت من	صحیح نیست خدایا ہو فی راخم
گراز بیطر میں عقل منعدم گر و	بخود گمان نبه و بچا كس كہ نادانم

میں اس اختلاف راہی کو بھی آیات اللہ میں سے خیال کرتا ہوں جیسے دَرِیْنِ اَیَاتِہِ اِلْتِفَاقُ اَلْسَنِیْکُمُ وَاَلَا اَکْثَرُ
 ترجمہ تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا مختلف ہونا بھی اللہ کے آیات میں سے ہی۔ اور جب اختلاف راہی
 آیت اللہ صہرا تو اس کے منہ کا کبھی خیال بھی نہ کرنا۔ چنانچہ خدا سے تعالیٰ خود فرماتا ہے وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَ الْکَافِرِ
 اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا یَزَالُ اَوْنٌ مُّخْتَلِفِیْنِ اِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّکَ ذٰلِکَ لَکُم مِّنْ تَرْجُمَہِ اِذَا ہَا ہُنَا اللہ لو گوں کو ایک
 طریق و دین اپر بناتا (لیکن ایسا نہیں بنایا) وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہے۔ مگر
 جن پر تیرا رب رحم کرے لِذٰلِکَ خَلَقْتُمْ صَافٍ بَرَّاءَ ہے کہ اختلاف مذاہب غلط انسان کی علت غائی ہے
 اور منظور یہ ہے کہ لوگ اختلاف کریں اور خدا کو ان لوگوں پر رحمت نازل کرنے کا موقع ملے جو صراطِ مستقیم
 سے متزلزل نہ ہوں۔ اگر عقل کو اسکی حد سے تجاوز نہ ہونے دو اور سکھو میں تک مذہب میں دخل دو جہاں تک
 اس کی رسائی ہی تو تم خدا کے بنائے ہو۔ یقین کر کے ماننا کہ جملہ مذہب میں اسلام سب سے زیادہ محفوظ ہے بیشک
 اسلام میں لوگوں کی غلط فہمی یا افراط و تفریط یا تعصب کی وجہ سے بعض اوپری باتیں بھی داخل ہو گئی ہیں اور
 کوئی مذہب ایسے تصرفات سے بچا ہوا نہیں۔ اور بہت سی باتیں ظاہر ہیں تو خلاف عقل معلوم ہوتی ہیں۔ مگر فی
 الحقیقت ان میں مسلح عقل نہیں۔ لیکن تاہم اسلام کے اصول ایسے عمدہ اور محفل اور سلیس ہیں کہ کوئی ذہن
 مذہب ان سے لگا نہیں کھاتا۔ دین کی ساری عمارت اس ایک ستون پر کھڑی ہے کہ خدا ایک ہے۔ جہاں کہیں اس
 ستون کو ڈھکنا ہو یا پائو پس سمجھ لو کہ تمام عمارت بے بنیاد ہے علی شفا جریف ہا و فاقہا کربہا فی ناری جملہ
 ترجمہ و جہنہ والی کھائی کے کنارے پر پھر اسی کو لیکر گر پڑا ورنہ کی لگ میں۔ یہی ستون کو کھڑا اٹھا تھا
 مشرک تو مشرک جن کو موجد ہونے کا دعوے تھا۔ جیسے یہود و نصاریٰ۔ انہوں نے بھی توحید کی ٹہنی ہلا
 کر رکھی تھی۔ اسی ستون کو محکم اور مضبوط اور ستوار اور پائدار کرنے کے لئے پیغمبر آخر الزمان مبعوث ہوئے خدا
 اور بندے میں باپ بیٹی کا رشتہ بھانہ تہی کا تماشا ایک تین اور تین ایک جو از روے اصول ہندو سہ بدانتہ
 باطل و کالت الیہود و غیر ذلک اللہ و قال لے النَّصَارَی السَّیِّئَاتِ اِنَّ اللّٰہَ ذٰلِکَ قَوْلُهُمْ یَا ذُو اِلَہِمَّ یُضَافُ
 قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلِ قَوْلِهِمْ اللّٰہُ اَنّٰی یُوَفِّکُوْنَ اِحْثٰنًا وَّالْحِیَارَہُمْ وَرُحْبَاتُهُمْ اَنْ کَبَّ اَبَا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ
 وَاَلِیْسَ بِنُورِہِمْ وَمَا اَمْرُوْا اِلَّا لَیْعَبُدُوْا اِلَہًا وَّاحِدًا لَا اِلَہَ اِلَّا ہُوَ سُبْحٰنَہُ عَمَّا یُشْرَکُوْنَ ترجمہ اور یہ
 کہ مزید نیانہ کا اور نصاریٰ نے کہا سچ میاں اللہ کا یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ریس کرنے لگو لگے خدا
 کی بات کی مار ڈالے ان کو اللہ کہاں سے پھیرے جاتے ہیں ٹھہراتے ہیں اپنے عالم اور دوشیوں کو خدا

درویشوں کو خدا اسد کو چھوڑ کر اور مسیح میح کے بیٹے کو ادھ گم ہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب کی کسی کی ہنگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہی ان کے شریک بنانے سے +

چونکہ خدا انہی ابدی ہے اس کا دین قبول بھی انہی ابدی ہونا چاہیئے۔ اسلام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ نبی چیلے کر آیا۔ اور اگر ایسا دعویٰ کرتا تو وہ دعویٰ ہی اسکی تکذیب کرتا۔ ہم مسلمان جن ادیان کا منہل من اندھونا مانتے ہیں ان میں فرق اگر ہے تو جزئیات اور فرع کا نہ کلیات اور اصل کا۔ میں نے کلیات اور اصول ہی کے اعتبار سے کہا کہ اسلام کوئی نئی چیز نہیں لایا اور کلیات اور اصول کے اعتبار سے جو باقرآن میں پیغمبر صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے مَصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ترجمہ سچا کرنے والا جو اس کے آگے ہی لیکن اگر اہل کتاب ہم سے اصول میں اختلاف کریں جیسا کہ کر رہے ہیں تو اسلام ہرگز ان کا مصدق نہیں ہمارا عقیدہ تو یہ ہی کہ جتنے پیغمبر خدا نے بھیجے سب بلا خلاف ہلاست شمار توحید کو تسلیم کرتے آئے یہ پیغمبروں کا نہیں بلکہ ان کی امتوں کا قصور ہی کہ توحید کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دین میں جو عقلی باتیں ہیں ان میں سے پہلے اور سب کا مدعا علیہ توحید ہی جب تثلیث کہ وہ بھی شرک ہی خلاف عقل زبردستی ہمارے دل میں آتا رہی تو اس کے صاف یہ معنی ہونگے کہ عقل کو دین میں دخل نہیں پھر آدمی کو کف کیونکر ٹھہر سکتا ہے حقیقت میں ہم کو سخت حیرت ہوتی ہی کہ معتقد تثلیث ہو کر عیسائیوں کو دوسرے مذهب پر اگر یہ شرک بت پرستی ہی کیوں نہ ہو اعتراض کرنے کی کیونکر ہرأت ہوتی ہے۔ میں دیر سے چاہتا ہوں کہ لکھ کر تمام کروں۔ مگر لوگوں کی کوئی نہ کوئی حل کئی بات یاد آتی ہی۔ اور آپ جانتے ہیں کہ یاد آئے پیچھے چپ رہنا مشکل۔ کہتے ہیں پیغمبر کی آنے کی ضرورت دکھاؤ کیونکہ جھوٹ بولنا بُرا ہے اور سچ بولنا اچھا ہے یہ اور اس طرح کی اور اساطیر والا وَلَیِّنَ اَبَا عَن جَدِّ حَمِیْمِ ہوں کی کمائیاں۔ بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں۔ پھر یہ دکھاؤ کہ ایسی ضرورتیں آگے کے لیے بند ہوں کیونکہ مسلمان اپنے پیغمبر صاحب کو نہ صرف پیغمبر مانتے ہیں۔ بلکہ ختم المرسلین بھی۔ حالانکہ جیسے ہی ایک اعتراض خود قرآن میں منقول ہیں مثلاً اُس وقت کے لوگ اعتراض کرتے تھے لَوْ اَنزَلَ هَذَا الْقُرْآنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنْ الْقُرْآنِ عَلٰی عَظِیْمٍ لَّكَ تَوْحِیْنٌ حَتّٰی تَوَّیْ فِیْ مِثْلِ مَا وُفِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ہ ترجمہ کیوں نہیں آتا را گیا ہو قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بیٹوں کے ہم نہ مانیں گے جب تک ہم کو نہ ملے جیسا کہ کچھ پاتے ہیں لکھ کر رسول کے جواب میں خدا سے فرماتا ہے اَھُمْ یَقْنِیْمُوْنَ رَحْمَۃَ رَبِّكَ اللّٰہُ اَعْلَمُ حِثُّ یُجْعَلُ رِسَالَتُہٗ ترجمہ کیا وہ جانتے ہیں تیرے رب کی مہربانی بہتر جانتا ہے جہاں بھیجے اپنے پیغام +

اس طرح کے فضائل کا پدید کرنا گویا خدا کو خدائی سکھانا ہے۔ اور اگر ایسے خدشات کا دروازہ کھول دیا جائے تو
 بیچارے دین کے پیچھے پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ دنیاوی امور میں خدا کو بہت سی صلاحیں بتائی جاسکتی ہیں
 مثلاً ہم تو معتقد ہیں کہ انسان کی خلقت اس تعویذ کے طور پر واقع ہوئی ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ
 تَقْوِيمٍ ترجمہ ہونے بنایا آدمی خوب خوب انداز سے پر۔ بلکہ انسان پر کیا موقوف ہو أَحْسَنَ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ
 ترجمہ جو چیز بنائی اچھی بنائی۔ اگر کوئی بد دین کہنا چاہے تو کون اس کا مومنہ بند کرے گا کہ اگر کبھی کی طرح ایک لکھ
 آنکھیں انسان کی ہوتیں تو کیا قباحت تھی یا اللہ نہ سہی کم سے کم گھنٹی میں دو آنکھیں تو لگا دی ہوتیں کہ گردن
 پھیر کر دیکھنے کی رحمت سے بچنا۔ اس قسم کی باتیں میں جتنے خطرے آگاہ کرنے کے لیے میں بکھڑا ہوا ہوں اسی
 بائبل سے دین کا استخفاف اور اس کے ساتھ استہزاء لازم آتا ہے اور ایسے خیالات کے منجر بکھر ہونے کا کافی
 ہے۔ پوراپور عالم تو خدا کو ہے۔ لیکن جہاں تک ہماری عقل ناقص کام کرتی ہے اسلام سے دین و مذہب کو
 بہت ہی بڑے فائدے پہنچے ہیں۔ خدا شناسی خدا پرستی کس نے سکھائی۔ اسلام نے۔ توحید کو کس نے ہاں
 صاف کیا اسلام نے۔ انسان کو شرک اور بت پرستی کی مذلت سے کس نے نکالا اسلام نے۔ انسان کو ہر
 مخلوقات تو خدا نے بنایا۔ مگر کس نے اس کو ایسا برتاؤ سکھایا جو اشرف المخلوقات کے لیے شایاں تھا اسلام نے
 مشکوٰۃ واداریہ ایسی کی دینی مشکلات معلوم نہیں مثلاً انکے احکام عشرہ پڑھو تو سمجھو کہ وہ احکام ناممکن نہیں
 ہونے کی وجہ سے احکام بتائی ہیں۔ ان مختصروں سے انسان کو کس نے نجات دی۔ اسلام نے۔ یَا مُرْءُونَ بِالْمَعْرُوفِ
 وَانْتَرِہُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَحُجَّیْمٌ عَلَیْہُمْ الْحَبَابُ ۚ وَیُضِیْعُ عَنْہُمْ اَصْرُہُمْ وَاَلَا اَعْلَاکَ اَلْیَ کَا تَنَا
 عَلَیْہُمْ ۚ ترجمہ بتا دیجئے ان کو نیک کام اور منع کرنا ہے انکو برے سے اور حلال کرنا ہے ان کے واسطے سب ہاں
 چیزیں اور حرام کرنا ہے ان پر ناپاک اور اتارنا ہے ان سے بوجھ ان کے اور بھانسیاں جو ان پر تھیں۔ انسان کو
 یہ آسان تدبیر کس نے بتائی کہ وہ آپ اپنا گناہ معاف کر لے سکتا ہے۔ اسلام نے ۔

یہاں تو مسلمان بھی کان کھڑے کرینگے کہ اپنا گناہ آپ معاف کر لیا گیا معنی۔ سو بھائیوں لفظوں کے پیچھے ہے
 خدا فرماتا ہے قُلْ یَا عِبَادِیَ الذِّیْنَ اَسْرَفُوْا عَلَیْ اَنْفُسِہُمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذَّنْبَ جَمِیْعًا ۚ
 اَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ترجمہ اے بندو میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر نہ اس توڑ واسطے کہ
 بے شک بخشتا ہے اللہ سب گناہ وہ جو ہے وہی ہو گناہ معاف کرنے والا۔ یہاں ذرا تبصیر پر نظر کرو جملہ
 مصدرہ بیان الذَّنْبِ میں الف لام متفرق کا اس پر جمع کا کیا تاکید اس پر دوسری تاکید ہے اَھُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

دوسری جگہ فرمایا وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ الذُّكْرَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْقُبُ بَيْنَ السَّيِّئَاتِ مَرَجُهُ وَوَهِيَ هِيَ جَوْ تَوْبَةٍ قَبُولِ
 کرتا ہے اور برائیوں کو معاف کرتا ہے اُدْعُوْنِي اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَاِذَا سَأَلْتُمْ عَنِّي فَقَدْ قَاتِي قَرِيْبًا اُجِيبُ
 دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَاكَ اِنْ كُنْتَ تَدْعُوْنِي وَلَوْ مِنْ تَحْتِ السَّيِّئَاتِ مَرَجُهُ مَرَجُهُ مَرَجُهُ مَرَجُهُ مَرَجُهُ مَرَجُهُ مَرَجُهُ
 اور جب تجھ سے پوچھیں بندے میرے مجھ کو تو میں نزدیک پہنچتا ہوں پکارنیوالے کی پکار کو جس وقت مجھ کو
 پکارتا ہے تو چاہیے کہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں مجھ پر شاید نیک راہ پر آویں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْتَلِفُ اِلَّا فِي كَذِبٍ مَرَجُهُ
 اللہ و عیسے کے خلاف نہیں کرتا۔

ان سب آیتوں کے ملانے سے کیا نتیجہ نکلتا ہے کہ توبہ کرو خدا قبول کرتا ہے اور توبہ فعل ہے
 بندے کا اختیاری۔ اب پھر مطلب کا وہی سلسلہ اختیار کرو۔ بہشت و دوزخ کے حالات کس سے لے کر عیسائی شریعت
 و بطع کے ساتھ بیان کیے کہ گویا دونوں کو چشم بردھکھا دیا اسلام نے۔ ورنہ عیسائیوں میں بہشت کے واسطے
 صرف ایک ہی لفظ تھا۔ خدا کی بادشاہت۔ اس لفظ کے معنی اب بھی اچھی طرح میری سمجھ میں نہیں آتے۔ دنیا
 میں بھی خدا کی بادشاہت ہی۔ یہاں بھی اعتراض کرنے والے نہیں چوکتے۔ بُرے لفظوں میں کہتے ہیں
 کہ مسلمانوں کی بہشت سے خدا کی تقدیس کو بٹا لگتا ہے۔ کتنے مسلمان اس اعتراض کو سن کر بد عقیدت
 ہو گئے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ بیش بریں نیست بہشت میں دنیا کے سے مزے ہوں گے۔ سو دنیا ہی کے
 پید کرنے سے خدا کی تقدیس میں کون سا بٹا لگ گیا کہ بہشت کی وجہ سے لگ جائے گا۔ یہ پھر وہی خدا کو
 خدائی تعلیم کرنے کی بات آئی۔ یعنی خدا نے توالد تناسل کا جو قاعدہ ٹھہرا رکھا ہے اور جس سے ہر شخص ننگ کرتا
 ہے اگرچہ علی وجہ الحلال ہی کیوں نہ ہو قابل تبدیل ہے قرآن جیسی کتاب صیح و طیح موعظ و حکم سے بھری
 ہوئی دنیا کی اصلاح کی ضامن دین کی فلاح کی تکفل مژدوں کو مخرطہ بیعتوں کو گدا کر کے والی یکسین بننے
 والی۔ لہذا روحانی سے شفا دینے والی۔ اہل دنیا کو کس نے عنایت کی۔ اسلام نے۔ معاشرت اور تملک
 کے عہدہ ضابطے کس نے ٹھہرائے اسلام نے۔ مسلمانوں کے مسئلہ طلاق پر تو اعتراض کیا جاتا ہے اور بدو
 اے کار برتری ہو نہیں سکتی تو سول سپریشن کے نام سے اسکے لئے مقدمے لڑائے جاتے ہیں۔ حتیٰ
 اسلام سے پیدا ہوا اب کوئی قوم نہیں جس نے اس کو ختم یا رد نہ کر لیا ہو۔ بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کی
 لے ایک مکی طلاق ہے جو عدالت سے حاصل کی جاتی ہے۔ جب نہ بچے عیسائیوں کی مذہب کی تو انہوں نے یہ
 الزام حاصل کیا ہے

شرع میں احکام ظاہر پر بڑا زور تھا۔ حضرت عیسیٰ نے ظاہر سے قطع نظر کی باطن پر توجہ کی یہ خاصہ شرع
 محمدی ہی کا ہے کہ اس نے ظاہر و باطن دونوں کی درستی کا بیڑا اٹھایا اور موسوی اور عیسوی شیعوں
 کے نقصان کو پورا کیا۔ اور جب کہ ظاہر و باطن کے مجموعے پر انسان کی ہستی کا خاتمہ
 ہے پس شرع محمدی آپ سے آپ آخری شریعت اور جناب پیغمبر خدا صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین ہیں یہ ہیں معنی ختم رسالت کے
 تو اسے بھائیو! میں تکوینیت کرتا ہوں جو کہ حضرت ابراہیم
 اور حضرت ابراہیم کے بعد حضرت یعقوبؑ نے اپنی بیوی
 کی تھی۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰ لَكُمْ الدِّينَ قُلًا
 تَمُوْنُ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ

ترجمہ اللہ نے چن لیا تمہارے واسطے دین کو۔ پس تم نہ مرو۔ مگر مسلمان ہو کر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مضمون

چو لانا مولوی حافظ محمد زید احمد خان صاحب نے مدرسہ طبیہ دہلی کے پہلے

سالانہ جلسے میں پڑھا

تمہید

یہ پہلی سالگرہ مدرسہ طبیہ دہلی کی تھی اور ہندوستانیوں کے ابتدائی جوش مشور میں اسکی مناسبت کچھ بھی تھا۔ صاحب نے پٹی کشتہ بارہ نے اس سے کی طرف شروع سے التفات فرمایا ہے اور حسبِ وقت

مجلس تھے

میں بھی عجیب آدمی ہوں۔ جب مدرسہ طبیہ کی تجویز درپیش تھی تو بڑے زور سے اس کا موافق تھا۔ مدرسہ کھلاتو
آئندہ کی کامیابی سے مایوس۔ اور آج جو مدرسہ کی پہلی سالگرہ ہو حکیم محمد عبدالجید خان صاحب کو مبارکباد دینی
کے لئے موجود۔ بلا سے لوگ مجھ کو زود و فرہ و زود لاغز اور میری رائے کو متزلزل سمجھیں مگر یہ کہ کو ایسے ایسے
اور اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر دھوم دھڑکے کے سینکڑوں ہزاروں سال گزریں ضعیف عین عارضین اور جملہ جہاں آئین
یہ تو نمازی آئین نہیں کہ عقیدوں کو غرہ ہو سب کے سب پکار کے آئین کو۔ اگرچہ یہ مدرسہ بجا تھا الوجود ہمارے
درو کی دوا نہیں اور ابھی برسوں ہمارے درو کی دوا نہیں ہو سکتا خدا کرے یہ پیشین گوئی بھی ایسی ہی غلط ثابت ہو
جیسی سالگرہ کی، مگر حکیم عبدالجید خان صاحب نے جو رپورٹ پڑھ کر سنائی میں اسکو مدرسہ کے حق میں خال نیک سمجھتا ہوں۔ ع
سالے کہ نکوست از بہارش پیتا۔ الاب یہی تو راگ آپے آپ اچھا ہو گا ایک برس اور ایک بھی پہلا کیا بظاہر
رکھتا ہی۔ کوئی مجھ جیسا بچہ ہمت ہارا ایسے اہم کام کا بیڑا اٹھاتا تو ابھی تک مضروب ہی سوچا کرتا حکیم عبدالجید

صاحبؔ تو گویا ہتیلی پر پرسیوں جاکر دکھا دی۔ ایک ہی برس میں مدرسہ جاری بھی ہوا۔ ۵۷ طالب علم بھی اطراف ہوا
سے سمیٹ لیے۔ جماعت بندی بھی کر دی۔ پڑھایا اور امتحان بھی دلویا اور خاصگی میانی کے ساتھ دلویا کر کے ۴۴
طلبہ نے امتحان دیا۔ اس کا میاں بھنوں نے متھے پائے انعام لیے میں ان طالب العلوں کی حالت پر حسد تو نہیں
رشتک ضرور کرتا ہوں۔ مخرج ملا اور شرح تہذیب پڑھتا ہوا ہلی کالج میں داخل ہوا تھا۔ یہ حال کاسٹرن سکول نہیں بلکہ
کے غدر سے پہلے کالج جن کو تمام ہندوستان کی تعلیم گاہیں مانتی تھیں (خدا اسکو جنت نصیب کرے)
نوبرس محنت کرنے کرتے تھے پاک ہو گیا مگر کے ساری عمر کی تحصیل میں ایک تمغہ نصیب ہوا وہ بھی کورس کی کتاب
پر نہیں بلکہ جواب مضمون پر تمغہ غدر میں لٹ گیا۔ اسکا ملنا یاد ہو۔ مضمون فراموش۔ شاید تیس سالہ خان
بہادر مولوی محمد ذکاء اللہ کو یاد ہو گا۔ اہل توان کا حافظہ ماشاء اللہ قوی ہی۔ دوسرے ہم جماعت ہوئے
سے طالب العلوں ایک طرح کا محاسدہ قائم ہو جاتا ہی اور وہ محاسدہ محمد ہی جو شوق کو مشتعل و مشقت کو ہلکا
کرتا رہتا ہی۔ تمغہ ملے ہوئے دیکھ کر انھوں نے مجھ کو ضرور بڑی طرح گھورا ہو گا ادب بھی باوجودیکہ صاحبؔ کی کشتی
بہادر موجود ہیں بڑی طرح گھور رہے ہیں۔ ان دنوں اگر یہ مدرسہ کھلا ہوتا تو میں معمول کر بھی کالج کی طرف رخ نہ کرتا
کوہ کنڈن وکاہ برآوردن۔ سفر سے تمہارے اسی مدرسے میں طبت پڑھتا۔ پہلے ہی بریں وظیفہ اور انعام اور توفیق
لتیا۔ چار برس میں فارغ۔ سند لیکر نکلتا تو لوگوں کی تندرستی اور زندگی پر حکمرانی کرتا۔ جو مرناس کا الزام خدا پر اور جو بچتا
میرے تشخیص صائب مقصد میری توجہ کا ممنون۔ مجھ کو کالج کی تعلیم سے بہت بڑا فیض پہنچا اسی تعلیم کے طفیل میں
میں نے بڑی سے بڑی نوکریاں کیں۔ تاہم میں کبھی افسوس کیا کرتا ہوں کہ میں نے طبابت کیوں نہ اختیار کی۔ اگرچہ
گئی ہوتی تو تین چار سلوں کے دلدار پار تھے۔ اگلے وقتوں میں اور اگلے وقتوں سے جالینوس کا زمانہ مراد
نہیں بلکہ غدر سے پہلے تک اطباء یونانی احتساباً علاج کرتے تھے اب اکثروں کی دیکھا دیکھی لینے لگے ہیں الا
ماشاء اللہ اگر کسی سیکڑی سے نہیں جو لیتے ہیں وہ بھی عجیب مضائقے کے ساتھ باہر ارجان خواستگار اور اوپر
دل سے انکار میں چلے منڈیا ہلاتے وہ ادا بھی کیجئے کے لائق ہوتی ہی اور میں خیال کرتا ہوں محتاج تعلیم ہی
بے مشق و مہرن انہیں سکتی۔ خدا جانے مدرسہ طبیہ کے کورس میں ہی یا نہیں مگر ہونی چاہیے۔ بہر کیف اے طلبہ
الطیب تم نے بڑا شریف فن اختیار کیا ہی۔ ہم خرا و ہم ثواب۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ مدرسے کی سند حاصل کرنے
سے تم طبیب بن بیٹھو گے۔ بڑی سنبھری مقبولیت عند الناس اور وہ ٹیڑھی کھیر ہے۔ جسکو چاہیے۔ متعلقہ و غائر متعلقہ
مطالب تفتیش تحقیق حسن اخلاق نخبہ قلوب۔ یہ زمانہ کا پیش بینی منافست کا ہی۔ طالبہ میں یہ خیال کرتے ہیں کہ

انگریزوں نے ہکونبرٹ و سیف زور کیا۔ زوال سلطنت کی وجہ سے ہم لوگ مغل حق محتج ہو گئے۔ لیکن یہ خیال محض غلط ہے۔ انگریز
 ہم سے بزور شمشیر خراج لیتے نہ ہکونبرٹ و کررتے ہیں کہ ان کی بنائی ہوئی چیزیں خواہی خواہی استعمال کریں مگر یوں کہو
 کہ انگریز بزور ہندو ہمارے روزی چھینتے چلے جاتے ہیں اس کا پیش نے ہندوستانی بھی چیزوں کو نقصان پہنچایا اور
 شاید سب سے زیادہ طب کے۔ اگر اس در سے کی اعتراض کامل طور پر پوری نہیں کی جائیں گی تو آئندہ عیسوی صدی کا پہلا
 ثلث یا غایت درجہ نصف نگہ کرنے پلے گا کہ طب یونانی کی وہی گت ہوگی۔ جو اسکی آپاوند کی کی ہوئی۔ نام معلوم
 معلوم۔ **وَاللّٰهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ**۔ جن مصیبتوں سے ہم بچے اور اسی شہر کے سرسید محمد خاں نے علی گڑھ کا کچھ کیا اور
 کچھ کیا کیا۔ بڑے میاں کے خیالات کے مطابق تو ابھی بالغانے کا زینہ تک بھی نہ تھے نہیں بہر کیف ان مصیبتوں کو ستر
 ہی کچھ جانتا ہوگا ہم ان مصیبتوں میں شریک نہیں ہو تو دیکھتے تو رہی ہیں۔ ان مصیبتوں کی وجہ سے میرا دل بھڑک کر کھڑا
 تھا۔ پھر میں نے خیال کیا کہ آج ساری ہندوستان میں حکیم عبدالعجید خاں صاحب کی طبابت کا طوطی بول رہا ہے۔ اور ضرورت
 بھی انھوں نے ایسی شہادتیں دی کہ دنیا کی دوسری تمام ضرورتیں اسی پر تفرع ہیں حکیم عبدالعجید خاں صاحب کے اشارہ کرنے
 کی دیر ہی۔ روپے کے انار لگائیں تو تعجب نہیں لیکن میں دیکھتا ہوں حکیم عبدالعجید خاں صاحب کے وہی سرسید کا سا
 روئے ہوئی ہل من فرید ہائی چندہ ہائی روپیہ لیکن ہر امانتی کی بات نہیں فراہمی چندہ میں حکیم صاحب نے سرگرمی تو کی
 عکس کو وہ بات کہاں لوی مان کی ہے؟ اس کے سالانہ رپورٹ میں کھڑا رو دیا۔ محل الاخیا میں کچھ کچھ چاند سطر لکھ
 ابیں یا کسی تقریب کے لیے کا اتفاق ہوا اور خیرات دے کر کاٹ کر دیا۔ چہ خوش ہو کہ برکات دے کہ شہر و کار۔ ان باتوں
 پر پیام تبصرے سے تو نہ چندہ ملا ہی نہ ملے گا۔ صاحب۔ سرسید محمد خاں کی طرح ملک میں فقیروں کی سی جھولی لٹکا کر
 کوئی کان ناگوا میرٹس کی ڈیوٹی دھیں پڑھنا دیکھتے نہیں کھڑی ہو کر ناچو گا۔ سو لگ بھرو لوگوں سے بکٹا طماع اور
 سی بے لطف انسان اور خبر نہ پانی ساری طاقت ساری فرصت ساری عافیت ساری دولت ساری عزت غرض ساری دنیا کو فتنہ
 در سے کر دو تب بانی مدرسہ ہو گا نام لو۔ پھر حکیم عبدالعجید خاں صاحب کی یہ بھی سوچا جاوے کہ حساب کچھ ہی کیوں ہوتا
 تو ان کے شریک ہو کر اور نہ ہوں۔ یہ ایک فیصل شدہ بات ہی پس کام کو شش محدود ہوگی مسلمانوں میں جو جس جیت لقمہ
 خود فاقہ مست ہے چاہیے ہی نقد وافر طب کے فن کے واسطے۔ ہم قلندر یاں نہیں لڑیں گے واسطے۔ ذری شعری کے
 تالیف کو ملاحظہ فرمائیں گے۔ اصل میں تو شیخ ابراہیم ذوق کا مطلع ہے **چاہیے زبانیں تانیں**۔ ہم قلندر یاں نہیں
 لڑیں گے واسطے۔ ہند سے نے مقرر کیا ہی اقراری مجرم ہوں مگر کوئی سر نہ نہیں دے سکتا۔ غرض مسلمان فلسفے کے
 لینا ہی پھولوں کی سیر کے لیے نہیں۔ سلطان جی کی سترھویں کے لیے نہیں۔ میلہ باغ بہاری کے لیے نہیں۔

سلطان نظام الدین نے اپنی بیٹی کا نکاح شہر میں ہی ان کے خزانہ پر ہر سال سترھویں بجے کو غرض ہوتا ہی اس وجہ سے سترھویں شہر ہے ۱۲

گشتیوں کے اگھاڑے کے لیے نہیں کہ ایسی صورتوں کے لیے ہماری قیام کے بنے فکر سے منترنا عاقبت اندیش قرض
وام کر کے کچھ کچھ دے بھی نرتے۔ بلکہ غلامی کی بن اور زندگی کی غلطی کے لیے مسلمانوں میں سرکھ تو بہتیرے نکلیں گے
خاص کر گروہ غیر مقلدین میں مرکز رجعت کوئی ایسا ہی اس کا ولی ہو تو ہو کہ گرجاں طلبی ضیق نیست۔ زمرہ طلبی سخن نیست
مدرسی کے پیر پکٹس کو دیکھو کہ کیسے سے کی ضرورت ہی اور کس قسم کا مدرسہ بنانے میں حل سختی طلبیوں کو دو اشناس و
ساز بنا نا ہی تشریح سکھانی ہو وید کی ڈاکٹری طلبیونانی کو ملا جلا کر نئی طب بنا کر اس کو رواج دینا ہی۔ یہ باتیں منہ سے کہنے کی
آسان ہیں کر دکھانا تو غیر میں کہتا ہوں ایسا حوصلہ کرنا بھی محض عیال و خاں صاحب ہی کا کام ہی ابھی تک تمہارا اور مدرسہ میں
نیست کہ وہی پڑنے پڑھنے والا طلبیونانی کا سکول مٹی اور آف سکول ہو۔ وہ وطن اتفاق سے چند باتیں جمع ہیں
حکیم عبد الجید خاں صاحب پہلو مدرسہ طب بیتے تھے۔ شاگردوں کی حیثیت بدل ہی گئیں بھائی بے تنخواہ کے نوکر مدرسہ بنیوں۔
صاحب دہانہ تاہم رسی سامان کا فی تکفیل مصارف ہے بعض بزرگان قیام نے خدا کو جزائی خیر دی مہار و وظیفہ مقرر کر دی اپنی
باتیں جمع ہو جگہ سے تو آج یہ چند معدودین جلسہ سالانہ کی تقریر سے فراہم ہو گئیں ورنہ جو ہم کرنا چاہتے ہیں اور جو ہم کرنا چاہتے
اس کا تو ابھی شمشیر بھی نہیں خیر یہ تو نامیدی کی سی باتیں ہیں مگر سب بلا مشورہ ہمارا بیچارہ خبر بد ہو م بارگزار بہت
پریشانے والی حرات دلائے والی وادیر ہی کہ یا است رہے ہو جس کی فیاضی خیرت عبرت میں محروفت مشہور ہی پچھتر ہوا نا
مقرر کر دیا ہے۔ سی طرح خان بہادر حافظ عبد الکریم صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ رئیس میرٹھ فی تین تین سو روپیہ سالانہ اور ڈوٹیشن دینی
یکمشت چند ایک ہزار وصول ہو چکا ہے۔ یہ تو موجود ہی اور ہی کے قریب ہی جو موجود ہی۔ مدرسہ کی بڑی بہت بڑی
خوش قسمتی یہ کہ اسکی ولادت اسپر س کو تین کٹوریا کی ولادت با سعادت کے روز ہا یوس اتنی تھوڑی فصل کے بعد واقع
ہوئی کہ اکثر یقین برکت کا اس تک پہنچا یقینی ہی۔ ہمارے مصلح کے حاکم ابراہیم صاحب ڈپٹی کمشنر ہمارے اس سنگ کی طرف ہر قدر شفقت
ہیں کہ دوسرے جلسہ میں رسی کا ہوا اور دونوں جلسوں کو انہوں نے تشفی و رسی سے مشرف فرمایا ہی غالباً صاحب ڈپٹی کمشنر ہمارے اس
مدرسی کو کا خیر اور فیضانہ خلاق سمجھ کر شریک ہوئے ہوں گے۔ مگر میں اپنی نظر ہر کے دیتا ہوں کہ ایسا کرنے سے نہ صرف مدرسہ کی
انتہا فائدہ پہنچا دینے کی امید ہی بلکہ مسلمانوں کے دلائل کے اخلاق کے گرویدہ ہو گئی ہیں اور یہی ہر اصلہ ہی جو ان جیسا نا کہ
ول حاکم حاصل کر سکتا ہو۔ اب میں اپنی گفتگو کو ختم کرتا ہوں۔ بات یہی کہ جب تک مدرسے کی حالت میری خیال کے مطابق نہ رہے صرف میرے
خیال کے بلکہ اس موقع کے مطابق جو پیر پکٹس میں لائی گئی درست نہ ہو۔ مجھ سے خوب ہی کھول کر بات نہیں کی جاتی مدرسہ کو
موضوع نہ تک پہنچانے کی آپکے شش کر اور اوروں کو توجہ دلاؤ پھر لکچر تو گھر کی کھیتی ہی کہتے لکچر سونگو یا باقی صحبت باقی۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پیچ جناب مے لوحی فط محمد نیر احمد خاں صبا

جو جناب ممدوح نے مدرسہ طبیبہ دہلی کے

دو سو سالانہ جلسے میں دی

پیچ

ایک سال ارادہ تھا کہ کوئی شگفتہ سالکچر دولک لیکن ع خوسے بدرابہانہ نابیار۔ جوں ہی لکچر کا مقصد کیا کہ یاد
الکئی جنرل اعظم الدین خاں صاحب کی افسوسناک وفات اور بے ہنگام موت۔ میں نے رسم دنیا کے مطابق جنرل
اعظم الدین خاں کی موت کو بے ہنگام موت کہا۔ مگر کوئی موت بے ہنگام یعنی قبل الوقت یا بعد الوقت ہو ہی
سکتی۔ افسوس کہ لا یتسأخرون ساعة ولا یتفقدون۔ وعدے سے دم زیادہ نہ کم۔ اور اگر موت
بوسم ہنگام کہا جاسکتا ہے۔ تو بڑی کثرت سے قبل الوقت کی موتیں وہ ہیں جو شاید طب یونانی نہیں بلکہ
یونانی طبیبوں کے ہاتھوں سے ہوتی ہیں اور جن کی اقدار کے گھٹانے بلکہ ہوسے تو بالکل روک دینے کے لیے
عہدہ البجید خاں صاحب نے اس مدرسے کا ڈول ڈالا ہے۔ بے رشتگی بھی کیا بڑی چیز ہے۔ دوسرے بات کرتے
میں گز سے کہیں لین سے باہر ہو گیا۔ اور بسل سخن کے لیے پھر اعاوہ کرنا پڑا کہ میں نے اس سائل کی شگفتہ راہ
ہے کا ارادہ کیا۔ یاد آگئی جنرل اعظم الدین خاں کی موت۔ نہیں ہو سکتا کہ مدرسہ طبیبہ کے جلسہ سالانہ میں لکچر

دوں اور اسکے بڑے حامی اور مددگار اور سرپرست اور کیا اور کیا کے اندر من سال مرتے اور مارے جانے کا ذکر
 کنوئیں اور مذکور کروں تو نہیں ہو سکتا کہ بیان میں شوقی اور شگفتگی کو نہا ہوں۔ میرے اور جنرل اعظم الدین خاں کے
 درمیان کبھی کوئی غرض مشترک نہیں رہی۔ میں نے ان کو اسی جگہ دیکھا اور وہ دیکھنا ہوا اول والا تھا یعنی
 فی عمری و عمرہ ایک بار۔ تاہم میں ان کی وفات پر اظہار افسوس کرتا ہوں۔ اولاً بجا ظہر رومی انسان فی ثانیاً بجا
 اخوة اسلامی ثانیاً بقاضائے سرپرستی مدرسہ بہم لوگوں نے جنرل صاحب کو اپنی کپٹنی کا پیٹرن بنا پاچا جب کہ
 انھوں نے غالباً ہضما لنفس منظور کیا۔ ورنہ آج ہم کو دوسرے پیٹرن کی تلاش ہوتی۔ اور وہ کون ہوتا یہی فقیر
 کیونکہ جب کچھ کرنا نہیں اور کرنے کا سلیقہ نہیں اور حوصلہ بھی نہیں تو جیسا پیٹرن دلیسا ممبر دلیسا سکرٹری دلیسا
 اور ری تھنگ (سب کچھ) دلیسا تھنگ (کچھ نہیں)۔ جو کچھ ریاست رام پور سے ملتا ہے اور میں اپنے موندے
 کیوں کہوں کہ کیا ملتا ہے کیونکہ شعر فنی عالم بالا معلوم ابھی مقدار بتا دوں تو کوئی چودھویں صدی کا بھی کچھ
 دیتا بھی تو دیتے دیتے دست کش ہو جائے کہ اوہو ایک جگہ سے اس قدر ماہوار آمدنی ہی اور چاہیے کیا اس پر
 تو نہ صرف مدرسہ چل سکتا ہی بلکہ عبدالعزیز خاں اور ان کے خاندان کو طب کی ضرورت نہیں ایسے کہ عبدالعزیز خاں
 سکرٹری ہیں۔ سیدادی حسین خاں صاحب کو نشن کی حاجت نہیں کیونکہ پریزیڈنٹ ہیں۔ بہر کیف ریاست
 رام پور سے جو کچھ ملتا ہے عطیہ ریاست ہی اور سچ تو یہ ہے کہ مجھ کو ٹھیک یاد بھی نہیں کہ قسرت ملتا ہی یہ میری
 معلومات ہی اور میں ممبر ہوں۔ میں نہ صرف مدرسہ طبیہ کی طرف سے غافل ہوں بلکہ شامیت اعمال سے علی گڑھ کا
 کا بھی ٹرسٹی ہوں اور وہاں بھی میری ہی بلکہ اس سے بہتر کیفیت ہی جس کی پاداش میں سید احمد خاں صاحب
 میری جان کو کوڑے تو بجا تھا اور انھوں نے کو سا ہوتا تو اب تک میں کبھی کامر گیا ہوتا مگر مرا نہیں ایسے کہ
 نے کو سامنے نہیں ایسے کہ کسی مسلمان کو کوڑا مارا وہ نیچری نہ ہوا ان کی شان سے نہایت بعید ہی۔ غرض ریاست
 رام پور سے جو کچھ ملتا ہے عطیہ ریاست ہی مگر من لہ لیشکر الناس لہ لیشکر اللہ ہم اس کو احسان مندی کے شا
 مرحوم جنرل کی مہربانی کی طرف منسوب اور ان کی وفات کا ماتم کرتے ہیں۔ اگر خدا کو مدرسے کا چلانا منظور
 ہی تو ہماری تقدیر کا کوئی دوسرا جنرل اعظم الدین خاں بلکہ شاید تاشا خاں پیدا ہو جائے گا۔ یہ
 سخاوت پسین جن از سر و لالہ خالی ماند ہو گئے ہیں رود و دیگرے ہی آید۔ لیکن ہمارے مدرسے کی امداد و اع
 سے اپنی زندگی میں اور ان کی زندگی میں ۱۲۰۰ سرپرست ۱۲۰۰ بوجہ کفالت ۱۲۰۰ امانت دار ۱۲۰۰ جو توبہ دینوں کا ذکر گزرا ہے
 ہوتا وہ خدا کا کب شکر گزار ہو گا ۱۲۰۰ یہ وہ عمدہ ہی جو جنرل سے بھی بڑا ہوتا ہے ۱۲

کے اعتبار سے سابقہ دونوں میں تھے قطعہ فلو قبل بکھا ہا بکیت صبا بے + لستعدی شفیت النفس
 قبل اللندم + ولكن بکت قلبی ضیعی لی البکا + بکا ہا فقلت الفضل للمتقدم + غرض انکی فضیلت ان ہی سہ
 خاص تھی اور وہ ہماری شکر گزاری کا لائنر شیر لے گئے جبکہ وہ مستحق تھے کیا مشکل ہی ان لوگوں سے بات
 کرنا جو اتنی انگریزی بھی نہیں جانتے جتنی کہ میں۔ اب مکولائنر شیر کے منے سمہانا پھروں۔ لائنر شیر کے معنی ہیں
 شیر کا شیر یعنی حصہ۔ بتندی بچوں کے پڑھنے کی انگریزی کتابیں ریڈر کہلاتی ہیں ان میں یہ مشہور حکایت چلی
 آتی ہے کہ ایک بار چار جانوروں نے شکار میں ساجھا کیا۔ چار جانوروں میں دو تو مشہوری شکاری ہیں شیر اور بھیر
 بومری اگرچہ شکاری نہیں ہیں لیکن چونکہ شکار کی پس خوردہ خوار ہی عجب نہیں اسنے بھی ساجھا کیا ہو۔ چوتھا
 جانور۔ چوں بارہے برہمنیست + ہرگز شکاری نہیں اور مجھ کو صاف طور پر اسکا نام لینے میں تال ہی کیونکہ
 جن نلن بزرگان معلوم اسکا نام لیتے وقت جس سے آنکھیں چارہوں کی فہمی بڑا مانے گا کہ مجھ پر آواز نہ کسا
 کیون حکایت کو تو پورا کرنا ہی سہی چوتھے شریک کا نام لیتے بدون بن نہیں پڑتی تو میں اپنی آنکھیں فصانک کر
 لیتا ہوں کہ وہ چوتھا شریک تھا لگدھا۔ شرط شرکت یہ تھی کہ چاروں مکثر شکار کریں اور برابر بانٹ لیں۔ کسی
 جانور کو مارا اور بھیڑیے نے برابر کے چار حصے لگائے۔ رشب کار نے شیر کو اختیار دیا کہ جو حصہ چاہے لے شیر
 نے لیا کہ ایک حصہ تو میں پس دعویٰ سے لیتا ہوں کہ جنگل کا بادشاہ ہوں اور زیادہ نہیں تو جنگل کے محاصل سے
 ایک سلج خرچ مجھ کو ملنا چاہیے۔ دوسرا حصہ اژدہ سے عہد و بیان شرکت میرا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتا
 تیسرا حصہ میں چھوڑ نہیں سکتا کیونکہ اس میں دل درجہ رہی جو خاص میری غذا ہے۔ ساچوٹا حصہ تو حصہ ایک اور حق دار
 میں توبہ بڑی مشکل تقسیم ہو سکتے زیادہ آسان بات یہ ہے کہ وہ بھی میں ہی ہوں غرض شیر چاروں حصے چٹ
 کر گیا۔ اور تینوں ساجھی موہنہ تھکے تھکے رہ گئے۔ تو میں نے جو کہا تھا کہ جنرل اعظم الدین خاں ہماری شکر گزاری
 کا لائنر شیر لے گئے۔ اشارہ تھا اسی حکایت کی طرف۔ خدائے دنیا ایسی کچھ بنائی ہے کہ یہاں ملائم اور ناملائم بھی
 طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ مگر یہ چرخہ کبھی بند نہیں ہوتا بازار میں لڑکے ایک غزل گاتے پھرتے
 ہیں اسکا مطلع تو پچیس چھاسا ہے مگر اسکا مطلب وہی ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں ۵ دنیائے کج فہم میں ہرگز وہ کم
 لے شاعر فاضلہ کو ایک عاشق قرار دے کر کہتا ہے کہ جس طرح وہ عشق مروت میں روتی ہے اگر میں اپنے معشوقہ ہمدی کے
 عشق میں روتا تو میرے دل کو قتل ہوتی لیکن اب مجھ کو مذمت ہے کہ وہ مجھ سے پہلے سے روتی ہے اور اے روتے
 ہر کو بھی تحریک رونے کی ہوتی ہے تو مجھ کو اس کی فضیلت ماننی پڑتی ہے کیونکہ وہ موجد ہی اور میں مقلد ۱۱

ہوں گے۔ جیسے ہی میں گئے افسوس ہم نہ ہوں گے۔ اور اسی قبل سے ہی یہ جلسہ۔ پس اس جلسے کے ہونی کی خوشی ہو تو اس وقت کہ قتلح مدرسے پر ایک بریل گذر گیا۔ لوگوں کے تعلقات مدرسے کے ساتھ مختلف طور کے ہیں۔ جبکہ جیسا تعلق ویسے اسکی خوشی۔ ایک تعلق تو متاثرینوں کا ہے کہ حکیم عبدالجید خاں نے بلاواسطہ کا روضہ بچھا بعض مفت کرم و شہن کے طور پر بعض حکیم صاحب کی مروت سے اور بعض تفریح کی غرض سے آمو جو دیو۔ دیکھا کہ چند پہلے آدمی جمع ہیں۔ مکان کی آراستگی۔ مہمانوں کی آؤ بگت۔ اور فضل کی ترتیب۔ سب باتیں ویسی ہی ہیں بلکہ اُس سے کہیں بہتر جیسے خوشی کے جلوں میں ہوا کرتی ہیں۔ سولے اسکے کہ ایک بوڑھا کھڑا لکچر وہ ہے۔ نہ پتا نہ اسکو ناچنا آتا۔ نہ گانا نہ اسکو گانا آتا نہ بتانا نہ اسکو بتانا آتا۔ مگر خدائے اسکو گویا پی دی ہو جسکے ذریعے سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتا۔ آپ یہ نہ خیال کیجے گا کہ میں اپنی وجہ کرتا ہوں۔ زبان حال کی شائستگی کی رو سے ناچنا۔ گانا۔ بتانا۔ داخل ہنر و ادب تمدن ہے۔ کہتے ہیں کہ رونا اور گانا کس کو نہیں آتا۔ یہاں گانے سے وہ گانا مراد ہے جو اصول کے ساتھ ہو۔ ورنہ یوں تنہائی میں کبھی مزے میں ہوتا ہوں تو میں بھی گنگنا یا کرتا ہوں۔ غرض جلسے کی پوری خوشی تو ان لوگوں کا حصہ ہو جو صرف تماشا دیکھنے کے لئے تشریف لاتے ہیں۔ اب رہی اور دوسری خوشی اُس میں کئی حصے دار ہیں۔ سب سے اول ہمارے سکریٹری صاحب حکیم عبدالجید خاں فرین طب کی خیر خواہی اور فانی شوق کے جوش میں کمر بستہ کا بیڑا تو اٹھا بیٹھے۔ اب لگین قیں پیش آنے کہ عشق آسماں نمود اول لئے افتاد شکلا۔ مدرسے کے خط سے پہلے (حکیم صاحب) کو کچھ کریم کیونکہ میں جنط کو بُرے معنوں میں استعمال نہیں کرتا بلکہ میری مراد ہو عشق والعشق نوع من الجنون والجنون الخلاء) عبدالجید خاں کیاس حیث الفن اور کیاس حیث التعزیر مع خلافت تھے اور اب بھی ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ ان کی نظر میں اُس میں ذرا سا وہن گیا ہو کہ خند سے کہ لئے کرناں۔ میرٹھ۔ علی گڑھ پٹنہ تاکے وٹھے مارتے ہیں اور ابھی کیاس معلوم یہ مدرسہ ان کو کہاں کہاں کا آٹ وائہ کھلائے گا کس کس کی خوشامد کرے گا۔ اور کس کس سے کیا کیا سونے گا۔ میں نے اپنے کانوں ایک شخص کو کہتے سنا کہ طبابت کی کچھ غرت تو فلاں مرحوم نے آئری بری مجھڑی کر کے کھوئی تھی یہی سہی مدرسہ کھول کر عبدالجید خاں نے ڈبوتی۔ امداد آدمی آدمی ایک اور خیالات کا اس قدر اختلاف شہر بر خیال صلیع شان جنگ شان۔ برخیا لے نام شان نگشاں۔ ایک تو یہ ہیں کہ گنتی ہونی دیرار کو ہونی لگانے ڈبوتی ہونی ناؤ کو سنبھالتی۔ قوم سے اسکی ڈیوٹی ادا کر لے یعنی مدرسہ طبیبہ کے قائم کرنے کو ہر طبابت خیال کرتے ہیں اور ایک یہ ہیں کہ سرجان سٹریچی لفٹ گورنر مالک شمالی و مغربی نے علی گڑھ

میں لکچر یا تھا۔ اس لکچر میں ایک بات یہ بھی تھی کہ دنیا میں فخر کے بہت سے ذریعے ہیں۔ ایک جنرل فتح نہایا
کر تلبے اور وہ فتح اسکے لینے ذریعہ فخر ہے۔ کوئی شخص کسی طرح کی کوئی ایجاد مفید کر لے اور وہ ایجاد اسکے لیے ذریعہ
فخر ہے۔ لیکن کوئی فخر بانی کالج کے فخر کو نہیں پاتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ عبد الجبیز خاں کو اپنی کوشش پر باز کرنے کے لیے
سرطان سٹریچی کے اس مقولے سے بڑھ کر اور کسی سنہ کی بھی ضرورت ہو۔

مسلمانوں کی کس کس بات کو روک دے۔ ان کے تفرق افلاس کے جہاں اور سبب ہیں ان میں سے ایک بڑا سبب
یہی ہے کہ اہل اوسچی اور حقیقی عزت کو نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک تمول ہی بڑی عزت ہے گو وہ تمول نہ رہا بلکہ عزت
سے کیوں نہ حاصل کیا گیا ہو۔ اور گو اس تمول کی غرض غایت تن آسانی اور نفس پروری کیوں ہو۔ ہر شخص اپنی
مالی حیثیت کو اپنا جنس کی نظر میں واقعی اور نفس الامری حیثیت سے بہت زیادہ کر کے دکھانا چاہتا ہے تاکہ
نہایت از استحقاق اس کی عزت کی جائے۔ اسکے لینے وہ قرض لیتا ہے۔ جس سے بڑھ کر دنیا میں بے عزتی کی کوئی
بات نہیں فضول وال یعنی مصارف اپنے اوپر لازم کر لے۔ جن کو مفلسی یعنی بے عزتی کی تہید کہنی چاہیے
محنت کو جس میں شرعاً اور عقلاً کوئی قباحت نہیں سمجھتا۔ جب تک بلا ضرورت ایک خدمتگار اسکے پیچھے نہ چل
نہیں سکتا۔ گو یا وہ بھٹیاریے کا ٹوٹا ہو اور خدمتگار اسکا مانگنے والا۔ باوجودیکہ لنگڑا نہیں لولا نہیں۔ مگر خدا
جائے کیوں پانوں سے کام لیتے بہتے شرارت ہے۔ شاید اسکے نزدیک چلنا اور ناچنا ایک ہی چیز ہے۔ جناب
پنجبر خاں صلح جو دنیا اور دین دونوں کی اعلیٰ ترین غرتوں کے جامع تھے اپنی خانہ داری کے سب کام بے
اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ ہم اٹھ کر پانی پینے سے بھی جھینپتے ہیں اور اسکی جہ کسی طرح کی معذوری و مجبوری
نہیں بلکہ کبر و عنوت۔ جس کی نسبت حدیث شریف میں عید موجود ہے کہ جس کے دل میں بقدر ایک فر
عنوت ہوگی اسکو جنت کی ہوا حرام ہے۔ مجھ کو اکثر اتفاق ہوتا ہے کہ کسی دوست کی دوکان پر بیٹھا ہوں
اور آم وغیرہ کوئی چیز بچنے آئی۔ او میں نے بھی خریدی۔ اب اس پوٹلی کو ہاتھ میں لٹکا کر ترفع اور بک نفس کی وجہ سے
گھرتا لگا مجھ پر بار ہوتا ہے اور نہیں لاسکتا۔ اور اگر آپ لوگ اپنے اپنے نفوس کا احتساب کیجئے گا تو یقین
جانتا ہوں کہ اتنے بڑے شہر میں میں کیلا خر دواغ نہیں ہوں۔ میں جب شروع شروع میں ترک خدمت
کر کے خانہ نشین ہوا تو مدتوں میرا یہ حال تھا کہ بازاریں پیادہ پانگنے سے میری طبیعت مضائقہ کرتی تھی راگربازا
میں مجھ سے کھڑے ہو کر کوئی بات کرتا تو میں اسکو بڑی بدتمیزی خیال کرتا تھا۔ خدمتگار مجھ کو اس طرح لازم تھا جیسے
ری کو ہوا۔ لیکن میں نے سوچا کہ جس شہر میں میں نے مسافرانہ طالب علمی کی اس وقت کے جاننے اور دیکھنے

والے ہنوز موجود ہیں۔ صرف اتنی بات سے کہ میں نے اتفاق سے بڑی بڑی نوکریاں کہیں یا چار پیسے پتے ہو گئے۔ میرا اس قدر اترا نادر دلیل کم ظرفی ہی چنانچہ میں نے اُس عنوت کو کم کیا بجا ہمارے یہاں تک کہ خدا نے مجھ کو ساری بھی دی ہے نوکر بھی دیتے ہیں اور میں کیلا پایا وہ پا جاں چاہتا ہوں چلا جاتا ہوں۔ مگر نفس میں ابھی اتنی خباثت باقی ہے کہ کوئی چیز لے چلتے ہوئے شرماتا ہوں۔ عزت کی بحث تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی پیش آچکی ہے۔ کعب بن اشرف اور ابی بن سلول وغیرہ چند منافق بڑے مالدار تھے جو متول کی وجہ سے مسلمانوں کے گردہ کو حقیر سمجھتے۔ شاید جنگ اُحد کا مذکور ہی رہی کوئی مولوی ہو اور میں غلطی کرتا ہوں تو اصلاح کر دینا کہ مسلمانوں اور ان منافقوں میں کچھ بیکار ہو پڑی اور مجھ کو اس وقت ٹھیک یا دہ نہیں کس نے مگر ابی یا کعب ان ہی میں سے کسی نے کہا تھا۔ ولئن رجعنا لمدینۃ لیمضیٰ عن الاعز منہا الاذل فرامینے تو تھے دو جو عزت والا وہ ذلیل کو مدینے سے نکال دے تو سہی۔ اس منافق نے اپنے تئیں اعز کہا اور اول سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا تو خدا منافق کا جواب دیتا ہے ولله العزم وللمؤمنین ولكن للمنافقین لا یصلون عزت تو خدا کی ہوا اس کے رسول کی اور مؤمنین کی لیکن منافق اس بات کو کیا جانیں۔ وہ تو مال حرام کے جمع کر لینے ہی کو بڑی عزت سمجھتے ہیں۔

اگر مسلمان اصلی عزت کو سمجھیں اور سادہ و بے تکلف اور چست و چالاک دیندارانہ زندگی بسر کریں تو وہ بہت سی فضولیوں سے بچ سکیں گے جو ایک یقینی طریقہ متول کے بڑھانے کا ہے اور جب ان کا متول زیادہ ہو تو کمزور ہے کہ خدا ان کو مصارف خیر کی بھی توفیق دے۔ جن میں ایک بہتر سے بہتر ایک عمدہ سے عمدہ ایک ضروری سے ضروری عبد المجید خان کا مدرسہ بھی ہے حکیم عبد المجید خاں نے جس کام کا ارادہ کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کے بس کا بھی نہیں پھر کس کے بس کا ہے؟ قوم کے اور ہماری قوم ہے کہ اس کے کان ایسی باتوں سے آشنا نہیں۔ ہم کردنی اور ناکردنی میں فرق نہیں کرتے۔ جیسا خدا نے تعالیٰ نے فرمایا ہے فانہما لا تسمعی الابصار ولكن تسمی القلوب اللہ فی الصدود قوم کی مت کچھ ایسی ماری گئی ہے کہ انگوں کے آگے شواہد موجود ہیں اور نہیں دیکھتے۔ ساری دنیا میں ڈھنڈور اُٹھ رہا ہے اور نہیں سنتے غرض پورے مصداق ہیں اس آیت کے طمہ قلوب لا یفقیہون ہلکم

۱۲۔ یعنی کوشش و محنت سے ۱۲۔ ان کے دل ہیں جو سمجھنے کا کام نہیں دیتے اور ان کی آنکھیں ہیں جو دیکھنے کا کام نہیں دیتیں اور ان کے کان ہیں جو سننے کا کام نہیں دیتے یہ لوگ ایسے ہیں جیسے جانور بلکہ ان سے بھی بازو

گمراہ۔ یہی لوگ غافل ہیں ۱۲

امین لا یبصر من ہما و لہما اذان لا یسمعون ہما اولئک کلا نعلم بل ہما اصل اولئک ہم الغافلون۔ قوم کو اپنی
 مجموعی قوت مجموعی طاقت مجموعی استطاعت تک کی خبر نہیں۔ اس اسطے کہ مجموعیت ہی باقی نہیں قوم نہیں
 جانتی کہ وہی سب کچھ اور اسی میں سب کچھ ہے۔ بیچ ل خدا اور خدا ل بیچ قطعہ دوست نزدیکت ازن بن است
 دین عجب تر کہ من ازو سے دوسرے کچھ ہم باکہ تو ان گفت کہ او۔ در کنار من من مجرم۔ دلوں میں یہ بات
 بیچتی ہی نہیں کہ وہ زمانہ آگیا ہے کہ کوئی چیز ناممکن اور محال نہیں رہی مگر کرنے والوں کو۔ نہ ہم جیسے کاہلوں
 اور خود غرضوں کو کہ جس کو دیکھو اپنی ہی ہنڈیا کی خیر منار باہی۔ فکر ہر کس بعد ہمت اوست۔ اس کے نزدیک
 دنیا عبارت ہو اسی کی ذات خاص اور اس کے محدود سے چند لواحق سے وہ اس غلطی ہی سے آگاہ نہیں
 جو خدا نے تعالیٰ نے افراد قوم میں دکھایا کہ دوسرے کو فائدہ پہنچانا عین اپنے تئیں فائدہ پہنچانا ہے۔ کتنی ہیں
 جنہوں نے مدرسہ طبیبیہ کی ضرورت کو صمیم قلب سے تسلیم کیا۔ مومنہ سے کہنے کو سب اور واقع میں میرے نزدیک
 ہزار میں ایک نہیں آدھا نہیں۔ تھائی نہیں۔ چوتھائی نہیں۔ کسور عام نہیں۔ اعشاری نہیں۔ اگر کسور
 عام اور اعشاری کا فرق معلوم ہو تو خیر ورنہ ایک شخص کا نشان دیتا ہوں۔ جن سے بہتر ہمارے شہر میں
 اس مسئلہ کو کوئی نہیں جانتا۔ وہ میرے اس مانے کے دوست ہیں جیسا سعدی نے کہا ہے ”در ایام
 جوانی چنان کہ افتد وانی“۔ وہ کون ہیں شمس العلماء رفان بہادر مولوی محمد ذکا الدین صاحب۔ خیر تو مطلب
 یہ ہے کہ سرے سے مدرسہ طبیبیہ کی ضرورت ہی تسلیم نہیں۔ جلسوں میں شریک ہونے والے اور ممبروں کی فہرست
 میں نام لکھوا لینے کا بندہ قائل نہیں۔ قومی خیالات کو ہم سے بہتر کوئی کیا سمجھے گا۔ مدرسے کے بارے میں عام
 خیالات تو یہ ہیں کہ عبد المجید خاں نے اپنی ناموری کیلئے سارا منصوبہ سوچا ہے۔ بعض بعض بد نفس یہ
 بھی کہتے ہیں کہ اس جیلے سے لوگوں کو لوٹنا مقصود ہے کیا عبد المجید خاں نہیں جانتے کہ یہ اور اس سے بھی
 بڑی بڑی بد گمانیاں اس شہر میں ان کی نسبت ہو رہی ہیں اور بڑی شناخت ان خیالات کی یہ ہے کہ اس وقت
 تک کوئی قنفس کمر باندھ کر ان کی امداد کے لئے کھڑا نہیں ہوا۔ جس نے جو کچھ کیا وہ متفرع ہو عبد المجید خاں
 کی وجاہت پر اور ہیں۔ عبد المجید خاں کے بھائیوں کے علاوہ ۵۰ کار برادر برادر محبت۔ بہ زہر اور
 بتواں یاخت دوست۔ شہر کا کوئی طبیب ان کے ساتھ ہے؟ نہیں۔ ایک پیسہ چندے کا ایسا آیا۔ الا ماشاء
 جس میں عبد المجید خاں کی ذاتی انفلوئنس کو مدخل نہ ہو؟ نہیں۔ اس کام کی مہیت کی نظر سے جو سرگرمی پہلے

میں پہنی چاہیے اس کا عشرہ عشر بھی وقوع میں آیا؟ نہیں۔ تو ایسی رو دا پر عبد المجید خاں کو کیا خوشی ہو سکتی ہے اور اسی وجہ سے میں نے ان کو باوجودیکہ مدرسے کی ہمدوست اور بہتر دوست ہیں اور عسری خوشی کرنے والوں میں طالب العلوم میں جنہوں نے انعام پائے بلکہ جنہوں نے نری شاباش پائی وہ بھی اس جلسے کی خوشی کرنے والوں میں سے ہیں۔ لیکن اسے طالب العلوم! ہم کو سمجھنا چاہیے کہ اگر تم مدرسے سے سرفراز لیکر نکلیے گا اور خدا کرے کہ کہیں جلد نکلو کیا تم ڈرے کہ میں تم کو بدعات دیتا ہوں؟ نہیں نہیں حاشا وکلا نکلو اور کامیابی کے ساتھ نکلو تاہم اس سے زیادہ سخت مرحلہ نکلو اور پیش آنے والا ہے۔ وہ کیا ان لوگوں کے دلوں میں اعتماد اور متبہا پیدا کرنا جن کو تم یہاں سے نکالنا اپنی معلومات طبعیہ کا تختہ مشق بناؤ گے۔ سو وہ اعتماد اور عزم تیار اس سے تو نہیں پیدا ہوگا کہ تم اپنے تئیں سمجھو کہ ہم منزل علم طے کر چکے ہیں اور اب صرف عمل کرنا باقی ہے۔ یہ میں کہتا ہوں اور میری اس نصیحت کو یاد رکھنا یہ نصیحت کسی طبیب کی نہیں ہے۔ مگر ایک زمانہ دیدہ و پتھر۔ کار کی ہی اور تم نے سنا ہوگا پیش طبیب مرویش تجربہ کار برو۔ کہ تمہاری طالب علمی اس وقت سے شروع ہوگی جب تم مستقل مطب لکھ کر بیٹھو اس وقت تک تم میں اور واقعی طبیب میں ایسا فرق ہوگا۔ جیسا ایک شاعر اور جنرل میں۔ شاعر کے پاس بادشاہ اور وزیر اور سپہنیل اور پیادے سب فاضل لشکر ہے۔ اور جنرل کے پاس سچ مچ کے سپاہی۔ تم خیال کر سکتے ہو کہ شاعر کی حاجت کو جنرل کی حاجت سے کیا سنا بہت ہو توں سمجھو کہ اب تمہارے سامنے ایک کتابی بیمار ہے مفروضہ میں کا تم علاج کر رہے ہو اور طبیب تم کو ایک فاضل بیمار سے کام پڑے گا۔ جس کی تکلیف تم سے دیکھی نہیں جاگی بیمار اور بیمار دارم کو چین لینے نہیں بیٹھے۔ وہ وقت ہوگا اصلی بخور کرنے اور طبیعت پر بوجہ دینے اور معلومات مدرسہ مد لینے کا۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ جن مانے میں یونانی طب کی تدوین ہوئی تھی تب سے اب تک کیسے کیسے انقلاب واقع ہوئے ہیں آج ہوا میں۔ لوگوں کی غذا میں طرز و عادات میں۔ دواؤں کی تاثیرات میں نہایت میں حیوانات میں۔ ہر چیز کے مزاج میں انقلابات کے علاوہ ہزاروں نئی دوائیں قرا باوین میں بڑھ گئی ہیں نیچر کی تحقیقات نے بے بالغالب کی کمال نکال رکھ دی اور کیمیا نے اس قدر ترقی کی ہے کہ اس کے فائدوں کے آگے کیا ستعارف بے قدر محض ہو گئی ہے۔ وہ وہ آلات ایجاد ہوئے ہیں کہ ان کے ذریعے سے جو تصرف چاہیں کر سکتے ہیں اور ان کے مطیع خیالات کے ہر تصور کو طبابت کرنی پڑے گی۔ ان اختلافات اور انقلابات کے لحاظ سے اور وہ کچھ آسان کام نہیں اگر تم سیکھتے سے طبابت کرو گے اور تحقیقات اور تجربات کا سلسلہ جاری رکھو گے اور تحقیقات کو اپنے ساتھ قبر میں نہیں لیجنا چاہو تو تم طب کو اس قابل کر دو گے کہ وہ کچھ دن بھر جھلی بڑی دروغ

میں ہی مہول ہو۔ اس مدرسے کے قائم کرنے کا اور اگر تم وہی پرائی لیکچر پڑھتے رہے تو سمجھا جائے گا کہ نہ تو مدرسے کی تعلیم سے مستفید ہوتی امداد نہ تھے مدرسے کا حق ادا کیا۔ ازبرائے خدا زمانے کا رنگ دیکھو کہ کیا تھا اور کیا ہو گیا ہے اور کیا ہو چلا جاتا ہے۔ تم سنے وہ فن اختیار کیا ہے جو پہلے نہایت مشکل تھا اور اب تمہاری لیے دنیا وہ شکل ہو گیا ہے طبخیص طبیعت سے اوج یقینیت کی طرف ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ اب اپنے موندہ میاں ٹھوکنے سے کام نہیں چلے گا والدی نفسی پیدا نہیں چلے گا۔ ہمارے سارے دنیاوی علوم وفنون اور حرفت اور صنعت انگریزی تعلیمات و تلاش کے مقابلے میں سچ پھر سچ پیش آقا تب تو سوہو گئے۔ کوئی کام باریک باریک اور موٹے سے موٹا اور نازک سی نازک اور بھدے سے بھد اور مشکل سے مشکل اور آسان سے آسان اہل یورپ کے دیسی کام سے ملا کر دیکھو دونوں میں فرق پاؤ گے۔ رکاب دار اور بھٹیاری کا کلاؤنٹ اور عظامی کا حکیم عبد المجید خاں کے نسخے اور میرے نسخے کا اگر خدا رحم سے کہ میں ان کی طرح کسی بندہ خدا کی جان پر ہاتھ ڈالوں (طبعاً پڑھ لینا آسان ہے لیکن طب انگریزی کے مقابلے میں بھلا اسکو رونق دینا لوگوں کے دلوں سے اس کے اعتبار کو گھٹنے نہ دینا جب کر کے دکھاؤ گے تو حقیقت کھلے گی پیرا دل چولنی کی دیوانی کی طرح بیٹھا چلا جاتا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ صرف تمہارے کرنے کا کام نہیں تم کرنے پر آمادہ ہو اور قوم مدد دینے پر تیار ہو تب کہیں جا کر کوئی صورت نکلے تو نکلے۔ تو صاحبان نہ نو من تیل ہو گا اور ادعا تلچے گی۔ میں نے اس جلسے کی پوری ادھوری خوشی کرنے والوں کو گنوا دیا تو میں اپنے تئیں کیوں عاجز رکھوں۔ میں اسکی ضرورت قدر کرتا ہوں اور اسی قدر خوش بھی ہوں کہ یہی طب یونانی کی تعلیم چھٹے بے فائدے اور بے سلسلے تھی اور اب بھی جا جا ہی اس مدرسے کے جاری ہونے سے باقاعدہ اور منظم طور پر ہونے کی ہے جس کا نتیجہ رفتہ رفتہ ہو گا کہ کوئی شخص دعوت طبابت نہ کر سکے گا صرف اس بنیاد پر کہ وہ طبیب زادہ ہے اس نے اپنے طور پر کتابیں پڑھی ہیں وہ کسی کے مطلب میں نسخہ نویسی کرتا رہا ہے یا اس نے عطاری کی ہے اور اس کو فقروں سے مجرب نسخے پہونچے ہیں یا کسی طبیب کی بیاض اسکے ہاتھ آگئی ہے۔ درس کو باقاعدہ ترتیب کر دینا یہ بھی طب یونانی کی تاریخ میں پہلی بات اور حکیم عبد المجید خاں کی ایجاد ہے جسکے لینے وہ ہمارے طحہ رجب کی مدح اور شکر گزار ہیں اور ملکی امداد کے مستحق ہیں حکیم صاحب نے جو پرائے فیشن کا سکول جاری کیا ہے (اور پرائے فیشن کے سکول کے سوا میں اسکو کچھ اور کہہ بھی نہیں سکتا) اس سے یقیناً کرنا ملے گی کہ جو کچھ کہتے تھے کر چکے اگر کالج کے قدر چندہ جمع کرنے کا انتظار کرتے تو جس قدر چندہ اب فراہم ہوا کرتا تھا بھی نہ ہوتا۔ پس یہ واقعی سکول خیالی کالج کے حق میں چڑیا رکے ملا کا کام دے رہا ہے لیکن میرے

کانوں میں گونج رہی ہیں وہ لفظ جو عبد الحمید خاں نے مدرسے کے جاری کرتے وقت علی روس الاشاد
 من جمہور العباد کے تھے کہ یہاں دواسازی اور تشریح بھی سکھائی جائے گی اور یونانی اور انگریزی اور وید کا
 طبابتوں سے بقاعدہ خدا صفاغ متاع نیک ہر وہاں کہ باشند اختیار کر لی جائے گی۔ سو ابھی تک ان چھوٹے
 کاکمیں پتا نہیں مجھے کہ ایسا دکھائی دے رہی کہ ہنوز دہلی دور خیالی کالج کو واقعی کر دکھانے کے لیے عمر میں
 چاہتیں ابھی تک دواسازی کی جگہ زمانہ سازی ہو رہی ہو کیا کریں زمانہ باتوں ساز و تو بازمانہ بازار مردہ دار
 تو دکھائی بھی دیتے ہیں۔ لیکن تشریح کے لیے کئی مردہ نظر نہیں آتا۔ خدا جلنے کن وقتوں کی پڑیوں کا ایک
 ڈھانچ رکھا ہے اگر سامنے لایا جائے تو سب سے پہلا شخص جس کی مار سے ڈر کے گلگی بندھ جاتی ہیں ہوں۔ غدار
 دنوں میں فیصل قلعہ پر تو ہیں چڑھائی گئیں تو شانہ اوسے جمع ہو کر حضور میں گئی اور عرض کیا اگر تو ہیں چھوڑی
 جائیں گی تو خانہ زاد دل کر مارتیں گے پناہ حضور نے ممانعت کر دی۔ یہ ان لوگوں کی بہادری تھی جنہوں نے انگریزوں کے
 مقابلے میں علم بغاوت بلند کیا تھا تو اگر ڈھانچ دیکھ کر میری گلگی بندھ جائے تو اس میں تعجب کیا ہی۔ لیکن اس سے مجھے کہ
 ڈیو کہ مت سمجھ لینا۔ میں اس زمانے کے بہادروں میں نہیں تو ہندوؤں میں بھی نہیں۔ بہادری کا سینڈ ڈیو
 گھٹ گیا ہو تو نسیم کیا کروں۔ بہادری ایک صفت اکتسابی ہے۔ آدمی خطرات میں ہی اسکو حاصل کر سکتا ہے
 واقع ہو بہادر ہو سکتا ہے۔ ہم کیا خاک بہادر ہونگے۔ امن میں پیدا ہوئے امن میں زندگی بسر کر رہی ہیں اور انشاء
 امن میں رہیں گے ساری عمر کبھی بندوق نہیں چھوڑی تلوار نہیں چلائی۔ حربہ کہو ہتھیار کہو۔ بے دے کر
 ایک فلم سوچی نوکری تک کام دیتا تھا اب تو ہفتوں اسکے ہاتھ میں لینے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ ہندوؤں کی کو
 پوچھیے تو یہی آپس کی تو تو میں میں۔ اس سے بڑھ کر کسی کو دعویٰ ہو تو سامنے آئے اور اپنے کا زمانہ سناتے
 تشریح توجہ ہوگی تب ہوگی۔ عبد الحمید خاں اتنا نوکریں کہ ڈھانچ کو نکلو اگر باہر تو رکھ دیں تاکہ بچاے
 مدرسوں اور طالب علموں کی وحشت دور ہو۔ عبد الحمید خاں صاحب! میں نے بہت سی باتیں ناامیدی کی
 کہی ہیں جو شاید آپ کی دل شکنی کا باعث ہوئی ہوں گی اگرچہ امید نہیں کہ آپ ول کے ایسے بودے ہوں اور
 دل کے ایسے بودے ہوتے تو مکمل کالج کے قائم کرنے کا خیال ہی نہیں آ سکتا تھا۔ یہ خیال ہی آپ کے قوی دل
 ہونے کی دلیل ہے۔ لیکن میں آپ کو اخیر میں ایک خوشخبری دینی چاہتا ہوں۔ چندے کی نہیں۔ ہندے کے
 پاس ایسی خوشخبری کہاں۔ مگر ایک خوشخبری اور ہے۔ کہ اب آٹھ نو برس پہلے کا مذکور ہے میں ان دنوں
 حیدرآباد میں تھا اور آنریبل جسٹس سید محمود بھی وہیں تھے۔ میں نہیں جانتا کہ سید احمد خاں کیا بیمار پڑے

اگر حالات ایسی تھی کہ ان کے فرزند حقیقی سید محمود اور ان کے فرزند ان معذی جن کو لوگ نیچری کہتے ہیں سخت پریشان ہوئے۔ سید محمود نے باپ پاس جانے کا قصد کیا۔ اصلی حال دریافت کرنے کے لئے ڈاکٹر کو جو ان کا معالج تھا خط لکھا۔ ڈاکٹر نے جواب دیا کہ گردوں کا عمل ضعیف ہو گیا ہے۔ مگر میں تم کو پورا اطمینان دلاتا ہوں کہ تمہارا باپ مرنے والا نہیں۔ کیونکہ اسکی جان کالج میں لٹکی ہوئی ہے۔ جس میں ابھی بہت کچھ کرنے کو باقی ہے۔ عبد المجید خاں صاحب! آپ کو بھی اپنے کالج کی دھن ویسی ہی ہے۔ جیسی سید احمد خاں کو اپنی کالج کی تھی اور ہے۔ اور بے ویسی دھن کے کالج ہوتا ہوتا نہیں تو آپ کو اپنی عمر کا بڑھا لینا مبارک اور آپ کو اپنے مدرسہ طبیبہ کی کونسی سالگرہ بھی مبارک۔ میں لکچر دینے سے کچھ ملول نہیں ہوتا نہ لکچر دینا میرے لئے کچھ ایسی بڑی رحمت کی بات ہے رحمت کی بات تو اس صورت میں کہ میں سوچوں بناؤں لکھوں شاؤں اور میں آتا ہوں اور کچھ میرے دل میں ہوتا ہے کہہ گزرتا ہوں۔ اسکی پروا نہیں کرتا کہ لوگ میرے لکچر کی طرف کیا خیال رکھتے ہیں۔ کیوں کہ لکچر دینا میرا پیشہ نہیں۔ لکچر سے مجھ کو کوئی کمائی مقصود نہیں۔ قوت بیان سے کمانا مقصود ہو تو وہ خط کہوں۔ تفسیر لکھوں۔ رہی شہرت اسکی مجھ کو ضرورت نہیں اور خواہش ہی نہیں۔ یہ میری رائے ضرور ہے کہ مدرسہ طبیبہ کے لئے کوئی پروفیشنل لکچر ہونا چاہیے جو مری کی کارروائی اور طریقہ درس اور امتحان میں نکتہ چینی کر سکے۔ میں صرف چینی چٹری باتیں بنانی جانتا ہوں وہ بھی عام طور کی۔ میں نے بار بار کہا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ مجھ کو فن طب سس نہیں اور مناسبت بھی نہیں اور اسکی شاہد جو اس عمر میں میری تندرستی۔ اگر میں طب کو کسی طرح چھو بھی گیا ہوتا تو روگی ہوتا۔ اگر خارج سے کوئی پروفیشنل لکچر اہم نہیں پہنچتا تو کیوں نہیں مدرسے کے معلمین یا متعلمین میں سے کسی کو لکچر دینے کے لئے طیار کیا جاتا۔ مجھ میں خیالات کی کمی ہے۔ اور اس میں شاید گویائی کی۔ سو بھی اہل۔ وہ اپنی کمی کو ٹھوڑی شق سے پورا کر سکے گا۔ میں بوڑھا طوطا کوئی نئی بات نہیں سیکھ سکتا۔ کبھی کبھی کچھ معلا حیل سوچتی ہیں تو میں پروفیشنل میں نہ ہونے کی وجہ سے ان کو پیش کرتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ مثلاً امتحان کا بظریقہ بری و تقریری جاری ہے مجھ کو اُسپر معترض ہونے کا کوئی مضرب نہیں۔ جب مولوی لطف اللہ صاحب نے جنرل اعظم الدین خاں کی موجودگی میں امتحان لیا میں اُس جلسے میں حاضر تھا۔ لیکن میں نے دم نہ مارا ہم دل میں کہتا تھا۔ کہ متحج صاحب عالم سہی محقق سہی مغربہ لکچر سہی وحید الدہر سہی۔ لیکن مولویت

اکو طبابت سے کیا مناسبت۔ سائنسی علم دریاؤ۔ میں نے دیکھا کہ جس طالب العلم نے کتاب کی عبارت
 ہر اعلیٰ قواعد صرف و نحو درست پڑھی معنی ٹھیک کئے۔ مطلب سمجھا دیا۔ ممتحن صاحب نے اُس کی تحقیر
 کی یعنی وہ امتحان میں پاس ہوا۔ کیا چوک ہوئی کہ اُس وقت دو چار سطریں میں بھی پڑھ کر سنا دیتا۔ سند
 طبابت مل جاتی۔ مگر وہ سند کنکوا بنائے جانے کے سوا اور کچھ کی تھی۔ امتحان کی نسبت میں خیال کرتا
 ہوں کہ شاید یہ بہتر ہو گا کہ ہر ایک طالب العلم کو اُس کی معلومات اور لیاقت کے مطابق ایک بیمار علاج کو
 دیا جائے اور اُس کے علاج کی نگرانی کی جائے۔ لیکن اگر اس طور پر امتحان لینے کی رے قرار پائے اور خدا
 نخواستہ میں بیمار ہوں تو جب تک دوسرے لکچر نہ تجویز کر لو مجھ کو ان اناطمی نیم حکیموں کے حوالے نہ
 بیٹھنا، اور اُس دوسرے لکچر کے تجویز کرنے میں اتنا ضرور خیال رکھنا کہ مولوی حشمت اللہ کی سی بالکل
 آئندہ نہ رکھتا ہو کہ سنتے سنتے کان بھی بہرے ہو جائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لکچر جناب مولانا الفضل ولسنا جناب مولوی حافظ محمد نذیر احمد خاں صاحب

معلق اجلاس ششم

محمدن ایجوکیشنل کانفرنس

منعقدہ ۲۷-۲۸ و ۲۹ و ۳۰ دسمبر ۱۹۹۱ء بمقام علی گٹھ

لکچر ار نے کھڑے ہوئے ہی عربی کا یہ شعر پڑھا۔

ایا اهل النہی لا تنکرونی متی اضم العاصۃ تعرفونی

اور سردی کی وجہ سے جو گلو بند لپیٹ رکھا تھا کھول کر کنا شروع کیا کہ۔

اس سال کانفرنس کا کچھ اور ہی رنگ نظر آتا ہے۔ میں اسکو دہائی آنکھ سے دیکھتا ہوں تو مئی ایچ آف محمد ترم یعنی نمونہ اسلام دکھائی دیتا ہے اور بائیں آنکھ سے دیکھتا ہوں تو مئی ایچ آف ہندو آرم یعنی نمونہ مذہب ہندو سوچ پڑتا ہے۔ اور مئی ایچ آف محمد ترم ہی ایسے کہ ممبروں کی اکثر کرسیاں خالی ہیں۔ جیسے مسلمانوں کی مسجدیں۔ اور وہ مئی ایچ آف ہندو آرم ہی واسطے کہ اتنے بندے نہیں جتنے خدا ہیں۔ یعنی اتنے سننے والے نہیں جتنے اسپیکرز گفتگو کرنے والے ہیں۔

میں لکچر سے پہلے تبرکات اپنی نظم پڑھ لیا کرتا ہوں اگرچہ نظم بودی بھسپھی اور نامر بوطسی ہوتی ہے

اس واسطے کہ میں کچھ شاعر تو ہوں نہیں مگر نظم سے طبیعت میں جو لائی اور گویائی میں روانی آجاتی ہے۔ علاوہ
 بریں جس میں بھی پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے منادی کرتے تھے کہ میرے بعد مجھ سے ایک بہت
 بڑا پیغمبر آئے والا ہے اسی طرح نظم پڑھنے سے میں منادی کرتا ہوں کہ میرے بعد مولوی الطاف حسین
 حالی اپنی نظم پڑھیں گے اور میں اپنی پند میں ان کی نظم کی رونق کا باعث ہوتا ہوں ع و بعد ہا کتبہ النشأۃ
 وہ نظم یہ ہے +

ہم مسلمان اور وہی نجات وہی فلاح ہے
 یاں تو پہلے ہی قدم پر پاؤں میں آس ہے
 اُن کو کیا جن کے مقدر میں لکھی چیز اس ہے
 یا کوئی پر شاد ہے یا چند ہی باد اس ہے
 جوں ہمالہ میں کہیں اک ریزہ الماس ہے
 جس میں اک غنچہ ہے باقی گھاس گھاس ہے
 ہم نکارے کہتے ہیں ہکو تو فکی یا اس ہے
 جب تک اسلام یہ ہو جو کہ عند الناس ہے
 جب تک ان پر توفیق دہم اور دوسواس ہے
 گویا یہ ہندو ہیں انگریزی گو کا ماس ہے
 جب تک ان کے دماغ میں بغاوت اس ہے
 جب تک ہر اک کو اپنی ہی غرض کا پاس ہے
 اور نہ خالد کو کسی کے رنج کا احساس ہے
 یعنی جو ہونا ہے سب مکتوب فی الطواس ہے
 اُن کا فرمانا علی العینین فوق الراس ہے
 اُن کے آگے بولنا ہدیان ہے بکواس ہے
 وہ جو کہہ کرے وہی ال و وہی تبار ہے

مجمع تعلیم کا گو یہ چھٹا اجلاس ہے
 منزل مقصود تک اپنی رسائی ہو چکی
 لالہ بھائی کوئی ڈیٹی ہوں کوئی عدد
 امتحانوں میں میں انگریزی کے بتنے کا نینا
 شاذ اگر کوئی مسلمان ہو تو اس کا کیا حساب
 کیا جن کا حکم رکھے گا وہ میدان فرخ
 گر کسی کو ہو مسلمانوں سے امید فلاح
 جب تک مذہب ہی ہر کبات میں لکھنیل
 جب تک ان پر سلاطین ہمارے رسم راہ
 جب تک ہی حاکمان وقت سے انگلیز
 جب تک سلاطین پر ہوں ان کو اپنے مخروماز
 جب تک نفسی و دہالی ہو ہر اک کا شعار
 زید کو پروا سے در و دمخت خالہ نہیں
 جب تک یہ لوگ ہیں جفا القلم کے معتقد
 جب تک ہیں بزرگوں کی لکیریں کے فقر
 ختم ان پر ہو جتنے تھے رنج و کمال
 اُن سے بڑھ کر کیا کوئی سمجھے گا کس کو انہی عقل

۱۲ چاندنی محلہ علیہ و علیہ ہر ماہ ۱۲۱۵ شامہ جو جفا القلم ہوا کان کی طرف یعنی جو کچھ بچو والا ہے اسے نظم تغیر لکھ چکا ہے ۱۲

جب تلوک لوگوں کے ہیں اغراض ایسے مختلف
نام کو ایک تم میں جس سے کہ یہ مفہوم ہو
ایک مہجود ایک سہ پیغمبر اور ایک ہو قرآن
پر نگاہ غور سے دیکھو تو کل افراد میں
بھائیوں کا گوشت ٹھوڑا ہی کھا سکو بھوکہ
جب تلوک اقتصد چلت مسلمانوں کی ہے
کار سازی کو تری سہا ب کی حاجت نہیں
ہم ہی ہیں اور وہی حالت وہی لیل نہار
وہ جو بیماری تھی اب بھی ہو دریافت نہیں
ناں گرنج جائے شیر فصل کو کیا عجیب

یہ اگر پنجاب ہی تو دوسرا در اس ہے
ایک گروہ صاحب وقت شدید لباس ہے
سورہ الحمد سے تا سورہ الناس ہے
وحشت و نفرت بجائے حب و میناس ہے
خون کا لوگوں میں توڑا ہی کھا سکو پیاس ہے
بس خدا ہی سے ہی انکی آس گر کچھ آس ہے
وہ جو ہم سے دور ہو قدرت سے تیرے پاس ہے
آتش ویسی ہو وہی اگلا پڑنا کا س ہے
یہ مریض جاں بلب همان چند الفاس ہے
یہ دو ایسے مریضوں کو سدا سے راس ہے

ہو مسلمان قومی تعلیم میں انٹر سٹ لیتے ہیں جیسا لینے کا حق ہی اگر چاہتے کم ہیں کہ انگلیوں پر نہیں تو انگلیوں
کے پوروں پر گنے جاسکتے ہیں آج کل ان میں اس بے مانند کامیابی کا بہت چرچا ہے جو سرسید کو چیرا باد
پڑپڑ میں جا مل گئی۔ قبل اسکے کہ گے برصوں میں جتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ چند الفاظ جو میرے موند سے نکلے
نمونہ ہیں اس طرز گفتگو کا جسے میں نے ایسے آؤٹس کو خطاب کرنے کے لئے جیسا میرے سامنے اور گرد و موجود
افتیاری کیا ہے کیا مجھ کو اردو میں اسے مطلب کر نہیں آتا۔ یا خدا انخواستہ میں انگریزوں کی ولایت جا کر ایسا
بہوت ہوا یا ہوں کہ مجھ کو اپنی ملکی زبان بھول گئی یا مجھ کو انگریزیت نے چر لیا ہے۔ حاشا ان میں سے کوئی بات
نہیں۔ بلکہ میں نے اس طرز کو عدا و ارادۃ اس جس سے اختیار کیا ہے کہ آؤٹس میں انگریزی ان یا انگریزی وضع
کے لوگ بھرت ہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ ان کے کانوں کو انگریزی الفاظ بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ سمجھیں
نہیں۔ کہیں یا نہ کہیں۔ یہ طرز میرے لئے جدید نہیں بلکہ میں نے پہلے بھی اسی طرز میں لکچر دیئے ہیں اور
میں نے یہ بھی سنایا ہے کہ بعض لوگ اس طرز پر ہنستے ہیں ع بریں عقل و دانش بیاید گریٹ ہجرت
راہیت مجھ تک پہنچی ہے۔ ان کا طرز زندگی تو اس طرح کا ہے کہ اگر وہ خود موجود نہ ہوں تو کسی طرح گھر اور گھر کے
گھر سے ظاہر نہ ہو کہ اس میں کوئی نیوٹو بھلا آدمی رہتا ہے۔ میں نے جاپنے لکچر پر ان کا اعتراض سنایا تھا

جہ کہ کسی کا عربی شعر یاد آیا ہے

فَأَنَّى أَرَى فِي عَيْنِكَ الْجُذْعَ مَعْرُضًا وَلَتَجِبَ أَنْ أَبْصُرْتَ فِي عَيْنِي الْقَذَى

بات یہ ہے کہ میری زبان اردو ہے اور میں اردو ہی بولتا ہوں مگر اس میں یا تو عربی الفاظ ہوتے ہیں اس ^{سطح} اس طرح کہ میں مسلمان ہوں اور چاہتا ہوں کہ سب میری طرح کے مسلمان ہوں اور کم سے کم اتنی عربی جانیں جتنی مجھ کو ملتی ہے اور یا میرے بولنے میں انگریزی الفاظ ہوتے ہیں ایسے کہ گو سرکار انگریزی کا لکچرار نہیں کسی شخصیت کا امیدوار نہیں تقرب حکام کا خواستگار نہیں ہے

نمبر اشرے سو ارم نہ چو شتر زیر پام نے خواجہ رعیت نہ غلام شہر یارم
گھر ہے کیا کہ اس پر سر و کتور یہ کا رضا مند خوشدل اور شکر گزار رعیت ہوں اور چاہتا ہوں کہ مسلمان میری طرح کی رعیت ہوں اور کم سے کم اتنی انگریزی جانیں جتنی مجھ کو ملتی ہے۔ یوں تو میری انگریزی لعنت پرست کچھ بھی نہیں اور کچھ ہوتی تو کہاں سے ہوتی جن دنوں طالب علمی کا اتفاق ہوا۔ آج کل کا سا زمانہ نہ تھا کہ درود پوارے انگریزی کی "ناکیدہ" ذریعہ آسمان سے انگریزی کا تقاضا ہی دنیائے جان کھا کھی ہی کہ میری طلب ہے تو انگریزی پڑھو دین انکھیں دکھا رہے کہ مجھ کو سنبھالنا چاہتے ہو تو انگریزی پڑھو۔ وہ تو ایسے وقت تھے کہ خود سید احمد خاں سے بھی پوچھا جاتا تو انگریزی پڑھنے کو کفر نہ بتاتے تو اسکے گناہ کیوہ ہونے کے قوسے پر ضرور مہر کر دیتی کالج میں تو یوں انگریزی پڑھنے کا اتفاق نہ ہوا۔ کالج کے ٹرمز پورے ہونے نہیں پائے تھے کہ نوکری کی سوجھی اور سوجھی کیا حاجت نے مجبور کیا۔ بارے اس وقت تک نوکری میں انگریزی کی قید نہ تھی۔ ورنہ آج یہاں لکچر فیس کے عوض کالج کی مسجد میں نہیں بلکہ مسلمانوں کی کسی اور مسجد میں مجھ کو وعظ کہتے ہوئے دیکھتے اور دیکھتے نہیں تو سنتے۔ عشاء کے غدر کے بعد ایجوکیشن لائن میں الہ آباد کا ڈپٹی انسپکٹر تھا کہ میں نے انکو انگریزی کا شوق کیا۔ دورہ کی نوکری آج یہاں کل ہاں۔ ہر روز نیا دانا نہ نیا پانی ہے

ای عیش عیشی اذا كنت منه بین حل و بین و شک رحیل

یہ سچا ایچ کرنے کا مقدور نہیں۔ سرکاری کام کی وجہ سے وقت ہر اپنا اختیار نہیں۔ کوئی دوسرا ہوتا تو کبھی دوسرا کو اپنے پیچھے نہ لگانا۔ مگر میں کچھ نہ کچھ کہنے ہی گیا۔ اور اب بھی کچھ نہ کچھ کیا ہی کرتا ہوں زیادہ نہیں ہے کہ میری آنکھ میں شہرِ ثار پڑا ہو اور کھائی دے رہا ہو ۱۳۷۵ء اور تو میری آنکھ میں لکچر پڑا ہو اور کچھ تعجب کرتا ہو ۱۳۷۵ء مدت طالب علم میری زندگی بھی کیا زندگی جو جب میری حال ۱۳۷۵ء کہ مقام اور کچھ میں چھوٹا رہتا ہوں ۱۳۷۵ء استاد کے نوکر رکھنے کا ۱۳۷۵ء

ہو سکتا تو بالآخر انگریزی اخبار پڑھتا ہوں۔ غرض میں نے انگریزی تو ٹوٹی چوٹی کھلی سگریز بس کہ انگریزی میں
کارروائی کرنے کا موقع نہ ملا میں اسکو اپنے رونہ کر سکا۔ انگریزی کے امپرو کرنے کا ایک طریقہ اور تمام انگلش لائف یا
انگلش وائف سوا سکے لیکن خدا نے مجھکو پیدا نہیں کیا نہ فریج مشینی باز نہ صورت چھپی۔ میں نے اپنی انگریزی کو قصداً
للفس لعنت برہنہ کیا اور نہ اس لعنت برہنہ پر میں جی اسے والوں کے ساتھ بالالینے کو موجود ہوں مگر جی آج
بھی مسلمان جی اسے کیونکہ معلوم ہے کہ انہوں نے میتھیمٹکس نہ لی ہوگی اور بندہ بھی مارا ہی تو یہیں مارا
ہی۔ انگریزی پڑھنے سے ایک گرتو معلوم ہو کہ آدمی ایک ہاں کھیلنے سے حاصل کرے تو دوسری زبان کے
کھیلنے میں اسکو بڑی سہولت ہوتی ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ لنگوئسٹ ہونا کچھ بات نہیں مجھکو انگریزی گرامر
کی ٹیکنیکل ڈیٹیلز (مصطلحات) تک معلوم نہیں مگر میں نے عربی کسی زمانے میں اچھی طرح پڑھی تھی اب تو ایسا نہ ہوا
ہو گیا ہے کہ سولوی شبلی ایک صیفہ پوچھ بیٹھیں تو بغلیں جھانکنی پڑیں۔ مگر زبان طالب علمی میں ایک ایک
لفظ اور ایک ایک محاورے کے بیٹے کئی کئی صدیوں زبان کی نوک پر تھیں۔
اگ تھے ابتدائے عشق میں ہم ہو گئے خاک انتہا ہے یہ۔

نو مجھکو انگلش گرامر کی ٹیکنیکل ڈیٹیلز تک معلوم نہیں مگر میں نے عربی پر قیاس کر کے اپنے ذہن میں انگریزی
کی گرامر بنا رکھی ہے اور وہ مجھکو کام دیتی ہے۔ ہر کریم انگریزی جانتا ہوں تو چارونا چار اُسکے الفاظ زبان پڑھی
جاتے ہیں سولہ کے متاخرین شاعروں میں اسد اللہ خاں غالب سب میں سربر آوردہ تھے اپنا اپنا مذاق ہی
نوی میں ان ہی دو شاعروں کا معتقد ہوں۔ متقدمین میں مرزا فیح السودا اور متاخرین میں اسد اللہ خاں غالب
خالد کے مضامین انوکھے اور خیالات بلند ہوتے تھے۔ بندش مضبوط مگر شوخی کے ساتھ ان میں اگر شبہ تھا
تو یہ کہ مشکل گو تھے۔ میں نے عیب کو اُس معنی میں استعمال کیا جیسا کہ علم بیان کی کتابوں میں ہے شہر

و لا عیب فیہم غیر ان سیوہم بہن فلول من قراع الکتاب

پنا چھ غالب اپنی مشکل گوئی کے عذر میں خود فرماتے ہیں قطعاً

مشکل ہی زبیں کلام میراے دل سن سن کے اُسے سخنوارِ کامل

آساں کہنے کی کرتے ہیں مالیش گویم مشکل و گرنہ گویم مشکل

علم لفظی نہ دے سکا ۱۲۵۰ انگریزی زندگی یا انگریزی بیوی ۱۲۵۰ بطور تراجم و کشف ۱۲۵۰ ریاضی ۱۲۵۰ زبان ان ۱۲۵۰

اور انکو ۱۲۵۰ ان میں سوسے اسکے کوئی عیب نہیں کہ لشکروں کے مارنے سے ان کی تلواریں بھر گئیں ۱۲

لیکن اس عیب پر بھی وہ فارسی اور اردو دونوں کے استاد مستند مانے جاتے ہیں۔ باستحقاق میں ان کی ایک غزل کے چند اشعار فونے کے طور پر پڑھتا ہوں۔

شمارِ سجدہ غروبِ بتِ مشکل پسند آیا کہ اندازِ بیک کفِ بردنِ صندل پسند آیا
ہوئے سیرِ گل آئینہ بے مہرِ قاتل تماشاے بخولِ غلطیدنِ بھل پسند آیا
جرحِ تھخہ الماسِ ارغوانِ جگر پریدہ بہارِ کبادِ اسدِ غنوارِ جانِ درو مند آیا

میں نے طبیعت پر زور دے کر ان اشعار کا مطلب ایک بار سمجھ لیا تھا اور اب بھی طبیعت پر زور دوں تو سمجھ سکتا ہوں۔ لیکن اس وقت تو میں نے بے سمجھے ہی پڑھ دیتے ہیں۔ ان اشعار میں اگر آیا کی جگہ آمد ہو تو عبارت بتوالی اضافت پنجرے کی عبارت سے ملی جلی معلوم ہوگی۔ اگر یہ ایسے بڑے مستند استاد کی اردو ہی تو میرا کلام صرف چند انگریزی الفاظ کے آجانے سے کیوں اردو نہ ہو۔ استاد مدد خان غالب کے دیوانِ ریختہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو نظم میں ایک طرزِ جدید کا رواج دینا منظور تھا۔ مگر چونکہ کورس آف ٹائم اسکے خلاف پڑھا رواج دینا تو درکنار آخر میں خود غالب کے اسے چھوڑ دینا پڑا۔ اب ایک طرزِ ہمارے حالی صاحب نے اختیار کیا کی جو اردو مقبول ہوگئی اس واسطے کہ وہ زمانے کے رنگ کے مطابق تھی۔ اسکی مقبولیت اس رجب کی تو ہی نہیں کہ حالی کے اشعار ظفر کی غزلوں کی طرح ہر ایک گانے والے کے سونہ میں ہوں مگر پنچری مسلمان تو شاید ہی کوئی ایسا ہوگا۔ جس کو مستندِ عالی کے دو چار بند یاد نہ ہوں۔ میں مسلمان ہوں مگر احمد لٹدی پنچری نہیں مانگ آزادی رسے کی کچھ یوں ہی سی ہوا لگ گئی ہو بیخبطہ الشیطان من اللس مجھ کو بھی بند نہیں تو شعر یاد ہیں۔ میں کسی طرز کی ایجاد کا دعویٰ نہیں کرتا۔ مگر آج کون دن ہے دو شنبہ اور ستمبر ۱۹۶۸ء کی ۲۸۔ تاریخ یہ کون مقام ہے؟ ملی گٹن کالج کا اسٹریچنگ ٹیل۔ یہ کیسا مجمع ہے؟ ایک کیشنل کانفرنس۔ انگریزی الفاظ سن کر جبکہ جی میں آئے کان کھڑے کرے میری آج اور اس جگہ کی پیشین گوئی کو لکھ رکھنا کہ ایک نئے والہا ہے جس طرح پارسی نا آئینہ تباری بلکہ ریختہ نا آئینہ تباری کا لکھنا نہایت دشوار ہے۔ اسی طرح بلکہ اس سے کہیں یاد پتھر اور وکابے انگلش الینٹ کے بولنا مستعد ہو جائے گا۔ اور اگرچہ انگریزی کا اتنا رواج دیر طلب ہی مگر جیسی اردو سے میں نے کچھ دینا شروع کیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر ہم ایسی دھیمی ترقی بھی کرتے رہیں جیسی اب تک کی ہے تو خدائے چاہے پچاس برس کے اندر اندر ہم میں کے روادار لوگ ایسی اردو سمجھنے لگیں گے کہ وہ

۱۷ شہ شیطاں چھو کر اسکو مچھوڑا جو ہر سر کرے ۱۷ شہ خالص ۱۷ شہ الفاظ انگریزی ۱۲

جو ہندوستان کی زبان ہو۔ انگریزی الفاظ کو اجنبی سمجھنے کا کیا موقع اور محل ہے جبکہ قسطنطنیہ کے البحر عرب
اور طرین کے آخر کا یہ حال ہے کہ جو شخص نگارش یا فریج نہیں جانتا کہ یہ دونوں زبانیں ایک ہی تھیں کے چٹے
ہے ہیں وہ ان اخباروں کا ایک ٹکڑا نہیں سمجھ سکتا یہ سلطنت کے ضروری اور قدرتی لوازم ہیں اور اگر سارا
جہان بھی متفق ہو کر ان کو رد کرنا چاہے تو ممکن نہیں سکتے۔ ہو رہی ہیں اور ہو کر رہیں گے۔ خوش نصیب ہیں وہ
لوگ جو پہلے سے اس انجام کے لئے طیار ہوئے اور ہوتے چلے جاتے ہیں جیسے پارسی ایئر لائنیشن اور
اکثر ہندو۔ اور بد قسمت بد بخت بد عقل بد حال بد مال ہیں ہم مسلمان جنہوں نے شروع میں بد توں خدا
کی ڈگری کو جاری نہ ہونے دیا اور مجبور ہوئے تو اب بھی اُنکی تعلیم میں جیسے حوالے بلکہ اڑنگے لگانے سے بچنا
نہیں آتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انگریزی تعلیم کا راستہ پہلے سے ذرا صاف ہو چلا یہ وہ اگلی سی خراجتیں باقی
نہیں کہ آدمی انگریزی اسکول میں داخل ہوا اور علماء دین اور فقہاء شرع مبید نے مسلمانوں کی فہرست سے اُنکا نام
خارج کیا۔ لیکن جبکہ ایک منزل دور دراز طے کرنی ہے۔ اور صبح کے ٹھنڈے وقت میں ہم پڑے ایٹا کیے میں
اور سب کے بعد گھر سے نکلے ہیں تو کیا کیڑی کی چال چلنے سے ہم اُن مسافروں کو جا پکڑیں گے جو کچھ رات سے
سے چل کھڑے ہوئے۔ یا سفر کے محدود وقت میں منزل مقصود پر جا پہنچیں گے۔ ایسی توقع کرنا اس سے بھی
زیادہ مکروہ غلطی ہے جو ہم نے آغاز سفر میں کی تھی۔

کیا ہو سکتا ہے۔ وہ کامیابی متفرع ہے اس پر کہ حضور پر نور نظام نے جی چاہتا ہے کہ وہ اسے خلد اللہ ملکہ وول او
 زبان پر بھی یہی دعا چڑھتی ہوئی ہو۔ مگر خلود تو وصف خدا ہی کی ذات کو ہے۔ اور اس طرح کی دعا کی شرع میں ممانعت
 بھی ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ خدا انکی عمر کو بہت دراز اور انکے ملک کو آباد و مقرر اور انکی رعیت کو آسودہ اور انکے
 خزانے کو معور اور انکے ملک داری کے نتائج کو ایسے عمدہ اور نمایاں کرے کہ حیدر آباد کی ہسٹری میں سونے کے
 حرفوں سے لکھے جائیں۔ غرض حضور پر نور نظام نے انگریزی تعلیم پانی اور حق قدرہ اسکی قدر کی۔ اگرچہ شکر گزاری
 کسی پر اسے میں ہو ایسے احسان ترنگ معاوضہ شکل ہے۔ لیکن مثلاً دیدلک کلاہ لایولک کلاہ شکر گزاری کا ایک ہی
 پیرایہ میری سمجھ میں آتا ہے کہ اگر سارے ہندوستان میں نہ ہو سکے تو کم سے کم یہ کہ اس کالج میں مسجد ہی اور مسجد
 تو نماز بھی ضرور ہوتی ہوگی اور مسجد اچھا تعمیر ہے کہ مسلمانوں کی سی نماز ہوتی ہوگی اگر جمعہ بھی ہوتا ہو تو نماز جمعہ
 ساتھ جو خطبہ پڑھا جاتا ہو اس میں حضور نظام کے لیے وہی دعا کی جائے جو میں نے ابھی کی۔ مجھ کو جب پہلے ہالنگ
 حیدر آباد کے عطیہ شانانہ کی خبر معلوم ہوئی۔ کیونکہ کہوں کہ خوش نہیں ہوا جس مسلمان نے جو اس کالج کی ضرورت
 کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اتنی ہی بات سے ہمارے ملک کے کئے مسلمان اسکو زبردستی سید احمد خاں کے جیلوں
 شمار کر لیتے ہیں۔ غرض جس مسلمان نے گورنمنٹ حیدر آباد کے عطیہ کی خبر سنی ہوگی ضرور خوش ہوا ہو گا اور محکمہ
 اوزار کے علاوہ ایک شخصیت بھی ہے کہ اس فکر عالی کا وظیفہ خوار ہوں۔ لیکن میں اس خیال کو بھی مخفی نہیں کہ سکتا
 کہ جن وقت میں نے ڈیپوٹیشن کی روانگی کی خبر سنی مجھ کو افسوس ہوا اور میں نے دل میں کہا کہ بیشک نہ نظر اپنی
 سیر چشمی اور فیاضی سے ڈیپوٹیشن کو محروم تو نہیں آنے دیجی۔ مگر حیدر آباد کے لوگ ہماری نسبت کیا خیال
 کریں گے۔ ہم انکے مقابلے میں بے مقدار ضرور ہیں۔ لیکن ایسے گئے گزرے بھی نہیں کہ سب کے سب ل سے آگاہ
 ہوں تو ایک تو کالج کو بھی نہ چلا سکیں۔ مگر ہونے والی باتوں کو کون روک سکتا ہے۔ ڈیپوٹیشن گیا اور جیسا کہ خیال
 تھا لہذا پھندا لو ایں آیا۔ گورنمنٹ نظام کی داد و دہش سے اور ہماری نصیحت اور رسوائی سے۔ لیکن میں غنیمت
 کہ ڈیپوٹیشن نے بھیک بھی مانگی تو اپنی ہی قوم سے مانگی۔ میں جانتا ہوں اور اگرچہ کالج کا ڈیوٹنگ پیٹ ٹرٹی
 ہوں تو کیا اتنا بھی نہ جانو گا کہ کالج شروع سے دوسری قوموں کی امداد کا شرمندہ احسان ہے اور کالج کیا شرمندہ
 احسان ہے ہم سب مسلمان شرمندہ احسان میں کیونکہ اگرچہ کالج کے دروازے کسی قوم پر بند نہیں مگر کمالات تو ہی
 مسلمانوں کا قومی کالج۔ ہم ہرگز نہ جھینپتے اگر ایسی مثالیں دکھائیں کہ ہم میں سے کسی نے ہندو کے سنگرت

۱۱ تاریخ ۱۱ مسلم کسی چیز کا حاصل کرنا ممکن نہ ہو تو اس سے بالکل دست بردار ہو جانا بھی نہ مانیں ۱۲ جماعت دہلا ۱۳ ۱۴

کالج یا عیسائیوں کے مشن کالج میں مدد دی ہے۔ لیکن ہم کیا دوسری قوسوں کی مدد کر سکیں گے جبکہ اپنے ہی
چھپر پھوپھوں میں نہیں ڈال سکتے۔ غیر گزشتہ راصلوات۔ اسے مسلمانوں جو موجود ہو اور سنتے ہو اور اسے مسلمانوں
جو ہجرتی منی و مصیبت نہیں ہو اور پو اسطہ یا بوسالطان تک پہنچے اب بھی غیرت اور جمہیت کو کام میں لاؤ۔
اور ان فن کو مست آنے دو کہ یہ گدا پیشہ اور پوڑھاسید ہمارے اور ہمارے بچوں کے لیے غیروں کے گے
جا کر یا تھکھیلانے سے تھکا کہ باحقوبت و مزخ برابرست۔ رفتن پہلے مردی ہمایہ و رہبت۔

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ از غویا کسی کے کہنے سے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی تحریک دل میں پیدا ہوتی ہے
اور چونکہ شیطان کے بہکانے کے ہزاروں سے ہیں یہاں تو سید احمد خاں بھی وجہ و شیطان کے ضرور قاتل
ہونگے۔ غرض شیطان کے بہکانے کے ہزاروں سے ہیں خاص کر ایسے موقع پر خیال ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تقدیر
کو کم سمجھ کر لوگ دن بہتی پر محمول کریں اس سے ہتر ہو کہ پچھتی سادہ جاوے اگر ایسا دوسوہ کسی کے دل میں آیا ہو
اور میں خیال کرتا ہوں ضرور آیا ہو گا تو لا حول پڑھ کر اسکو دفع کر دے جو چیز خدا کی راہ میں بجاتی ہے وہ شاید کسی غیبی
دینا دار کی نظر میں حقیر ہو بھی لیکن اگر خدا کے یہاں مقبول ہو جائے تو ایک ان مجسم سر دیکھ لو گے کہ وہی چیز
دینا دار یا فقہا سے زیادہ قدر و قیمت کی ہے۔ خوشنہ ہٹنا وہی عند اللہ عظیم مال اگر کالج میں دینا خدا کی راہ میں
دینا نہیں ہے تو دوسری بات ہے۔ اور یہ سید احمد خاں کا منصب ہے کہ اس خیال کی تردید کریں یا کسی دوسرے کا بہت
آدمی کا جو کفر کی بیچا سے نہ ڈرتا ہو۔ میں تو ڈرتا ہوں کیونکہ جیسا تو اب کے دن کا ہو میرا بڑا بھی ان ہی لوگوں
میں ہو اگر میرے جنازے کی نماز نہ پڑھیں تو میں کہہ کر کا ہوا۔ رما حشر وہ تو بھائی میں تم سے صاف کہوں کہ
میرے میں تو اور بھلے ہیں تو میری تمنا تو یہی ہے کہ ان ہی مولویوں کے ٹمرے میں ہو اللہم احیی مسکینا و
امتی مسکینا و احشش فی زمرة المساکین حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ یاد ہی کیا تو اگلی ابتدا تھی کہ
اپ تو دوسرے یوں تھے مگر بے مات بھائی مارے حب کے چین نہیں لینے دیتے تھے یہاں تک کہ شکار
مانے سے بچا کر اندر سے کوٹے میں دھکیل دیا۔ اور اپنی پندار میں ان کا قصہ ہی چکا دیا لیکن اللہ غالب علی
المرء و لکن اکثر الناس لا یعلمون خدا کو جو منظور تھا سو ہوا۔ کیوں عین وقت پر کوٹے کے نزدیک قافلہ ان کو ٹھہر
کے قافلے کا کوئی آدمی اسی کوٹے میں ڈول لٹکانے کہیں حضرت یوسف ڈول میں ٹھہر اور آمو جو وہوں

ملا میرے دیکھنے اور سنتے میں نہیں ۱۱۳۱ تم اسکو آسان سمجھتے ہو اور وہ اللہ کے نزدیک بڑی چیز ہے ۱۲۷۱ اسے خدا چھ
سکین نہ رکھ اور سکین مارا دے سکین میں میرا حشر کر ۱۲۸۱ اللہ اپنے حکم کے نافذ کرنے پر غالب ہو لیکن اکثر لوگوں کو معلوم نہیں ہے ۱۲۹۱

کیوں بھائی جوان کی تاک میں اس پاس گئے تھے اُنکو اپنا غلام ظاہر کر کے قافلے والوں کے ہاتھ پھینک دیا
 قافلے والوں سے عزیز مصر حوّل لے۔ یہ سب تمہید اسکی تھی کہ آخر کار یوسف عزیز مصر بیوں۔ دنیا وی
 لذتوں کا حال یہ ہے کہ اُن سے متنع ہونے کا بھی ایک اندازہ ہی شہر

جتنے ہیں یاں مزے روش نشہ شراب ہو جاتے بے مزہ ہیں جو بڑھاتے حد ہیں
 حد سے بڑھ جانا ایک تو افراط انہماک سے ہوتا ہی اور ایک حد سے بڑھ جانا یہ بھی ہے کہ اور رائیہ اور گنہ
 ہر روز وہی دن وہی رات وہی صبح وہی شام وہی جاگتا وہی سونا وہی کھانا وہی پتیا وہی مزا وہی جینا
 زندگی ہی یا کوئی طوفان ہے ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مچلے

پنچا نچہ بڑی عمر کو پہنچ کر حضرت یوسفؑ کی بھی یہی حالت ہوئی اور آپؑ نے دعا کی رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ
 عِلْمَتِي مِّنْ تَّأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوْفَنِي مُسْلِمًا
 وَلِخَفَّتِي بِالصَّالِحِينَ غلامی سے عزیز مصر کے منصب تک ترقی کرنے کے بعد ایک یہ آرزو باقی رہ گئی تھی
 توفی مسلمانہ و الخفنی بالصالحین یہ بات بھکولنے و احش فی فی زمرة المساکین کئے پر یاد آگئی یہ تذکرے
 دوسرے قسم کے ہیں۔ آؤ پھر تمہاری کا نفرنس کی سی باتیں کریں۔

ہاں تو بھکھو گورنمنٹ نظام کے عطیے کی نسبت ایک ریمارک اور کرنا ہی۔ وہ یہ کہ عطیہ عظیم کن کہ
 خوش تو بہت ہو رہی ہو وہ عطیہ فی حد ذاته بیکٹ شبہ بہت بڑی قدر کی چیز ہو لیکن کہیں ایسا نہ ہو کچھ
 دیکھ کر تمہارے پانڈن پھول جائیں۔ قوم اور قوم بھی مسلمان اور بچہ انکی تعلیم اور تعلیم بھی انگریزی جانو اور سمجھنے
 والے کے نزدیک ایسی بے ٹکی باتیں ہیں کہ سوائے سرسید کے اور تو کوئی ایسا خواب پریشان دیکھ نہیں سکتا

چہا ست در سلسلے سید محال اندیش

اگر آج سرسید اپنا سارا منصوبہ ظاہر کر دیں تو ستوں میں ننانوے پل جو اچھوڑ بھاگیں اور ہر چند سرسید بہتیری
 ہری ہری گھاس کھائی۔ اسی خیال سے میں نے شروع سے کندھا نہیں دیا۔ جانتا تھا کہ پیچھے پرنا تھوڑے
 دیا اور انہوں نے نعل جڑے۔ پس میں نے تو اپنا یہ شیوہ رکھا کہ سرسید کو آتے دیکھا اور چھٹک کے وہ ہوا
 بہ کیف جس کام کا بیڑا سرسید نے اٹھایا یہ وہ اتنا بڑا عظیم الشان کام ہی کہ گنج قارون بھی اسکے سر انجام کو
 ملے بار بار ۱۲ لکھ سے پروردگار تو نے مجھے ملک یا اور چھکو باتوں کا مطلب جھانا سکھایا اسے پیدا کنند آسمان زمین تو دیا

آخرت میں میرا کارساز ہی میں شہان مردوں اور چھکو دیکھو کاروں میں داخل کر ۱۲ لکھ یعنی ایک لکھ اور دینی ہے ۱۲

کافی نہیں ہو سکتا۔ سخت افسوس ہوگا اگر عطیہ حیدر آباد لوگوں کو اُنکے فرض اسلام۔ فرض قومی بلکہ فرض انسانیت سے فارغ اور بے فکر کر دے مسلمان برٹش گورنمنٹ سے اپنی کاپی اور نادانی کے انعام کو ہٹا دیتے تھے اور چاہتے تھے کہ اُنکے ساتھ اسکاٹشپ میں یالیات کے سٹینڈرڈ میں یا گورنمنٹ سروس میں کچھ رعایت کیجائے۔ کیوں۔ اس واسطے کہ اُنکی قوم دوسری اقوام معاصر کے مقابلے میں پیٹی اور پچسٹی ہی گورنمنٹ سے کیا جواب ملا۔ فیرسٹ ایڈ نو مینور۔ بیشک یہ نہ صرف منصفانہ جواب تھا بلکہ نہایت سنا اور نشاندہ۔ اگر کمین گورنمنٹ مسلمانوں کے ساتھ کسی طرح کی رعایت کر گزرتی تو یقیناً جانو کہ جس جگہ آج مسلمانوں کو دیکھتے ہو اس سے بھی ضرورتاً قدم پیچھے ہٹے ہوتے ہوتے۔ میں کبھی مسلمانوں کی خستہ حالی دیکھ کر خوش بھی ہوتا ہوں اور اسکو اُن کی فلاح آئندہ کے حق میں غل نیک سمجھتا ہوں۔ سادیک مت پٹی کہ میں حیدر آباد کی گورنمنٹ سے علیحدہ ہوں۔ مگر تاہم تبادلوں کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ گورنمنٹ حیدر آباد نے جو امداد کی اُس سے اُن کا مقصد مسلمانوں کو صرف نمونہ دکھانا تھا کہ چنے ایک سخت اسلامی کا پاس کر کے اتنا کچھ کیا۔ تم کو بھی اخوت اسلامی ہو طنی اور دوسرے چند در چند تعلقات کے لحاظ سے جتنا جتنا مقدور ہو کر ناچا بیٹے۔ دو قسم کے مسلمان ہیں ایک بامقدور جو اپنے بچوں کی تعلیم کا بیج اٹھا سکتے ہیں میں ایسے لوگوں کی طرف سخت بدگمان ہوں۔ یہ سمجھ رہا ہوں کہ ہر ایک نکلے میں تشنیت بھی ہوتے ہیں اب طرح سب بامقدور مسلمان ایک طرح کے نہیں۔ تاہم اکثر اس خیال کے ہیں کہ ادنیٰ اور اعلیٰ اور عربی اور انگریزی سے کیا بحث وہ سرے سے کسی طرح کی تعلیم کو اپنے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ اُنکی پندار میں نیا دای تعلیم معاش پیدا کرنے کے واسطے ہی۔ جس کی اُنکو حاجت نہیں اور دینی مسجد کا ملا بننے کی عرض سے جو اُنکے لئے موجب عار ہی۔ اسے کاش خدا اُنکے دل میں ڈلے کہ اُنکی اولاد بدون تعلیم کے اپنی پوزیشن اور شپکٹ اور توال کسی چیز کو بھی زیادہ دن تک نہیں سنبھال سکے گی۔ بہر کیف میرے نزدیک ان لوگوں کے خیالات کی اصلاح دیر طلب ہے۔ اور یہ تو اثر فارایز ایجوکیشن آرگنسز نڈلتنے ہی مصرف کے ہیں کہ ان کو دم جھانسا دیکر جو چہ ان سے وصول ہو غرض بالکی تعلیم میں صرف کر دیا جائے۔ یی خذ من اغنیائہم و یر علی فقرائہم ای بر بات کہ ان سے ابیض منقوش کس طرح اُگلائے جائیں اس کی تدبیر ان بڑے میاں سے پوچھی

۱۲ وظیفہ طالب علمی ۱۳ درجہ ۱۴ ملازمہ سرکاری ۱۵ عدا صاف معاملہ اور کچھ بدور رعایت نہیں ۱۶

۱۷ حالت ۱۸ وقت ۱۹ جہاں تک تعلیم کو تعلق ہو ۲۰ مالداروں سے لیکر ناداروں پر پابند دیا جائے ۲۱

جاسے جنہوں نے لائٹری کی تھیں۔ میں سڑنگ بھرے۔ گئے میں جھولی لٹکا کر چھیک مانگی۔ یہی مقررہ
کوئی بات اتاریں تو ہماری قوم کے امیر پوچھیں۔ دوسری قسم کے مسلمان جنکی تعلیم پر زور دیا جاسکتا ہے اور ضرورت
مناسب پر وہ لوگ ہیں جو پڑھنا چاہتی ہیں اور پڑھائے جانے کے قابل ہیں لیکن مصارف تعلیم کے تحمل
نہیں ہو سکتے۔ مجھ کو معلوم ہے کہ ہمارے رفاہیہ ایسے ہی لوگوں کی تعلیم کی طرف متوجہ ہیں بھی مگر میں آج صبحوں
منافی مانگ کر کھانا چاہتا ہوں کہ تعلیم کے لئے لوگوں کے انتخاب میں کسی قدر بے احتیاطی ہوتی ہے اور ابتدا
جو ش میں بے احتیاطی کا ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں۔ میں اس پالشی کا نہایت سختی کے ساتھ مخالف ہوں
کہ لوگوں کو دوسرے پیشوں سے ہٹا کر پھسلا کر تعلیم کے درجے میں ٹھونسنا چاہیے۔ تھوڑے پورے تعلیم یافتہ
بہت زیادہ مفید ہوں گے اپنے حق میں۔ قوم کے حق میں۔ ملک کے حق میں۔ گورنمنٹ کے حق میں۔ بہ نسبت بہت
سے اور دوسرے جیک آئن آل ٹریڈز اینڈ ماسٹرفٹن کے۔ جس بے احتیاطی کا میں شکی ہوں وہ اتنی ادا کے
دینے میں نہیں ہوتی جتنی ادا کے لینے میں۔ لوگوں کو دیکھنا چاہیے کہ ہماری تعلیمی فنڈ کیسی غریب اور
غیر متیقن حالت میں ہیں۔ ہم اسکالرشپ دے سکتے ہیں وہ بھی بڑی شکل سے نہ تنخواہ۔ ہم طالب علموں کے تعلیم
کے ضروری مصارف کا کھنکھ کر سکتے ہیں۔ وہ بھی بدقت نہ اُنکے کپنے کے خرچ کا۔ ہم لوگوں میں عام غلط
فہمی ہے کہ اسکالرشپ کو تنخواہ سمجھ لیا جاتا ہے۔ گویا تعلیم پانا خدمت ہے۔ اور اسکالرشپ اُس کا معاوضہ۔ مجھ کو جو
دہلی کالج میں اپنا وظیفہ پانا یاد ہے۔ جن دن سے وظیفہ شروع ہوا میں نے اور نہ صرف میں نے بلکہ ہمارے خاندان
نے اسکو سلسلہ ملازمت کا آغاز سمجھا۔ عربی جماعتوں میں تو کچھ ایسے بڑے بھاری وظیفے تھے نہیں مگر انگریزی
کلاسوں میں بعض اسکالرشپ ایسے محاصل کو تھی کہ شروع میں اتنے کی نوکری بھی نہیں ملتی ہم لوگوں میں
طالب علمی کا ایک طریق یہ تھا۔ اور اب بھی ہے مگر کم۔ اس واسطے کہ اُن علوم ہی کا رواج کم ہے کہ بڑے بڑے شہروں
میں جہاں پڑھنے پڑھانے کا چرچا ہوتا تھا۔ باہر کے لوگ طالب علمی کے لئے ہجرت آجھرتے تھے یہ لوگ
اکثر مسجدوں میں رہتے۔ اور مصروفات پر گزارا کرتے۔ کسی کو عمار کا موجب ہو تو ہو مگر میں اسکو فخر بیان کرتا ہوں
کہ میری طالب علمی کا ابتدائی حصہ اسی طرح پر سپر ہوا ہے۔ ان طالب علموں کا حال یہ تھا کہ بتیمروں کو درود وقت کی
روٹی کا بھی سہارا نہ تھا۔ پھلے خانوں کی افراط و ابلال میں ہوتی ہے کتابتِ شکل سے مانگی ملتی تھی۔ دس دن
بیس بیس اور اس سے بھی زیادہ ایک سبق میں شریک ہوتے۔ سب کے سب صبح اور رات میں سب سے زیادہ

خوش نصیب تھی۔ اور میں نے ایسے ہی بہت سے مسلمان لوگوں کو علم سے بہرہ مند ہوتے دیکھا ہے مگر چہ میں
 بہت مسلمانوں میں بعض سے بڑھکر اور اکثر کی برابر تھا مگر افسوس ہے کہ علم کے اعتبار سے سب سے گھٹا رہا بغرض طالب علمی
 کا ایک ننگ تو وہ تھا اور ایک ننگ کا بچوں اور سکولوں کے طالب علموں کا ہے کہ ان کو دو وقت کے کھانے کے
 علاوہ کہ وہ بھی انگریزی ہو تو پڑھ اور ہندوستانی طور کا ہو تو تھو تھو و دوزخ شکم بھرنے کے لیے چاہیے بڑے بڑے
 فاسٹ اور لفٹن اور ٹی اور انڈیا اور فروٹس اور وٹاٹ ناٹ۔ ہماری سٹریٹ اور ٹیٹل طالب علمی میں ستر عورت
 اور دفعہ تھوہرو کے لیے موٹا چھوٹا کپڑا میسر آگیا تو کافی سمجھا جاتا تھا۔ اب کچھ نہ ہو تو شرت پینٹلون اور روٹ
 ہینڈ کرچف سٹائلنگز گلوز۔ فٹر۔ اور پچھڑی صیبت یہ کہ کھانے کے کپڑے اور ہوا خوری کے اور کالج اور اسکول کے
 اور سوئے کے اور کھانے کے اور پھینکنے کے اور ایک پاکٹ میں بڑا ایک پاکٹ میں درزی۔ تلوہ
 بارود و سروں کی کمائی پر اور یہ شتر غرض۔ کیا فرق ہے ان طالب علموں میں اور ان یورپین سولجروں میں جو
 گرمی بھر خٹانوں میں پڑے اینڈ پین۔ سولجروں اور اسقہ آرام طلبی۔ اور طالب علم اور اس درجہ بناؤ سنگار
 اسے وہ انگریزی ہی طور کا ہے۔ یہ پینس کے سے پیٹے سے جو سکھائے جاتے ہیں۔ ہیں تو خوشنما لیکن یہ
 لوگ کالج کا سا ہوا رجن اپنے گھروں میں کہاں پائیٹے۔ میں تو اس وقت جانوں کہ لوگوں نے حقیقت میں
 انگریزی تعلیم کی قدر کی جب ایشیا ٹکٹ سکالرز کی طرح فقر و فاقے کے ساتھ ان کو پڑتے دیکھیں اس
 کو کبھی ہی وحشت باقی نہیں۔ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ لوگوں نے انگریزی تعلیم کی ضرورت کو پورے طور
 پر تسلیم کر لیا۔ سید احمد خاں کو چھوڑ کر کہ ان کا تو مذہب ہی دوسرا ہے۔ جن لوگوں نے خوب لکھ لکھ کر انگریزی
 تعلیم میں مدد دی ہے اگر انہوں نے کار و ثواب سمجھ کر مدد دی ہے۔ تو میرے نزدیک انہوں نے اسکو اتنا ہی کار
 و ثواب سمجھا ہے کہ محرمات شرعیہ میں ضائع کرنے سے بہتر ہے نہ یہ کہ بھوکے کو کھلانے ننگے کو پہنانے
 بل و مسجد و چاہ و ممالک سے۔ بنوانے کی برابر ہی اور جسد خدایوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دینا کہ
 انگریزی تعلیم میں مدد دینا واقعی کار و ثواب ہے تو مسلمانوں کو نہ سید احمد خاں و کارہوں گے نہ کانفرنس
 نہ کچھ اور نہ تم نہ میں۔ اس سے کہو انکار ہے کہ خیرات کے مروجہ طریقے و فہل خیرات نہیں۔ میں تو صرف اتنی
 بات لوگوں کے ذہن نشین کرنی چاہتا ہوں۔ کہ تعلیم میں مدد دینا خیرات کے مروجہ طریقوں سے بہتر اور

۱۲ مئی ۱۹۱۲ء سہ پہر ۱۲ بجے ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء چائے ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء انڈیا ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء میوہ ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء وغیرہ ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء شوقیہ چٹ ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء پاجامہ
 ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء برکٹ ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء رومال ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء موزے ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء دھتاناہ ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء رومی ٹوپی ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء کالج میں پڑنے کے گھنٹے ۱۲ مئی ۱۹۱۲ء انگریزی سٹی

انفع للناس اور ادنیٰ بالقبول عند اللہ ہی۔ مروجہ خیرات ازالہ مرض ہی اور تعلیم میں مدد دینا ازالہ سبب۔ اور اسکو دینی جاکر حکیم محمود خاں صاحب تصدیق کر لیا کہ علاج کے ان دو طریقوں میں سے کسکو ترجیح دی۔ انگریزی مثل تو مجھ کو یاد ہی ہے پرنسٹن از بیرون کیور۔ کچھ اس بات نے بھی تعلیم کے بیج کو ڈھیلا اور اسکی رفتار کو دھیا کر رکھا ہے کہ لوگوں نے تعلیم کو سمجھا ہی سوسوں لی اور تیلی پر جمالی۔ جو فائدے اہل یورپ نے ایک صدی کی متصل کاوش سے حاصل کیے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ دنوں کی توجہ سے وہ بھی اوصوری اور باول ناخواہ ہم کو حاصل ہو جائیں شہر

جی عبادت سے پڑانا اور جنت کی طلب کام چراس کلام پر کس مونہ سے اجرت کی طلب و رختوں کی رسیدگی کے اوقات مختلف ہیں کوئی ایک ہی برس میں پھل لے آتا ہے کوئی دو میں کوئی چار میں کوئی بارہ میں لیکن وہ درخت جو سب سے زیادہ دیر میں پھل لاتا ہی شجرۃ العلم ہی۔ گیہ پھل بھی ایسا مزیدار ہے کہ حضرت آدم نے اسی کی چاٹ میں جنت کے غروں کی کچھ پروا نہیں کی۔ پوچھ لیکھ کی گمانی کے اصول کے مطابق عاجل نفعین پیش چھوڑے اور ذلیل کاموں میں ہوا کرتی ہیں اور علم کا تو یہ ہے کہ ماتم اور دکتھ تو یقیناً اور شاید سیاحت بھی ان کو سیکر فائس کر دے تب کہیں جاکر علم حاصل ہو تو ہو اور جب علم ہو گیا تو اسکے فائدے ایسے ہی یقینی ہیں جیسے دنیا کے دوسرے نتائج مثلاً کاشش سے پھر کا زمین پر گرنا یا لکڑی کی ناؤ کا پانی پر تیرنا اور اگر نتائج اسباب سے مختلف کیا کریں یعنی اسباب موجود ہوں اور نتیجے کبھی مترتب ہوں اور کبھی نہ ہوں تو دنیا دار اسباب کیوں ہی اور نظام عالم سارا درہم برہم اور محفل ہو جائے۔ اور یہ جو بعض تعلیم یافتہ لوگوں کو کچھ سہو معاش میں حیران و سرگردان پڑے پھرتے دیکھتے ہو اور سمجھتے ہو کہ تعلیم بے سود ہے۔ یہ تو خود ان ہی کی غلطی ہی انہوں نے معاش کے لئے علم پڑھا اور پھر ایک طرز خاص یعنی نوکری کی لیکر کے فقیر ہو کر بیٹھ ہی کسی گلیا چھا مقولہ ہے کہ پانی کو اکٹھا ہونے دو پھر وہ اپنا راستہ آپ کر لے گا۔ دنیا کے اعتبار سے ہماری اور اہل یورپ کی حالت میں جو تفاوت ہے وہ اجلی البدیہات ہے۔ سب کو سوچھ پڑتا ہے کہ انکو ترقی ہی اور کھو تو ترل سودہ مالدار ہم مفلس سودہ حاکم ہم محکوم۔ وہ لائق ہم نالائق۔ وہ ہنسند ہم بے ہنس۔ وہ اقبال مند ہم بد بخت۔ غور کر کے دیکھا کس نے؟ خود گورنمنٹ نے جبکہ یقین جانو ماں باپ کی طرح ہماری پرداخت منظور ہے۔ اور ہم پیسے اُس نے

۱۷ لوگوں کو نافع تر ۱۲ خدکے نزدیک مقبول تر ۱۷ مرض کو ابتدائی حالت میں روکنا علاج سے بہتر ہے ۱۷ علم سے

مدن ۱۲ وقت اور دولت ۱۲ تندرتی ۱۷ صدقہ ۱۱

جسکو خدائے درو مند دل اور آخر میں بصیرت دی ہو کہ ہم میں اہل یو روپ میں صرف ایک ہی وجہ فارق ہے
تعلیم کہ وہ عالم ہیں اور ہم جاہل۔ چنانچہ جس سے اہل یو روپ معراج الگمال کو پہنچے تھے انہی دھرتی سے
لوگ لگا دیا۔ صاف دل سے متوکل علی اللہ انھیں بند کیے چلے جاؤ۔ منزل مقصود کو پہنچ گئے اور ضرور پہنچ گئے
اور اگر یہ صلاح سمجھ میں نہیں آتی تو تم خود کو کئی تدبیر سوچو۔ پشیم مارڈن دل یا شاید عرض تو تمہاری اصلاح حالت
سے ہے یہ سید احمد خاں اس میں عذر کریں یا بزمائیں تو میرا ذمہ۔ اور اگر انگریزی تعلیم دنیا یا دین میں مضرب ہو تو کوئی
اور کٹہہ یا ترائش سہ کر بہت کچھ دیکھ چکے ہو کچھ کسر باقی ہے تو اور دیکھ لو۔ مگر کان یظن ان ان یقصہ اللہ لا ینا
والآخرۃ فلیکملہ السماء تھلی قطع فلینظر هل یذہبن کیدہ ما یغیظ۔ تمہارے گھرے میں ایک صاحب
س وچ بندے کے ہمنام ہو گزرے ہیں نظیر الکر آبادی۔ من وچ میں نے ایسے کہا کہ نظیر انکا تخلص تھا
اور میرا نام ہے۔ انکا تخلص قلم سے تھا۔ اور میرا نام قلم سے ہے۔ ایک صلاح وہ بھی بتا گئے ہیں۔ زمین علوم منہ سے
یاد دہی۔ دیکھو شاید وہی مفید ہو۔ ان کی تو یہ صلاح ہے۔

کوڑے سے نکلے کو سجا اور دیکھو نکلت رت کے کھیل چھوڑ سب کاموں کو غافل بھنگ پی اور ڈنڈا ہل
یہ تعلیم جسکی ضرورت ہے اور جو یقیناً مفید ہوگی اور جسکے ہونے کا کامیابی ہو ہی نہیں سکتی وہ ٹیمپٹر آف انگلش
نہیں ہو بلکہ وہ سٹوڈنٹ سائنٹیفک ناچ ہے لیکن ذرا انصاف سمجھو میں سوچو کہ ہم لوگوں نے ابھی تک سٹیمپرنگ
کے سوا کچھ اور بھی سیکھا ہے اور بڑا بڑا نایاب ہے کہ مانے ہیکو رائٹس چانکڈ کی سی دولت کیوں نہیں ملتی۔
عمل میں دنگش لب نغمہ پرداز کہ سکیں ایں نادر آں نادر

ہمارے بڑے بہتیں قاصر کام بنے تو کیونکر بنے۔ قومی تعلیم موندے کہہ بیٹے کو تو دو لفظ ہیں مگر ہندوستان
میں قوم ہمارت ہے کچھ کٹھڑا آدمیوں سے اور تعلیم سے مقصود ہے اس چیز کا سکھا نا جس سے ان کے کان آشنا
ہیں اور کان آتش نا ہونے کے علاوہ طلبہ پر دیر طلب اور لوگ کارہ اور منفرد یہ سب باتیں پیش نظر
ان نو یاس نا امیدی کا کوئی محل نہیں۔ بڑے کام ہی طرح تدریج کے ساتھ ہوتے ہیں اور ہی طرح تدریج کے

میں جس کو یہ گمان ہو کہ دنیا اور آخرت میں خدا انکی مدد نہیں کرے گا۔ تو چاہیے کہ آسمان میں ایک سی ٹکائی
پانی لے کر رہے اور دیکھے کہ اُس کی تدبیر سے اُس کی شکایت رفع ہوئی۔ ۱۰ انگریزی کی نوں گان کرنا۔

۱۱ لالہ مستعد علی ۱۲ ٹوٹی پھوٹی بولی بولنا ۱۳

۱۴ لالہ ایک مشہور دولت مند تھا ۱۵

کے ساتھ ہونگے۔ جتنا گڑبلا ہی اتنی مٹھاس بھی ہو لوگ کامیابی کی مثالوں سے تو قطع نظر کر لیتے ہیں اور نا کامیابی کے شواہد مضامین لکھتے ہیں جس سے اُنکے دل شروع سے ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور یہی شکستہ دلی آخر کار انکی نا کامیابی کا سبب بنتی ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں میں نام و نمود کے سلف میڈ لوگ کم ہیں مگر اگرچہ وہ ہیں اور میں جانتا ہوں کوئی پراونس بلکہ ڈسٹرکٹ ایسے متعدد مسلمانوں سے خالی نہیں تو جو شخص پڑھتا ہے وہ اس اذعان کے ساتھ پڑھی کہ ان ناموروں میں سے ایک میں بھی ہو گا اگر اُسکا اذعان پکا ہی تو اسکا یقین جلاتا ہوں کہ وہ اس فہرست کے فرسٹ ڈورن نہ ہو گا تو شکینڈ میں ضرور ضرور ہو گا۔ اور میں کیا یقین دلاؤ گا خدا یقین دلاتا ہے اُنی لا اذیع عمل عامل منکم اذعان رکھو گے تو محنت بھی کرو گے۔ اور محنت کو تو کامیاب بھی ہو گے۔ خدا کی قسم ہو گے۔ ایک تو میں قدر و جہت زیادہ لیاقت کی قیمت لگانے سے منع کرتا ہوں اور ایک اہل یورپ کے ساتھ ہمسری کے خیال سے کہ ان دونوں کا انجام ہی نا امیب ہی اور نا امیب ہی کی پیدلی۔ اور پیدلی کا حرام۔ اسکو خدا کی طرف سے فیصل شدہ سمجھ لو کہ ہم کتنا ہی دور ہیں اہل یورپ کی گردلو بھی نہیں پاسکتے۔ ہم میں اُنہیں اُن دو کاشتکاروں کی سی نسبت ہے کہ ایک نے ابھی زمین میں ہل چلانا شروع کیا ہے اور ایک کاٹ گاہ کو فٹہ کھٹوں میں بھر رہا ہے شتان بینہا مگر ہاں دنیا کا روٹیشن اسی طرح پر چلا آتا ہے کہ ایک قوم کی مفلسی اور تباہی حد فایت کو پہنچتی ہے۔ خدا انکے دلوں میں ارادے پیدا کرتا اور وہ قوم دولت کے کمانے پر کمر بستہ ہوتی۔ جب وہ دولت پر پورا قبضہ پالیتی ہے تو عدیش اور آرام طلبی میں پڑ کر فاضل و رکابل ہو جاتی اور ترقی کے عوض رجعت قہقری کرنے لگتی اور چکے بکھا کر پھر مفلسی پر لگتی ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ اس روٹیشن میں ہم کس جگہ ہیں اور اہل یورپ کس جگہ۔ موجودہ حالت تو یہ ہے کہ اہل یورپ فل شپیڈ سے ترقی کی طرف چلے جا رہے ہیں اور ہم نہیں معلوم کرتے نہ نشین ہو چکے یا ابھی اور گرنا تقدیر میں ہے۔ یا سید احمد خاں اور ان ہی درویشان قوم کے سہارا لگانے سے اگر کوئی ہوں کچھ ابھرنے لگے ہیں۔ مفلسی و محکومی بھی کیا بڑی چیز انسان میں جو عیب اتنی ہیں اُنکے ظاہر ہونے تک تو مضامین نہیں جو عیب نہیں ہیں وہ بھی تو نامق اور ناظر مڑھے اور تھوپے جاتے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ اس وقت تک انگریزی تعلیم کا حاصل نہ ہو کر رہی ہے اور اس میں بھی پوری کامیابی نہیں۔ اور یہی نہیں کہ نہیں بلکہ کبھی ہوگی بھی نہیں۔ کیونکہ ڈانڈ سے زیادہ شاک بھرتا چلا جاتا ہے۔

۱۷ جنوری ۱۲۰۲ء کو بہتر کیا ہوا ۱۲ صوبہ ۱۲ ضلع ۱۲ اول درجہ ۱۲ دوسرا درجہ ۱۲

۱۲ میں کسی کی نہ نہ نہ نہیں کرتا ۱۲ دہائی میں بڑا فرق ہے ۱۲ دورہ ۱۲ تیز رفتار ۱۲ طلب ۱۲ وغیرہ ۱۲

اب سوائے اسکے کہ ہمارے لئے تعلیم یافتہ نوکری کے علاوہ معاش کے دوسرے دروازے کھٹکتے ہیں اور کوئی تدبیر نہیں۔ اور کیا ایسی سوئی بات ان طالب علموں کو نہ سوجھتی ہوگی۔ ضرور سوجھتی ہوگی مگر سب بڑی شکل آن کر پڑی ہے کامپنیشن کی۔ لوگ کہتے ہیں کہ ٹیڈ سکاٹرز خلقۂ ذل اور ٹھس اور کال ہڈ ہیں انکے داغ ہی غور کے لائق نہیں بناتے گئے۔ ایسا اور اختراع سے انکو مناسب ہی نہیں بعض کی رائی و کابلی تربیت ان کو نکھا کر دیتی ہے۔ بعض یہاں تک بھی کہہ گزرتے ہیں کہ انکا مذہب ہی مانع بنتی ہے۔ میں انہیں سے کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا سب زبردستی کے الزام میں مگر کامپنیشن کی لاعلاج مشکل ہے۔ اہل یورپ کے ساتھ مقابلہ کرنا اچھیں کے ساتھ گئے کھانا ہی۔ اور کچھ آسان کام نہیں۔ ایسا دو اختراع اہل یورپ کی ہمتی میں داخل ہے اور وہ اس فن کے منتہی ہیں اور ہم بالکل مبتدی اور نو مشن۔ مارکٹ میں اہل یورپ کے آگے سٹیڈ کر نہیں سکتے۔ اور چونکہ کوئی فائدہ نہیں کھائی دیتا لوگ اس طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ لیکن آخر کار ہونگے اور نہ ہونگے تو کیا کر کے کھائینگے۔ میں تعلیم کے متعلق اتنا کچھ کہہ چکا ہوں اور ابھی کچھ اور بھی کہوں گا۔ اس سے ہرگز یہ غرض نہیں کہ میں آپ صاحبوں پر اپنا صاحب الرائے ہونا ظاہر کروں۔ بات یہ ہے کہ میں تو ان حالات میں غور بھی کم کرتا ہوں بلکہ نہیں کرتا۔ لیکن سید احمد خاں کے اصرار سے اکھڑا ہوا ہوں تو اپنے خیالات ظاہر کیے ہوئے ہوں رعب نہیں سکتا۔ سرے سے ابھی تمہارے اس کانفرنس کے حصول ہی ٹھیک نہیں ہیں تو پھر سال حاضر نہیں ہوا مگر یہ بات خیال میں ہے اور خیال میں ہے تو ضرور کانفرنس کی تحریرات میں نظر سے گزری ہوگی کہ فرامین شاہان سلف کے جمع کرنے کی تجویز پیش ہو کر منظور ہوئی۔ میں اس وقت ہوتا تو اتنا کچھ زبان باری دیتی۔ مگر اب تو مجھ کو اتنا ہی کہنا منظور ہے کہ کانفرنس کے دائرے کو وسیع کر کے لوگوں کی توجہ کو منقسم کرنا ہمارے حالات کے مناسب نہیں۔ بیشک شاہان سلف کے فرمان جو کہیں نظر پڑ جاتے ہیں تو انکے دیکھنے سے آنکھیں ٹھنڈی اور روح تازہ ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ انکے خط اور تعالیٰ اللہ انکی جہارت، پھر کسی میں سرفرازی خاست ہی اور کسی میں عطا سے جاگیر اور کسی میں نوازش خطاب اور کسی میں تقرر منصب اور ظاہر ہے کہ سب مضامین دل کے خوش کرنے والے ہیں۔ مگر بعض مجھ جیسی روحی صورتیں کو کبھی یہ بھی خیال آ جاتا ہے کہ وہ وقت وہ سے وہ زمانے کہ صرگے لیکن ہر کیف یہ تحقیقات میں سپت بھرے کی باتیں۔ جھک تو اپنی تمام توجہ صرف ایک ہی امر میں محصور رکھنی چاہیے کہ جہاں تک ہو سکے لوگ انگریزی پڑھیں انگریزی پڑھنے سے غنی

نہ خواہی انگریزوں کا سا مذاق پیدا ہو گا۔ اور اس طرح کی تحقیقات میں ضرور فریڈیکا کہ آدمی اصل میں بند ہو گیا اور ہر روز ماہ و مہینہ ہر گز اپنی کے ہتھ گئے۔ انٹیکو اور نینز ابھی تک بچھتہ حل نہیں کر سکے کہ وہ کیا ہو گئی۔ مگر جب ہمارے انگریزی خواں اس تحقیقات کے درپے ہونگے تو انکو فز کے پھندے سے بھی کچھ نہ کچھ دلیگی اسکا تو جھکو حقیقہ ہو کہ بڑے میاں (سید احمد خاں) کو بڑی دوسکی سوچتی ہی اور کچھ کرتے ہیں آج نہیں تو کل اور کل نہیں تو پریسوں ایک نہ ایک ان مسلمانوں کے حق میں اسکا فائدہ مترتب ہو گا پھر مگر کیا کروں میں کچھ ایسا دل ہوں کہ مجھ سے کچھ ہو ہی نہیں سکتا شہر

جانتا ہوں ثواب طاعت و زہد پر طبیعت اور صبر میں اتنی

لیکن خدا کا فضل ہے کہ اتنے سارے خیر خواہان اسلام جمع ہیں جو اس سردی میں دو در سے اسٹی تشریف لائے ہیں کہ اپنی بد نصیب قوم کی تعلیم کا انتظام کریں۔ افسوس ہو کہ اس حجم غفر کی سعی مشکور نہ ہو۔ مگر یوں کہو کہ ابھی تک سعی کا اسلوب ٹھیک نہیں بیٹھا ایک بات تو میری سمجھ میں آتی ہے کہ لکچرنگ اور پیچھا تنگ اور آریٹرا ان سب کو تو رکھا جائے بالائے طاق اور کانفرنس کا مائٹ ہو ڈیڈز اینڈ نوڈروڈز کانفرنس کے اجلاس کی ترتیب اس طور پر ہو کہ پرائون اور ضلع ایک دوسرے سے متین ہو سکے۔ ہر ضلع کے ریپریزنٹیٹو ایک تحریری فز داخل کریں کہ آئندہ سال کے لئے کون کام وہ اپنے واسطے تجویز کرتے ہیں اور کون کون اس کام کا بیڑا اٹھاتا ہے پھر دوسرے برس جب کانفرنس جمع ہو تو پچھلے برس کی کارروائی کا نتیجہ دکھائیں کہ کیا کہہ گئے تھے اور کیا کر کے لائے۔ اسی کی رپورٹ ہو اسی کی کیفیت اسی میں غور ہو اسی پر بحث۔ اسی طرح ہر کانفرنس میں کارروائی مبنی رہی۔ تب تو کچھ کام چپے گا ورنہ گستاخی معاف اس مالکری آف کانفرنس سے نہ اتنا کچھ ہوا اور نہ کچھ ہوئے کی امید۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ ہول برٹش انڈیا بلکہ برٹش انڈیا سے باہر دور دوراں ملکوں میں شہرت ہو کہ ہم مسلمان ہر برس مسلمانوں کی تعلیم کا انتظام کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں اور حقیقت یہ کہ سید احمد خاں کی ذاتی کوششوں کے نتائج سے قطع نظر کو تو لڑائی ٹکٹ ٹول اب شاید کوئی ایسا ہی قس فی القلب نا احسان مند (جس کو دشمن اسلام مسلمان ہو گا جو سید احمد خاں کا رونا چاہتا ہو مگر سید احمد خاں مسلمانوں کے نفاذ اس میں جھکو تھوڑا سا کلام بھی ہی مسلمانوں کے خیر خواہ ہونے سے انکار مل تو نہیں ہو گئے۔ ہنر ان کے جیتے جی

لے حالات زمانہ سابق کے تحقیق کوئے دالے ۱۲ سالہ رومی ٹوپی ۱۲ سالہ شہت ہلکے پکڑنا ۱۵ سالہ پکڑنا ۱۵ سالہ فصاحت و بلاغت ۱۲ سالہ شہت ۱۲ سالہ فصل چاہیے نہ قول ۱۲ سالہ دکا ۱۲ سالہ کانفرنس کی ہنسی ۱۷ سالہ تمام ہندوستان ۱۲ سالہ کچھ نہیں یا کچھ نہیں کہ تربیت ۱۲ سالہ

کون سے قلعے فتح کر لیے کہ انکے مرنے سے اس کھیل کے بھٹکے ہو جانیکا خوف کھیا جاوے۔ جیسا حال کانفرنس کا ہی ایسا ہے۔ بدتر نہایت بدتر فعلی گڑھ کالج کا تھا۔ جسوقت سید احمد خاں نے کالج کا چنہ شروع کیا ہی سید احمد خاں کے بوزم فریٹنے یعنی حواریین کا تو حال معلوم نہیں مگر میں خیال کرتا ہوں کہ جسے سنائی ہی کہا صراحت و خیال بطل سبت ۴ اب ہی کالج ہو کہ ماشارا لند اسکالیک عظیم الشان کی رفاہ ہے۔ کالج پرنسپل اس کے میں کتا ہوں کہ اس کانفرنس میں بھی کچھ بھیا ہی اور یہ بھی کسی نہ کسی وقت اپنا رنگ لاتے گا پر اسے گاہے اور تعلیم کی دنیا میں ایک پورے ہو گا۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ اس وقت تک سید احمد خاں کا کالج بھی انکے سر پرچہ یا نہیں۔ کلچر ایک پکی پکائی رسوائی تھی سید محمود جنٹ سکرٹری بکر پروٹے میں باور کا ہاتھ بٹولنے کو اٹھنے ہوئے۔ کانفرنس میں رسوائی کے پکنے اور پروٹے اور چپنے کا کیا مذکور ہے۔ ابھی چوکے کی گوبری تک بھی نہیں دی گئی۔ پس سید احمد خاں کو مدد کی بڑی ضرورت تو کانفرنس میں ہی۔ کانفرنس تو ایسی چیز ہے کہ اگر اسکا کارروائی ٹھیک طور پر ہو تو کالج درکار یونیورسٹیوں کو بلکہ گورنمنٹ کے ایجوکیشن ڈپارٹمنٹ کو ڈکینٹ کرے مگر لوگوں ابھی کانفرنس کی ماہیت کو نہیں سمجھا حقیقتہً حال تو نہیں ہی مگر کہنے میں ایسی طرح آتا ہے کہ خداے تعالیٰ آدمی کو پیدا کر کے فارغ ہو جاتا ہے یعنی اس پروردگار نے آدمی کو اس طور کا بنایا کہ اس میں چند قوتیں ودیعت رکھیں اور اسکو پورا اختیار دیا کہ ان قوتوں کو کام میں لاکر ترقی کرے۔ اس وقت تک کسی پرینکشف نہیں ہوا کہ آدمی اس حد تک ترقی کر سکتا ہے قطعاً

آدمی زاوہ طفسہ منجھو نیست از ملاک سرشتہ ذرعیواں

گر گندمیل این شود کم ازیں وررود سوسے آں شود وہ انزل

کریض ترقی و تنزل دنیا کے اعتبار سے ہو یا دین کے۔ انسان کی اپنی ہی کوشش یا غفلت کا نتیجہ ہے۔ اور یہ ان مسلمات بلا یقینیات سے ہے کہ جن قوتوں کے ذریعے سے انسان ترقی کر سکتا ہے اور صرف تعلیم و تربیت ہی اس کی قوتیں ہیں خدا میں اور تعلیم میں وہ نسبت ہوگی جیسے ایک مصور نے خاکہ بنایا اور دوسرے اس میں رنگ پیدا کیا۔ نوک پلک نکالی۔ رنگ و عن بھرا لباس پہنایا۔ آئینہ چکھٹا لگایا۔ تو جو لوگ اپنے اپنے علم و تعلیم دینا چاہتے ہیں گویا ان اعراض کی تکمیل کرتے ہیں جبکہ اپنے انسان پیدا کیا گیا ہے۔ کانفرنس کو اس کی ترقی دیکھنے کا یہ طریقہ ہی جو میں نے عرض کیا اب فرما کہ اتنے بڑے کام کے سر انجام کے لیے کیا ہوتا

حالت ۱۲ سے سرشتہ تدبیر کا حکم ۱۳ راہ بتلائے ۱۴ ترقی ۱۵ حالت اصلی ۱۶

کرنا چاہیے کئی برس سے اسکا بھی غل چ رہا ہے کہ کنیکل ایجوکیشن کو عام تعلیم کے پروگرام میں شامل کرنا ضروری اور کنیکل ایجوکیشن عام تعلیم کے پروگرام میں شامل ہوتی تو خواہی خواہی کانفرنس کے پروگرام میں بھی سہل کیا جوا لیکن میں بوجہ چند در چند اسکا سخت مخالف ہوں میں تو سرے سے کانفرنس کی حدود کی توسیع ہی کو پسند نہیں کرتا طلب الکل ذہن الکل و سرے سے کنیکل ایجوکیشن ہی کیا چیز عمل بالید جبکہ فلسفہ اور اخلاق کی کتابوں میں حکمت عملی سے تعبیر کیا ہے سوطا ہر بات ہی کہ بدون علم کے عمل ہونے میں کتنا یہ جو لوگ مثلاً کلیں ایجاد کرتے ہیں اولاً انکے اصول کے مطابق جو ان کو پہلے سے معلوم ہیں ایک منصوبہ سوچتے ہیں۔ پھر اسکو بنا کر چلا کر دیکھتے ہیں اور جو کورسہر جاتی ہی غور کر کے اسکی اصلاح اور تکمیل کرتے ہیں تب کہیں جا کر کام بنتا ہی یہاں سے علم ہی اور ہوسوع وہن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہو گیا یاں سے منصوبہ سوچیں کیا خاک اور عمل میں لائیں کیا اپنا ہر بدون علم کے کنیکل لائن میں صرف نقالی ہو سکتی ہی۔ اور اس سے کوئی ایسا بڑا فائدہ نہیں۔ ورنہ ہر ایک کل میں جتنے لو ہار بڑھتی قلی مزدور کام کرتے ہیں سب انجینیر ہو جایا کریں اور ایسا نہ ہو لے نہ ہوگا اور نہ ہو سکتا ہی بدون سائنس کے کنیکل انٹرکشن کچھ کام نہیں آسکتی۔ اور سائنس ہی وہ چیز ہے جس سے ہماری قوم کے کیا جوان کیا بوڑھے کو سوں بھاگتے ہیں مسلمانوں کی دنیوی مشکلات دیکھ کر بعد وقت بڑا ہی ترس آتا ہی کیا لکھی یہ کیا تھے اور کیا ہو گئے اور پھر بھی کبھی کچھ پینڈیگے۔ زمانے کا رنگ ان کی نادانی اور بے سامانی یہ سب خیالات ہجوم کرتے ہیں تو اندر سے جی بٹھا چلا جاتا ہے اور چرچہ وضع کر دو چار طرف سے ہی آواز آتی ہی ع ایسے ڈبے کہیں اچھلتے ہیں۔ یہ نہیں کہ انکی درستی کی تدبیر یہ نہیں ہیں اور پکنیکل بھی ہیں مگر چونکہ ان کے کرنے کی ہیں فریب قریب اسپاسبل کے ہیں۔ جتنکے سنبھالے دنیا نہ سنبھالی جائے۔ ان کو دین مذہب کی ذمہ داریاں یاد دلانا وہی مثل ہی کہ مرتے کو مارے شاہ مدار شہر

مفسر کہ اس غریب کی دنیا نہیں درست مشکل کہ اسکے ماتھے سے ہو کارویں درست

لیکن اس سے کہ ہم ذمہ داری کا خیال کریں وہ ذمہ داری ساقط نہیں ہوتی۔ اسکے نتیجے ہکو بھگتے ہونگے سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ سوچیں یا نہ سوچیں۔ اس کا رخا نہ دنیا میں یہ نہیں کہ ہکو اختیار نہیں ہو لگو یا کہ نہیں تو جو باتیں ہمارے اختیار سے خارج ہیں انتظام اتنی کے مطابق اپنے وقت پر ہو کر ہیں گی ہم چاہیں یا نہ چاہیں مثلاً یہ تو بیشک ہمارے اختیار میں ہی کہ موت کا خیال دل میں نہ آنے دیں اور نہیں آنے دیتے اور آنے

دیتے تو دنیا کا کچھ اور ہی رنگ ہوتا۔ مگر ہمارے خیال بکمرے سے موت تو سر سے نہیں ملتی۔ وہ ایسے بے پاب
چلی آ رہی ہو کہ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ وہ اُسکے کتنے پاس پہنچی ہو۔ اور کس وقت کس جگہ کس حالت میں
اسکا ٹیٹھو آوے گا۔ وہاں تندی نفس بائی ادھن موت ان ہی دنیا اور دین کی دوہری دوہری ذمہ داریوں
کے اعتبار سے اندر جل شانہ فرماتا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَ عَلَی السَّوْتِ وَالْاَدْوٰی وَالْجِبَالِ فَاَلٰیئِنْ اَنْ یَّجْلُوْهُ
اَسْفَعْنَ مِنْهَا وَیَحْكُمَ الْاَرْسَاسُ اِنَّہٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَہُوْلًا ان ہی دنیا و دین کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کے
اعتبار سے جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ خدا کی طرف سے فرمان لیتے ہوئے اَللّٰهُ مَا اَقْدَمَ
مِنْ دُیْنِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَبَیِّنَتْہٗ لِعَمَّتْ عَلَیْكَ دَیْمًا لَیْکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا وَیَنْصُرْکَ اللّٰهُ فَصِرْ لِعَزِیْزٍ اَمْلٍ جُحَا
تھا مگر ساری عمر وہ غافلانہ مہنسی جسکو قہم کہتے ہیں اور جسکی شان میں تَمِیْمٌ الْقَلْبِ آیا ہے مہنسنے کا اتفاق کیا
نہیں ہوا۔ ہمہ وقت سوچ میں رہتے بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ ان ہی دنیا و دین کی دوہری دوہری
ذمہ داریوں کے اعتبار سے صحابہ کرام کے یہ مقولے برداشت صحیحہ ہم تک پہنچے ہیں کہ ایک کہتے تھے کہ اے
کاش میں تپھر ہوتا۔ دوسرے آرزو کرتے تھے کہ گھاس ہوتا جا نوروں نے چرا اور لید اور بیگنی اور گوبر کر کے
نحال بھینکا۔ ان ہی دنیا و دین کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کے اعتبار سے کسی نے انسان کے حق
میں کہا ہے مَسْکِیْنِ اِبْنِ اٰدَمَ اِیُّ مَسْکِیْنٍ ذُبَّ بَغِیْلٍ مَسْکِیْنٍ اِنْ ہِیْ دِیْنٌ وَدُنْیَا لَیُّ دُوہری دوہری ذمہ داریوں
کے اعتبار سے شاعر کہتا ہے

پیمانہ ہو کے آتا کسی بادہ کش کے کام اوم بنا کے کیوں میری مٹی خراب کی

ان ہی دنیا و دین کی دوہری دوہری ذمہ داریوں کے اعتبار سے لوگوں نے جوگ اور سنیاں اور رہبانیت
کے طریقے اختیار کیے اگرچہ اس طریقے کو اسلام نے جائز نہیں کہا اور سب جائز نہیں رکھا لیکن اس سے اتنا
بہتہ تو چلتا ہے کہ جن لوگوں نے دنیا و دین کی ذمہ داریوں کو اچھی طرح جاننا اور تو لا ان میں بہتر سے ایسے
ہولناک ہیں جنہوں نے اپنے میں اس جوڑی کے ہلانے کی طاقت نہ پا کر اس یاضت سے جان چڑائی
ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رہبانیت کے طریقے میں مشقت زیادہ ہے۔ لیکن یہ خیال بالکل غلط ہے۔ میں نے

ملا کسی شخص کو خبر نہیں کہ کہاں میری گناہ ۱۱ ملے ہنسنے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پھاڑوں پر پیش کیا اُنہوں نے اس کے اُٹھانے سے انکار
اور اس سے ڈر کر اور انسان نے اُسکو اٹھالیا وہ بڑا جفا کار اور زندان ہے ۱۱ ملے تاکہ اللہ تمہارے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے اور تم اپنی
نعمت باری کرے اور تمکو سید صارتہ دکھائے اور تمکو غالب فتحندی دی ۱۱ ملے اول کو مار دیتا ہے ۱۱ ملے آدمی بڑا سکین ہو جسکو بے پھر چلاں

آزمایا نہیں اور خدا نہ کرے کہ کوئی بعد آدمی آزمائے۔ مگر کتابی کتابوں اور اخباروں میں پڑھا ہو کہ شرک یا
 نہ پینا چنداں مشکل نہیں جتنا کہ پینا اور اس میں اعتدال کا لحاظ رکھنا۔ غور سے دیکھا جائے تو رہبانیت بڑے
 و صوفیہ کی ٹٹی ہے۔ اس میں قانون قدرت کی صریح مخالفت ہے اور وہ کسی طرح چل نہیں سکتی قطعاً
 اسے فوق کر گیا کوئی دنیا کیا ترک دنیا ہے بڑی بلا اسے کیسا ترک
 ممکن نہیں ترک ہو کسی سے دنیا جب تک کہ آپ اسے دنیا ترک
 اور شاید باختمال ضعیف کسی گمراہ خان راہب کا کچھ مر نکال کر چلی بھی تو لازم آتا ہے البطل حکمت الہی کیا خوب
 فرمایا ہے وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ لَجَلَةً فِي الْأَرْضِ فَجَعَلْنَا مِنْكُمْ بَشَرًا مِمَّنْ لَا يَفْقَهُونَ۔ پس یہ شرط عبودیت نہیں اور ہونی چاہیے بھی
 نہیں کہ بچہ بنایا آدمی اور ہم بننا چاہیں پھر یا بنایا آدمی اور ہم بننا چاہیں فرشتے۔ بلکہ جیسا آدمی بنایا ہے اسی آدمیت
 کی شان میں رہنا ہی عبودیت ہے۔ اگرچہ اسلام نے رہبانیت کے مٹانے میں کمی نہیں کی اور ربانی اسلام
 بآواز بلند پکار دیا کہ اگر رہبانیت فی الاسلام مگر انسان کچھ اس طرح کا مخلوق ضعیف اور ڈھل جلیقین اور
 مستزلزل ہے کہ وہ درجہ توسط و اعتدال پر قائم رہے نہیں سکتا شہر

بلکہ دشوار ہے کلمہ کا آساں ہونا آدمی کو بھی یسیر نہیں انسان ہونا

ابعد و قدیم کے مسلمان پاتے جاتے ہیں یا رہبانیت لیتی ہوتے جو زاہد اور تارک الدنیا ہو تو کیا سکتے ہیں
 مگر بننا اور بنانا چاہتے ہیں اور یہ ہمارے زمانے کے علما اور شائع اور انکے شاگرد اور مدید ہیں ان کی تعلیم کا
 ماحصل ہی دنیا سے گریز دنیا سے نفرت یعنی وہی رہبانیت۔ دوسرے وہ ہیں اور یہ پہلے گروہ سے شمار ہیں
 بہت زیادہ ہیں جنکی نسبت اللہ تعالیٰ بغیر صواب فرماتا ہے۔ فَأَعْرِضْ عَنْ مَعْزَنِ كُوَيْلٍ عَنِ ذِكْرِ نَادٍ يَدْعُو إِلَى الْآ
 الْحَيَوةِ الدُّنْيَا ذَلِكْ مَبْلَغُهُمْ مِنَ الْعِلْمِ جو ہمارے روگردانی کو ہے اور دنیا کی زندگی کے سوا اس کو اور کچھ
 درکار نہ ہوا ایسے لوگوں کو مومنہ مت لگاؤ انکے علم کی رسائی یہیں تک ہی۔ میر خیال ہے کہ مذہب انسان کے کائناتیت
 میں داخل ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہوتا تاہم میں بڑی زور سے آچھا جو کس مذہب کی طرف متوجہ کرتا ہوں اس لیے کہ تعلیم ہی
 ہی عمل کیوں نہ ہو مارلز کے بددن کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتی اور مارلز بددن مذہب کے درست نہیں
 ہو سکتے۔ دیکھتے سانسٹی کو مارلز کے فارغیت میں داخل غلطی ہے۔ لیکن مارلز صوفی سانسٹی کے افولوس پر مبنی

لے اور اگر چاہتے تو ہم میں سے ایسے فرشتے بنا دیتے جو روئے زمین پر خلافت الہی کرتے ۱۲ سالہ اسلام میں جو کہ ارسطو

ہوں راسخ نہیں ہو سکتے کماثل العنکبوت استخذت بیتا وان اوهن الميوت لميت العنکبوت اگر
 برون و مذہب الگ رصہ کر لوگوں کو تعلیم دے جائے تو میرے نزدیک اسکی ایسی مثال ہوگی کہ چلبے اور شیر پرندے
 کو راجز کا چاقو کھیلنے کے لیے پکڑا دیا جائے وہ ضرور اپنا ماتھہ کاٹ کر ہیکہ اگرچہ تعلیم کا ابوجھوڑا ہو مگر
 اب بھی ایسی مثالیں بہت ہیں کہ کالج یا سکول سے نکلا لوگ اکثر لائف میں تعلیم سے راحت کی جگہ طرح طرح
 کی ایذا میں پاتے ہیں اور اسکا یہی سبب ہوتا ہے کہ مارنکی خبر گیری نہیں کی گئی۔ بیشک مذہب میں ایسی بھی
 بہت سی باتیں ہیں جنکو تمدن سے کچھ علاقہ نہیں۔ لیکن واقع میں مذہب اور خاصکر مذہب اسلام ایسا جامع
 دستور العمل ہے کہ کسی حالت کا آدمی ہو مرد اور عورت عالم اور جاہل تو مجھ اور غفلت تندرست اور بیمار مقیم اور مسافر
 حاکم اور محکوم لادلد اور صاحب اولاد و مجرد اور متبادل سکونت تمام زندگی میں جو کچھ کرنا ہو اس سے توجہ حاصل میں اس کے
 لیے ہدایت موجود ہے۔ خدا کو جب بنی نوع انسان کی اصلاح منظور ہوئی تو اسے ایسی خراب سوسائٹی میں جس سے
 بڑا سوقت روئے زمین پر کوئی قوم نہ تھی اپنے سچے اور سادہ اور بے تکلف اور غیر متصنع پیغمبر یعنی فطرت کے
 کال ترین نمونہ کو بھیجا۔ اس کے اقوال اور افعال سب قرآن اور حدیث میں مدون اور منضبط ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا
 ہے کہ جس طرح کوئی شفیق باپ ہمہ وقت اپنے اکلوتے بیٹے کی حرکات و سکنات پر نظر رکھتا اور وقتاً فوقتاً بات
 بات میں اسکو روکتا توکتا رہتا ہے۔ میں سلام نہیں کیا۔ انھوں نے مزاج پوچھا تھا تو ٹھوکنے کا ہاتھ تھا کہ الحمد للہ
 جب کھانسی یا جھانسی ہو تو موموٹھ پر ماتھہ رکھ لیا کرو۔ بعینہ ہی بلکہ اس سے بہت بڑھکر حال تھا پیغمبر خدا صلعم کا
 ہی امت کے ساتھ۔ چنانچہ ایک صحابی فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے ہماری تعلیم صلاح کا کوئی دقیقہ فرو گذار نہ
 نہیں کیا حتیٰ علینا الخلاء۔ پس مذہب خون کی طرح ہماری سوسائٹی کے رگ پے میں پھیلا ہوا ہے۔ اور اگر ہم
 تعلیم کو مذہب سے بھر کرنا چاہیں تو پھر نہ اسلام ہی نہ نیشیلتی ہی اور نہ سوسائٹی کچھ بھی نہیں۔ مسلمانوں کی فطرت
 اگر کوئی مجھ سے پوچھے تو میں سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہہ سکتا کہ ایک گروہ مذہبی ہر ان میں ذات اور جماعت
 بھی تیار ہی مگر عند اللہ معتبر نہیں۔ یا ایہا الناس انا خلقنکم من ذکوانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل
 لتعارفوا ان الکرم عند اللہ اتقہ سکندھی اسباب جو کچھ ہوئے ہوں اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں
 اپنی اور رقی و عروج کا ہر اثری کار جو ش مذہبی تھا لیکن کس قسم کا جوش مذہبی کیا اس قسم کا کہ دنیا سے بھا
 اس کی مثال کسی کی ہی ہے جب ایک گھرنیا اور گھروں میں سب سے زیادہ بودا گھر مڑی کا ہے ۱۱۰۰ وسط ۱۱۰۰ زندگی ۱۱۰۰ بعد ۱۱۰۰
 دیکھا کہ جو بھارت کرنا تک کھا دیا ۱۱۰۰ تو سیت ۱۱۰۰ تعریف ۱۱۰۰ کہ کوئی نہ کوئی فساد سے پید کیا اور شہر سے گھر اور چھ بنا کر گا

۱۱۰۰ اول وضع کا سبب ۱۱۰۰ عصر کا سبب ۱۱۰۰

اور اسکو طلب نہ کرو اور اسکے طلب کرنے کی تدبیریں عمل میں لاؤ۔ صرف بڑی بڑی لمبی نمازیں پڑھو و دھیر
 سائے روزی رکھو اگر ایسا ہو تا تو آج شاید کہے دینے میں بھی اسلام دھوکا دھو نہ دے۔ مگر یہ نہیں نہیں نماز
 روزے کے علاوہ ایک اور ضروری مطلب رکھنے پر مشہد غافل تھا جسکے لئے وہ سخت سے سخت مشقتیں اٹھاتے
 جسکے لئے وہ جان تک کے خرچ کر دینے میں مضائقہ نہ کرتے اور جسکے لئے پچھوری وہ نماز کو بھی قضا کر دیتے
 وہ کیا مطلب تھا۔ ”جہاد فی سبیل اللہ“ یا ملک گیری یا اعلاء کلمۃ اللہ یا طلب دنیا جی لفظوں سے چاہتے تھے
 کرو۔ مگر طلب دنیا اس مذہب پر ایسے میں نہیں جوتے اختیار کر رکھا ہے۔ عاقبت کو تباہ دین کو برباد کر کے بھرا
 اعلاء کلمۃ اللہ کی وہ ایک شان تھی۔ جسکی نہ اب ضرورت اور نہ اسکا موقع و محل۔ مگر کلمۃ اللہ دیا ہی محتاج
 اعلاء ہی بلکہ مع شفی زائد جیسا پہلے تھا۔ اس شان سابق کو بدل دینا ہو گا۔ اسواسطے کہ بدلنے اپنی شان
 بدل دی کل یوم ہونی شان ہلکا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جو شان خستہ کار کرنی ہوگی یہ ہی کہ صمیم قلباً اچوس
 و کثرتاً کی دفا دار رعایا رکھ کر۔ دنیوی عزت اور دولت کے پیچھے ستو باندھا رکھیں۔ اور کامیابی میں
 میں کسی سے پیچھے نہ رہیں اور یہ بدول اسکے ہونا نہیں کہ جو پڑھ سکتے ہیں جی لگا کر پڑھیں کیا انگریزی زبان اور
 انگریزی سائنس۔ اور جو خود نہیں پڑھ سکتے دوسروں کو بیچ دیں اور پڑھوائیں۔ اسلام کے بھی روز کو گلدن ہیں
 خاص کر انما الاعمال بالنیات کے دو ہی لفظوں میں دنیا اور دین اور شریعت اور طریقت اور ظاہر باطن سب کا خلاصہ
 موجود ہے۔ جناب پنجم فصل علم کے مضامین میں سے جو اجماع اکلم بھی ہیں اور جو اجماع اکلم کی فہرست میں یہ حدیث
 سے پہری اور اسکے متواتر ہونے پر بھی اجماع ہے۔ مگر اسکے معنی کیا ہیں۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ اعمال کے حسن و
 قبح کا ملازمت ہے۔ اس میں اس ماننے کے مولویوں کے لئے بڑی بھکار آمد ہدایت ہے۔ یہ لوگ ظاہر پر بڑا نڈر دیتے
 ہیں جس سے عوام اسی کو مقصود بالذات سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ حدیث انما الاعمال بالنیات بکا رہی ہے کہ
 نیت پر زور دینا چاہیے۔ ایک اعظا اپنے مستعین کو مثلاً ہدایت کرتا ہے کہ پا جامہ ٹخنے سے اونچا کھو مگر اسکی
 لم نہیں سمجھا تا کہ عرب کب لوگ شیخی کے لئے اترانے کے طور پر ازار کو ٹٹکاتے تھے پس اس ممانعت سے حقیقت
 میں مقصود یہ تھا کہ لوگ شیخی نہ مائیں اترائیں نہیں اونچا پا جامہ تو جیسے خود اگر کوئی شخص گھٹنا پہنکر بھی ازار
 تو عند الشارع دیا ہی مبعوض ہے جیسے سبب الازار۔ تو جس اعظا نے صرف نیچا پا جامہ پہننے سے منع کیا اور
 لم نہ بتائی اسنے تہ ذرخت کی تو خبر نہ لی تھوں کے کاٹنے کے پیچھے بڑی گیا اسی طرح اس نے اسے میں کفر بھٹوں

اور سنگھاڑوں۔ اور مولویوں اور گرجوں سے زیادہ سستا ہی اگر انصاف اعمال بالکلیات کا خیال ہے
 تو مولویوں کو ناحق کے دروس سے بڑی نجات ملے۔

براستہ میخانہ گرسے پینی من پیلے کے معلوم نیت اور
 ہمارے انگریزی خواں ایک خاص شکل میں مبتلا ہیں کہ لوگ انگریزی کی طرف سے بدگمان نہیں ہی بری طرح
 ان نوجوان لڑکوں کی تاک میں رہتے ہیں۔ انسان کی زندگی کو مختصر ہی۔ مگر اسکے بھی تھتے ہیں بچپن ہی جوانی
 ہی بڑھاپا ہے کسی کی ساری زندگی ایک طرح پر نہیں گزرتی۔ ہر ایک وقت اور ہر ایک رنگ شعر
 یہ عمر اور عشق مبت آرزوہ جاے مشرم حضرت یہ باتیں پھنتی ہیں عمر شباب ہیں

ایک لڑکا جو آج کھیل کے پیچھے ویوانہ ہی۔ ایک وقت آنے والا ہے کہ وہ خود کھیل کر دے نفرت اور اپنے بیٹوں
 خیالات پر اپنے تئیں ملامت کرے گا۔ جس طرح بچپن کی باتیں جوانی میں حقیر اور ذلیل معلوم ہوتی ہیں اسی
 طرح جوانی کی حرکتیں بڑھاپے میں کمزور ہو جاتی ہیں اور کیا عجب ہی کہ مرے پیچھے تمام زندگی بیصرف و لا حاصل
 دکھائی دے۔

و اسے ناوانی کہ بعد از مرگ یہ ثابت ہوا خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا انسانہ تھا
 تو میرے کہنے کی غرض یہ ہے کہ مذہبی خیالات اور تمکین و قار کے واسطے بھی عمر کا ایک وقت ہی کم سے کم بچو
 مجھ پر گزرا ہے۔ بلکہ میں تو مختوڑے دنوں آؤ بھی جو انسانہ فرح رکھنا چاہتا ہوں
 پیرے کہ دم ز عشق زندگی غنیمت

واقع میں مذہبی خیالات اور تمکین و قار کا وقت مناسب وہ ہی جو ہمارے سرحد کا ہی غایت
 رجو کی بے رحمی اور بے انصافی ہے کہ ہمارے نوجوان انگریزی خوانوں سے اس طرز زندگی کی توقع بھی
 ہمارے جوار ذل العمر کے لئے شایاں ہی ممکنہ من یر دل اذل العمر لکیلا یعلم بعد علم شینا
 شیشاں عجیبان ہا ابدہ من یخ شیعہ تبصی و صبی یتشیخ

میں مانتا ہوں کہ ان لڑکوں سے بقاضائے عمر کچھ بے تیزیاں سوزد ہوتی ہوگی اور اس عمر میں سمجھی
 ہو لگتی ہیں شاید کسی کو شاندار طور پر رہنے کا شوق ہو اور وہ ہر چیز اکسٹینسپنڈ کر تا ہو اور اسکے ہر گ
 لہ ارقم میں سے کوئی کوئی ذلیل ترین عمر کی طرف لوٹا یا جاتا ہے تاکہ جان بوجہ کر کچھ نہ جائے ۱۲
 میں جن میں اتنی بھی گری نہیں جتنی برف میں۔ بوڑھا جو لڑکا بننا چاہے اور لڑکا جو بوڑھا بننا چاہے ۱۳

اسکو فضولی سمجھ کر بڑھاتے ہوں۔ یا شاید کوئی کھلنڈرا ہو یا کوئی نمازیں حاضر ہونے سے الگ ساتا ہو یا شاید بے وضو بھی ٹرختا ہو یا کوئی بک صاحب کھنوفے قرآن پڑھتا ہو اور غرٹ پٹ لگتا ہو۔ یہ باتیں شیکنازی میں مگر میرے لیے شاید اور سید کے لیے یقیناً۔ لیکن کوئی سید سے پوچھے کہ کیا آپ نے اس عمر میں ایسی باتیں نہیں کیں۔ ضرور کیں اور اتنے بہت زیادہ کیں۔ لیکن اسی قسم کی باتوں سے انگریزی بدنام ہی اور کہا جاتا ہی کہ انگریزی لڑکوں کو کرستان یا لاندھب بنا دیتی ہے۔ مگر ان ہی کے ہم عمر بولنے کے نہیں پڑھتے یا پڑھتے ہیں مگر انگریزی نہیں پڑھتے۔ ہنسنے تو کسی کو اشراق و تہجد پڑھتے یا پاس انفاس کرتے نہ دیکھا نہ سنا۔ اگر شافو کا کوئی انگریزی خواں حد عمر سے زیادہ بگڑا ہے تو یہ اسکی طبیعت کا کھوٹ ہی جو انگریزی نہ پڑھنے کی صورت میں کسی دوسری قبیح ترین شکل سے ظاہر ہوتا ہے۔

شکلی دل کا گلہ کیا کہ وہ کانٹا ہل ہی کہ اگر تنگ ہوتا تو پریشاں ہوتا

اس شخص نے اگر کلج میں رہ کر کوٹ پینٹلون پہنا جو تمہارے نزدیک داخل بادھنی ہی تو تمہارے ماں رکھ کر کلی دار پا جا رہا ہوتا اور چھپلا ہوتا۔ اسنے اگر کلج میں آ کر کرکٹ کھیلنا سیکھا تو تمہارے ماں رکھ کر گولیاں کھیلنا پتنگ اڑانا بیس لڑانا۔ اگر کلج میں رہ کر اسکے مزاج میں یہ آزادی سمائی کہ جب کسی بات میں شبہ ہو گا وہ مذہبی ہی کیوں نہ ہو بے تامل لوگوں پر ظاہر کر دیا تو تمہارے ماں بکروہ نفاق سیکھتا اور اپنے تئیں معصوم اور ولی مادر زانو ظاہر کرتا۔ مگر شبہ جو تمہارے نزدیک اصل الزام کی چیز ہے۔ اسکا دل میں نہ آنے دینا تو اسے اختیار میں تھا۔ ماوشما کش میں ہیں اللہ تعالیٰ پیغمبر صاحب سے فرماتا ہی فان كنت في شك مما انزلنا اليك فاستل الذين يقرؤن الكتاب من قبلك غرض یہ محض وہم بے اصل ہی کہ انگریزی تعلیم لاندھبی سکھاتی ہے۔ اگر واقع میں انگریزی تعلیم لاندھبی سکھاتی ہی تو ایسی لاندھبی سکھاتی ہی جیسا کہ دوسرا نام اسلام ہی یضیع عنہم اصرہم والا غلال التي كانت عليهم ہم تو ایسا اسلام رکھتے ہیں یقتلون ویقتلون۔ یقتلون ہی تو ہم غازی ہیں اور یقتلون ہی تو ہم شہید۔ لیکن جبکہ اسلام صرف یقتلون ہی اسلام سے ملے دھو بیٹھیں وہ دن گئے کہ غلیل خاں فاختہ مارا کرتے تھے باب تو ہندوستان میں بلکہ مجھے تو ایسا سامان نظر آتا ہی کہ مکتے دینے کی تو کمی نہیں ملتی شاید روسے زمین پر بدون انگریزی تعلیم کے اسلام رہ نہیں سکتا۔ رہنے سے مراد عزت اور آبرو کے ساتھ

اسے جسے جو تمہارے ہر بکتاب اتاری ہی اگر نکلو انہیں کچھ شک ہی تو جو کتابیں ہم سے پہلے اتاری ہیں ان کے پڑھنے والوں سے پوچھو ۱۲

ان کے بوجھ اور قیامیں جو ان پر تھیں انکی کڑاہے ۱۷ سٹل لوگوں کو مار تے ہیں اور آپ بھی مارے جاتے ہیں ۱۲

رہنا ہی ورنہ محتاج اور ذلیل غوار ہو کر رہنا ہی ضرورت علیہم الذلۃ والمسکنتہ و باؤ بغضب من اللہ تو خدا
اُس من کے لئے سب مسلمانوں کو موت دے میں اگر بدعتیہ ہوں تو مجھ کو عقیدہ بد کا وبال ٹھیکے دوں مگر
سمجھو تو سہی تمکو بدعتیہ کرنے میں مجھ کو کئے رکعت کا ثواب ملے گا۔ بخدا صرف فوت اسلامی اور ہمدردی قومی
کے خیال سے جو سید احمد خاں کے موہ نہ دیکھے سے ٹھوڑی دیر کے لئے دل میں آجاتا ہی۔ ایک صلاح کی
بات بتاتا ہوں اور میری نزدیک اس کی طرح کی قباحت نہیں اور فرض کیا کہ یہ بھی تو اللہ عز و جات یتیم المحظوظات
انگریزی تعلیم کے لئے روپیہ خرچ کرو اور یہ سمجھو کہ مسلمانوں کی دنیوی حالت درست کرتے ہیں تاکہ خدا کا بول بالا
اور سلام کی عزت ہو میں قرآن اور حدیث کی سند سے کہتا ہوں کہ مرابطی بیل الہد کا سا اجر ملے گا کیونکہ انما الہد
بالنیاں لیکن ایمان ٹھکانے ہو تو نیت بھی درست ہو۔ یہاں نفس امارت ہی میں کلام ہی اگر کچھ کہی دوسرے ایمان
پر اطلاع نہیں پہنچتی مگر اپنے اوپر قیاس کر کے یا لوگوں کے ہمال ظاہری سے تہ چل سکتا ہو۔

ومہمان کن عند امراء من خلیفۃ وان خالہا تحفی علی الناس تعلم

تو میں اپنے اوپر قیاس کر کے کہہ سکتا ہوں کہ ہم لوگ مسلمان ہیں اس واسطے کہ مسلمانوں کے یہاں پیدائش
مسلمانوں کا سامان رکھا گیا۔ لیکن اسے کاش اس قدر مسلمان ہونے کے لئے کھات کرنا خدا نے اپنے کلام پاک
میں کہی مجھ مسلمان کی شناخت بتائی ہو انہیں سے ایک مختصر آیت پڑھتا ہوں اِنَّ الْمَوْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ذُوْکُرٌ تَابُوْا وَجَاهِدُوْا اٰمَواْلَہُمْ وَاَنْفُسَہُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ
اس آیت میں صرف دو ہی باتیں ہیں اللہ اور رسول پر ایمان لانا اور اللہ کے رستے میں جان مال سے کوشش
کرنا۔ آؤ ٹھوڑی دیر کے لئے دیکھیں کہ ہم ان دونوں شرطوں کو کہاں تک پورا کرتے ہیں اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِہِ
کے لفظ شکل ہیں اور نہ کچھ معنی دیتے ہیں سبابت ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لانا یعنی خدا کا جمیع صفات
یقین کرنا اور رسول کو سمجھنا کہ واقع میں اُن کو خدا نے بندوں کی ہدایت کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا تھا لیکن
یقین ہی کی تو بڑی پیڑھی کھیر ہو۔ بیشک ہموگ کے جلانے کا یقین ہو۔ ہموگ کا یقین ہو کہ جس کو تیرنا
نہیں آتا وہ ڈوباؤ پانی میں ڈوب جائے گا۔ ہم کو اس کا یقین ہے کہ مثلاً دلی میں جو قطب
صاحب کی لاٹ ہو اُس کی چوٹی سے آدمی پتے فرش پر گرے تو ہلاک ہو جائے گا۔ یہ باتیں ہمارے
مونہ سے اقرار کرنے کی محتاج نہیں ہمارا برتاؤ ہمارا عمل راہ ہمارے یقین کا ثبوت ہے کہ ہم جھٹکا لگے
ملہ ذات و محتاج اپنے لازم کردی گئی اور اللہ کے غصے کے مستوجب ہو۔ اللہ عز و جات کو مباح کردیتی ہیں اللہ عز و جات کو

اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ عز و جات کو مباح کردیتی ہیں اللہ عز و جات کو

جاکر جان دیتے کتنے پانی میں ڈوب کر مرتے کتنے اوپر سے گر کر ہلاک ہوتے۔ اب اس یقین کا مقابلہ کرو
 اُس صرف زبانی یقین کے ساتھ کہ خدا ہے اور اُس سے ہمارا کوئی فعل کوئی قول کوئی خیال مخفی نہیں تعلیم
 خاتمة الاعین وما تخفی الصدور وہی کی کو پسند اور بدی کو ناپسند کرتا ہی۔ اُسکی رضا مندی فوز و فلاح ہی
 اور اُسکی نارضا مندی ابدی عذاب و ہلاکت و ذرا انصاف سے کہو کہ دونوں یقینوں میں کچھ بھی منسلک
 ہی۔ شیطان نے ایک نافرمانی کی تھی ابد الابد تک زندہ کیا۔ ہم ہیں کہ صبح سے اگلی صبح تک نافرمانیوں ہی
 میں گزرتی ہی اور ایمان ہی کہ **مضمر** چوں وضو پر حضرت بی بی تمیزہؓ اس میں کسی طرح کا ضعف
 یا خلل نہیں آتا۔ بہت ہی ٹھیک فرمایا ہی و لوی اخذ الله الناس بما کسبوا ما ترک علی ظہرہا من دابہ و
 لکن یوحیہم الی اجل مسمی فاذا جاء اجلہم فان الله کان بعبادہ بصیرا پھر جس آیت کا میں ذکر کر رہا ہوں یعنی
 امنوا بالله ورسولہ اس میں ایک غضب کی قید نہ لہوینا ہو اکی لگی ہی یعنی اللہ اور رسول پر ایمان لائے اور پھر
 کسی طرح کا شک نہ کیا اس نے نوا و بھی رہی سہی اُس توڑ دی۔ یہی مضمون دوسری جگہ دوسرے لفظوں
 میں بھی آیا ہی ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا یہ استقامت کا مرحلہ بڑا مشکل مرحلہ ہی۔ لیکن جیسی حد
 مشکل ہی دیا ہی بڑا بھاری صلہ بھی ہو تثنیٰ علیہم المذکرة الا تخافوا ولا تحزنوا والبشر بالجنة التي
 كنتم تعدون عمن اذلیاء کم فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة و لکم فیہا ما تشتهی انفسکم و لکم
 فیہا ما تدعون نزاکم عن غفور رحیم مجھے بڑا خوف ہی کہ نہ لہوینا ہو اہم لوگوں کے حق میں جو بلا پیشہ ہو
 رکھتے ہیں بڑا کڑا تازیانہ ہی کیونکہ ہم ہی لوگ مذہب میں عقل کو بہت دخل دیتے ہیں جس کا دوسرا نام ہے
 ارتباب۔ اشیائیں کے پسند ہی دین العجاثر نہ دین فلاسفہ

گر باستدلال کار دیں بڑے فخر رازی راز واریں بڑے
 پائے استدلالیاں چو ہیں بو و پائے چو ہیں سخت بے تمکیں بو و

۱۵ آنکھوں کی چوہاں اور دلوں کے اسرار کو جانتا ہی ۱۶ لوگ جو بُرائی کھاتے ہیں اگر اُس پر کڑے تو روی زمین پر کسی جاندار کو جیتانہ
 چھوٹی لیکن ایک وقت مقرر تک انکو ڈھیل دیتا ہی جب وہ وقت آجائے گا تو خدا ہی اپنے بندوں کے حال کا دانا اور نیا ہے ۱۷
 ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ دردمست اور دل کو اداس مت رکھو اور جس جنت کا تم سے وعدہ تھا تمکو مبارک ہم دنیا اور آخرت دونوں میں تمہارے
 کار ساز ہیں اور جنت میں تم کو سب کچھ ملے گا جو تمہارا دل چاہے اور ملیگا جو مانگو گے خدا کے بخشنہ و مہربان کی طرف سے تمہاری خواہش
 ہے ۱۸ روشن خیال ۱۹ بڑے عیوں کا دین ۱۲

کرتا کہ وہ سہا پاک گور کہ وہ خدا کھڑا کر کے اپنے ہاتھ کھنواچکا ہے ایسا گمان کرنا چیرے غلط ہی سمجھنا کہ ہذا بہت عظیم بلکہ ہر فرد اسی اذعان کے ساتھ دعا کرتا ہو کہ خدا کی سنتا اور اسباب سے قطع نظر اسکی کار بر آری کر سکتا ہے

بے شمار

اے ترا باہر دے رازے دگر	ہر گدازا بر درت نازے دگر
تو ہی دیتا ہے مریضوں کو شفا	تو ہی کل عالم کا ہے حاجت روا
تو اُسیہ جان پر فوس ہے	تو ہی تسکین دل مایوس ہے
جقدر محتاج آب و نان ہیں	سب تیری سکر کے مہمان ہیں
تو ہی برساتا ہے پانی ابر سے	مہر سے حاشا کسی کے جبر سے
تو ہی دیتا ہے درختوں کو پھول	تو ہی دیتا ہے گلوں کو رنگ بو
تو ہی کرتا ہے شجر کو بارور	تو اگاتا ہے تو ہی برگ و ثمر
آسمان پر ہو کہ ہوزیر زمین	ایک ذرہ تجھ سے مستغنی نہیں
پہوختا ہے تو ہی سب کی دوا کو	تو ہی سنتا ہے ہر ایک فریاد کو
بادشاہ محمود یا بندہ ایاز	سب تیرے محتاج ہیں ایو بہ نیاز
تیرے آگے علت و سہا پاک کیا	تیرے یاں کیا کیا نایاب کیا
ہر گھڑی تیری نئی اک شان ہے	بس ہی دین اور ہی ایمان ہے

جب کل عالم کا یہ حال ہو تو کیوں نہ ایسے خیال کو انسان کے کانٹھٹیویشن میں داخل سمجھا جاوے۔ اس سے بڑھکر سلف کنسٹیڈ (برخود غلط) کون ہوگا جو ذریعہ عقل کے بہتے پر ملکوت السموات و الارض کے راز میں دخل دے جیسے گور کے اندر کا بھنگا فضا سے دیر پر تھن ہو۔ یا برساتی ٹپنگا زمانے کے حدوث و قدم میں اسے زنی کری جو شخص اپنی پیدائش کے بعد کو دریافت نہیں کر سکا جس نے نہیں سمجھا کہ درختان شہر و اکر کیونکر نمودار ہو دو نکل کام دیتے ہیں جو نہیں تباہ کتا کہ ابتدا میں غمی بے اندھے کے پیدا ہونی یا اندلے مرغی کے اس کو بے شرکت پدیریسے کے پیدا ہونے میں چون چر کر لے کا کیا حق ہے۔ یہ تمام کار خد کیا دنیا کی موجودات کیا واقعات طلسم ہی اس میں ہر چیز عجیب ہے اور کچھ عجیب نہیں جملہ مذاہب کی بنیاد ہی خدا کی ہستی جس پر ایک ظریف نے ایسی چھٹی کھی میں چھا گئی اندھوں کا ہتھی۔ یہ اشارہ ہی ایک حکایت کی طرف کہ کسی گائوں میں ہاتھی آیا سارا گائوں کے دیکھنے

کو مکمل پڑا۔ اندھوں نے سنا انکو بھی شوق ہوا۔ مگر مشکل یہ اگر پڑی کہ انھیں نہیں گئے اور کسی نے سو نہ ٹٹولی کسی نے
دُم کسی نے کان کسی نے پاؤں کسی نے پیٹ اور پھر گئے اُسکے بیان میں اختلاف کرنے۔ وہ سب سچے تھے اپنی اپنی
پندار کے مطابق مگر سب جھوٹے واقع کے اعتبار سے۔ غرض خدا عجیب اور بادجو دیکھ ہم ظاہری اور باطنی حواس کے
دریغ سے کہ یہی ہماری کائنات ہی اسکو سمجھ نہیں سکتے اُسکا ماننا عجیب اور پھر خدا جیسے عجیب العجائب کو مانگ کسی بات پر
تعجب کرنا سب سے زیادہ عجیب ہے۔ یہ بحث بڑی دلچسپ ہے اور میں اسے کچھ کتنا مگر سامعین کو دیکھتا ہوں کہ طول ہو چلے
میں اور مجھ کو وہ آیت انما المؤمنون انہم پوری کرنی ہو۔ مان تو میں خیال کرتا ہوں کہ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ یمن
ہونے کی پہلی شرط انصواب اللہ و رسولہ ثم ید تاکوا کو ہم پورا نہیں کر سکے اب یہی دوسری شرط جہاد و اہل اموالہم
والنفسہم فی سبیل اللہ اگر جہاد سے ہو مراد جہاد متعارف یعنی کفار سے اپنے دین کی حفاظت اور حمایت کے لیے تو
لڑنا یہ کتابی لڑائی نہیں ہے۔ من تراکافرنجا نغم تو مراد تہذیب و من تراکافرنجا نغم تو مراد تہذیب و من تراکافرنجا نغم تو مراد تہذیب و من تراکافرنجا نغم تو مراد تہذیب
لڑائی جہیں گیند کی جگہ سر اور سب سے عوض تلوار ہوتی ہے۔ اگر جہاد سے اس قسم کی لڑائی مراد ہوتی تو سب سے چھوٹے
نوادہ بزرگوار کو ایسی بد تہذیبی کا اتفاق ہو اور نہ جہاد کو اور کہ یمن کو خدا کے فضل سے بد بھی نہیں اور
انشاء اللہ تعالیٰ ہونے کا بھی نہیں۔ لیکن آیت میں کچھ لڑائی کی تخصیص نہیں مطلق جہاد ہی۔ جسکا مادہ جہاد ہی اور
معنی میں کوشش۔ بیشک زمانہ نزول قرآن میں بلکہ اُسکے بعد اور دوسرے دوسرے ملکوں میں اب بھی جہاد
فی سبیل اللہ کی شق متعین ہی لڑائی ہے۔ لیکن بحث ہمیں یہ کہ ہماری حالت کے مناسب جہاد کا کونسا پیرا ہے یہ میں نے
اسی مجمع میں اسی جگہ تیس سال بھی کہا تھا اور مولوی لوگ کچھ پی سے گئے کیونکہ اپنی نسبت کفر کا کوئی فتوے
میری نظر سے نہیں گزرا اور اب پھر کہتا ہوں کہ اس مانے کا جہاد یہی ہے کہ تعلیم میں جس سے جو کرتے ہیں پڑھ کرے
اور جہاد و اہلہم و انفسہم کا مصداق بنکر یمن اور صادق کے دوسرے دوسرے خطاب ہند شاہ دو جہان کی
سرکار سے ہے۔ وہی ذلک فلیتناقض للتناقضون لیکن کون ہو جو سچے دل سے یمن کو خان پر اور صادق کو بہا
پر ترجیح دے اور خان اور بہادر بھی سرکار انگریزی کا نہیں کہ خیر اس میں دنیوی وقت تو ہی بلکہ ایک ٹیڑھی ٹیڑھی سیٹھ
کا جکے خزانے میں ان اسپتھی ٹائٹل کے سوا کچھ بھی نہیں داخل دعاوی ان الحمد للہ رب العالمین +

۱۲ رشک کرنے والوں کو چاہیے کہ اس میں رشک کریں ۱۲ چھوٹی چھوٹی خراج گزار ریاستیں ۱۲ غالی خطاب ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جناب مولانا مولوی حافظ محمد نذیر احمد خان صاحب کالکچر جو انہوں نے

انجمن حمایت اسلام لاہور

کے ساتویں سالانہ جلسے پر بمقام لاہور

جن لوگوں نے منطق کے ابتدائی رسلے دیکھے ہونگے شکل مل کی یہ معمولی بلکہ مورتی و قیاسی مثال ضرور ان کی نظر سے گزری ہوگی العالم متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث دار عالم متغیر ہی اور ہر تغیر حادث ہی پس عالم حادث ہی منطق تو اس میں اس اعتبار سے نظر کرتے ہیں کہ شکل اول کے انتقال کے لیے ایجاب صغریٰ اور کلیت کبریٰ شرط ہی تھی کہ اس سے کچھ بحث نہیں کیا جائے ہم یہاں کو حادث ہی یا ندیم کہ کچھ ہو بلا سے اپنی کہ نہیں فیوں میں ہم میں تو صرف عالم کے تغیرات پر کچھ کہنا چاہتا ہوں اور تغیرات میں بھی صرف وہ تغیرات جو عملداری کے پس کی وجہ سے برٹش انڈیا میں واقع ہوئے ہیں پچھلی عملداریوں کو عموماً نظر حقارت سے دیکھنا پرے درج کی جاتا تھا اور ہٹ دھرمی ہے ان میں ایسے زمانے بھی ہو گزرے ہیں جنکے حالات ہنوز صفحات تاریخ پر آب زر سے لکھنے کی لائق ہیں اور آخر الدہر کتاب زر سے لکھنے کے لائق رہینگے پچھلی عملداریوں کی نسبت اسے قائم کرنے میں کیا غلطی یہ ہوتی ہے کہ اس زمانے کے حالات کو موجودہ زمانے سے مقابلہ کیا جاتا ہے چنانچہ اسی طرح کی غلطی کا یہ وہ ان لوگوں کی آنکھوں پر بھی پڑا ہے جو اسلام کو اس غرت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے جسکا وہ انصافاً مستحق ہی مثلاً کہتے ہیں اسلام

کیا جس نے ایک مرد کو ایک مہ سے چار بیبیوں کی اجازت دی اسلام کیا جس نے غلامی کو جائز رکھا یا مثلاً اگر چھٹی
 (عیسائیت) کی اسلام نے اعانت کی۔ رعایت کی۔ حمایت کی۔ سب اسی کر چھٹی کے متفقہ اسلام کو کر چھٹی کا
 جانی دشمن ٹھہرتے ہیں۔ بیشک اسلام نے ایک مرد کو چار بیبیاں کرنے کی اجازت دی لیکن کیسے وقت میں جبکہ
 عرب میں تعلق زنا شوقی بالکل حشیانہ حالت میں تھا کہ مرد کے لیے بیبیوں کی کوئی حد نہ تھی اس سے زیادہ دشمنی
 ایسے امور میں کیا ہو سکتی تھی کہ اسلام نے اس مطلق الغنائی کو پہلے چار کا اور پھر عدل کی قید لگا کر آخر کار ایک کا پابند
 کیا یا تحریر قبہ کو نہ مری عبادت قرار دیکر (مَا مَنَّا بَعْدَ مَا فُتِنَّا) (اس کے بعد احسان رکھ کر یا تادان لیکر چھوڑ دو) غلاموں
 کو آزاد کی مژدہ سنایا۔ یا ایک طرف عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا اور خدا کا بیٹا نہ تھے اور ان کے مقابلے
 میں یہود بے ہبودان کی الوہیت اور رسالت تو کجا۔ جائز طور پر ان کی ولادت کے بھی قائل نہ تھے۔ اسلام نے ان کے
 روح اللہ ہوئی کی منادی کی اور ان کے حق میں وہ شرف تسلیم کیا جو نہ تھا ہی ترقی بشری یعنی پیغمبری سگرا وہو یہ مضمون تو
 مسٹر شاہدین کے حصے کا ہی اور چونکہ وہ بیرسٹر بھی ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھ پر مداخلت یا مداخلت یا مجرمانہ
 دہکاوٹیں تو میں اپنے اصلی مطلب تغیرات علم کی طرف عود کرتا ہوں۔

مقتضات انصاف یہ ہے کہ ہندوستان کے ان قوتوں کو دوسرے ملکوں کی ان ہی قوتوں کے ساتھ
 ملا کر دیکھا جائے اگر سوار بسوار اور مثلاً مثیل مقابلہ کیا جائیگا تو ہماری یہاں کی کچھلی علمداریاں کچھ الہی یا وہ جھوٹی
 اور قابل نفرت نہیں دکھائی دینگیں۔

تغیرات پر نظر کرنے کے لیے ہم کچھلی علمداریوں کے حالات کی تحقیق کرنے کی بھی چنداں ضرورت نہیں اسی
 عیسوی انیسویں صدی کے نصف اخیر پر غور کرو۔ باوجودیکہ علمداری نہیں بدلی اس کو چاہو علمداری کا بدنام سمجھو
 کہ پہلے کمپنی کا انتظام تھا۔ شاہی انتظام ہی ہمارے دیکھتے دیکھتے اس کثرت سے تغیرات واقع ہوئی ہیں کہ ان تغیرات
 کی نظیر کو کہاں ملتی تھی۔ نرمی کثرت تغیرات کی نظیر بھی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ اول سترہویں میں مجھے پنجاب نے کا اتفاق
 ہوا اس تقریب سے کہ مسٹر رچرڈ ٹمپل جو آخر کار سر رچرڈ ٹمپل و پیمپ کے گورنر ہو گئے تھے۔ ان دنوں ضلع گجرات
 شاہوولہ کے وٹھی کشن تھے۔ ہندوستان کے بعض اضلاع اگرہ۔ متھرا وغیرہ میں سررشتہ تعلیم جاری ہو چکا تھا
 مسٹر ٹمپل نے اسی کی مختصر نقل اپنے ضلع میں کرنی چاہی اور یوں تعلیم کے آفتاب کی پہلی کرن پنجاب میں ضلع گجرات
 پر کی۔ نہیں علوم گجرات کے لوگوں نے اس تقدم کا کچھ پاس کیا اور تعلیم کے اعتبار سے وہ ضلع پنجاب کو دوسرے اضلاع

سے پیش پیش ہی بائیں میں خیال کرتا ہوں نہیں ہوگا کیونکہ سیٹ آف گورنمنٹ (صدر مقام) نہیں ہو سکتا۔
 نے وہی کالج سے جس کا ان دنوں تعلیم کی دنیا میں فوجی راج تھا چھ مہینوں کی طلبہ کے بلاؤ تو تھے چھ مہینوں کی آئی بائیں مہینوں کی اور
 ایک کچھ ملا یعنی میں جب اس حالت میں کہ میں نازہ ولایت تھا ابھی کالج سے اٹھا ہوا تھا اور کچھ پڑھا تھا ابھی تھیں کچھ ملا
 تھا تو اب سو حرف شناس کے میل پینے میں کیا خیال کر سکتا ہوں بلکہ لایعلاہذا شیار جانے سے بوجھنے کے بعد کچھ بھی جانے
 میں اس وقت کا لکھا پڑھا بدیشک بہت کچھ بھول گیا ہوں مگر نجاب کے سفر کو نہیں بھولا اور وہ بھولنے کی چیز بھی تھی
 عملداری کو بدلے ہوئے کچھ ایسی زیادہ مدت نہیں ہوئی تھی۔ بھری برسات تھی۔ ندی نالے اور نالے دریا
 ہو رہے تھے۔ اور دریا سمندر۔ ٹنگے دو شاہ راہ) جاری تھی مگر چونکہ پل نہیں بنے پائے تھے گویا کہ بند تھی اور
 پر مریڈ اپنی ناخبرہ کاری ناداری اور بے سامانی غرض وہ جو کتابوں میں سفر کی مذمتیں پڑھی تھیں انکی تصدیق ہو گئی
 اور ۲۳ دن میں بمشکل دلی سے گجرات پہنچا۔ یہی نہیں کہ مجھ کو اس سفر کی صرف صعوبتیں یاد ہیں۔ نہیں چھوٹے
 بمنزل کا سفر تھا میں آتے جاتے راہ کے سارے شہروں کو بھی جیٹھا تھا۔ اور سب کی نہیں تو اکثر کی وہ اگلی حالتیں
 میری نظر میں ہیں۔ ان میں سے ایک تھا راولپنڈی۔ ہر چند وہ دیکھنا اجمالی دیکھنا تھا۔ مگر پارلیمنٹ کے ان
 ممبروں کے مقابلے میں تو میں اسکو تفصیلی ہی سمجھتا ہوں۔ جبکہ کسی مرض کی شکایت کی وجہ سے ڈاکٹر نے موسم
 کے چند مہینوں کے تو سفر بھری کی رے دی اور وہ ہندوستان کو دھڑلے سے چاند ہفتوں میں آئے بھی درگاہ
 اور ولایت پہنچ کر گئے ہندوستان کے پیچیدہ معاملات میں لے زنی کرنے۔ جیسے بڑے بوجھ کو بھگتا رہا
 کا دیکھا دیکھا میں نے لاہور کو اب یہ چوتھا برس ہے۔ سرسید احمد خاں صاحب کے ایجوکیشنل کانفرنس کی تقریب دیکھا
 میں اگر کوئی مجھ کو لاہور کے سواد میں لاعلمی کی حالت میں پھوڑ دیتا تو میں ہرگز نہ پہچانتا کہ دنیا میں کہاں ہوں
 کیا صرف لاہور میں اور لاہور کے بھی صرف مکانات میں یہ عظیم تغیر واقع ہوا ہے۔ نہیں بلکہ انگریزی گورنمنٹ کے
 حسن نظام سے کل ہندوستان کی ہر بات میں حیثیت بدلی ہوئی ہے۔ میں انگریزی عملداری میں ہندوستان کو
 ایسا خیال کرتا ہوں جیسے ایک بچہ جو ایک ہندوستانی پھوٹروایہ کی گود میں نہیں جسے بچے کو روتا دیکھ کر تھک
 کے ساتھ دو دو پلا دینے کے سوکھ بچے کے ضائع کر دینے کے بہت اور اس کے پلنے کا کوئی قاعدہ معلوم نہیں بلکہ
 وہ ایک زیرک ہوشیار تجربہ کار مہر مند راہ کی کنار عاطفت میں سے مگر گڑ کے اوٹیشن شی سراج الدین کے ساتھ تعلیم
 کے حصول کے مطابق پرورش پاتا ہے۔ اور آنا فانا اس کے جملہ اعضا اور قوے اپنی اپنی جگہ متناسب تھی کر رہی ہے
 ہندوستان کے حالات ماضیہ اور موجودہ تفصیلی نظر ڈالی جائے تو ہر چیز بدلی ہوئی نظر آتی ہے۔ الامسلان کہہ کر

انکھجور اچلتا ہوا دیکھ کر کہوں کہ شاید *

قوم کا پھیلنا اور عدم خستہ عالی دیکھ کر بھی جی چاہئے لگتا ہی کہ یہ کہاں کے محدود و محدود مشنیا ت کیلئے کے بنائے
میں خلل انداز ہو رہی ہیں۔ یہ بھی نہیں تو اچھلنا کہ کہہ سکیں کہ مسلمان سب کچھ تھے اور اب کچھ نہیں۔ تم نہیں کہہ سکتے
کہ یہ تو ہم ہی کو کوسنی لگ گیا میں پانی پی پی کر نہیں کوستا کہ تمہیں فرہو ہو بلکہ گرم چائے پی پی کر لکچر صاحب کا دیکھو
کو پیئے بار بار چائے پیتے جاتے تھے، *

مسلمانوں کی سلطنت جا کر اگر کوئی ظالم اور وحشی گورنٹ اپنا سر تسلط ہوتی اور انکے مٹانے کے درپے رہتی
اور مسلمان اس غم و غم کو ہونچ گئے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ خدا ہی کو ان کا نیت و نابود کرنا منظور ہی اور اس صورت میں
کوئی کسی کو سمجھاتا اور نہ کوئی کسی کو الہا ویتا مگر برا بھینکنا تو اس کی ہی کہ انگریزی گورنٹ اس قدر مہربان اور اپنی
رعایا کی اس قدر پروہت اس کو منظور کہ نہ صرف دے زمین کی موجودہ گورنمنٹوں میں بلکہ تاریخوں میں اس کی نظیر نہیں
اور اس پر مسلمان تباہ اور خستہ حال *

انگریزی عملداری میں مسلمانوں کی ایسی مثال ہے کہ ایک دریا ستون پڑا ہوا رہا ہی اور مردم و مرغ و مور سب اپنے اپنے
حوصلے کے موافق اس سے سیراب ہوتے چلے جاتے ہیں اور مسلمان ہیں کہ موسم تابستان میں دریا کی پانی پیتی پر پیا
پر پے ترپ رہی ہیں۔ تہی وستان قسمت را چہ سودا ز رہبر کامل کہ خضر انا ب حیوان تشہ مو آرو سکندر را
غرض یہ ایک واقعہ ہے جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ مسلمان انگریزی عملداری کی برکتوں سے کل سے نہیں تو
اکثر سے محروم ہیں اور چونکہ دنیا عالم اسباب ہی اس حیران کا کچھ نہ کچھ سبب ہونا چاہیے۔ وہ سبب انگریزی عملداری کے
احول تو نہیں ہو سکے کیونکہ اصل عملداری عام ہیں سب پر یکساں موثر۔ اور سبب عام ہوتے ہیں تو ان کے نتائج
بھی عام ہوتے ہیں واذ لیس فلیس را اور چونکہ نتائج عام نہیں ہیں تو معلوم ہوا کہ عملداری اسی سبب نہیں، پس ہونا ہو ہم آپ ہی
اپنی تباہی کے موجب ہیں۔ عام ہیں اس کے تو اللطاف شہید سی سی پ۔ تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
تو کیا سلطنت کے زائل ہونے سے مسلمانوں کی عقل بھی زائل ہو گئی کہ اپنے پاؤں میں لگے آپ کلمہ شری
مارنے میں اسکا جواب دے گا۔ مال بدیشک ضرور کیونکہ دوسرا جواب بن نہیں پڑتا۔ ہر خدیوہ جواب سن کر لوگ بھی کو
شرعی اور پاگل بتائیں گے اور کہیں گے کہ منکر پراہن عقل ہی مگر میں اپنی اس جگہ سے ٹٹنے والا نہیں جبکہ مسلمانوں
ہر ان ہی کی بد عقلی ثابت نہ کر دوں *

عقل جبکہ میں کہتا ہوں کہ مسلمانوں سے سلب ہو گئی۔ اس سے مراد ہی عقل محاش۔ عقل مصلحت اندیش عقل مزاج شناس نہ عقل سلیم۔ میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے ان تغیرات کا محملہ ذکر کیا جو انگریزی عہداری کی وجہ سے ہندوستان میں واقع ہوئے ہیں اور واقع ہوتے چلے جاتے ہیں اور واقع ہوتے چلے جائینگے۔ پس مسلمانوں کی تمام عقلی محصور ہی اس ایک بات میں کہ انھوں نے اپنے تئیں زمانے کے ساتھ نہیں بالاد اور بدینا چاہتے بھی نہیں۔ پس انکو دیر پردہ ضد ہی اور مخالفت عہداری سے زمانے سے۔ یا سیدھی طرح یہی کہوں نہ کہا جائے خلل سے اور اس یہودہ ضد اور مخالفت کا نتیجہ ضروری نتیجہ اب تک جو ہوا دیکھا اور جو آئندہ ہونے والا ہے۔ اور ضرور ہونے والا ہے جو جیتا رہے گا دیکھے گا اور ضرور دیکھے گا۔

دنیا جو دارالاسباب ہے اسکے ہی معنی نہیں ہیں کہ ہر ایک واقعہ کا ایک سبب ہوتا ہے۔ بلکہ وہ سبب پھر بجائی خود ایک واقعہ سمجھا جاتا ہے۔ اور کوئی اور واقعہ اسکا سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں سبب کا ایک سلسلہ قائم ہی واقعہ کا ہے ہی اور بے کاسبب جیم۔ جیم کا دل و ہلم جڑا (یعنی علیٰ نذر القیاس) مسلمانوں کی خستہ حالی کا سبب ہی زمانے کے ساتھ ساتھ ان کا نہ بدلنا رہ دیکھنا چاہیے کہ نہ بدلنے کا سبب کیا ہے؟ واقع میں تو نہ بدلنے کا سبب ہی کوتاہ اندیشی مگر غریب و بزرگانہ کے طور پر چھڑا رکھا جاتا ہے مذہب پر سچا نہ کہ ہذا بہتان عظیم سبحان اندیہ تو بڑے ہی بہتان کی بات ہے میرے نزدیک مذہب اسلام کی حقانیت کی نسبت بڑی۔ نسبت عمدہ۔ نسبت قوی دلیل ہے کہ وہ کسی دنیاوی ترقی۔ دنیاوی بہبود۔ دنیاوی فلاح کا مانع ہو نہ کیسا خارج اور مزاہم بھی تو نہیں۔ یہاں تک کہ سلطنت کا جو اعلیٰ درجہ کی دنیاوی کیا قرون اولیٰ کے مسلمان جن میں خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور انکے اصحاب بھی تھے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور جو دین کے اعتبار سے ہم عارف اسلام سے بدنام کنندہ ٹھونامے چند مسلمانوں کے ہزاروں لاکھوں کروڑوں درجے بہتر تھے۔ وہ دین کو ہم سے بہتر سمجھتے تھے۔ اور ہم سے بہتر اس پر عمل کرتے تھے کیا ان بزرگوں نے دنیا کی سلطنت کے لئے زحمتیں نہیں اٹھائیں۔ جانیں نہیں دیں۔ جہاد فی سبیل اللہ کو صوم و صلوات پر مقدم نہیں کیا۔ تم کہو گے کہ انکو سلطنت دنیا مقصود بالذات نہیں تھی۔ بالکل غلط۔ سوائے تمہارے کوئی اسکو تسلیم نہیں کرے گا اور تمہاری بھی زبان تسلیم کریگی نہ دل۔ ہاں یوں کہو تو ایک بات ہے کہ انکو سلطنت سے شہنی۔ تن آسانی اور دم آزاری۔ و امثالہامیہ باتیں منظور نہ تھیں تو تم سے کون مسخرہ کہتا ہے کہ دنیا کو ان دلیلوں کے لئے حاصل کرو۔ خود راز عملہ اسے بخوشیہ بری دار۔

دین ہی کیا چیز شرع علیہ السلام نے جو قاصدے ٹھہرایے ہیں ان کے مطابق دنیا کو برتنا اسکی نام دین ہے

کیوں ہی یا نہیں۔ اگر دین کوئی اور چیز ہو تو انہیں خدا بول اٹھو کہ اس بڑھاپے میں تم ہی سے ایک بات چلا
ہو اور میں سمجھوں کہ اس کڑا کے کے جاشے میں دلی سے لاہور آیا تھا تو خیر ایک نکتہ ہی معلوم ہو رہی ہے۔ جب دنیا
کو شارع علیہ السلام کے قواعد کے مطابق برتنے کا نام دین ٹھہرا تو دنیا اور دین میں وہ نسبت ہوگی جو بیوی
اور صورت میں۔ جو ہر اور عرض میں۔ ضل و فرج میں ہوتی ہی یعنی دنیا کے بدن دین متحقق ہونہیں سکتا۔

دنیا نہ ہو تو دین کی رونق کہاں سے ہو اعلا سے شان قادر مطلق کہاں سے ہو
ایشا رو بذل وجود محقق کہاں سے ہو مصدر ہی جب نہیں جو تو شفق کہاں سے ہو
مفسس کہ اس غریب کی دنیا نہیں درست مشکل کہ اس کے ماتھے سے ہوا دین درست

امیری ہو یا غریبی۔ عالمی ہو یا محکومی۔ عزت ہو یا ذلت دنیا سے تو کسی حالت میں نجات نہیں۔ امیر و غریب
حاکم و محکوم۔ عزت و ذلیل بھی دنیا دار ہیں۔ مگر شائیں مختلف۔ محض ہمنام بدینہم معیشتہم فی الحیوۃ الدنیا و
دفنا بعضہم فوق بعض درجات لیخذ بعضہم بعضا مضرباً دہرے اسلامی دنیاوی سہاش ان میں بانٹ دی ہے
اور درج کے اعتبار سے بعض کو بعض پر ترجیح دی ہے تاکہ ایک سے دوسرا کام لے، *

اور جس طرح لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں انکے دنیاوی برتاؤ کے قاعدے یعنی احکام شرعی بھی مختلف ہیں
امیر کو جو دو بذل ایشا و ہمدردی کا حکم دیا جاتا ہے تو غریب کو صبر و قناعت۔ تسلیم و رضا کا لا یکلف اللہ نفساً الا
و یسہلہا اللہ تعالیٰ کسی کو اس کے مقدور سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا لا یکلف اللہ نفساً الا ما آتاھا اللہ تعالیٰ کسی کو تکلیف
نہیں دیتا مگر اس قدر جسکی اسکو طاقت دی ہے لیکن خدا نے مسلمانوں کے خدا نے۔ خدا کے رسول نے کب کہا
کس سے پیسہ چھوٹ۔ اقترا۔ بے جا۔ غلط۔ کہ دنیا کے اعتبار سے ذلیل و محتاج اور خستہ و خوار رہو۔ اس کے کسی
حالتوں کے لیے شرع میں احکام پائے جاتے ہیں۔ یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے کہ خدا ہیکو ان کردہ اور قابل افسوس حالتیں
میں ہے کا حکم دیتا ہے۔ طبیب کی کتابوں میں امراض کے علاج لکھے ہوتے ہیں تو کیا ان کتابوں سے یہ غرض سمجھی
جاتی ہے کہ مریض رہو۔ اسی طرح دین بھی طبیب جانی ہے۔ اس میں کبر و نخوت۔ عجب و غرور و حرص و ہوا وغیرہ امراض کا علاج
نفس کشی سے بتایا گیا ہو تو اس سے کیوں مفہوم ہوگا کہ خدا ہیکو مصیبت مند اور غریب رکھنا چاہتا ہے۔ خدا بخیر
اگر خدا ایسا حکم دے تو لازم آئے ابطال مصالح خلق عالم مدینا ما خلقت هذا باطلا (اے پروردگار تو نے اس
جہان کو لغو و بطل تو نہیں پیدا کیا) خدا نے دنیا میں بے شمار طرح کی نعمتیں پیدا کیں وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها
لے یعنی دنیا کے پیدا کردہ میں جو مصلحتیں مضمر ہیں وہ باطل ہوجائیں ۱۲

اگر تم خدا کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو ان پر احاطہ نہ کر سکو گے، اور یہ کچھ ان نعمتوں میں سے ہے جس کی قابلیت بھی
 عطا فرمائی ہے کیا ترسانے اور ڈھانے کے لیے کہ دیکھیں اور لپٹائیں اور ان سے مطلق فائدہ نہ اٹھائیں؟ یہ تو بندوں
 کے ساتھ ایک طرح کی چھڑ خانی ٹھہری تعالیٰ اللہ عن ذلك علواً کبیراً اس سے خدا کی شان بہت ارفع و اعلیٰ ہے اسنو
 جانو! خدا تو یہ چاہتا ہے کہ جس حال میں چاہو رہو۔ جس طرح چاہو زندگی بسر کرو۔ مگر ایک بات کا خیال رکھو کہ تو لعلِ خدا
 اللہ ربیٰ بندگی کی شان لیے رہو۔ پس پھر تم دیندار ہو۔ پکے مسلمان ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ جنتی ہو تو خدا
 اور کچھ جگہ سے یہی بات تشریح ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو وعظ کرتے تھے تو کہتے تھے
 استغفروا لکم انکم کانتم اعداء لربکم علیکم وعد راد او یدک کہ باموال و بنین و بیعت لکم جنات و جیحیل کہ انہما دارا
 حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو دیندار ہونے کے صلے میں جن نعمت کا لالچ دکھاتے تھے وہ یہی دنیاوی نعمتیں
 نہیں۔ پانی کا برسنا۔ تم اسکی قدر کیا جانو گے۔ اس نعمت کی قدر کرتے ہو گے حتیٰ قدحہ پرینڈلنی مدراس اور
 بیسی کے ان شعلے کے باشندے جنہیں ان دلوں پینے کو پانی میسر نہیں۔ جانوروں کو چارہ وغیرہ نہیں۔ عرض
 حضرت نوح علیہ السلام جن نعمت کا طمع دلاتے تھے وہ یہی پانی کا برسنا۔ مال و عیال کی کثرت۔ باغات اور نہریں
 ذلك متاع الحیوة الدنیا ہے جو وعدہ ہے وہ بھی اسی قبیل سے ہے وعدا للذین امنوا منکم و عملوا الصالحات
 يستخلفونہم فی الارض کما استخلف الذین من قبلہم ولیمکن لہم دینہم الذی ارضی ولیمسدد لہم من بعدہ
 خرفہم امناہ و تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے اللہ نے انکے ساتھ وعدہ کر لیا ہے کہ
 انکو دوسے زمین کا خلیفہ یعنی حاکم بنائے گا جیسے اگلے لوگوں کو بنایا اور جو دین انکے لیے پسند کر لیا ہے اسپر انکو ثابت
 قدم رکھنے کا اور انکے خوف کو امن سے بدل دیگا (درا خیال رکھنا کہ میں کس مطلب پر گفتگو کر رہا ہوں۔ میں دکھانا چاہتا
 ہوں وہ رابطہ اتحاد و جوہر دنیا میں ہی اگر اس کے شواہد قرآن سے پیش کرنے بیٹھوں تو ایک مجلس کیا شاید کی ورنہ
 ہی تمام نہ ہوں مگر نیز ایک چھوٹی سی آیت تو اور بھی لو فرماتے ہیں۔ قل من حرم ذنبہ اللہ المتی اجزہم لعبادہ
 والطیبات من الذوقہ اسے پیغمبران لوگوں سے کہہ دو کہ زینت کی چیزیں جو اللہ نے اپنے بندوں کے لیے پیدا
 کی ہیں۔ اور روزی کی پاک چیزوں کو کس نے حرام کیا (اس سے بڑھ کر اور کیا صحت چاہتے ہو کہ خدا خود اس
 مال کے لوگوں پر مشرخص ہے جو دنیا و دین میں مہانت قائم کوٹے ہیں۔ میں نے اس مسئلے پر کچھ زیادہ گفتگو کی
 اس لیے اپنے پروردگار سے معافی مانگو۔ بے شک وہ سب سے زیادہ معافی دینے والا ہے۔ تم پر پانی برساتے گا زرا و ازل
 سے اور اولاد سے تمہاری بروا سے گا۔ بادشاہ اور نہریں تم کو دسے گا ۱۷۱۰ عطا فرمائے گا جس سے ۱۱

اور ابھی آدھ بھی کرونگا اس واسطے کہ میرے پنداریں اپنی غلطی نے مسلمانوں کو اس دور بزرگ پر بچایا ہی ہے۔
 پہلی میں مولوی نذیر حسین صاحب دور دور یہاں تک کہ عرب، فارس اور روم تک مشہور ہیں۔ اور ہندوستان میں
 چاروں طرف انکے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک مولوی صاحب کو الہام ہوا کہ جاؤ مولوی نذیر حسین کے پاس اور
 ان میں ترقی کی سوج بچونک دو۔ وہ آئے اور لگے مولوی صاحب کے مدرسے میں ان کے رُودر و غلط کرنے مولوی
 نذیر حسین صاحب رشتے میں بیٹے کو کم ہیں۔ الہامی مولوی صاحب نے باگراہ مجھے بھی بلایا۔ انھوں نے بہت کچھ کہا اور
 آخر کار مجھ سے کہنے لگے آپ بھی کچھ کہیں۔ میں چپ۔ جب بہت اصرار کیا تو میں نے کہا آپ یہاں کیا تعلیم کرنے آئی
 ہیں۔ یہاں کی لغتیں تو یہ ہیں کہ مسلمان نصف ساق تک پا جامہ پہنتے پھرتے اسکو گھٹنا بناتے جاتے ہیں اور زیادہ
 ترقی کرینگے تو لنگوٹی باندھے ہونگے۔ خیر یہ تو ایک بات تھی۔ پھر طلب کی طرف چلو کہ جب عالم یعنی دنیا و مافیہا سب
 معرض تغیر میں ہیں تو دین بھی دنیا و مافیہا سے خارج نہیں۔ کیونکہ میں بیان کر چکا ہوں کہ دنیا کے خاص طرح کے
 بڑاؤ کا نام دین ہی جیسے جیسے دنیا بدلتی جائیگی ویسے ویسے دین کے احکام بھی بدلتے جائینگے یہ سن کر آپ سب
 صاحب چران ہو گئے کہ یہ کتنا کچا ہی؟ دین بھی کوئی بدلنے کی چیز ہے۔ خدا کو اس سے ابدی انہی خدا کو جو دین نام رکھ
 زمین پہلی یوم القیامہ جاری رکھنا منظور تھا اور جو اسکے علم میں انسان کی صلاح، معاش اور فلاح معاد کے لیے کافی تھا اپنی
 سے پیغمبر محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے اپنی سچی کتاب قرآن مجید میں لکھوا کر لوگوں کے حوالے کر دیا کہ ہر
 عمل کے جائز و لیکن ذرا صبر و کون کے ساتھ میری بھی سنو کہ دین کی تبدیل سے میں کیا مراد رکھتا ہوں ہر جو تمہاری
 سمجھ میں آئے میری نسبت کہنا۔

کیا اسکو تبدیل نہیں کہیں گے کہ ایک شخص بیمار ہو گیا اور اسکو بانی کا استعمال ضرر کرتا ہی اور وہ غسل اور وضو کے
 عوض لگا تیمم کرنے کیا اسکو تبدیل نہیں کہیں گے کہ ایک شخص سفر کو نکلا نماز فرض آدھی رہ گئی اور غرضہ نہاد کیا اسکو
 تبدیل نہیں کہیں گے کہ ایک شخص مفلس تھا تو اگر ہو گیا صاحب ثواب اور اس کو زکوٰۃ کا دنیا لازم آیا۔ پھر مفلس ہو گیا
 زکوٰۃ ساقط۔ اب مجھکو یہ بتاؤ کہ باری اور سفر مفلسی اور تو انگری کے چھوٹے چھوٹے تغیرات کی وجہ سے احکام دین
 بدلتے رہتے ہیں تو اتنے بڑے تغیر عظیم یعنی علمداری کی وجہ سے دین کا کونسا حکم بدلا یا دوسرے نفلوں میں سی
 اتنے بڑے تغیر عظیم علمداری کی وجہ سے مسلمانوں کے بڑاؤ میں کیا فرق آیا۔

ہم لوگ پہلے سے ہندوؤں میں رہتے تھے۔ مگر ان پر حکمران تھے۔ اب بھی ان ہی ہندوؤں میں رہتے ہیں
 اور ہر ایک پر عیا ہیں۔ ہندوؤں کے علاوہ کہ ان کا ہمارا دلوں سے چولی دامن کا ساتھ ہی۔ ایک لے گروہ علمداری کی

غزت سب عرقوں سے بڑھ چکی۔ اور اسکا سبب یہ ہے کہ لوگ اس کی تعظیم کو ایک طرح کی عبادت سمجھتے ہیں اور اسکی عزت کی آڑ میں خدا کی عزت کرتے ہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ پیغمبر صاحب کی بعثت کے زمانے میں عرب کے لوگ شکیہ اور بت پرستی کے بڑے عقائد رکھتے تھے۔ مگر براہیم علیہ السلام کے ہمارے ہوئے خاندان خدا کے آگے سارے عرب بلا اختلاف سر جھکاتا تھا۔ حج ارکان معلومہ کے ساتھ بیشک اسلام سے شروع ہوا مگر اسلام سے پہلے بھی لوگ ہر برائی کعبہ کی زیارت کو عبادت کے طور پر آتے۔ بڑا بھاری ازدحام رہتا اور عرب کے میلوں میں دینی رسوم حج کا میلاد مل نہہر تھا اور اسکا خاندان کعبہ کی کل خدمات قریش سے متعلق تھیں۔ لوگ یہاں تک انکا ادب ملحوظ رکھتے۔ کہ دینی رائج۔ محرم۔ صفر۔ اور رجب اس علم کے چار مہینے چھوڑ کر باقی آٹھ مہینوں میں کسی کی مجال نہ تھی کہ ایک گھگ سے دوسری جگہ کو جان مال سلامت لیجائے۔ مگر قریش سے کوئی شخص کسی وقت مشرطن نہیں ہوتا تھا۔ ان میں کاکوئی شخص کہیں جائیگا تو لوگ سعادت سمجھ کر اسکی ممانداری کرتے۔ اور قریش سے اہل عرب کے فیئے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ انکا معبد انکے قبضے میں تھا جہاں انکو جانا ضرور تھا۔ اور رسوم حج میں تمام عرب کو یا قریش کا پوتہ اور وہاں ہوتا تھا۔ غرض پیغمبر صاحب اُس قوم کے ایک فرد تھے جبکہ ادب مذہبی تمام عرب میں مسلم تھا۔ اور قریش میں بھی بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب اور بنی عبدالمطلب میں سے خود ان حضرات کہ اپنی جہلی پرستی اور نیکو کاری کی وجہ سے عقداں شباب میں محمد امین پکارے جاتے تھے۔ ہونا ہر برے کے چمکنے چمکنے پات۔ اور سب بھی لوگ اپنے بھگڑے آپ کے پاس فیصلے کو لاتے اور اگر کوئی پیچیدہ معاملہ پیش آتا اور بحث کی ضرورت ہوتی تو لوگ آپ کو آگے کرتے۔ ابتدا ہی سے آپ کی طہنت ایسی تھی کہ لوگ آپ کو رہنمائی نوکی کا نمونہ سمجھتے اور آپ کی دیانت اور امانت پر بھروسہ کر کے آپ کے پاس امانتیں رکھ جاتے ہیں اسکی بھی ایک مثال پیش کرتا ہوں جس سے میرے بیان کی اچھی طرح صداقت ظاہر ہوگی۔

ابھی آپ نے نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا کہ خاندان کعبہ کو از سر نو بنانے کی ضرورت واقع ہوئی خاندان کعبہ بن گیا مگر اس امر میں اختلاف ہوا کہ ایسا کون ہے جو اُس مقدس چھر گناہوں کو مقناطیس حجر اسود کو دیوار کعبہ میں اپنے ہاتھ سے نصب کرنے کی بزرگ محال کرے۔ عرب میں اختلاف کے یہ معنی نہ تھے جو ہمارے یہاں میں تو ٹوٹو میں ہیں۔ یا کوئی ایسا ہی بے باک آبرو باختہ ہوا تو ہا تھا پائی۔ بلکہ عرب میں اختلاف اور اختلاف بھی ایسی فضیلت کے بارے میں کہ کوئی دنیاوی شرف اسکو نہیں پاسکتا۔ اس اختلاف کے یہ معنی تھے کہ کشتوں کے پشتے لگ جائیں بار وہ شرف اُسی کو ملا جو اسکا اہل تھا اور جیسے مانتے سے چند روز بعد عین حق کی بنیاد رکھی جائے کہ کوئی لوگوں نے

اتفاق کر کے محمد امین کے ماتھے سے وہ پتھر کے محل پر نصب کر آیا۔
 جو شخص تمام عرب میں عزت و آبرو و مقام و ادب و تعظیم و تکریم کا مرکز ہو۔ پکا کھڑے اُس کو اپنا ایک خاص کام سونپا کہ
 اسکی الوہیت کو دنیا میں قائم کرے۔ اس کام کا بیڑا اٹھانا بھڑوں کے چھتے کا چھپر دینا تھا ایک دم سے سارے موزوں لپٹ
 پڑے اور جان کے لاگو ہو گئے۔ جو ملامت پیغمبر کے ساتھ ہوئی اسکا ایک اونٹ نے منوہ یہی کہ ان نابکاروں نے پیغمبر کی
 کوئی دقیقہ اٹھانیں کھانسنہ پھوکا۔ گلا گھونٹا۔ گالیاں دیں۔ جسطرح اب کمینوں میں حقہ پانی بند کر دیتے ہیں سی
 طرح برادری سے نکال دیا۔ حصہ بجزہ۔ لین دین۔ کھانا پینا۔ بول چال سب متوقف۔ شادی بیاہ رشتہ نامہ سب الگ
 پڑا۔ اسی پر اکتفا نہیں۔ نماز پڑھ رہے ہیں۔ سجدے میں گئے۔ لوٹ کا اوچھلا کر گردن پر ڈال دیا جس سے سے سرو
 کے نماز کو جاتے تھے۔ اس میں کانٹے بچھا دیتے کہ چھین۔ خانہ خدا میں آنے کی مٹا ہی۔ بیٹھنے کی ہندی
 پر فساد دے۔ صوفیا کی ساتھی بات پر کہ لوگوں کو ایک خدا کی طرف بلا تے تھے۔ دما فتنوا منہم اکان یؤمنوا باللہ العزیز
 المحید الذی لا یطاع السموات والارض وادان میں عیبی۔ پکڑا تو یہ کہ خدا غالب ہے۔ محمد پر ایمان لائی جو آسمان و زمین کا مالک
 ایک بار آپ کو بیٹھے ابتدائے بعثت کی مصیبتوں کا خیال کیا اور آپ نے غالباً بعض صحابہ کی تسکین کے لیے
 اس سفر کا ذکر کیا جو آپ کو ہجرت مدینہ سے پہلے طائف کی طرف کرنا پڑا تھا۔ جب آپ کو اہل مکہ کی طرف نا اُمیدی
 ہو گئی اور انکی ایذا میں کسی تدبیر سے کم نہیں ہوئی تھیں تو آپ نے بمقتضائے الغریق یتشبث بالکھشیش (ڈوبتا
 ہوا تنکے کا سہارا ڈھونڈھتا ہی) اطراف و اکناف پر نظر دوڑائی اور آپ نے خدا جانے کیوں رئیس طائف کی طرف یہ
 توقع کی کہ محبت نہیں میں جا بھڑا ہوں تو وہ مجھ کو دھکے نہ دے۔ اور میں اسکی پناہ میں چند روز بسر کر سکوں۔ اس
 خیال سے آپ محض بے سرو سامان اور بامرد و سامان جانا چاہتے تو جانے بھی کون دینا۔ غرض جیسے بیٹھے تھے اُٹھ کر
 ہوئے باوجودیکہ مسائن کی حمایت اور مہانداری عرب کا عام دستور تھا۔ مگر خدا سے واحد کی طرف بلانے والے مجرم کو
 اس کہاں؟ اس المائق رئیس طائف نے پناہ دینا تو درکنار ساد سن کر چند آوارہ نوجوان لڑکوں کو سنکار دیا۔ ان بااُشوں
 نے مہمان پرے دینے پتھر برسائے۔ پیغمبر قصاب کا بدن مبارک زخموں سے چوریا اور اہل نا اُمیدی سے شکستہ۔ سوا
 کے ایک بلغ میں جا بیٹھے۔ سرنج و سرت کے کیسے کیسے خیالات آپ کے دل میں آتے ہونگے۔ جس پر وہ مصیبت
 گزری ہو وہی جانے۔ کہتے ہونگے کہ اب کیا منہ لیکر کے واپس جاؤں گے میں میرا ٹھکانا ہوتا تو میں طائف کا راؤ
 ہی کیوں کرتا۔ کیا آپ کے اعوان و انصار نہ تھے؟ تھے۔ مگر مذہبی بیچ ایسا اگر پڑا تھا کہ جو زیادہ قریب تھا وہی سب سے بڑھ کر
 دشمن تھا۔ مہر کی جگہ سے توقع تھی مگر نکلا۔ موسم بھی تھے تیرے دل کو پتھر نکلا۔

آپ اس دورحایت کو بھی ہمدرد ترس گئے تھے کہ پکارے کہتے تھے لا اسلمکم علیہا اجماع اللہ فی القربۃ
 بھائیوں میں تم سے اس بات کے صلے میں کچھ معاوضہ تو نہیں چاہتا۔ مجھ کو پاس قربت کا معاوضہ بھی پس کرتا ہے۔
 باوجودیکہ کوئی اتفاق مساعد نہ تھا آپ اس اعلیٰ درجے کے صبر و تحمل کے ساتھ جو بیہوش کے سوا کسی فرد بشر
 سے ہونے نہیں سکتا۔ عموماً فراغت میں اپنی رسالت کی تبلیغ اور غلے واحد کی منادی کرتے ہی ہو۔ یہ صدف خداوند حق
 ہی میں باہر کہ نہیں قابل نہ ہو نہ ہو۔ آب ہوا سا گار نہ ہو نہ ہو۔ کہیں بھی حقانیت کے بیج کو ڈال دو۔ وہ جے گا
 پر جے گا۔ آخر کتنے کتنے جن دلوں میں قبول حق کی استعداد تھی گردیدہ ہونے لگے۔ کچھ بڑے ایک آدھ نوجوان
 کچھ عورتیں۔ کچھ غلام کچھ اطفال۔ کچھ مخالفین۔ اسلام جطر پر تدریج پھیلا۔ اسکا پھیلنا ہی اس کی صداقت کی
 بڑی دلیل ہے۔ وہ بالکل طبعی طور پر پھیلا۔ اسکے جھنڈے کے تلے سب سے پہلے وہ لوگ آئے جن کو دین حق کے
 اختیار کرنے سے نفرت۔ حکومت۔ شہرت۔ نام و نمود۔ اس قسم کے دنیاوی تعلقات مانع نہ تھے۔ اسے بھی اسکا حکم
 رفاہ کی طرح پیغمبر صاحب کھڑے منو پڑا۔ اور الاقرب فالاقرب کے قاعدے کے مطابق پھیلتے پھیلتے
 مشارق الارض و مغاربہا کو جا دیا۔

اسلام کی رفاہ نیشل کانگریس کی سی رفاہ نہ تھی کہ معترض کہتے پہلے اپنے گھر والوں کو سمجھاؤ۔ نیشنل کانگریس کا کسی بڑے
 بڑا شور مچا رہا۔ اور اب بھی ہو گا۔ مگر وہ اور روز بروز اسکو مدغم ہو کر آخر کار بند ہونا چاہیے۔ اور وہ بند ہونا نظر آتا
 ہو۔ ستر سیوم کو جو اسکے بانی مبنائی ہیں۔ گو برائے نام رک لیا گیا ہو مگر وہ دست برداری کر چکے ہیں۔ نیشنل کانگریس
 بچا رہے مری گئے۔ اور یہی دو سہیل کارندے تھے۔ غرض نیشنل کانگریس کے مخالف جہاں اسپر اور بہت سے لوگ تھا
 وارو کرتے تھے۔ میرے نزدیک سب سے زیادہ لاجواب قراض یہ تھا کہ اگر کانگریس والوں کو حقیقت میں سچے دل سے
 رفاہ کی دھن ہو تو پہلے اپنے گھر والوں کی رفاہ کریں۔ اس کے بعد گورنمنٹ کو رفاہ کی صلاحیں بتائیں۔ فرین
 سیل والی سلف۔ اسے طبیب پہلے تو اپنے تئیں تو اچھا کر لے۔ پھر بیمار کے اچھا کرنے کا قصد کیجیو۔

ہندو اپنے بچوں کو بہت ہی چھٹی سی عمر میں بیاہ دیتے ہیں۔ جس سے بیوہ عورتوں کا شمار بڑھتا جاتا اور
 نسلیں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ بیوہ عورت کو دوسرا بیاہ نہیں کرنے دیتے۔ جس سے انکو ساری عمر مصیبت
 زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ جبراً بیوہ کا سر منڈوا کر اسکو بد صورت بنا دیتے ہیں۔ کیسی ہی ضرورت سے کوئی سفر
 بحر کی کوسے۔ برادری سے خارج۔ کھانے پینے میں حد سے زیادہ چھوٹا مانتے ہیں۔ بہت پرستی جو تمام باخلاقیوں

کی بڑی ہو۔ بڑے اصرار کے ساتھ اسپرچے ہوئے ہیں مغرض کانگریس کے مخالفین نے اس قسم کے اعتراضات کی ایک بڑی لمبی فہرست بنا کر پیش کر دی۔ اور کہا کہ تمہارے گھر میں باجیہ نہی بھرے کباب۔ پہلے انکو صاف کر دو پچھے گوشت کی رفارم کا نام لو۔ بے شک اس اعتراض کو کوئی جواب نہیں ہو سکتا تھا۔

سوالچند کہ اسلام کی رفارم نیشنل کانگریس کی سی رفارم نہیں تھی بلکہ کسی کو یہ کہہ کر موقع ملے کہ پہلے اپنے گھر والوں کو سمجھا دو۔ میں نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے اس وقت تک پوری پوری قدر نہیں کی جب تک ایک لوی اور مولوں کو اپنے کانوں لڑتے نہیں سُن لیا۔ نہیں معلوم کس بات پر مایاں بی بی میں تکرار ہو پڑی۔ اور گوشت ترک کر کے سوا وہ بات ہی کیا ہوگی۔ مولو لکھیا جب بی بی سے اُس کے کھانے سنگار تھے۔ جبکہ وہ از رو می مولویت اپنا حق سمجھتے تھے۔ مولوں بچری ہوئی آپ سے باہر کہہ رہی تھی۔ سوئے تیری مولویت کو لگاؤں جھلسا۔ چلا ہی مجھے ہو نہ تو جانے میں تیرے رگ ریشے سے واقف ہوں۔ اب کے دُغظ کہہ۔ قنات کے اندر تیرا سارا پردہ فاش کر دیں تو سہی۔ آدمی کتنا ہی ضابط کیوں نہ ہو۔ اس کے اصلی حالات گھر والوں سے مخفی نہیں رہ سکتی اہل البیت آدمی بمافی البیت (گھر والے گھر کے حال سے خوب واقف ہوتے ہیں) اس پہلو سے دیکھا جائے تو آدمی وہی بڑا سچا ہی جسکا اسکے گھر والے سچا مانیں۔ پیغمبر صاحب کی اس وقت کی حالت۔ اہل عرب کا طرز تمدن۔ جس میں ننانوشی کے تعلق کی کچھ وقعت ہی نہ تھی۔ اور پھر مذہبی معاملہ۔ یہ سب باتیں پیش نظر ہوں۔ تو خدیجۃ الکبریٰ کا ایمان الائناس پر تقویٰ رکھتا ہی۔ خدیجۃ الکبریٰ سے بڑی والدہ بی بی تھیں۔ اور پیغمبر صاحب کی دنیاوی و جاہت تفرغ تھی ان ہی کے متول پر انہوں نے پیغمبر صاحب کو اپنا مستند بنا کر تجارت کے لئے شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ خدیجۃ الکبریٰ کا میکا دنیا کا پہلا تھا۔ اور ان کے چچا زاد بھائی و رقبن نوفل کتب عمدتین و جدید یعنی توریت و انجیل کے بڑے عالم تھے خدیجۃ الکبریٰ عرب میں پیغمبر صاحب سے ۱۵ برس بڑی بھی تھیں۔ ایسی عورت کا اپنے تئیں پیغمبر صاحب کی زوجیت میں دینا اور ان کے مذہبی خیالات کی نگہانی رکھنا اور آخر کار انکی نبوت کو تسلیم کرنا کیا کم وقعت رکھتا ہی۔ مجھے تعجب ہی کہ مسلمان پیغمبر صاحب کی صدقت جاننے کو نصائے کے احوال سے ہتھ اڑاتے ہیں۔ کون گبن؟ کیا ڈیون پورٹ مزیم قرآن میل کیا پڑھتی؟ کیا ان میں سے کسی ایک کی شہادت بھی خدیجۃ الکبریٰ کی شہادت کے مقابلے میں کچھ ملان رکھتی ہو۔ ہرگز نہیں۔ میں صاحب تصنیف ہوں۔ اگرچہ میں اسے قابل فخر نہیں سمجھتا۔ میری کتابوں کے ساتھ مولیم میو کی رائے لکھی ہوتی ہو۔ مجھے اُس سے کچھ خوشی نہیں۔ اگر کوئی ادلنے زبانوں مسلمان بھی میری کتابوں کی

ماہیت ۱۱۔ مراد ہی انجیل سے پہلے کی کتب آسمانی توریت زبور و صوف انبیاء و غیرہ ۱۲

پسند کرے تو میں اس سے زیادہ خوش ہوتا ہوں۔ کیا لوہ پوہل کے چند مسلمانوں کی شہادت سے بھی خدیجہ الکبریٰؓ
 اور خاتمہ کبار کی شہادت گنی گزری ہوئی۔ ایسے استشاد تو کچھ مسٹر شاہ دین بیسٹریٹ لاہی کو بھاتے ہونگے میری
 نظر میں تو انکی وہ قدر و وقعت ہرگز نہیں جو خدیجہ الکبریٰؓ کی شہادت کی ہے اور جو حقیقت بڑی قدر و وقت کو قابل ہونے
 عرض اس طور پر طبعی رفتار کے مطابق مسلمانوں کا گروہ چکے چکے دو دو چار چار کر کے روز بروز زیادہ ہوتا گیا تھا
 ہی کہ ابتدا میں بڑا جوش ہوتا ہی۔ جس نے حال میں نماز شروع کی ہو۔ وہ فرائض سے بڑھکر نوافل کا اہتمام کرتا ہی
 جسے پڑھنے کا یا شوق کیا ہی۔ دن بھر سبق پڑھتا رہتا ہی اسی طرح اُس نے میں بھی بعض ایسے جلد باز اور زور و فہر زور
 لاغرض مجھ کے لوگ اہل سلام ہوئے تھے کہ خروج کے لیے بیٹھ رہے تھے۔ مگر پیغمبر صاحبؐ ان کو روکتے کہ ابھی وقت
 نہیں آیا گھر میں بیٹھے بیٹھے چکے چکے اللہ اللہ کیا کرو۔ اتنا ہی بس ہو پیغمبر صاحبؐ کے کہے رہتے رہتے اسلام
 نے ترقی تو کی۔ مگر وہی ترقی منسوبانہ کہ جو جہاں تھا اپنی جگہ چھپا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کا ایک گروہ جس میں
 پیغمبر صاحبؐ کے چاہنے والے۔ واما ابھی تھے۔ اپنا دلیس چھوڑ جسے کہ ہجرت کر گیا نیا الغین اس ترقی کو بھی نہ دیکھ سکے
 انھوں نے سمجھا اور ٹھیک سمجھا کہ جب ان کا شمار بڑھتا جاتا ہو تو انکا ضعف عارضی ہو ع اگر ناندیشی و اندیشی دیکھنے والا
 جب سب طرح سے مائے تو احوال داء الکی چاؤ کہ پیغمبر صاحبؐ ہی کا کام تمام کریں واذ یکم بک الذین کفروا
 لیثبتنکم اذ یقتلونکم اذ یجرحونکم ویکمدون ویکمر الله والله خیر الماکرین (اور وہ وقت یاد کرو جب کہ فرماتا ہے
 ساتھ مکر کرنا چاہتے تھے کہ تم کو قتل میں ڈالیں یا مار ڈالیں یا جلاوطن کر دیں وہ لوگ بھی مکر کرتے تھے اور خدا اپنی تدبیر میں
 لگا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہی یہ منصوبے ہی کرتے ہے۔ اور پیغمبر صاحبؐ ایک دن اور ورات پاس کے
 پاس غار ثور میں چھپے رہ کر اپنے انصار میں مدینے جاداخل ہوئے ہجرت میں ایک چھوڑ دو دو پہلے بھی ہو چکی تھیں مگر
 یہی وہ بڑی ہجرت ہی جس سے مسلمانوں کا سنہ چلا۔ اور واقعہ میں وہ اقصا سی یا دگار کے قابل تھا اب اسلام میں ذرا
 جان سی آہلی۔ اور وہ یا تو ٹھٹھرا ہوا ہے جس حرکت پڑا تھا یا اب لگا کلبا لانے اور پھر تو رفتہ رفتہ اسنے وہ جولانیاں
 کیں کہ تمام دسے زمین کو پلا مارا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ مسلمانوں نے بڑو شمشیر اپنی سلطنت قائم کی تو اس سے کسی کو انکار نہیں یہوشیہ سلطنتیں
 بڑو شمشیر قائم ہوئی ہیں۔ کیا اور مل کی سلطنتیں سلطنتیں تھیں اور انکو بڑو شمشیر کا رتھا۔ اور ان کی سلطنت بھیک
 کا ٹکڑ تھا کہ کہیں سے مانگ کر لے آئے یا کنکر پتھر تھے کہ پہاڑوں سے جا کر اٹھا لاتے۔ سدا سے سلطنت کا یہی قاعدہ
 رہا ہی اور سدا کو یہی رہیگا جسکی لٹھی اسکی پھینس مسلمانوں کی سلطنت بھی اس سے مستثنیٰ نہیں مگر ان یہ کہنا

کہ اسلام بزورِ شمشیر پھیلا یا گیا واقعات تاریخی کو جھٹلانا ہی۔ اسلام کو مسلمانوں کی سلطنت سے بیشک بڑی قربانی
 لیکن کوئٹہ مذہب سلطنت کی مدد سے نہیں بڑھا۔ یہ کوئٹہ تاریخ سے ہتھیار کر کے کی کیا ضرورت ہے جبکہ ہم اپنی آنکھوں
 سے دیکھ رہے ہیں کہ ہر چند برٹش گورنمنٹ مذہبی نیوٹرلٹی کا دعویٰ کرتی ہے۔ اور وہ نیوٹرل ہی بھی۔ مگر جو ہفتہ امداد و
 عیاسیت کو صرف اتنی بات سے پہنچ رہی ہے کہ وہ حکام وقت اور قوم باقبال کا مذہب ہی ہر نصف آدمی اپنے دل
 میں اسکا اندازہ کر سکتا ہے۔ آج دیکھتے ہیں عیاسیت کو اگر ابتدا میں دم کے بادشاہ کشنن نے متعصبانہ اس کی
 امداد نہ کی ہوتی۔ آج دیکھتے ہیں عیاسیت کو اگر اہل یورپ اسکے معتقد نہ ہوتے۔ یا ہوتے اور برسرِ ترقی نہ ہوتے
 آج دیکھتے ہیں پنجاب میں سکھوں کے مذہب کو اگر ان کی سلطنت نہ ہوتی ہوتی۔ یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ دنیا اور
 دین دو سو کہیں ہیں مگر دنیا دین کی سوکن ہی تو ایسی سوکن ہے کہ بے اسکی مدد کے دین بی بی کے سر کو کبھی دھننی
 بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اور ساری عمر دین بی بی کو دنیا بی بی کا اتارن ہی پہنتے گزری تو محض بی بی کو کھانا قابلِ مہمانی
 کسی ایک مذہب کا نشان دو جس نے کسی زمانے میں کسی ملک میں بدون دنیا کی مشارکت کے ترقی پائی ہو۔
 تو اسلام بچا رہے نے ایسا کیا تصور کیا ہے کہ اسکو بے وجہ کو قرار دیا جائے۔ لیکن سچے رہو کہ مگر اور ترقی و پیش رفت
 میں جیسے درخت کی دو حالتیں۔ ایک جڑ پکڑنا اور ایک پھیلنا۔ پھیلنا کے ذریعہ آخری شطابہ فائز رہے
 فاس تغلظ فاس توی علی سوقہ یعجب الذعاع دیسے روئیدگی کہ پہلے اسکی کوئل نکلتی ہے۔ پھر اسکو تانید پوچی تو پکے
 سنی ہوتی اور اپنے پاؤں پر آپ کھڑی ہو گئی کہ کاشنکار لگے دیکھ کر تعجب کرنے) سو اگر سچ پوچھتے ہو تو اسلام
 نے جڑ تو اسی وقت پکڑی تھی جب مسلمانوں کو نہ زور کا بل تھا نہ زر کا۔ یہ اعتراض ناقص کا اعتراض کہ اسلام بزور
 شمشیر پھیلا یا گیا۔ اگر تامل کیا جائے تو خود اسی اعتراض میں اسکا جواب بھی موجود ہے۔ تم کہتے ہو بزورِ شمشیر اسلام
 پھیلا یا گیا۔ بہت خوب۔ تلوار نے تو لوگوں کو مسلمان کیا۔ لیکن تلوار کو کس نے مسلمان کیا۔ یعنی تلوار نے نفسہ کوئی
 چیز نہیں۔ بزورِ شمشیر اسلام کے پھیلانے کے یہ معنی ہوتے کہ تلوار چلانے والے اسلام کے حامی ہو۔ مگر میں پوچھتا
 ہوں تلوار چلانے والوں کو اسلام کی حمایت پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ تم اسکا کیا جواب دے سکتے ہو۔ مجھ سے
 سنو۔ آمادہ کیا اسکو ایک اور تلوار نے جو گوشت و پوست پر نہیں۔ رگ و پے پر نہیں۔ مغزوہ تنخواں پر نہیں بلکہ
 سوزِ قلب پر کاٹ کرتی ہے۔ یعنی وہ نفس انسانی جس میں خدا تعالیٰ نے قبول حق کی استعداد کو دو ولایت رکھا
 کہ یہ تلوار شروع سے اسلام کی حامی ہوتی۔ اور مجھ کو اسکے کہنے میں ذرا بھی باک نہیں اب بھی ہے اور ہوشیار
 اسلام کو اگر صرف تلوار نے پھیلا یا ہوتا۔ تو مسلمانوں کے ہاتھ سے تلوار چھوٹے ہوتے بدین ہوتیں تلوار

اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہی۔ اللہ کی خلقت کو کون بدلے یہی سیدھا دین ہی لیکن بہت سے آدمی نہیں جانتے
 کیا اسلام کی حالت ایک دم سے بدل گئی تھی۔ ایسا ہوتا نہیں اور ہوا بھی نہیں۔ یوں کہنے کو تو محبت سے اسلام
 کا دوسرا زمانہ یعنی اسکے غلبے کا آغاز سمجھا جاتا ہے مگر واقع میں اسلام کا پورا تسلط عرب میں فتح مکہ سے ہوا اور
 قرآن پاک سے بھی اسی کی تصدیق ہوتی ہی افواج نصر اللہ والفتح ودائت الناس بدخلون فی دین اللہ
 افاجا جب خدا کی مدد آپہنچی اور لوگوں کو دیکھو کہ اللہ کے دین میں جوق جوق چلے آتے ہیں اور نہ اس
 پہلے صلح حدیبیہ تک تو یہ حال تھا کہ پیغمبر صاحب نے خانہ خدا کی زیارت کے ارادے سے مکہ جانا چاہا مگر کفار
 نے روکا۔ کیا خدا کی شان پر خدا کا گھر اور جو شخص صاحب خانہ کا سب سے زیادہ معتقد اسی کو اس گھر جانے کی
 منافی۔ آخر کا صلح ٹھہری۔ صلح نامہ لکھ جانے کو ہوا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو اسکے کاتب لکھا
 هذا ما صلح علیہ محمد رسول اللہ یہ وہ معاہدہ ہی جو محمد رسول اللہ نے صلح کی (دوسرا فریق بولاد رسول اللہ
 کیسا اگر ہم تم کو رسول اللہ سمجھتے تو خانہ خدا سے روکتے ہی کیوں؟ اس پر اصحاب بہت ہی برا فروختہ ہوئے اور
 نے تلواریں سونت لیں اور قریب تھا کہ صلح بھٹا ہو جائے۔ مگر اللہ نے ضبط وہی اللہ شہید اللہ صدق
 آپ فرمایا اچھا رسول اللہ کے لفظ کو مٹا دو اور وہ ضبط دیکھنے کے قابل تھا اور اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
 کی مذہبی حمیت۔ اور جناب رسول اللہ کے ساتھ ارادت و محبت۔ عرض کیا اور اللہ میں تو اپنے ہاتھ سے نہیں ٹانگا
 پناہ آپ نے خود اپنے دہن مبارک کے ثواب اس لفظ کو مٹا دیا نظر میں تو مٹا دیا۔ مگر سچ پوچھو تو اس میں لب
 ہاں بخش سے جان ڈال فی۔ اور اسکو آہ تازہ کر دیا۔ نہ جانو اور نہ جاننے کا قصد کرو۔ اس کا تو کچھ علاج نہیں
 کیے میجرے اور کہاں کی کرامت۔ خود پیغمبر صاحب کی لائف ان کی نبوت کا کافی ثبوت ہی۔ آخر کا جب فتح ہوا اور
 پیغمبر صاحب انوار ظفر امواج کے ساتھ اس میں اُل ہوئے وہ داخل ہونا بھی عجیب طرح کا داخل ہونا تھا۔ کوئی
 فرد دل سے نرم دل۔ رحیم سے رحیم۔ اور طیم سے طیم دنیا کا بادشاہ ہوتا۔ اور اسکے ساتھ کے والوں نے وہ سلوک
 یا اس کا عشر شیش بھی کیا ہوتا جو پیغمبر صاحب کے ساتھ کیا تھا تو سب کو بے امتیاز تہ تیغ بیدریغ کرنا گد صواب
 کال پھر وانا تمام شہر کو مٹاتا۔ اینٹ سے اینٹ بجا دیتا ان الملوک اذا دخلوا قریۃ امسند وھا وجعلوا العتق
 اھلما اخلۃ وکذلک یفعلون جب بادشاہ کسی قصبے میں اُل ہوئے میں تو اسے اجاڑ دیتے ہیں اس کے
 موزن کو ذلیل بنا دیتے ہیں اور وہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

یہی ہی کی شان جتنی کہ اپنے کے میں قدم رکھتے ہی چاروں طرف سنائی کرادی۔ صبح گل اکھنہ فواہن بوجہ

میں داخل ہو گیا اُسے امن ہی ومن دخل دار ابی سفیان فہو امن (جو ابوسفیان کے گھر میں چلا گیا اُسے امن ہی) ومن دخل دار فلان فہو امن (اور جو فلان شخص کے گھر میں داخل ہو گیا اُسے امن ہی) یعنی قدرت پاک ہر سب کو امن پیدا کر کسی سے انتقام نہیں لیا۔ اس صورت میں آپ پر یہ تمت کہ اسلام کو بروز شمشیر پھیلایا نہ دھری جائے نہ اٹھائی جاسے۔

میں نے پیغمبر صاحب کے چند حالات اس غرض سے بیان کیے تا معلوم ہو کہ زمان مغلوبیت اور ہجرت میں اسلام کس رنگ سے رہا۔ اور اس وقت کے مسلمانوں کا کیا برتاؤ تھا۔ یا روشکر کر کہ نہ ویسی مغلوبیت ہو نہ اُس طرح کی مخالفت۔ ورنہ ہم تو اپنے پندار میں مسلمان رہ ہی نہیں سکتے تھے۔

میں نے بیان کیا تھا کہ پیغمبر صاحب کی ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد کے حالات اس قدر ایک دوسرے سے مختلف ہیں کہ گویا دو مختلف شخصوں کی دو مختلف زندگیاں ہیں۔ اس اختلاف سے میری مراد اس قسم کے اختلافات ہیں کہ مفلس تھے بلا مالانہ اس درجے کے کہ نہ پیٹ کو روٹی اور نہ تن کو کپڑا کیا اصحاب صفہ کا حال معلوم نہیں مارے بھوک کے نمازیں پکڑا نہیں ہو جاتا تھا۔ بہت قوت پیٹ پر چھ بانڈھے رہتے تھے کہ بھوک کی ایذا کم محسوس ہو اور لوگ ایک ایک پیغمبر صاحب نو دو تین تین۔ لباس کی یہ بری حالت کہ لے دیکر ایک بوسیدہ کپلی وہ بھی اس قدر خفقر کہ سجدے میں جاتے وقت ماتھے سے پچڑے ریش تاکہ بے پردگی نہ ہو۔ سارے دن راتیں لکھائے کو ملا کیا؟ ایک کھجور کہاں تک آدمی ایک کھجور کے سہارے پہنچلا رہ سکتا ہے۔ جہاد کو چلے ہیں نہ سواری نہ تیار۔ پیروں میں چپٹے بندھے ہوئے اور اس شقت پر کھانے کو درختوں کے پتے غرض غرضی ایسی کہ ہم لوگ اسکا اندازہ نہیں کر سکتے کیونکہ ایسی حالت ہم میں سے کسی پر گزری نہیں۔ ایک وقت تھے۔ اور پھر خذلنے اپنا فضل کیا تو ہجرت سے حاصل آیا۔ پیغمبر صاحب صبح سے بانٹنے کو بیٹھے اور لپیں اور بھولیاں بھر کر لوگوں کو دینا شروع کیا۔ جو ار باجرا نہیں۔ سونا چاندی۔ تو بانٹتے بانٹتے شام ہو گئی۔ ایک حضرت عباس رضی کا واقعہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے کہ انھوں نے انبار کثیر دیکھ کر اپنے لیے اتنا سمیٹا کہ کیلے اٹھا نہ سکے پیغمبر صاحب سے کہا کہ اٹھو اور۔ آپ نے انکار کیا۔ ناچار کسی بار اس پر تھوڑا تھوڑا کم کر کے آخر جننا لجا سکے لیگئے۔ جیسے ہم ان مسلمانوں کی ابتدائی مفلسی کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ ان کی تول مال بھی قیاس میں نہیں آتا۔ آخر آخر میں یہ حال ہو گیا تھا کہ لوگ خیرات کے روپے لینے پھرتے تھے اور کوئی لینے والا نظر نہیں آتا تھا۔

غرض ہجرت سے پہلے اور ہجرت کے بعد اسلام کی حالت میں جو اختلاف واقع ہوا ایک تو فقر و غنہ کا تھا دوسرے انوث و امن کا تیسرے اذیت اور عزت کا چوتھا محکومیت اور حکومت کا۔ اسی طرح اختلافات اور بھی بتویر کر لیے جاسکتے ہیں۔ مگر حکومتی نیکی کہتے ہیں اور جو اسلام کا اصل اصول ہے اس میں عسکر و سپہ سالار و جنگ کسی حالت میں کبھی تکی برابر فرق نہیں آیا۔ دشمنوں سے لڑتے تھے تو کیونکر۔ اگرچہ مشہور ہے کہ الحارث بن عذیمہ اور جسے دیکھو لڑائی کے موقع پر جھوٹ۔ فریب۔ مکر و دغا سے نہیں چونکہ پر جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دغا کی۔ نہ کبھی جھوٹ بولے۔ نہ کبھی عہد توڑا۔ نہ کبھی ناحق کسی کے سر ہونے۔ نہ ظلم کیا۔ نہ سچا سختی کی سیر سمجھ میں نہیں آتا کہ مسلمان ایسے پیغمبر کی ہست۔ ایسے اسلام کے معتقد پھر ان میں یہ خشونت۔ یہ سختی کہاں سے آگئی۔ ہونے ہو یہ اُسی خبیث سلطنت کا اثر ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ملک و عرض فرمایا کرتے تھے گندگی تو خدا نے دور کی۔ اُسکی عفونت باقی چلی جاتی ہے +

عیسائیوں میں تو باوجودیکہ ہم پر حکمرانی کر رہی ہیں عام شکایت ہے کہ مسلمانوں میں ناریشن (دخل) بالکل نہیں یعنی دوسرے مذہب والوں کو دیکھ نہیں سکتے۔ ہندو بھی ہم سے مطمئن نہیں۔ اور جب کبھی ہنگامے اور خانہ جنگیاں واقع ہوتی ہیں مسلمانوں کی اگر زیادتی نہیں ہوتی تو مسلمان کچھ اٹھا بھی نہیں رکھتے۔ غرض دوسری قوموں کا یہ عام خیال ہے اور بے وجہ۔ بے سبب نہیں کہ مسلمانوں کا اگر سر کھلا ہوانہ ہو تو یہ نچلے بیٹھنے والے نہیں۔ اپنے گھروں میں بیٹھ کر اپنے منہ میاں مٹھو بیٹھنے سے کیا ہوتا ہے۔ ڈاگ و کینٹ سے پوچھو وہ کیا خیال کرتی ہے۔ وہ فوج اور پولیس اور فوجداروں کے انتظام میں مسلمانوں کی آبادی پر نظر رکھتی ہے۔ اگر مسلمان زیادہ ہوتے ہیں تو اسکو یہ قہر بانی انتظام قوت اور سختی کے ساتھ کرنے پڑتے ہیں اور نہ کہے تو کام بھی نہ چلے۔ فوجداری اور جینانوں کی رپورٹیں پڑھو تو معلوم ہو کہ مسلمان کس قدر جلد لاشی پوسٹ کے پر اثر پڑنے والے لوگ ہیں۔ شروع شروع میں مجھ کو کبھی ایسا خیال آیا کہ تاہم کہ اب دوسری قوم ہندوستان پر سلطہ اور تعلیم بھی عام ہوتی جاتی ہے۔ غیب نہیں رفتہ رفتہ ہندو مسلمانوں میں القیام ہو جائے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ پہلے سے بہت زیادہ چھوٹ بہت زیادہ ہنگامی۔ بہت زیادہ نفرت۔ بیشک تالی ایک ماٹھ سے نہیں بچتی۔ دونوں قصور وار ہیں اور دونوں کو قصور وار ہونا چاہیے مگر مجھ کو ہندوؤں سے کہنے کا کوئی منصوبہ نہیں۔ کوئی حق نہیں اور کہوں تو وہ پزیرا بھی کہیں کرنے لگے۔ پس میں تو اسے مسلمانو! تم ہی کو سمجھا سکتا ہوں۔ اور تم ہی کو سمجھاتا ہوں کہ ابراہیم خدا کے مخلیق تھا۔ لڑائی ایک مکر ہے۔ اصل سے گزندہ مگر مراد میں ایذا دہ ۱۲ ص ۱۳

وقت کو دیکھو۔ وقت کے تغلغ کو دیکھو۔ اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی نہ مارو۔
اگر نعل انسان کو ایسا بنایا ہو۔ اور میٹھا ایسا ہی بنایا ہو کہ وہ اپنا جس کی مدد کا محتاج ہی تو بنتا
جس کا انحصار اپنے ہی کنبے اور اپنے ہی خاندان یا پنی ہی قوم اپنے ہی ہم مذہبوں میں نہیں ہی بلکہ
بنی آدم اعضاءے یک دیگر اند کہ در آخر پیش نزدیک جوہر اند
چو عضو سے بدو کو بدو رو دکار وگر عضو مارا نہ ماندتار
تو کر محنت دیگر اس بے غمی نشاید کہ نامت نهند آدمی

اور یہ تو برکوتی سمجھ سکتا ہے۔ کہ جب خدا و مخالفت درمیان میں آتی تو امداد و آسمان کا سلسلہ منقطع ہوا۔ اور اسے کاش و مخالف اسی پر پس کریں کہ ایک دوسرے کو مدد نہ دیں۔ نہیں ایک دوسرے کو مدد دینے کی خواہش نقصان پہنچانے کے درپے رہتے ہیں۔

ہم مسلمانوں کو زوال سلطنت کی وجہ سے جو مضطرب و نقصان پہنچ گیا ہو وہ کیا کم ہو۔ اور اسی سے ہم کب
پنپ سکتے ہیں کہ لوگوں کے ساتھ نفاق کی عدوتیں مول لیں کہانی خرابی کے ورپے ہوں اور بڑی بڑی بھاری
نقصانات پلے باندھیں۔ اکثر لوگ یہ کہہ کر اپنے سر کا چھتہ اتارنا چاہیں گے کہ ایسی حرکات ناشائستہ صرف ان
چند مسلمانوں سے سرزد ہوتی ہیں جو عوام کا انعام ہیں۔ لیکن کہیں دانی سے پیٹ چھپانا چاہتے ہو مجھ سے
زیادہ مسلمانوں کے رجحان طبیعت کو کوئی کیا جان سکتا ہو۔ مسلمانوں کے مزاج کی افتاد کچھ ایسی بڑی پڑی ہے
کہ جن میں بگاڑ کا مادہ نہیں ان میں بناؤ کا بھی نہیں اور وقت کا تقاضا یہ ہو کہ ع زمانہ باتوں ساز و تو بارانہ ساز
و لادھار و اب فکری ثابہر کلستہ دیو کا اجد و اخلاقا فلک اکیں لکھتے لڑا کنتہم وان کنت فی الحقیقہ فکنت لعمقاً
بہاد کا لفظ کچھ ایسی گھڑی کا ان کے کانوں میں پھونکا گیا ہو کہ اچھے خاصے پڑھے لکھے بھلے آدمی مزاج کے ٹھنڈے
اور کچھ نہیں تو قلم سے بیٹھے ہمارے ہیں یعنی اور ادیان کا رد۔ اور کیا میں نے تمہیں اور تمہارے مناظرہ مذہبی
جہاد سے تعبیر کیا۔ انہیں لوگ ان کو اسی مناظرے کی وجہ سے مجاہد فی سبیل اللہ کہتے اور لکھتے ہیں۔

میں نے یہ بڑا خطرناک مضمون تیار کیا ہے اور میں اچھی طرح سمجھا ہوا ہوں کہ اہدوت سے میری تمکینگی کی تجویز سوچی جا رہی ہے لیکن مجھ کو اسی قدر بس کرتا ہے کہ میں اپنے پندار میں مسلمانوں کی بہتری کی صلاح اٹھو دیتا ہوں

ملنے والے کے لیے پتھر ہیں ان میں قومی ۱۲۰۰۰ اسی کا سا لباس رکھ ایک دن نیا ایک دن پُرانا ۱۲۰۰۰۰ میں گردانہ مندوں میں بیٹھنے کا اتفاق ہو تو بڑا بوجہ دیکھ کر ۱۲۰۰۰ اور اگر احمقوں میں بیٹھنے کا اتفاق ہو تو بھی احقر بن جا ۱۲

لوگوں میں باہمی بگاڑ کے بہتے بہاوتے تھے۔ میں اور میں جانتا ہوں ان کی ایسا تو ہی سبب تھے کہ انہیں رکھنا نہیں رکھنا نہیں رکھنا میں کا اختلاف ہی۔ یہ میل جول چھوڑا ہے۔ یہ آپس میں دیو بیاد نہ ہونے کے۔ یہ ایک جگہ مل کر بیٹے نہ ہو اور حد سے بڑھ جائے تو ایک دو سرے کی جان کا دشمن بنا دے۔ بیشک انسان کی نالائق خواہشوں نے بھی دنیا میں بہت خونریزی کرائی ہے۔ مگر مذہب سب سے زیادہ شفاک ہے۔ اور یہ ایک واقعہ ہی تاریخی جس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ نفس قدسی میں لپٹے دیکھنے میں تو آیا نہیں اجودین کے اختلاف کو اشی کے دائرے میں محدود رکھیں اور معاملہ دنیا میں اسکو متجاوز نہ ہونے دیں۔ وہ تو پیر سٹر وکلا اور مختاری ہیں کہ دو مخالف فرقوں کے ریٹرنیٹو بنگالری ہی طرح لڑتے ہیں کہ بھٹاریاں کیا لڑتی ہوں گی۔ اسوقت تو ایسا خیال ہوتا ہے کہ ان میں آپس میں صاحب سلامت بھی ہونی ہوگی۔ مگر انکی لڑائی اسی کمرے کے اندر ہے۔ جہیں تمام فسادات کی جڑ وہ حاکم ٹھہرا ہے۔ پھر جوں ہی کمرے کے باہر نکلے وہ ایک دوسرے کے ویسی ہی دوست ہیں جیسے کہ بچپن میں مگر مذہبی لڑائی کا یہ حال نہیں ہے۔ وہ ابدی نفرت اور عداوت قائم کر دیتی ہے۔ نہ صرف دو مخالفوں میں۔ بلکہ ان کی نسلوں میں۔ تو بھائیوں اور بھائیوں میں رہنا ہی اور ضرور رہنا ہی۔ اور اگر انکو غیر قوموں سے کچھ فائدے ہو سچے ممکن ہیں اور ضرور ممکن ہیں اور تمام فائدوں کے منجانب ہو اور ضرور منجانب ہو تو لڑائی کی بات بھول کر بھی کوڑ کوڑ خاص کر مذہبی لڑائی یہ آگ سلگائے سے بھڑک اٹھیں گی اور بھڑک اٹھیں گی تو تم پچاسے غریب بھونپڑوں کے رہنے والے ٹھہرے۔ تمہیں کو پہلے جلائے گی بھی۔

تمہارے دل میں جو خدشے گزر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں اور میں تمکو موقع نہیں دینا چاہتا کہ میرے گم ہونے کے سچے وہ خدشے مذکور ہوں۔ اور یہ لفظ کسی کوئی انسان نہ ہو کہ تمہاری نئی کڑے تمہارا خدشہ بجا ہے اور تم کہہ سکتے ہو کہ

کہتے ہیں کہ وہ نہیں ہم تو سخن میں سبقت پر وہ کچھ ہے سنیگا جو کہے گا ہم کو تم کہہ سکتے ہو کہ اول تو ہماری طرف سے ابتدا ہوئی نہیں اور نہ ہوئی تو تمہارے کہنے سے آئندہ احتیاط کریں گے لیکن لوگ جو بیٹھے بھٹاتے چلے کریں اور چھٹیر میں تو کیا اسکے جواب بھی گئے گزرے ہوتے۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ لوگ تم کو کھلا ہمارے سچے اور پاک مذہب کی توہین کریں اور ہم ٹھیکے سنیں۔ بزرگان دین کو برا کہیں اور ہم کو برا نہ لگے تو کیا تمہاری یہ مرضی ہے کہ تمہاری طرح کا فریب چائیں۔ گرم مت ہو۔ گرم مت ہو۔ کوئی مشکل نہیں جبکہ حل کرنے کی تدبیر خدا نے ہو کہ بتائی ہو۔ ہمارے سلسلے پیغمبر صاحب منونہ موجود ہے لفظ کان اکھنہ رسول اللہ اسوقت حسد اللہ رسول خدا میں تم کو پیروی کو فتنے کے لئے اچھا نمونہ موجود تھا (منکر لوگ رو در رو پیغمبر صاحب پیغمبر صاحب کی

تو میں کرتے تھے۔ واذا قيل لهم اسجدوا لله والجن قالوا وما الله ان يخضع لعلنا نحسد ما نامرنا اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تم کو سجدہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ جن کیا چیز ہے۔ کیا تمہارا یہ طلب کہ جس کے آگے سر جھکانے کو تم کو مائوسی کے آگے سر جھکائیں (علاوہ بریں شرک بڑھکری کوئی اور طریقہ خدا کی توہین کا یہ ان الشراک لظلم عظیم) تحقیق شرک بڑی بے انصافی کی بات ہے، یا یہ کہ خدا کے جو روپ بچے ہیں۔ اسی میں خدا کی کون سی شان بڑھی جاتی ہے قرآن کے مطاع پر نظر ہو تو کلمہ کہ کسی کے بتانے سمجھانے کی ضرورت پڑے۔ عین وقت پر آپ سے آپ یاد آجایا کرے۔

بھلا پیغمبر صاحب کی ذاتی توہین کو تو رہنے دو۔ خدا کی توہین تو خود خدا کو اور پیغمبر صاحب کو اور نہ صرف پیغمبر صاحب بلکہ کل انبیاء علیہم السلام کو کس قدر شاق گزرتی ہوگی۔ سو خدا کا برتاؤ تو ان بندوں کے ساتھ جو اس کی امانت کرتے ہیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہو۔ جس کسی مذہب کو تعاقبت کا بڑا المیہ چڑا دھوئی ہو۔ وہ اپنی کوئی دنیاوی خصوصیت خدا کے ساتھ دکھائے۔ زرق۔ تمول۔ تولد۔ تناسل۔ تندرستی۔ کوئی ایک چیز بتاؤ جو کسی ایک مذہب والے کے ساتھ خاص ہو۔ قرآن کی وہی ایک آیت یاد کرو۔ واذا قال ابراہیم رب اجعل هذا بلدا آمنا وارزق اہلہ من الثمر من امن منهم باللہ والیوم الآخر قال ومن کفر فاما متعہ قليلا فاما اضطرہ الى عذاب النار وبئس المصیرہ ابراہیم علیہ السلام نے بتقاضا سے بشریت خدا کی جوتوں کو دنیا میں اپنے گروہ کے ساتھ خاص کرنا چاہا۔ اور من امن منهم کی تہ لگائی۔ خدا نے کہا یوں نہیں بلکہ من کفر فاما متعہ قليلا جو کفر کر گیا اس کو بھی دنیا کے چند روزہ فائدے یکساں پہنچینگے اور کفر و ایمان کا فرق آخرت میں ظاہر ہوگا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون سے اقتباس کیا ہے۔

اگر باد پر جنگ جوید کسے	پدر بیگماں خشم گیر دسے
اگر خویش را خبی نباشد ز خویش	چو بیگانگانش بر اندر پیش
اگر بندہ چاہد کیا پیکار	غزیش ندارد و خداوندگار
وگر ترک خدمت کند لشکری	شو شاہ لشکر کش ازو سے پری
ولیکن خداوند بالا و پست	بہ صیال در رزق برکش بست

جو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف حکم دیا ہے اور جلد مذاہب کا مال کا بھی یہی ہے۔ یہ تعلق و باخلاق اللہ۔ اس کی سی عادتیں اختیار کرو۔ ہم کب خلق یا خلاق اسد ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ درگزر کرے اور ہم درپے انتقام ہیں وہ ساڈگاری رکھے۔ اور ہم لڑیں۔ وہ برداشت کرے اور ہم ناک پر کھی بھی نہ بیٹھنے دیں۔ رہے پیغمبر جو صاحب ان کو عیب یا اور بار بار یہی حکم ہوتا تھا۔ فاصبر فان اللہ لا یضیع لہ المؤمنین لا صبر کرو۔ خدا احسان کرنے والوں کو حسب فضل نہیں کرتا۔

فصیران وعد اللہ حق (صبر کرو بیشک خدا کا وعدہ سچا ہی) فاصبروا ماصبرکم الا باللہ (صبر کرو۔ اور نہیں بچو بڑھتا ہوا
مگر اللہ کی توفیق سے) فاصبر، کما صبر اولو العزم من الدین (صبر کرو جطرح صبر کیا بہت والوں نے) یا تو میں کہہ کہ یہ
الحکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص تھی مگر سوائے تمہارے سلف سے ایک خلف تک کوئی امام کوئی مفسر اس کا قائل نہیں
یا کہہ کہ احکام عام ہیں۔ اور ہم بھی ان کے مخاطب ہیں۔ مگر ہم انکی تعمیل نہیں کرتے تو سب سے زیادہ مذہبی غیظ و غضب
میں کو پہلے اپنے اوپر کرنا چاہیے۔ نہ کہ خود را فضیحت و دیگر سے را فضیحت۔ مذہب کو تم نے سہا کیا ہے؟ مذہب نام تو
میں سمجھتی کا کل حزب بالذہم فہو نہ یہ تو ہم کا کارخانہ ہے۔ یاں ہی ہے جو تم بنا کر کیا۔ *

جس عقیدت سے ایک مسلمان اپنے غم نوش کرتا ہے۔ اسی ارادت سے ایک ہندو گنگا جلی دیتا ہے یعنی دونوں
کا مذہبی تسلی میں کچھ فرق نہیں۔ اور کیا تم سمجھتے ہو کہ لوگ جان بوجھ کر سچ کر حق بات کو نہیں مانتے۔ یہ بات میری سمجھ
میں تو آتی نہیں کہ آدمی خود کو جاسنے۔ اسکی قدرت کو جلنے۔ اسکے احسانات کو جانے اور یہ بھی جاسنے کہ وہ کیا چاہتا
ہے۔ اور پھر اس سے مخالفت کرے۔ خدا اور شاکی قدرتیں تو جیسے خود مجھ کو اتنی ہی طاقت ہونے دو کہ اس کتاب کو
میں کل اور پھیل جاسے اور کہل کہ بند ہو اور یہ بند ہو جائے۔ اور اس میں کسی قسم کی نظر بندی اور چالاک کی کاوش نہ
ہو اتنی ہی طاقت پر اگر سارے ہندوستان کو اپنی طرف نہ کر لوں تو پھر میرا کچھ سننے کو نہ آنا۔ مگر یوں کہو کہ جہاں انسان کی
دوسری حالتوں کا اختلاف نجانب شدیدی و من یا نہ اختلاف السنہ و العادہ و الکنہ و اسکی نشانیوں میں سے ہی تمہاری
دینوں کا اختلاف اور تمہارے رنگوں کا اختلاف) اس طرح اختلاف مذاہب بھی من جانب الہی و لو شاء اللہ لجعل الناس
امۃ واحدۃ و لا یزالون مختلفین الا من رحم ربک و لذلک خلقکم را اگر چاہتا سارے آدمیوں کا ایک ہی مذہبی
اردہ بنا دیتا اور لوگ ہمیشہ ہمیں اختلاف کرتے رہیں گے مگر چہ تمہارا پروردگار رحم کرے اور اسی نے انکو پیدا کیا ہی
کرذلک کا شمار الیہ مختلفین ہی اور یقیناً مختلفین ہی تو یہ اختلاف قیامت تک شے والا نہیں خدا نے انسان
کی ایسی ہی بناوٹ رکھی ہو تو اس کی خلقت کو کون بدلے۔ مع گرتوئے پسندی تغیر کن قصارا۔ *

فرض کرو کہ ہم ایک مذہبی رائے رکھتے ہیں۔ اور دوسرا آدمی اس سے اتفاق نہیں کرتا اور معلوم ہو کہ ناحق کی ضد
سننے ایسا نہیں کیا تو اسکا اختلاف قابل رحم ہے نہ مستوجب ملامت۔ چاہیے کہ جب ہمکو جوش پھردی بچپن
سے ہم اسکے حق میں دعا کریں۔ رفق و لیت سے اسکو سمجھائیں مدد کریں کہ وہ راہ راست پر آجائے۔ یا فرض کرو کہ وہ
حق کی ضد کرتا ہے تو وہ اور زیادہ قابل رحم ہی۔ اگر راہ راست پر آجائے تو اپنا ہی فائدہ کرتا ہے کہ ہمکو بخیر آتا نہیں مانتا
ہاں سچا ہے پڑوسے چولھے میں۔ ہمارے ساتھ عداوت پیدا کرنے کی تو کوئی وجہ نہیں۔ *

جو لوگ مذہبی مناظرات کرتے ہیں۔ وہ عین عقل آزمائش نہیں سمجھتے کہ ان مناظرات سے دوسری قوموں کے ساتھ مخالفت اور عداوت پیدا یا تازہ یا راسخ ہوتی ہے اور مسلمانوں میں اب اتنا دم نہیں ماکلاس مخالفت کی مٹا دیتا کر سکیں بعض کو یہ خیال بھی ہوتا ہوگا کہ مناظرہ بھی دین کی حمایت کا ایک پیروہ ہے اور عجب نہیں کہ وہ اسکے اجر کے بھی توقع ہوں۔ میں ہر سے اسی بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ تقاضا سے دینداری ہی لوگوں کو مناظرات کا باعث ہوتا ہے اور وہ احتساباً اور غافلانہً لوجہ اللہ اس کام کو کرتے ہیں۔ اگرچہ دوسرے کے مافی الضمیر پر لگائی حاصل کرنا مشکل ہے مگر مناظرے ہی میں تو دینداری کا انحصار نہیں۔ دینداری اور بھی بہت سے کام چاہتی ہے۔ دینداری چاہتی ہے مثلاً یہ کہ آدمی یہ جان کر کہ دین حق پر ہیں۔ پھر یہ وقت خدائے ڈرتا رہی کہ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے اگر خط حاقبت پیش نظر ہو اور یہ ایسا خطر ہے کہ ہر فرد ایشور کے پیش نظر ہونا چاہیے تو میں سمجھتا ہوں اسی ایک خیال میں اس قدر کافی مصروفیت ہے کہ آدمی کو اپنی ہی نفس کی پروا نہت سے فرصت مل نہیں سکتی۔ دوسروں کے دین مذہب سے ملکہ وہ کیا خبر کے غم نزاری بربخیز۔

آدمی کو دنیا میں آپ ہی اپنا جہنم ہونے دو۔ لیکن ایک وقت آئے واللہ کہ اس کا گناہ اور اس کی برائت مار کی نیکی اور اس کی بدی ایسا جہنم تجویز کرے گا۔ جس کو اسکے دل کے مجید اس کی آنکھوں کی چوریاں ذرا ذرا معلوم ہیں یہ علم اعلیٰ اشرف الاعین و ماتخفی الصدود آنکھوں کی چوریاں اور سینوں کے راز جانتا ہے۔

کیا وہ بڑی خوفناک حدیث نہیں سنی کہ قیامت کے دن ایک شخص نیکیوں کا انبار اپنے ساتھ لیتے ہوگا اور حکم ہوگا کہ اسکو جہنم میں لیجاؤ۔ یہ حکم سن کر اسکو سخت حیرت ہوگی اور عرض کرے گا کہ اسے پروہر دگا کیا میں کبیرے حکم کے مطابق نمازیں نہیں پڑھیں۔ روزے نہیں رکھے۔ زکوٰۃ نہیں دی۔ حج نہیں کیا۔ یہ نہیں کیا۔ وہ نہیں کیا۔ یہاں تک کہ آخر کار کہیں گے کہ تیری راہ میں جان نہیں دی، غرض وہ اپنی نیکیاں اور کارگزاریاں ایک ایک کر کے گنواں گے۔ اور بارگاہ رب العزت پہنچے نیاز سے ارشاد ہوگا کہ بے شک یہ سب کام تو نے کیے۔ مگر یہ سب کام تو نے دکھا دے کے لیے کیے تھے۔ اور تو دنیا میں ان کا صلہ پا چکا ہے۔ تو نے چاہا لوگ تجھے کو بھی کہیں۔ اور لوگوں نے کہا۔ تو نے چاہا تو ہمارا دشمن ہو اور تو ہمارا مشہور ہوا۔ پھر اب تو کیا چاہتا ہے۔ تو نے کوئی کام ہماری رضامندی اور خوشنودی کے لیے نہیں کیا۔ اور نہ تو اس کا مستحق ہو سکتا ہے۔

یہ سمجھا اور یہ اپنے اس بد نصیب شخص کے سارے اعمال حسنہ ضبط کر دیئے۔ مذہبی مناظرات میں بڑی آسانی اور عجلت کے ساتھ دخل کر سکتی ہے۔ مناظرے کو اظہار حق کی حد سے تجاوز نہ کرنے دینا بڑا مشکل کام ہے بحث میں

مخبر پروری اور ضد آہی جاتی ہے۔ کون شاعر ہی جو داندیں چاہتا۔ اس طرح کوئی مناظر ہے جو اپنے فرقے سے
 مع و تحسین کی امید نہیں رکھتا ہے۔ اور اسی کا نام ہی ریا۔ انسان کو خدا نے ایسا مخلوق خود غرض پیدا کیا ہے
 کہ جب تک جلب منفعت یا دفع مضرت محک نہ ہو وہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی نہیں کرنا چاہتا۔ وہ اگر خدا کے نام
 ایک پیسہ دیتا ہے تو اس امید سے کہ اس کو عاقبت میں اس ایک پیسے کے بدلے دس روپے پندرہ آنے ملینگے
 مثل الدین یفقدون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل جنتہ انبتت سبع سنابل فی کل سنبلہ مائۃ جتہ واللہ یعلم
 لمن یشاء واللہ واسم علیہ جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں صرف کرتے ہیں انکی مثال اس لئے کی سی ہے جس سے ستر
 بالیں پیدا ہوتیں۔ ہر سال میں سو دانے اور اسد جو چاہتا ہے وہ خود سہ چند کر دیتا ہے تو ہم کیوں بھیجیں کہ بحث بیبی
 میں بھی اس کی کوئی ذاتی غرض ضرور ہو اور وہ غرض ناموری اور اظہار ریافت ہی کیوں نہ ہو۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں
 مذہب بن بھوتی کا نام ہی اور یہ مناظر سے کا نہیں بلکہ نفس مذہب کا تصور ہی کہ اس کا مباحثہ کبھی ختم۔ اسکا جھگڑا کبھی
 فیصل نہیں ہوتا۔ اسے کاش مذہب عقیدہ کی کوئی وعوی ہو تا۔ یا احباب کا سوال یا جبر و مقابلے کی مساوات۔ ہر
 کی بنیاد ہی عقیدہ سے پر اور عقیدہ موقوف ہی قبول طبیعت پر اور طبع اس بابے میں اس قدر مختلف واقع ہوئی
 ہیں کہ جس کی کوئی حد و اتہان نہیں۔

یہ ظاہر بات ہے کہ ہم پیغمبر صاحب سے بہتر مناظرہ نہیں کر سکتے۔ اقل تو خود ان کا عقیدہ اس قدر راسخ تھا
 کہ ہر اسکا پاسنگ بھی انصیب نہیں۔ دوسرے خدا نے ان کی بات میں اثر دیا تھا اور جو بات خلوص سے کہی
 جاتی ہے منور ہوتی ہے۔ ہماری بات میں اثر کیا خاک ہو سکتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں سکتے سب کچھ ہیں کرتے کچھ
 ہی نہیں سچ اسے طبل بلند بانگ باطن رنج۔

یا ایہا الذین امنوا لعلہم یقولون لا تفعلون (لو کہ جو ایمان لائے ہو کیوں کہتے ہو جو آپ نہیں کرتے) مگر یہ جو دیکھتے ہیں
 صاحب عقیدہ راسخ۔ ان کی بات میں بھی اثر تھا۔ اور ان کا اہتمام بھی بلا کا اہتمام تھا۔ پھر بھی جن کی طبیعتوں میں قبول
 حق کی استعداد تھی ان پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور پیغمبر صاحب اس سے کچھ شکستہ خاطر سے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے
 انکو سہارا دیا۔ انک لا تھدی من اجبت و لکن اللہ یمدی من یشاء (جس کو تم چاہو ہدایت نہیں کر سکتے لیکن اللہ جسکو
 چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے) اگر تم کو مناظرے کی کامیابی کا یقین ہے۔ تو کسی ایک صرف ایک مذہبی فرقے کا نام لو جو
 مغلوب مناظرہ ہو کر معدوم ہو گیا ہو۔ سچ پوچھو تو لوگوں کو حق کی طلب اور تلاش ہی نہیں کہ مناظرے سے فائدہ
 اٹھائیں۔ بحث و مناظرے کا نام آیا اور ان کو خدا واسطے کی کاوش ہوئی۔ بلکہ میری رائے پوچھتے ہو تو جسکو اپنی مذہب

پر زیادہ حملے کرنے منظور ہوں۔ وہ سطح کی چھپر کرے۔ اس سے زیادہ افسوس کی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ تم
 کرنی چاہو دین کے حق میں مستی۔ اور وہ ہو جائے الٹی دشمنی۔ ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ فیسبوا اللہ
 عدواً بغیر علم کذلک دنیا لکل امتہ علم شمالی ربہم مرجعہم فیہم بما کانوا یعملون (جو لوگ خدا کے سوا اور کسی
 معبودوں کی پرستش کرتے ہیں۔ انکو پرانہ کھو در نہ وہ لوگ بچا جائیں ناحق خدا کو برا کہنے لگیں گے۔ سطح سینے ہر ایک
 گروہ کی نظریں انکے عمل کو بہتر بنا دیا ہے۔ پھر اسکو اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہی۔ سو جو کچھ وہ کرے یعنی یہی
 کیفیت وہ اپنے ظاہر کر دیگا۔ ہندوستانیوں کو جیسے انگریزی عمارتیں ہیں آزادی نصیب ہوئی تھی پہلے سے ہوتی
 تو بہتری کچھ بہتری کر لیتے۔ مگر یہ اسکو لگھسے مذہب میں۔ اور مذہب میں بھی لگھسے تو ایسی بھونڈی طرح کہ جس
 آپس میں نفاق پڑے۔ پیرایہ تو برا اختیار کیا ہے۔ مگر غرور عدو شود سبب خیر خدا خواہد۔ ایک دوسرے کی ضد
 سہی۔ انتقام کی غرض سے سہی۔ شہرت اور ناموری کے لئے سہی۔ کسی جہ سے سہی۔ لوگ جو مذہب کی طرف توجہ نہ
 ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔ اسلام کو غریب درپردہ تائید پہنچ رہی ہے۔ اور اسکے حصول بھی ایسے ہی صاف سلیس اور
 عام فہم کسی کو حق کی تلاش کا نام تو زبان سے لینے دو۔ پھر دنیا میں کہیں اسلام کے سوا اس کا ٹھکانا بھی ہے۔
 اسلام کا لب لباب دو مختصر سے جملے ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سو میں دیکھتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ کے تو لوگ
 مستعد ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں۔ اور کیونکر متعقد نہ ہوں۔ جو عقل انکو یہ سمجھا رہی ہے کہ خدا ہے۔ وہی بھی سمجھا رہی ہے
 کہ وہ ایک بھی ہے۔ جن مذہبوں میں شائبہ شرک تھا اب وہ اسکی تاویل کرتے جاتے ہیں اور تاویل نہیں کر سکتے تو بھیج
 کر دل ہی دل میں پشیمان ہو کر بات کو ٹال جاتے ہیں۔ یا اس پہلو پر نہیں آتے۔ غرض مذہب کا عام رجحان توحید کی طرف
 پاجا جاتا ہے۔ یہ اسلام کی فتح اور کامیابی نہیں تو اور کیا ہے؟ توحید اور سلام مرادف یک گریں یعنی لفظ دو اور معنی
 ایک۔ بیشک اسلام ایک مذہب ہے۔ دوسرے مذہب جدا اور ممتاز۔ لیکن اصل الماصول توحید ہے۔ اور باقی شرائع وادوار
 اوامر و نواہی سب فروع۔ توحید کو ڈھکی چھپی قانون اور باقی تمام مذہب پر اسید پور یعنی ضابطہ کارروائی۔ اور خدایا
 پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی دعوت اسلام میں سارا زور اسی ایک توحید پر دیتے تھے اور فرماتے تھے یا اھل الکتاب
 لعلوا الکلمۃ سواہ بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرت بہ شئیاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ
 اسے اہل کتاب آؤ ایسی بات کی طرف جو تم میں اور ہم میں یکساں ہے کہ ہم سوائے خدا کے کسی کو نہ پوجیں اور نہ کسی کو
 اسکا شریک قرار دیں اور نہ ہم میں کوئی خدا کے سوائے کسی کو اپنا مالک قرار دے) بیشک ابھی لوگوں کی توحید پر غلطی
 ہے۔ نقصان ہے۔ کدورت ہے۔ مگر دوسرے لوگوں کی توحید کو کیا کہا جائے۔ اور کس منہ سے کہا جائے۔ جب خود ہم

سلمان اور پیچے سلمان کہو گے پیچے دروازوں کی سیکیں اور کھولیں یہاں تک کہ وہ دروازے پر پہنچے اور وہاں سے باہر نکلے۔

کے طور پر لکھ رکھنا کہ جب تک مسلمان برداشت اور درگزر اور سازگاری کا شیوہ اختیار نہ کریں گے نہ انکو دنیا میں فلاح ہوگی اور نہ کچھ دین ہی کو فائدہ پہونچا سکیں گے۔

جس طرح فطرت نے کالہ الاہلہ کے قبول کرنے کا رجحان طبیعتوں میں پیدا کیا ہے۔ اسی طرح وہی فطرت محمدی رسول اللہ کے قبول کرنے کی طرف بھی طبیعتوں کو رغبت کرے۔ ہر کسے بدشطیکہ بغیر صاحب کو ان کی اصلی حالت میں دکھایا جائے سر پیٹ لینے اور منہ تھکھوٹا لٹانے کی جگہ ہی پیغمبر صاحب کی ایسی بھونڈی تصویر دوسری قوموں کے پیش نظر ہو کہ حادہ وہ ایک شخص ہیں۔ ترش رو۔ بد خو جنگ جو ظالم سفاک۔ کینہ توز۔ حکومت پسند۔ ان کے دلہنے ہاتھ میں سیف سلوک یا دیہاتسلانی کا بندوق یا ڈنڈا۔ اور ہاتھ میں مارشل لا قانون جنگ جب کہ مواقع میں از رو سے حق الامر وہ ایک شخص ہیں۔ خوش خلق۔ بردبار۔ منکر متواضع۔ نرم مزاج۔ نیک نسل۔ انکے اعلیٰ خلق عظیم ان کے ہاتھ میں گلدستہ یا دستنبو یا آب حیات اور دوسرے میں خور و قلاح دارین کا فرمان یعنی قرآن۔ مسلمان کہیں یا نہ کہیں۔ ہاتھ میں یا نہ ہاتھ میں۔ مگر اس بات کے کہنے پر مجبور ہوں کہ ابھی تک مسلمانوں نے پیغمبر صاحب کو ان کی اصلی حالت میں دکھانے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی۔ پیغمبر صاحب کو چھلرا یا بچا اور آپ بنے ہوئے اور لوگوں کے چاہتے ہیں کہ گرویدہ اسلام ہوں۔

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

اب یہ زمانہ کامپنیشن (مقابلہ) کا ہے جہاں اورب باتوں میں کامپنیشن چلتا ہے مثلاً کوئی شخص نوکری کا طلبگار ہو۔ تو کامپنیشن کی ختری میں سے نکلے بدون اسکو نوکری نہیں ملے گی۔ کوئی شخص تجارت کرنا چاہتا ہے تو کامپنیشن کی کشمکش کے بغیر اسکو بھی کامیابی نہیں ہوگی۔ اسی طرح مذہب کا کامپنیشن قائم ہو۔ ہر مذہب دلوں کے چلتے ہیں کہ ہکوپلاٹک کی نظر میں قبولیت ہو۔ جتنے مذہب ہیں گویا اتنے ایک خاص چیز کے دوکاندار ہیں۔ ہر دوکاندار اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ سب سے زیادہ اسکی دوکان چلے۔ لوگ کثرت سے اسکا مال لیں جو تدبیر لکھیں وکاندار کو اپنی دوکان چلانے کے لئے کئی کئی پٹتیاں ہیں۔ وہی تدبیر اسکو کرنی پڑیگی۔ جو چاہتا ہے کہ اسکا مذہب زیادہ تر مقبول عام ہو اور وہ بات تدبیر ہے؟ طنساری۔ رہتی۔ خوش معاہلی۔ آسانی۔ ہزار تدبیروں کی ایک تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے تئیں اچھا دیندا بنا کر لوگوں کو اپنا اچھا نمونہ دکھائیں سو افسوس ہے کہ ہم نے ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی۔

جہاں تک دینداری کو تمدن میں دخل ہے۔ ہکونیا چھاری ماننا پڑتا ہے کہ مسلمان اگر سو سائٹی کے بہت بڑے ممبر نہیں تو بہت اچھے بھی نہیں۔ حالانکہ ہکواس نبی کی ات ہونے کا فخر حاصل ہو مگر اگر اسے نہیں بلکہ گفتار سے

لکھنؤ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲۷۔ ۵۲۸۔ ۵۲۹۔ ۵۳۰۔ ۵۳۱۔ ۵۳۲۔ ۵۳۳۔ ۵۳۴۔ ۵۳۵۔ ۵۳۶۔ ۵۳۷۔ ۵۳۸۔ ۵۳۹۔ ۵۴۰۔ ۵۴۱۔ ۵۴۲۔ ۵۴۳۔ ۵۴۴۔ ۵۴۵۔ ۵۴۶۔ ۵۴۷۔ ۵۴۸۔ ۵۴۹۔ ۵۵۰۔ ۵۵۱۔ ۵۵۲۔ ۵۵۳۔ ۵۵۴۔ ۵۵۵۔ ۵۵۶۔ ۵۵۷۔ ۵۵۸۔ ۵۵۹۔ ۵۶۰۔ ۵۶۱۔ ۵۶۲۔ ۵۶۳۔ ۵۶۴۔ ۵۶۵۔ ۵۶۶۔ ۵۶۷۔ ۵۶۸۔ ۵۶۹۔ ۵۷۰۔ ۵۷۱۔ ۵۷۲۔ ۵۷۳۔ ۵۷۴۔ ۵۷۵۔ ۵۷۶۔ ۵۷۷۔ ۵۷۸۔ ۵۷۹۔ ۵۸۰۔ ۵۸۱۔ ۵۸۲۔ ۵۸۳۔ ۵۸۴۔ ۵۸۵۔ ۵۸۶۔ ۵۸۷۔ ۵۸۸۔ ۵۸۹۔ ۵۹۰۔ ۵۹۱۔ ۵۹۲۔ ۵۹۳۔ ۵۹۴۔ ۵۹۵۔ ۵۹۶۔ ۵۹۷۔ ۵۹۸۔ ۵۹۹۔ ۶۰۰۔ ۶۰۱۔ ۶۰۲۔ ۶۰۳۔ ۶۰۴۔ ۶۰۵۔ ۶۰۶۔ ۶۰۷۔ ۶۰۸۔ ۶۰۹۔ ۶۱۰۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ ۶۱۳۔ ۶۱۴۔ ۶۱۵۔ ۶۱۶۔ ۶۱۷۔ ۶۱۸۔ ۶۱۹۔ ۶۲۰۔ ۶۲۱۔ ۶۲۲۔ ۶۲۳۔ ۶۲۴۔ ۶۲۵۔ ۶۲۶۔ ۶۲۷۔ ۶۲۸۔ ۶۲۹۔ ۶۳۰۔ ۶۳۱۔ ۶۳۲۔ ۶۳۳۔ ۶۳۴۔ ۶۳۵۔ ۶۳۶۔ ۶۳۷۔ ۶۳۸۔ ۶۳۹۔ ۶۴۰۔ ۶۴۱۔ ۶۴۲۔ ۶۴۳۔ ۶۴۴۔ ۶۴۵۔ ۶۴۶۔ ۶۴۷۔ ۶۴۸۔ ۶۴۹۔ ۶۵۰۔ ۶۵۱۔ ۶۵۲۔ ۶۵۳۔ ۶۵۴۔ ۶۵۵۔ ۶۵۶۔ ۶۵۷۔ ۶۵۸۔ ۶۵۹۔ ۶۶۰۔ ۶۶۱۔ ۶۶۲۔ ۶۶۳۔ ۶۶۴۔ ۶۶۵۔ ۶۶۶۔ ۶۶۷۔ ۶۶۸۔ ۶۶۹۔ ۶۷۰۔ ۶۷۱۔ ۶۷۲۔ ۶۷۳۔ ۶۷۴۔ ۶۷۵۔ ۶۷۶۔ ۶۷۷۔ ۶۷۸۔ ۶۷۹۔ ۶۸۰۔ ۶۸۱۔ ۶۸۲۔ ۶۸۳۔ ۶۸۴۔ ۶۸۵۔ ۶۸۶۔ ۶۸۷۔ ۶۸۸۔ ۶۸۹۔ ۶۹۰۔ ۶۹۱۔ ۶۹۲۔ ۶۹۳۔ ۶۹۴۔ ۶۹۵۔ ۶۹۶۔ ۶۹۷۔ ۶۹۸۔ ۶۹۹۔ ۷۰۰۔ ۷۰۱۔ ۷۰۲۔ ۷۰۳۔ ۷۰۴۔ ۷۰۵۔ ۷۰۶۔ ۷۰۷۔ ۷۰۸۔ ۷۰۹۔ ۷۱۰۔ ۷۱۱۔ ۷۱۲۔ ۷۱۳۔ ۷۱۴۔ ۷۱۵۔ ۷۱۶۔ ۷۱۷۔ ۷۱۸۔ ۷۱۹۔ ۷۲۰۔ ۷۲۱۔ ۷۲۲۔ ۷۲۳۔ ۷۲۴۔ ۷۲۵۔ ۷۲۶۔ ۷۲۷۔ ۷۲۸۔ ۷۲۹۔ ۷۳۰۔ ۷۳۱۔ ۷۳۲۔ ۷۳۳۔ ۷۳۴۔ ۷۳۵۔ ۷۳۶۔ ۷۳۷۔ ۷۳۸۔ ۷۳۹۔ ۷۴۰۔ ۷۴۱۔ ۷۴۲۔ ۷۴۳۔ ۷۴۴۔ ۷۴۵۔ ۷۴۶۔ ۷۴۷۔ ۷۴۸۔ ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ ۷۵۱۔ ۷۵۲۔ ۷۵۳۔ ۷۵۴۔ ۷۵۵۔ ۷۵۶۔ ۷۵۷۔ ۷۵۸۔ ۷۵۹۔ ۷۶۰۔ ۷۶۱۔ ۷۶۲۔ ۷۶۳۔ ۷۶۴۔ ۷۶۵۔ ۷۶۶۔ ۷۶۷۔ ۷۶۸۔ ۷۶۹۔ ۷۷۰۔ ۷۷۱۔ ۷۷۲۔ ۷۷۳۔ ۷۷۴۔ ۷۷۵۔ ۷۷۶۔ ۷۷۷۔ ۷۷۸۔ ۷۷۹۔ ۷۸۰۔ ۷۸۱۔ ۷۸۲۔ ۷۸۳۔ ۷۸۴۔ ۷۸۵۔ ۷۸۶۔ ۷۸۷۔ ۷۸۸۔ ۷۸۹۔ ۷۹۰۔ ۷۹۱۔ ۷۹۲۔ ۷۹۳۔ ۷۹۴۔ ۷۹۵۔ ۷۹۶۔ ۷۹۷۔ ۷۹۸۔ ۷۹۹۔ ۸۰۰۔ ۸۰۱۔ ۸۰۲۔ ۸۰۳۔ ۸۰۴۔ ۸۰۵۔ ۸۰۶۔ ۸۰۷۔ ۸۰۸۔ ۸۰۹۔ ۸۱۰۔ ۸۱۱۔ ۸۱۲۔ ۸۱۳۔ ۸۱۴۔ ۸۱۵۔ ۸۱۶۔ ۸۱۷۔ ۸۱۸۔ ۸۱۹۔ ۸۲۰۔ ۸۲۱۔ ۸۲۲۔ ۸۲۳۔ ۸۲۴۔ ۸۲۵۔ ۸۲۶۔ ۸۲۷۔ ۸۲۸۔ ۸۲۹۔ ۸۳۰۔ ۸۳۱۔ ۸۳۲۔ ۸۳۳۔ ۸۳۴۔ ۸۳۵۔ ۸۳۶۔ ۸۳۷۔ ۸۳۸۔ ۸۳۹۔ ۸۴۰۔ ۸۴۱۔ ۸۴۲۔ ۸۴۳۔ ۸۴۴۔ ۸۴۵۔ ۸۴۶۔ ۸۴۷۔ ۸۴۸۔ ۸۴۹۔ ۸۵۰۔ ۸۵۱۔ ۸۵۲۔ ۸۵۳۔ ۸۵۴۔ ۸۵۵۔ ۸۵۶۔ ۸۵۷۔ ۸۵۸۔ ۸۵۹۔ ۸۶۰۔ ۸۶۱۔ ۸۶۲۔ ۸۶۳۔ ۸۶۴۔ ۸۶۵۔ ۸۶۶۔ ۸۶۷۔ ۸۶۸۔ ۸۶۹۔ ۸۷۰۔ ۸۷۱۔ ۸۷۲۔ ۸۷۳۔ ۸۷۴۔ ۸۷۵۔ ۸۷۶۔ ۸۷۷۔ ۸۷۸۔ ۸۷۹۔ ۸۸۰۔ ۸۸۱۔ ۸۸۲۔ ۸۸۳۔ ۸۸۴۔ ۸۸۵۔ ۸۸۶۔ ۸۸۷۔ ۸۸۸۔ ۸۸۹۔ ۸۹۰۔ ۸۹۱۔ ۸۹۲۔ ۸۹۳۔ ۸۹۴۔ ۸۹۵۔ ۸۹۶۔ ۸۹۷۔ ۸۹۸۔ ۸۹۹۔ ۹۰۰۔ ۹۰۱۔ ۹۰۲۔ ۹۰۳۔ ۹۰۴۔ ۹۰۵۔ ۹۰۶۔ ۹۰۷۔ ۹۰۸۔ ۹۰۹۔ ۹۱۰۔ ۹۱۱۔ ۹۱۲۔ ۹۱۳۔ ۹۱۴۔ ۹۱۵۔ ۹۱۶۔ ۹۱۷۔ ۹۱۸۔ ۹۱۹۔ ۹۲۰۔ ۹۲۱۔ ۹۲۲۔ ۹۲۳۔ ۹۲۴۔ ۹۲۵۔ ۹۲۶۔ ۹۲۷۔ ۹۲۸۔ ۹۲۹۔ ۹۳۰۔ ۹۳۱۔ ۹۳۲۔ ۹۳۳۔ ۹۳۴۔ ۹۳۵۔ ۹۳۶۔ ۹۳۷۔ ۹۳۸۔ ۹۳۹۔ ۹۴۰۔ ۹۴۱۔ ۹۴۲۔ ۹۴۳۔ ۹۴۴۔ ۹۴۵۔ ۹۴۶۔ ۹۴۷۔ ۹۴۸۔ ۹۴۹۔ ۹۵۰۔ ۹۵۱۔ ۹۵۲۔ ۹۵۳۔ ۹۵۴۔ ۹۵۵۔ ۹۵۶۔ ۹۵۷۔ ۹۵۸۔ ۹۵۹۔ ۹۶۰۔ ۹۶۱۔ ۹۶۲۔ ۹۶۳۔ ۹۶۴۔ ۹۶۵۔ ۹۶۶۔ ۹۶۷۔ ۹۶۸۔ ۹۶۹۔ ۹۷۰۔ ۹۷۱۔ ۹۷۲۔ ۹۷۳۔ ۹۷۴۔ ۹۷۵۔ ۹۷۶۔ ۹۷۷۔ ۹۷۸۔ ۹۷۹۔ ۹۸۰۔ ۹۸۱۔ ۹۸۲۔ ۹۸۳۔ ۹۸۴۔ ۹۸۵۔ ۹۸۶۔ ۹۸۷۔ ۹۸۸۔ ۹۸۹۔ ۹۹۰۔ ۹۹۱۔ ۹۹۲۔ ۹۹۳۔ ۹۹۴۔ ۹۹۵۔ ۹۹۶۔ ۹۹۷۔ ۹۹۸۔ ۹۹۹۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۰۱۔ ۱۰۰۲۔ ۱۰۰۳۔ ۱۰۰۴۔ ۱۰۰۵۔ ۱۰۰۶۔ ۱۰۰۷۔ ۱۰۰۸۔ ۱۰۰۹۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۱۱۔ ۱۰۱۲۔ ۱۰۱۳۔ ۱۰۱۴۔ ۱۰۱۵۔ ۱۰۱۶۔ ۱۰۱۷۔ ۱۰۱۸۔ ۱۰۱۹۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۲۱۔ ۱۰۲۲۔ ۱۰۲۳۔ ۱۰۲۴۔ ۱۰۲۵۔ ۱۰۲۶۔ ۱۰۲۷۔ ۱۰۲۸۔ ۱۰۲۹۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۳۱۔ ۱۰۳۲۔ ۱۰۳۳۔ ۱۰۳۴۔ ۱۰۳۵۔ ۱۰۳۶۔ ۱۰۳۷۔ ۱۰۳۸۔ ۱۰۳۹۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۴۱۔ ۱۰۴۲۔ ۱۰۴۳۔ ۱۰۴۴۔ ۱۰۴۵۔ ۱۰۴۶۔ ۱۰۴۷۔ ۱۰۴۸۔ ۱۰۴۹۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۵۱۔ ۱۰۵۲۔ ۱۰۵۳۔ ۱۰۵۴۔ ۱۰۵۵۔ ۱۰۵۶۔ ۱۰۵۷۔ ۱۰۵۸۔ ۱۰۵۹۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۶۱۔ ۱۰۶۲۔ ۱۰۶۳۔ ۱۰۶۴۔ ۱۰۶۵۔ ۱۰۶۶۔ ۱۰۶۷۔ ۱۰۶۸۔ ۱۰۶۹۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۷۱۔ ۱۰۷۲۔ ۱۰۷۳۔ ۱۰۷۴۔ ۱۰۷۵۔ ۱۰۷۶۔ ۱۰۷۷۔ ۱۰۷۸۔ ۱۰۷۹۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۸۱۔ ۱۰۸۲۔ ۱۰۸۳۔ ۱۰۸۴۔ ۱۰۸۵۔ ۱۰۸۶۔ ۱۰۸۷۔ ۱۰۸۸۔ ۱۰۸۹۔ ۱۰۹۰۔ ۱۰۹۱۔ ۱۰۹۲۔ ۱۰۹۳۔ ۱۰۹۴۔ ۱۰۹۵۔ ۱۰۹۶۔ ۱۰۹۷۔ ۱۰۹۸۔ ۱۰۹۹۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۰۱۔ ۱۱۰۲۔ ۱۱۰۳۔ ۱۱۰۴۔ ۱۱۰۵۔ ۱۱۰۶۔ ۱۱۰۷۔ ۱۱۰۸۔ ۱۱۰۹۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۱۱۔ ۱۱۱۲۔ ۱۱۱۳۔ ۱۱۱۴۔ ۱۱۱۵۔ ۱۱۱۶۔ ۱۱۱۷۔ ۱۱۱۸۔ ۱۱۱۹۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۲۱۔ ۱۱۲۲۔ ۱۱۲۳۔ ۱۱۲۴۔ ۱۱۲۵۔ ۱۱۲۶۔ ۱۱۲۷۔ ۱۱۲۸۔ ۱۱۲۹۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۳۱۔ ۱۱۳۲۔ ۱۱۳۳۔ ۱۱۳۴۔ ۱۱۳۵۔ ۱۱۳۶۔ ۱۱۳۷۔ ۱۱۳۸۔ ۱۱۳۹۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۴۱۔ ۱۱۴۲۔ ۱۱۴۳۔ ۱۱۴۴۔ ۱۱۴۵۔ ۱۱۴۶۔ ۱۱۴۷۔ ۱۱۴۸۔ ۱۱۴۹۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۵۱۔ ۱۱۵۲۔ ۱۱۵۳۔ ۱۱۵۴۔ ۱۱۵۵۔ ۱۱۵۶۔ ۱۱۵۷۔ ۱۱۵۸۔ ۱۱۵۹۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۶۱۔ ۱۱۶۲۔ ۱۱۶۳۔ ۱۱۶۴۔ ۱۱۶۵۔ ۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷۔ ۱۱۶۸۔ ۱۱۶۹۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۷۱۔ ۱۱۷۲۔ ۱۱۷۳۔ ۱۱۷۴۔ ۱۱۷۵۔ ۱۱۷۶۔ ۱۱۷۷۔ ۱۱۷۸۔ ۱۱۷۹۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۸۱۔ ۱۱۸۲۔ ۱۱۸۳۔ ۱۱۸۴۔ ۱۱۸۵۔ ۱۱۸۶۔ ۱۱۸۷۔ ۱۱۸۸۔ ۱۱۸۹۔ ۱۱۹۰۔ ۱۱۹۱۔ ۱۱۹۲۔ ۱۱۹۳۔ ۱۱۹۴۔ ۱۱۹۵۔ ۱۱۹۶۔ ۱۱۹۷۔ ۱۱۹۸۔ ۱۱۹۹۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۰۱۔ ۱۲۰۲۔ ۱۲۰۳۔ ۱۲۰۴۔ ۱۲۰۵۔ ۱۲۰۶۔ ۱۲۰۷۔ ۱۲۰۸۔ ۱۲۰۹۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۱۱۔ ۱۲۱۲۔ ۱۲۱۳۔ ۱۲۱۴۔ ۱۲۱۵۔ ۱۲۱۶۔ ۱۲۱۷۔ ۱۲۱۸۔ ۱۲۱۹۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۲۱۔ ۱۲۲۲۔ ۱۲۲۳۔ ۱۲۲۴۔ ۱۲۲۵۔ ۱۲۲۶۔ ۱۲۲۷۔ ۱۲۲۸۔ ۱۲۲۹۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۳۱۔ ۱۲۳۲۔ ۱۲۳۳۔ ۱۲۳۴۔ ۱۲۳۵۔ ۱۲۳۶۔ ۱۲۳۷۔ ۱۲۳۸۔ ۱۲۳۹۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۴۱۔ ۱۲۴۲۔ ۱۲۴۳۔ ۱۲۴۴۔ ۱۲۴۵۔ ۱۲۴۶۔ ۱۲۴۷۔ ۱۲۴۸۔ ۱۲۴۹۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۵۱۔ ۱۲۵۲۔ ۱۲۵۳۔ ۱۲۵۴۔ ۱۲۵۵۔ ۱۲۵۶۔ ۱۲۵۷۔ ۱۲۵۸۔ ۱۲۵۹۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۶۱۔ ۱۲۶۲۔ ۱۲۶۳۔ ۱۲۶۴۔ ۱۲۶۵۔ ۱۲۶۶۔ ۱۲۶۷۔ ۱۲۶۸۔ ۱۲۶۹۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۷۱۔ ۱۲۷۲۔ ۱۲۷۳۔ ۱۲۷۴۔ ۱۲۷۵۔ ۱۲۷۶۔ ۱۲۷۷۔ ۱۲۷۸۔ ۱۲۷۹۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۸۱۔ ۱۲۸۲۔ ۱۲۸۳۔ ۱۲۸۴۔ ۱۲۸۵۔ ۱۲۸۶۔ ۱۲۸۷۔ ۱۲۸۸۔ ۱۲۸۹۔ ۱۲۹۰۔ ۱۲۹۱۔ ۱۲۹۲۔ ۱۲۹۳۔ ۱۲۹۴۔ ۱۲۹۵۔ ۱۲۹۶۔ ۱۲۹۷۔ ۱۲۹۸۔ ۱۲۹۹۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۰۱۔ ۱۳۰۲۔ ۱۳۰۳۔ ۱۳۰۴۔ ۱۳۰۵۔ ۱۳۰۶۔ ۱۳۰۷۔ ۱۳۰۸۔ ۱۳۰۹۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۱۱۔ ۱۳۱۲۔ ۱۳۱۳۔ ۱۳۱۴۔ ۱۳۱۵۔ ۱۳۱۶۔ ۱۳۱۷۔ ۱۳۱۸۔ ۱۳۱۹۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۲۱۔ ۱۳۲۲۔ ۱۳۲۳۔ ۱۳۲۴۔ ۱۳۲۵۔ ۱۳۲۶۔ ۱۳۲۷۔ ۱۳۲۸۔ ۱۳۲۹۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۳۱۔ ۱۳۳۲۔ ۱۳۳۳۔ ۱۳۳۴۔ ۱۳۳۵۔ ۱۳۳۶۔ ۱۳۳۷۔ ۱۳۳۸۔ ۱۳۳۹۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۴۱۔ ۱۳۴۲۔

جو حکام اخلاق کے ستم اور مکمل تھے علیہم الصلوٰۃ افعالہما واکملہما دائرہ خدائی رحمت پوری اور کامل تھے
اسلام کی بے وقعتی کے جہاں اور حساب میں ان میں سے بڑا سبب مسلمانوں کی شکستہ حالی بھی ہے۔ مسلمانوں
کی دنیاوی حالت درست ہو تو بہت سی باتیں جو لوگوں کی نظر میں مورد اعتراض ہیں سو ہی مورد تحسین و تحسین
لیکن خرابی یا گریہ کی اس شکستہ حالی پر مسلمانوں کو زندہ تعلیم کیا جاتا ہے جو کاغذی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی شکستہ
حالی پر مضحکہ کے بیٹھے رہے ہیں اور اس کی درستی کی مطلق فکر نہیں کرتے۔ یا گونا گونا گوتہ مسائل بھر تو یہ کرتے
میں چھٹانک۔ وہ بھی بادل ناخو استہ کا ایسا کرنا اور نہ کرنا برابر۔ اگر ایک پھپر مثلاً سودمی کی مجموعی پوری طاقت
سے اٹھائے جانے کا ہی اگر دو چار آدمی اسکو انگلیوں کے سہارے سے اٹھانا چاہیں تو بھلا وہ چھپو اپنی جگہ سے کھڑے
میں اس شکایت کی سندیں پیش کرتا ہوں انجن حمایت اسلام لاہور کی حالت کہ اس نے اٹھائے تو ایسے بڑے
کام کا بیڑا اٹھالیا جو قوم کے کرنے کا ہی۔ اور قوم کے کرنے کا بھی اس صورت میں ہے کہ قوم کشادہ دلی سے اس کی
معین ہو گا۔ ہو۔ لیکن قوم اور کشادہ دلی کا کیا ذکر ہو۔ صرف معدودے چند اسکو اتفاق طور پر وہ بھی بچا پاتے
بچا پاتے نہایت چلے جاتے ہیں۔ پس انجن کی گزراں بالکل توکل کی سی گزراں ہے جسکو شاعر غنائی سے بڑھ کر سچا
زیادہ ہو گا توکل سے بھی کم ہیں روزہ کہ ہمیں آتی تو روزی ہے اور نہیں روزہ

ہمارے ہندوستان کا تو قاعدہ یہی ہے کہ جتنے چندے کے کام ہیں برے چندے۔ اول تو یہ کچھ ہو رہا ہے وہ تو حق ضرورت
کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں اور غیر ضرورت بہت جو کچھ ہے۔ اسے کاش ہی کو تو حکام ہو۔ پانڈاری ہو۔ پس اس کے
دینے سے روپے کا رویہ فرج ہوتا اور پیاس تو بھلاؤں سے کیا جھتی ہے۔ سب ملکر ایک م سے زور لگاؤ کہ یہ ناؤ
جو مدتوں سے دلدل میں پھنسی پڑی ہے تیرنے لگے۔ پس پیش اور حص میں وقت گزرا چلا جاتا ہے ایسا نہ ہو کہ
پھر یہ مرض مزین ہو کر علاج پزیر باقی نہ رہے۔

انجن حمایت اسلام لاہور نے تو ایسا پیرایہ اختیار کیا ہے کہ اس پر کوئی متعصب متعصب مسلمان بھی اعتراض نہیں
کر سکتا اس کو معمولی طور کی انجن نہ سمجھنا۔ یہ جت آئی ہے جو مسلمانوں پر تمام ہوئی۔ ہر وقت تک جو کارروائی انجن
نے کی ہے اس کی رپورٹ ہم انجن کے دل سوز اور سرگرم سرکڑی سے کل سن چکے ہیں۔ وہ ایک اعتبار سے کوڑھیل
ہے۔ لیکن پھر بھی آدمی کے کام کتنے ہی تہام اور کتنی ہی احتیاط سے کیے جاتے ہیں۔ حدیثہ اصلاح طلبانہی سے
ہیں۔ اسے ممبران انجن مخالف کیسے گا۔ اگر آپ کی کارروائی میں کوئی نقص نکالوں میں آپ صاحبوں کو پورا
یقین دلاتا ہوں جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ اعتراض مخالفانہ نہیں ہے۔ بلکہ اصلاح دوستانہ ہے۔

آپ لوگوں میں کوئی سرسید احمد خاں صاحب یا انکے اعوان و انصار کے وقار اور انفلوئنس کا آغوش نہیں ہی
مگر آپ کا ایم (مطلب) وہی ہی جو سرسید احمد خاں صاحب کا ہی ہے۔ بہت فریقین میں اتنا فرق ہے کہ آپ کی کارروائی مسلمانوں
کے وقتی خیالات سے بالکل ملتی ہوتی ہے۔ جبکہ سرسید کے گروہ کے وقار اور انفلوئنس کل پورا جواب ہونا چاہیے
اگرچہ آپ کے اور سرسید کے گروہوں میں کامپٹیشن قائم ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور بڑے شکر کا مقام ہی کامپٹیشن
ہی بھی نہیں۔ خدا کے فضل سے ہندوستان اتنا وسیع ملک ہے کہ دونوں گروہ بلکہ ایسے ایسے کئی گروہ ہمیں جملہ دنیا
کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ دونوں گروہوں کے نتائج کا روائی کو مغالہ کر کے دیکھا جائے تو آپ سرسید احمد خاں صاحب
کی گرد کو بھی نہیں پاسکے۔ یہ کیوں؟ آپ کہیں گے وہی قاری کی اور وائٹ آف انفلوئنس میں اسکو تسلیم کرتا
ہوں کہ آپ حیدر آباد۔ پٹنالا۔ بھوپال۔ کیو رتھلہ بنارس ایسی ایسی سکڑوں اور دوسری موٹی موٹی چڑیوں کو اپنے
دام میں نہیں لاسکتے۔ لیکن میں ایک سب سے زیادہ موٹی۔ سب سے زیادہ بھولی۔ اور سب سے زیادہ آسانی کے ساتھ میں
آجائے والی چڑیا بتاتا ہوں کہ اگر اسکو پھنسا لو اور یقین جانو کہ اس کا پھنسا نا کچھ بھی شکل نہیں صرف تکیے کی جھل
پھاڑ ہے۔ تو بس یہ سمجھنا کہ ہمارے دولت کو پھنسا لیا۔ تباہی کے وہ کون چڑیا ہے۔ تباہی کے وہ کون چڑیا ہے۔ تباہی کے وہ کون چڑیا ہے۔
لوگوں نے تمکو بڑے بڑے چندے دیتے اور دیتے ہیں۔ لیکن بندے کی رے پر عمل کرو گے تو بات کی
بات میں ایسے کتنے چندے جمع کر لو گے۔ وہ چڑیا۔ وہ سوئے کی بھی نہیں بلکہ جو اپہرات کی چڑیا
تمہاری ہی قوم ہے۔ دن تلوں کو زمانے کی گردش نے پیل کر بھر بھری کھل کر دیا ہے۔ مگر اب بھی اس کھل میں
اتنا تیل ہی کہ سب کھال کو کچا کیا جائے تو تیل کی ایک سی پینے لگے۔ لیکن افسوس ہی کہ تم میں کوئی سلیقہ منہ نہیں
پیا سکو تیل کے پاس جاتا ہی کو تیل کو پیاسے کی پاس آتا ہوا نہیں سنا۔ لیکن وہ پیاسے تم ہو کہ کون تمہارا
پاس آئے تو تمہاری پیاس بجھے یہ سالانہ جلسے اور ماہواری رسالوں اور شہتاروں کے کاغذی گھوڑے اگر پیاس
کا کو تیل کو اپنی طرف گھسیٹتا نہیں ہی تو کیا ہے۔ نہ چنے بھلے تو گھونگٹ کیا۔ آخر تو تم نے قوم کے لئے لگاری
اختیار کی تو جب تک تمہاری جھولی لکھتی مارواری کی تو نہ کی طرح خوب تن نہ جاتے۔ بس نہ کرو۔ یا اس
کام کو ہی چھوڑ بیٹھو کہ یہ تمہارے بس کا نہیں گدایان قوم کا ایک گروہ کھڑا کرو کہ وہ لوگ جدھر کو جس کا
منہ اٹھے۔ ملک میں منتشر ہو جائیں۔ ابرام سے لیں۔ الحاف سے لیں۔ اصرار سے لیں۔ دھینکا مشتی سے
لیں۔ ہاتھ پائی کر کے لیں۔ ہیکڑی سے لیں۔ سنگ کر لیں۔ لپٹ کر لیں۔ چپٹ کر لیں۔ سر ہو کر لیں۔ خوشامد سے لیں
منت سے لیں۔ بجا جت سے لیں۔ بجا جت سے لیں۔ دھننا دے کر لیں۔ لڑ کر لیں۔ جھگڑ کر لیں۔ بگڑ کر لیں۔

ماٹھ جوڑ کر لیں۔ پاؤں پڑ کر لیں۔ مگر لیں پر لیں کوئی غریب غریب مفلس سے مفلس۔ نادار سے نادار کنگال سے کنگال نہیں جو نہ دے۔ اور نہ دے تو اس کا دین داریں ۵

عاشق کہہ شد کہ یار جالشن نظر نہ کر دے اسے خواہ درویش و گرنہ طبیب ہست مانگے ولے کو ایک طرز خاص یا ایک مقام خاص یا ایک شخص خاص یا ایک مقدار خاص کی پابندی کیا۔ ہر چیز آید و پیش نگرار درویش ۵

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر بھوڑا ٹھہرا تو پھر لے سنگ دل تیرا ہی سنگ تال کیوں ہو سید احمد خاں صاحب بڑے آدمی ہیں۔ بڑی بڑی اسامیوں کو ان کے حصے میں ہتے دو۔ تم غریب لوگ ہو غربا سے۔ صرف غربا سے مانگو۔ اور پھر دیکھو کس کلا پتہ بھاری ہوتا ہے ۵

چراغستانی از ہر یک جو ہے سیم کہ گرد آید ترا ہر روز گئے بس میں ایک دو لوگ بات اسال کئے جاتا ہوں کرنا تو یہ کرنا ورنہ غیر خلیفہ قوم اور ہمدردی قوم کا لفظ نہ سے نہ نکالنا۔ زبانی پھر خواہ اور ہمدرد تو بہتیرے نکل پڑے ہیں۔ اور انہی میں تم لوگ زبردستی مجھ کو بھی دو ستر تیسری تھوڑی دیر کے لئے بلا لیتے ہو۔ ورنہ فی الحقیقت غیر خواہ قوم اور ہمدرد قوم وہی۔ جو اپنے پاس سے دے۔ ادا کرتے دے۔ دوسرے سے مانگ کر دے۔ غرض دے۔ کیا دے؟ ابیض منقوش (روپیہ) کہ قوموں کو یہی بگاڑے اور یہی بنائے یہی ڈبوئے یہی ترائے ۵

میں نے بڑی خوشی سے وہ تجویز سن لی جو کل کے جلسے میں پیش ہوئی۔ اور دو بزرگوں نے سوچی ہی یعنی پنجاب میں اس انجمن کے زیر اہتمام ایک کلچر بنانا چاہیے۔ کچھ تعجب نہیں کہ اسپر یہ اعتراض ہو کہ کلچر کھولنے کے لئے بڑے فنڈ چاہئیں اور انجمن کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے۔ لیکن ایسا اعتراض کرنے والوں کو کیا معلوم نہیں کہ خدائی وہ شان ہے کہ نطفے سے آدمی پیدا کرتا ہی۔ ننھے سے بچہ وہ شاندار رحمت جس کے سارے میں پلٹیں آرام پاتی ہیں گو انجمن کے پاس اس وقت کافی روپیہ نہیں۔ لیکن اگر استقلال اور ہمت سے کام کیا جائیگا۔ تو بتدریج کافی رقم جمع کر لیا کچھ بات نہیں۔ پھر یہ کون کہتا ہے کہ ایک دم سے کلچر کھول دیا جائے۔ نہیں اس وقت ایف۔ اے کی جماعت جاری کر دے پھر فنڈ عیا ہونے پر بی۔ اے۔ پھر ایم۔ اے۔ اور پھر خدا کے ایل ایل ڈی۔ کلچر قائم کرنے میں یہ احتمال بھی کیا جاتا ہے کہ علی گڑھ کلچر کو نقصان پہونچے گا۔ اور ہندوستان کے مسلمانوں کے واسطے وہی ایک کلچر کافی ہے میں علی گڑھ کلچر کو ایسا ضعیف اور محتاج نہیں سمجھتا جیسا خیال کیا جاتا ہے۔ اسکا اہتمام بڑے زبردست ماتہ میں ہے۔ اور وہاں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لکچر جناب لانا مولوی حافظ محمد زید احمد خاں صاحب کا جو انھوں نے

حکیم محمد خاں صاحب

کی وفات حسرت آیات پٹون مانا بی کے ماتمی جلسے میں دیا تھا

تمہید

حکیم محمد خاں صاحب شہر وھلی کے بڑے نامی متاخرین میں تھے۔ وھلی میں اور بھی طبیب ہیں مگر ان کے ہونے کسی کو فروغ نہ تھا۔ یہ واقعہ تحقیق ہے کہ ان کے جنازے کے ساتھ اور سیوم کی فاتحہ میں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ کٹر دیکھنے میں آیا ہے اس میں ان کے فرزند حکیم عبدالحی خاں کی وجاہت کو کچھ دخل ہو مگر مروجہ کی طبابت کے بارے میں عام لوگوں کو بڑی عقیدہ مند رہتی تھی۔ کلکتے سے مولوی لطف الرحمن بیرسٹر تعزیت کے لیے آئے۔ اور اس مجمع کے اجتماع کے باعث ہوئے جس میں یہ لکچر دیا گیا۔ عمائد شہر کے علاوہ خود صاحب پٹی کشن پر مجلس تھے اور بونے والوں میں مولوی لطف الرحمن صاحب بیرسٹر محمد اکرام الدین خاں صاحب بابو گروہاری لعل صاحب اور آخر میں مولوی محمد زید احمد خاں صاحب۔ عام حاضرین کا مقولہ یہ تھا کہ اگر مولوی محمد زید احمد خاں صاحب نے یہ لکچر نہ دیا ہوتا تو مجلس تعزیت پھیل ہی نہ پھیل پڑتی۔

وقت کو دیا ہے وہ کوئی دن ہو یا کوئی تاریخ یا کوئی مہینہ یا کوئی سال انھیں یا سعد سمجھنا ہم مسلمانوں کا عقیدہ نہیں ہے اور نہ اس کو عقل قبول کرتی ہے لیکن جب دنیا میں ملائم و ناملائم اتفاقات پیش آتے ہیں تو بقضائے ضعف بشریت ایسے

خیالات خواہی خواہی میں ہی جاتے ہیں میں نہیں جانتا اور نہیں جان سکتا اور سو انداز کے کوئی بھی نہیں جانتا اور نہیں
 جان سکتا کہ کس قسم کے انجام تک کیا ہو۔ مگر اسکا آغاز تو ایسی قوتوں سے ہوا ہے کہ خدا ہی نہیں کرے۔ روس کے وہاں کے
 باشندے بھی آخر میں تو اپنے ہی ابناء سے جس قطعہ بنی آدم اعضائے یکدیگر اندھ کہ در آفرینش ز یک گوہر اندھ چھو
 بدرو آور و درو گارہ و دیگر خصوصیات ناماند قرار دے غرض روس اور اتنی دور روس بھی کیوں جاؤ۔ بنگالہ مدراس اور بمبئی کے
 بعض ضلعان سب مقامات کی خشک سالی سن کر طبیعتیں تو اواس حصیں ہی کہ دفعۃً ملکہ و کٹور کی بڑی پور
 وارث تحت و تاج پر لسن و کٹر کی مرگ مفاجات کی خبر گئی۔ جیسے آسمان سے بجلی گر پڑی۔ جوانی اور جوانی کا بھی خصوصیات
 رعینا تم سخت ست کہ گوئید جو ان مردہ اور بچہ سلسلہ بسلسلہ سلطنت کی امید واری اور سلطنت بھی انگلستان
 ہندوستان کی سلطنت یعنی دنیا کی بہشت ہیں۔ اور سب بڑھکر عین ان مان کے دنوں میں کہ تاریخ ٹھہر کر بیاہ کی۔
 طیاریاں ہو رہی تھیں ایسے مرنے سے زیادہ اور کیا مصیبت ہو سکتی ہے۔ خود مرنے والے کے حق میں۔ بڑھی
 بیوہ غم زدہ یک سرو ہزار سو دہا ملک کے حق میں۔ مانیوں کی رائڈ پرنس میری آف ملک کے حق میں۔ بہار شہزادہ لہوید
 کے حق میں۔ ولیعہد بگم کے حق میں۔ تمام خاندان شاہی کے حق میں۔ اور بلا امتیاز قوم و ملت تمام ملک کے حق میں
 ابھی اس صدمے سے ہم لوگ بچنے نہیں پاسکتے تھے کہ حکیم محمود خاں صاحب نے انتقال فرمایا۔ وہ بھی مفاجات۔ گویا
 آسمان سے پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ انا اللہ وانا الیہ مرجعون۔ حکیم محمود خاں صاحب نے پہلے بھی مشہور طبیب ہو کر رہے ہیں۔ مگر
 ان جیسی شہرت کہ چار دہاک ہندوستان میں ان کی حداثہ کا غلطہ تھا میر خیاں یہی کہ متقدمین میں سے کسی کو
 بھی نصیب نہیں ہوئی۔ اس زمانے میں کہ انگریزی تعلیم اور انگریزی خیالات کا پھلکے ایسے زور سے چل رہے تھے کہ
 علوم و فنون کا ٹھہرنا شکل بلکہ محال ہو گیا ہے طب یونانی کے اعتبار کو بیک کی نظر میں چاہے رکھنا ہی
 مرحوم کا کام تھا۔ ان ہی مرحوم کا حصہ اور ان ہی مرحوم کا حق ان کی شہرت کہ بڑی موت الکبر کے طور کی شہرت
 نہ تھی بلکہ بنی تھی ہزاروں مختلف الاعمار مختلف الاوطان مختلف الحالات آدمیوں کے ذاتی تجربے اور اجماع
 پر جو حکیم صاحب نے زبردستی بزور طبابت شکستہ غدا ہے بچا یا نہ بچا کت سے چھڑایا۔ اور موت کے حلق سے
 اگلے پایا۔ چونکہ دنیا کے تمام کاروبار متفرع ہیں زندگی اور زندگی پر جسکا محافظ باسباب طاہر طبیعت ایسے ہیں
 حکیم محمود خاں صاحب کی وفات کو قومی بلکہ ملی مصیبت خیال کرتا ہوں وہ مصیبت ہم دلی والدین پر سب سے
 زیادہ شاق ہے اس واسطے کہ دلی یہ بد نصیب دلی یہ بد قسمت دلی یہ بد بخت دلی سینکڑوں برس دار سلطنت
 ہونے کی وجہ سے دولت اور حکومت اور عزت اور لیاقت کا مرکز رکھ کر اب ایک ضلع رہ گیا ہے بن مضافات

لاہور قلعہ من نشاۃ وندل من نشاء جاگیر ارض نصب اور معافی کا تو کیا مذکور ہو۔ ہماری اسی چار دیواری میں سلطانوں
 کے اخیر فیصلے ہوتے تھے۔ اب ہم ہیں کہ خدای فریب سے مقدمے کے لیے لاہور گھسٹنا پڑتا ہے نہ ہماری یہاں
 کسی قسم کا سچ ہو نہ کسی صفیہ کے اعلیٰ افسر کا ہیڈ کوارٹر اس سے بڑھ کر محرومی اور سختی اور بے عزتی اور
 کیا ہوگی۔ عالم مشائخ صنایع ہرفن کے استاد ہر مہر کے کامل درجنوں کوڑیوں یا اب بے دیکر ایک حکیم محمود خاں صاحب
 کا دم رکھنا تھا۔ صاف سوس ہزار افسوس نعمت بھی سلب ہو گئی۔ یہ فخر بھی چھین گیا۔ یہ چراغ بھی گل ہو گیا۔ غوطہ
 بھی اس بات کو دانتے ہیں کہ اصل میں طبیعت مدبر بدن ہی اور طبیب کا ہم طبیعت کی تقویت لیکن اگر طبیعت کے
 کے دلوں میں ایسا اعتبار پیدا کر لے کہ اسی کی ذات خاص سے طبائع کی تقویت ہو اور اُسکی طرف جوج کر لے تو گوشت و شفا
 کی ضمانت اور تندرستی کی کفالت سمجھتے ہوں جیسا کہ حکیم محمود خاں صاحب کی نسبت لوگوں کا عقیدہ تھا۔ تو اب دوسرے
 کی نسبت ایسی عقیدت پیدا ہونے کو عمریں چاہئیں۔ یہ بات طبیعوں میں کم دیکھی ہو کہ وہ جس فن کا عمل و دستوں پر
 کرتے ہیں اپنے اور پر اسکا عمل کر کے لوگوں کو اس فن کا گردیدہ کر لیں مگر ہمارے حکیم محمود خاں صاحب طب یونانی
 کے صدقت کا خود ثبوت مجسم تھے۔ اگرچہ وہ انزل العز کو نہیں پہنچے اور عمر کی اس حد کو پہنچ چکے جیسے کامرہ نہیں
 مگر انہوں نے عمر طبعی سے اکثر اعمار امتی بین سین و سبعین پورا پورا فائدہ اٹھایا اور جب تک زندہ رہی اعلیٰ درجہ کی تندرستی
 کا عہدہ نمونہ تھی انہوں نے اپنی حرارت غریزی کی جو ماریجات ہو اس قدر احتیاط کی تھی کہ اس عمر سچت سے سخت جاڑ کے
 دنوں میں بھی کسی نے انکو کیسوت گرم کپڑے پہنے نہیں دیکھا ہو گا وہ اپنی وضع کے ایسے کچھ تھے کہ ایسے مستقل خراج لوگوں کا
 پیدا کرنا میں حائز ہوں خدا نے بندہ کر دیا ہو۔ کیا اس حیث الفن کیا اس حیث العمر کیا اس حیث التحول کیا اس حیث الحیث کیا
 اس حیث الواجبات کیا اس حیث التغرز سب طرح حکیم صاحب مکرم و محترم تھے۔ گردہ پنے نیا زندگی اور مساکین کے توسل سے
 ایسے بے تکلفانہ طور پر ملتے تھے جس سے ثابت ہوتا تھا کہ انھوں نے اپنی حالت کی برتری کبھی نظری نہیں کی اور
 ہی خلاصہ تہذیب انسانی اور خلق اور جن معاشرت کا عرض الیہ اور اس سے بدلہ بڑھکتے وہ بزرگ قوم جن کی رسم تعزیت
 عام طور پر او اگر ٹیکے لینے ہم لوگ جمع ہو ہیں حکیم محمود خاں صاحب کی وفات سے جو نقصان عظیم قوم اور ملک کو پہنچا ہے اگرچہ
 فی حد فائتہ نا ممکن التلافی ہی ہو کہ خجاندیں چمن از سر و لاہ خالی ماندہ کیسے ہی دود و دگر ہو ہی آیدہ بڑی شکر کا مقام ہو کہ
 ہم کہنے فرزند اکبر حکیم عبدالحمید خاں صاحب میں اسکے فہم البذل ہو کی توقع رکھتے ہیں انھوں نے باپ کی زندگی میں اپنی طبابت کا
 سکھ بجالایا ہو بلکہ ایک بات میں ان پر بھی بدقت لیکے ہیں کہ انکو زمانے کی ضرورتوں پر نظر ہو اور تندرستی جیسے پرانی
 میں اسکا شہادہ پس میری اور ہم سب کی ملی آرزو اور تمنا ہو کہ خدا حکیم محمود خاں صاحب کی مغفرت کرے۔ اسکے پس ماندوں کو

کہ جبکہ چاہے عزت و سہ اور جھوکا چاہے دولت و کاملاً یہ اشارہ ہر طرف اس حدیث کے کہ میری امت کی اکثرین سالہ اور شہر میں پہنچا ہوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یہ لکچر جناب مولوی حلقہ محمد نذیر احمد خاں صاحب نے ۱۵ جون ۱۸۹۲ء کو

طبیعیہ

کے تیسرے سالانہ جلسے پر دیا

<p>ما تفت نے آج مجھ کو جگا کر علی الصباح طبیعت مدرسے میں ہی ایک از دام خلق اچھ چل خدا کے واسطے اور دیر مت لگا میں نے کہا کہ نیمہ مگر اس سے فائدہ تو چاہتا ہے سیر مجھے درود جام سے ضبط معظلات کو درکار ہے دماغ دولت مدار رونق باغ جہان ہے دنیا میں مفلسی مرض لا علاج ہے مجھ کو دیا گیا ہے وہ مایوس دل ہے دیکھیں کتنے کھیل بگڑتے ہوئے پچھم جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال</p>	<p>آواز دی کہ اتنا بھی بیگانہ خونہ ہو ایسا نہ ہو کہ آج کے جلسے میں تو نہ ہو لوگوں کو رحمت طلب و جستجو نہ ہو قسمت کا چاک تا بقیامت رفو نہ ہو اوریاں سب جو بھی قطرہ ہو گرتا گلونہ ہو یہ نغمہ ختم نہ پڑے تخیل کہ وہ نہ ہو رز ہو بلا سے رنگ ہو گل میں بونہ ہو اس طرح کے مریض کو صحت کبھونہ ہو احساس شادمانی لا تقطعوا منہ ہو کیونکہ یقین ہو کہ یہ چپ بچا فرو نہ ہو اب آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو نہ ہو</p>
---	---

اس قسم کے جلسے جیسا کہ یہ ہر گز سال گذشتہ کی کارروائی کا نتیجہ کامیابی ہی تو خوشی کے جلسے میں اس صورت میں سکرٹری جو رپورٹ سناتا ہی اسکا انداز ہی دوسرا ہوتا ہی وہ آپ ہی آپ ہنسنے دیتا ہی خوب کرا کے کی آواز ہی ایک ایک جگہ پور کرنا ہے اور وادے لینے ہر چار طرف دیکھتا جاتا ہے اور اسکی رپورٹ کی نسبت خیال کیا جاتا ہے کہ گویا ایک فتمند جنرل کا کارنامہ ہی جیسے لارڈ رابرٹس کا وہ مشہور دھاوا بواٹھوں نے کابل سے قندھار پر کیا تھا۔ اور اگر پچھلا برس سندس کا گزرا ہی نہ چنہ دینے والے دام میں نہیں آتے اور پرائوں سے وصول نہیں ہوا یا بقدر توقع وصول نہیں ہوا۔ سندسوں کی تنخواہیں چڑھ گئیں اور طالب علموں کے وظیفے اور حکمے رتبہ مقرر ہیں انکو گوشت کے عوض ملنے لگی وال وہ بھی ابالی جہیں ترمرے کا نام نہیں اور پتلی پانی۔ تو یہی حالت میں جلسہ سالانہ محرم کی ہی مجلس ہوگی۔ چونکہ عبد الحمید خاں صاحب رپورٹ سنا چکے ہیں۔ حاضرین میں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ شریک محفل خوشی ہے یا داخل مجلس غم۔ میری طبیعت ایک خاص طور کی خوش ہوئی ہے کہ مجھکو موافق کم اور مخالف جمالات بہت سوچھا کرتے ہیں۔ یہ پیچھا درستیہ تو کے آمدی کئے پیر شدی۔ میں تو علی گڑھ کالج کی طرف سے بھی پورے طور پر مطمئن نہیں ہوں جبکی بنیاد کو سرسید احمد خاں نے اپنے پند امیں ہتھدر مستحکم کر دیا ہے اور کرتے جاتے ہیں کہ فرانسیز و فلسفیو ورس کی بھی اسکی مضبوطی کے لگے کچھ حقیقت نہیں۔ پس میں تو یہی کہوں گا کہ عبد الحمید خاں اپنا مرثیہ پڑھ چکے ہیں کچھ تحت لفظ پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ انسان کی زندگی میں سب سے زیادہ نازک وقت بچپن کا ہے۔ کیونکہ رجسٹر اموات سے یہ بات پائے ثبوت کو پہنچتی ہے کہ بچے بہت کثرت سے ضائع ہوتے ہیں۔ کچھ عیسائی ہندوستان میں نہیں بلکہ یورپ میں بھی جہاں سینیٹیفیک طور پر خفا کی پرورش کی جاتی ہے۔ اسکی وجہ کا بتانا عبد الحمید خاں کا کام ہی۔ اور ان لوگوں کا جو مدرسہ طبیہ میں پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ لیکن میں کہہ دوں کہ طبیعت سے نااہل ہوں۔ اور خدا کچھ کونا ہی رکھے۔ کیونکہ میں عمر طبیہ کے قریب قریب آگتا ہوں چلتے چلائے کیوں اپنے ایمان کو ڈانواں ول کروں غرض میں تو ایسا سمجھتا ہوں کہ سن طفولیت میں روح و جسم کا تعلق ہوتا ہی جدید لہجہ اعضا غلبہ رطوبت کی وجہ سے جسکا ہونا نموس کے لئے ضروری نازک عمارت بدن تھوڑے سے جھکولے کی بھی مقاومت نہیں کر سکتی۔ بعینہ ہی حال ہر اس طرح کے قومی کاموں کا جیسا کہ مدرسہ طبیہ ہی۔ مدرسہ طبیہ کی شراب تین برس کی ہے۔ اگر یہ آدمی کا بچہ ہوتا تو آج کو دوڑا دوڑا پھرتا اور بیل ہزاروستان کی طرح چمکتا لیکن باوجودیکہ عبد الحمید خاں کی سرپرستی میں اسے

پروورش پائی ہو۔ میں اسکو دلیا چوخیال اور توانا اور خوشحال نہیں پاتا جیسا کہ اسکو ہونا چاہیئے تھا۔ اسکا سبب یہ کہ اس بچارے معصوم کو پیٹ بھر کر دودھ نہیں ملتا یعنی کافی غذا نہیں ملو اگر اچھی سے اسکی انتڑیاں کھنگلیں تو سمجھ لو کہ ساری عمر کے لئے ٹھٹھ کر گیا اس مدرسے کو تو اس طرح کا بنانا منظور تھا کہ دیسا بن گیا ہوتا تو مہندو اور مسلمان سب کی جماعت پر اپنی ہوتا کیونکہ پیش نہاد خاطر یہ تھا کہ وید کی اور یونانی اور ذاکٹری کے اپنے تئیں تلافی کو ملکر ایک معجون طبابت تیار کیا جائے۔ یہ خیال مجالس میں مجالس میں بار بار باعلان ظاہر کیا گیا۔ اور اخباروں میں شہزادوں میں رسالوں میں اسکی تحریری یادداشتیں موجود ہیں۔ انجمن حمایت اسلام لاہور نے سنیں ماضیہ کی متصل اور متواتر کامیابی کے بستے پر حال میں ایف اسے کی ایک جماعت کھولی ہے جسکو کالج کی بجائے چاہیئے۔ اسپر سارا ہندوستان انجمن کی تحشیش کر رہی کہ کم سے کم پندرہ لاکھ روپیہ نقد متعینہ جمع کر کے کالج کا نام دینا تھا۔ وہ کالج جو انجمن حمایت اسلام لاہور کھولنا چاہتی ہے وہی متعارف طور کا کالج ہے۔ دوسرے کالجوں کی نقل محض لیکن مدرسہ طبیبیہ ایک بالکل نئی چیز ہے جسکی نظیر دنیا میں کسی جگہ موجود نہیں۔ ہندو روپ میں تمام ممالکیں مشرق وسطیہ میں مصر میں ہندوستان میں۔ یہ کوئٹے کو رس بنائے ہیں۔ نئی طور کی کتابیں تصنیف کرنی ہیں۔ نئی طور کے پروفیسر ہر مہر چھانے ہیں۔ مطلب تو ایسا عظیم ایسا سنگ ایسا متمم بالشان اور بے سامانی اس بجو کی چند پیسوں کے سولے (اسے وہ چند ہزار ہوتے تو بھی ایسے کام کے لئے پیسے ہی کہنے میں آتے ہیں) گرہ میں کچھ نہیں اور سب کے بڑھکے جلدی یہ کہ مدرسے کو جاری ہو جائے اب جو تھا برس شروع ہی نتیجہ کیا ہے اور اس کے سولے ہونا بھی کیا تھا کہ بجائے اس عجیب خیالی مدرسے کے جسکا باغ سبز پر چشمت میں پلک کو دکھایا گیا تھا ایک سکول ایک نئی انجمن آف سکول ہے جس میں صرف طب یونانی کا وہی پڑانا دیا نو سی درس ہے۔ اور وہ بھی چنداں فخر و ناز کے قابل نہیں۔ لیکن اس کامیابی اس فیگور کا الزام کس پر ہے ہر متشفس پر جسکے اوطن میں اس رس کی ضرورت ثابت کی گئی۔ راپنچر اتنی بات سمجھ کر کہ ہے کہ ہر بندہ بشر محتاج طب ہے اور ہر جہو طب محتاج اصلاح و ترمیم۔ جہانگیر میں اس سے کہ اور نہ صرف اس سے کہ بلکہ قومی یا ملکی یا پبلک اصلاح قومی یا ملکی یا پبلک فارم قومی یا ملکی یا پبلک ترقی کو سولہ انوکھے ساتھ تعلق ہے۔ اتنے امداد و اعانت کی توقع لا حاصل ہے ہے مسلمانوں میں اپنی حالت کی اصلاح کی صلاحیت ہوتی تو یہ اس نوبت ہی کیوں پہونچتے ان کے حالات ان کے کمالات ان کے عادات ان کے معتقدات پر نظر کر کے میں نے تو یہ رائے قائم کی ہے کہ مسلمان یا تو کریں سلطنت اور یا مالکیں بھیک یا میں اعلیٰ علیتین پر۔ یا کریں اسفل السافلین۔ میں یہ سچ میں کہیں ان کا ٹھکانا ہی نہیں۔ سلطنت تو بہت کی اور ایسی کی کہ کسی نے کی ہوگی اور شہ

کوئی کریگا۔ خدا کی طرف سے سلطنت کا کوئی اتھاری ٹھیکہ نہ تھا۔ ہرگز رانچر و نویت اوست۔ اب بھیک مانگنے کی بجائے
 ہو اور اسکے آثار دکھائی دے ہو ہیں سلطنتیں مکمل گئیں اور بھکتی جا رہی ہیں۔ اور جو باقی ہیں یو آفیا و اضعیف ہوتی
 چلی جاتی ہیں طب یونانی جسکے سنبھالنے کا اس سے بڑا اٹھایا ہی۔ ہو تو محتاج ایہ عام مگر کچھ بھی اسکو مسلمانوں کے ساتھ
 ایک طور کی خصوصیت ضرور ہو۔ چاہے اس طب کا ماخذ اصلی یونان ہو لیکن ہندوستان میں اس طب کے مسلمانوں کی چھ
 رواج پایا۔ یہ قرن ہمشیشہ مسلمانوں کے ماتھے میں رہا۔ ہر نئے میں اور ہر جگہ مسلمان ہی اس فن کے بڑے بڑے ماہر ہوتے
 چلے آئے۔ الی یومنا۔ اھذا پس اگرچہ باشندگان ہند عموماً صد سال سے طب یونانی کے مہمندن ہیں۔ لیکن دوسروں
 طب کا استحقاق ہو۔ تو مسلمانوں پر دعویٰ غیرت۔ مہارت کی جیسی کچھ تاکید اسلام میں ہو میں جانتا ہوں کہ کئی دوسرے
 میں ہوگی میں یہ نہیں کہتا کہ دوسرے مذہب میں اسکا حکم نہیں ہو مگر نہ اس شاد کے ساتھ کہ قرآن میں جہاں
 اقیما الصلوٰۃ ہو اواللکوۃ بھی ضرور ہو پھر میں اسکا بھی قائل نہیں کہ مسلمان اپنی نیش احکام مذہبی کی بجائے
 میں طہل اور بے پروا ہیں۔ ابھی رمضان کو گزری کئی تھو۔ بالکل گرمی اور پھاڑوں اور سپرد رات ہو اور شاید طبیوں
 اور ڈاکٹروں کا اجماع کہ فاقہ محل خطر ہو گرتے بڑے شہر دل میں دس مسلمان بھی ایسے نہیں نکلیں گے جنہوں نے تکلیف سے جہان
 بچا کر یاو باسے ڈر کر روزہ نہ رکھا ہو۔ اور جنہوں نے نہیں کھا وہ ایسے باہمت بزرگ تھے جو ہر دھجور کے رمضان میں بھی
 روزہ نہیں رکھتے۔ بہر کیف میں مسلمانوں کو ایسا نہیں لیا کہ وہ خیال کرتا ہوں جو بجا آوری احکام مذہبی میں کسی دوسرے
 گروہ سے پیٹے نہیں۔ یہ خرچ کرنے میں بھی ایسے دھنی ہیں لگا کر مولویوں نے سب سے نہیں بلکہ ان مولویوں نے جنکو
 دلی زاری کے لیے دبا لی کھا جاتا ہے روک ٹوک کی ہوتی تو مسلمان شادی عی یا اور دوسری تقریبات میں بہت
 سے فضول اور لایعنی مصارف اپنے اوپر لازم کیے جتے۔ بھلا پھر مسلمان باوجودیکہ مطیع مذہب اور خرچ کرنے پر لبر بھی ہیں
 مدد طلبیہ جیسے نیک کام میں جی کھول کر کیوں نہیں شریکتی۔ اسکی دودھیں خیال میں آتی ہیں۔ اول تو لوگ ایسکوں
 کو مصرف خیرات ہی نہیں سمجھتے۔ وہ بیمار کو دیکھ کر بے شک ترس کھائیں گے۔ اور دوا بلکہ غذا بہم پہنچانے میں بھی
 انکی مدد کو آمادہ ہونگے لیکن یہ خیال دور از کار انکے ذہن میں بھی نہیں گزرتا کہ کار ثواب سمجھ کر اپنی گروہ کے دم
 خرچ کریں لوگوں کو طب پڑھوائیں اس توقع سے کہ نئی طبیب تیار ہوں اور آخر کار مدد و فضل کا علاج کریں۔ دوسرا
 سبب ایندوئی لاسٹ ڈوناٹ دی لیسٹ ہو عموماً مسلمانوں کی ہمدردی۔ یہ تو خاص ایک مخزن لوگوں کا مرجع ہے
 اور جتنے مسلمان اس جگہ موجود ہیں ماشار اللہ سب مقتدر ہیں۔ لیکن ہر عام مسلمانوں کی قوم کا مذکور کرنا ہوا
 سو قوم تو بہت بڑی چیز ہے۔ ایک دلی شہر میں ایسے مسلمان کتنے ہونگے شاید مشکل سے محلے سمجھے ایک یا دو

ہمارے شہر میں صرف پنجابیوں کی ایک قوم بدولت تجارت خوشحال ہے اور یہ لوگ غیر بھی میں مگر ان کے مذاق ہمارے
 اور صوبہ کے نہیں ہیں۔ پس اس کی طرف سے ہونے نہ ہوگی برابر۔ تو غرض یہ ہے کہ مدرسہ طبیبہ کو جہاں تک آسہ اور سہارا
 مسلمانوں کا ہے مسلمانوں کا حال یہ ہے شکر کریں! راجست اندر درم نیست + خداوندان نعمت را کرم نیست
 پس مدرسہ طبیبہ کی تقدیر حقیقت میں فیصل شدہ ہے۔ یوں ملی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹ پڑے اور خدا چھپر چھپر کر گزرتا
 ہے۔ سادے تو کہی نہیں جاتی۔ دوسرے باسبا بظاہر تو سکول کی حالت افسوس کے قابل ہے۔ اور یہ سالانہ جلسے اور رازہ عام
 اور اجتماع اور رپورٹ اور لکچر سب چیزیں بے مناسبت معلوم ہوتی ہیں۔ اگر فن جمع کرنے کی ایک عمدہ تدبیر فیصل
 ہے۔ ایک سکیل میری سمجھ میں نہ آتی ہوتی تو میں اس جلسے میں شریک ہونے اور لکچر دینے پر ہرگز جرأت نہ کرتا۔ اسے
 محکم عبدالعزیز صاحب آپ اپنے مدرسہ طبیبہ کے قائم کرنے اور اسکو ترقی دینے کے لیے وہی یا وہی ہی تدبیر
 عمل میں لائی ہیں جو ہر ایک فوئڈ آف سکول یا فوئڈ آف کلج عمل میں لاتا ہے۔ لیکن میں آپ سے سہانی مانگ کر چاہتا ہوں
 ہوں کہ آپ کی وہی شل ہے۔ دھندہ دراشہر میں لڑکا بغل میں۔ اسے جناب آپ کے فوئڈ آپ ہی کی جیب میں آپ ہی کی
 منشی میں اور آپ ہی کے اقتدار میں ہیں۔ دوسرے فوئڈ ریمیک ٹانگے اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلانے اور لوگوں کے
 کے سولے اور کچھ ہنر نہیں رکھتے۔ اگر آپ نے یہ سمجھا ہے کہ آپ بھی ان میں سے ایک ہیں تو اپنے اپنی قدر نہیں
 پہچانی۔ مصرع نسخہ بالا لکھ کر لڑائی ہنوز + آپ خدا کے فضل سے مشہور و نامی طبیب ہیں اور خدا نے ہر آدمی
 کو اس کو آپ کے لیے مسخر کر رکھا ہے۔ تا مجھ تک لوگ آپ کو اپنی ہندوستانی کا نگہبان اور اپنی جان کا محافظ بنا کر کرتے
 ہیں آپ کو بہت سی عالم اور کثیر الوقعی بیماریوں کے ایسے مجرب اور بھروسے کے نسخے ضرور معلوم ہوں گے جو خطا
 نہیں کرتے۔ آپ کی برہمی دولت ہی نسخے ہیں۔ اور اگر آپ چاہیں اور آپ کو چاہنا چاہیے اور آپ ضرور چاہیں گے
 تو آپ یہ ایک مدرسہ طبیبہ ایسے ایسے کئی بے منت غیرے قائم و جاری کر سکتے ہیں۔ صرف اتنی بات کرنی ہوگی کہ
 آپ اپنے نسخے کسی کو بتائیے نہیں۔ مگر ان کے فوائد کو مشترک کیجیے۔ ہشتہر کرنے سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ کل انجیا
 میں ہشتہاروے کو فراغ ہو بیٹھیں۔ بلکہ اس کثرت سے ہشتہار دینا ہوگا کہ بھلا زیادہ نہیں تو چہارواں گشت ہوتا
 میں کثیر سے لیکر دس بلکہ سیلون تک اور پشاور سے لیکر برصغیر تک کوئی ایسی جہر شہر کا اطلاق ہو سکتا ہے
 جہاں آپ کا ہشتہار نہ ہو چاہا ہو۔ اسے جناب اب زمانہ آگیا ہے کہ جہر سہ سہیتفک ہوتی چلی جاتی
 ہے۔ ہشتہار کا دینا بھی بجائے خود ایک سائنس ہے۔ اور ہر شخص اس سے عہدہ برائیں ہو سکتا۔ ہشتہار حقیقت

میں خریداروں کے ہٹلنے کا چال ہو۔ اور اس طریقے پر چال انکا خالی نہ آنے خاص سلیقہ چاہتا ہے۔ لوگوں کی زبانیں مختلف ہیں مراسم و عادات مختلف ہیں۔ ان کے مذہب مختلف مذاق مختلف مشاغل مختلف ان سب کو اپنی طرف متوجہ کرنا اور نہ صرف متوجہ کرنا بلکہ انکو شوق و رغبت دلانا ایک طرز خاص سے نہیں ہو سکتا۔ بیشک تحریر ہی ایک آلہ ہے۔ جسکے ذریعے سے ہم کسی بات کو شہر کر سکتے ہیں۔ اس کا ایک طریقہ اخباروں میں اشتہار کا دینا ہے۔ مگر متحدہ اخباروں میں متعدد خطوط کی زبانوں میں۔ دوسرے طریقہ مناظر عام میں اشتہاروں کا پچاس کرنا ہے۔ مناظر عام میں سب سے عمدہ ریل کے سٹیشن ہیں۔ جن کی دیواریں مارے اشتہاروں کے لپی پٹی ہیں۔ پھر نفس اشتہار کا پیرایہ غور طلب ہے۔ اکثر اشتہار میں کوئی عمدہ تصویر شامل ہوتی ہے کہ خواہی خواہی اس پر نظر پڑے۔ کبھی مضمون اشتہار ایسا دلچسپ ہوتا ہے کہ وہ توجہ دلاتا ہے۔ صرف توجہ دلانے کی غرض سے تھا کہ ڈاکٹر سیکو اکو تم نے دہلی میں لکھا ہوگا۔ ایک عجیب صنعت کی گاڑی میں عجیب خلقت اونٹ جوتے ہوئی سڑکوں پر اور گلیوں میں بگل بجاتے پھرتے۔ لوگ تسخر کرتے تھے۔ مگر ڈاکٹر سیکو اسی تسخر میں لاکھوں روپے کھا کر چین سے اپنے وطن میں جا بیٹھے۔ غرض اور صرف تو آپ اشتہار دینا شروع کیجئے اور ادھر کارخانہ دوا سازی میں اگر ہوا اور نہ ہو تو اسکو اب قائم کیا جائے۔ دوائیں تیار کر لیتے اور پھر دیکھئے کہ کتنی فرمائشیں اگر گتی ہیں۔ میں کامل یقین کرتا ہوں اور آپ بھی کامل یقین کریں گے۔ اور غالباً تمام حاضرین کامل یقین کریں گے کہ آپ خاک کی چٹکی بھی دینگے تو لوگ اکسیر سمجھ کر ہزار جان اُسی کے خاناں ہونگے۔ دوا فروشی کا فائدہ آپ سے کو دیکھئے اور ایک لٹکا فقیر کا بتایا ہو ابھی کام میں لگ کر دیکھئے۔ خدانے چاہا تو وہ فائدہ جو دوا فروشی پر تترتب ہو رہا ہے کے لئے کافی اور کافی سے بہت زیادہ ہوگا۔ ہاں یہ لٹکا انگریزی دوا کی طرح سریع التاثر نہیں ہے۔ بے دیر طلب لیکن اسکی کامیابی یقین ہے اور چندہ بھی آپ کو کون نقد پر کھارنا ہے۔ اور چندے کا نتیجہ شکوک بلکہ مودوم بلکہ معدوم اسے جناب یہ میرا خیالی دھوکوسلا نہیں ہے۔ میں اس کے اتنے شواہد پیش کر سکتا ہوں کہ پھر کسی کو گنجائش انکار نہ ہو۔ آپ صاحبوں میں سے اکثروں نے۔ ہورڈس کو نہیں۔ اینوز فروٹ لٹس گریمالٹ سرپ۔ فیوزر سرپ۔ بیچس پلنر۔ کاکلس پلنر۔ مالویر پلنر۔ مالویر اوینٹنٹ۔ کیپرسل کسٹکٹ آف مالٹ۔ کالس برون کلور دوٹین۔ لیڈرس فاسفو ڈین۔ اور اس طرح سے بہت سے انگریزی دواؤں کے نام نے ادھنہ صرف لئے بلکہ انکو استعمال کیا ہوگا۔ مگر ان دواؤں سے جو مالی منفعتیں اہل یورپ نے حاصل کی ہیں۔ شاید بہت کم لوگ اسکا صحیح اندازہ کر سکتے ہیں۔ اندازے کے متعلق مجھ کو اپنے بچپن کی باتیں یاد آتی

ہیں کہ ہمارے وہلی کلن میں بڑے مولوی صاحب یعنی عربی کے مدرس اول کو جن کی شاگردی پر مجھے
 تازہ ہے سوز و پیہ تنخواہ ملتی تھی اور اس پر وہ اکثر حسرت کی شکایت کیا کرتے تھے اور ہم طالب العلوم
 کے وظیفے چار روپیہ سے لیکر بارہ روپیہ تک تھے۔ تو ہم لڑکے لڑکے آپس میں کہا کرتے کہ کیوں مولوی
 صاحب خلاف واقع اپنی تنگ دستی ظاہر کرتے ہیں کیا ہم لوگ ان کی تنخواہ بڑا ناچاہتے ہیں کہ دفعہ خلعت
 کے طور پر اس تہید کی ضرورت ہی اس وقت ہم لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کوئی شخص سوز و پیہ مہوار
 کی آمدنی رکھ کر بھی تنگ دست رہ سکتا ہے۔ پھر ہم ان کے تفصیلی مصارف پر نظر ڈالتے۔ مثلاً کھانا۔ ایک
 دہل روپے بخور کرتا۔ تو دوسرا ٹیسی فیاضی کے ساتھ کہنا کہ دس نہیں ہیں بلکہ پچیس۔ اسی طرح ہر بات
 اور ہر رقم پر بحث ہوتی۔ اسی یا اس سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ جو گورنر جنرل کی کونسل میں ہندوستان
 کی سیٹھ پر ہوتی ہے۔ بہر کیف مصارف کا مجموعہ پچاس تھانے سے تجاوز نہ ہوتا۔ غرض اس خصوص میں مولوی
 صاحب کی طرف سے ہم سب کو بدگمانی رہی۔ آخر وہ دن آیا۔ اور آنا تھا کہ میں کانپور میں ڈپٹی انسپکٹر تھا۔ اور
 بھتہ ملا کر پہلی تنخواہ سو اسو سو بھی بیا دہ بھکھو ملی اور اتفاق سے اس وقت ناکافی بھی تھی۔ مجھ کو فوراً مولوی صاحب
 یاد آئے۔ اور ان کی حسرت کی تصدیق ہوئی۔ اور اب تو یہ حال ہے کہ بڑے سے بڑا عہدہ دار بھی بھوکھو شکایت
 کرے نچوں پاؤں کر لیتا ہوں۔ اسی قبیل کی دوسری بات یہ ہو کہ جب مجھ کو اول اول مدارج اعداد سکھائے گئے
 تو وہ یہی معمولی سلسلہ تھا۔ اکن۔ دہن۔ سہن۔ تہن۔ دہ تہن۔ کھن۔ دہ کھن۔ کڑن۔ وہ کڑن۔
 اتن۔ دہ اتن۔ کھرتن۔ دہ کھرتن۔ نیکن۔ دہ نیکن۔ پرتن۔ دہ پرتن۔ سکھتن۔ دہ سکھتن۔ مہاسکھ
 اس لیے بچپن میں تعلیم کی تاکید کرتے ہیں کہ اس وقت کا سیکھا ہوا کائنات فی الحجب ہو جاتا ہے۔ اس
 سلسلے کے الفاظ جیسے بے گھڑت میں ظاہر۔ مگر چونکہ بچپن کے یاد کیے ہوئے ہیں ابھی تک نہیں بھوکھو
 اگر کچھ مدارج بے ترتیب یا متروک ہو گئے ہوں تو شمس العلماء خان بہادر مولوی محمد زکریا اللہ سے صحیح کر لیتا
 غیر تو عرض یہ ہے کہ مدلول مجھ کو اس سلسلے پر اعتراض لا۔ کہ دنیا کا کام لاکھوں کڑوروں سے چلتا اور
 چل سکتا ہے۔ یہ شیطان کی سی انٹری بے فائدہ کیا بنا کھڑی کی ہے۔ بارے جب دائرہ معلومات وسیع
 ہوا۔ تو سمجھ میں آیا کہ یہ فیسیوٹس فلر نہ ہوں تو اہل یورپ کی تجارت اور اسٹراٹجی کے مقاصد کیونکر سمجھا
 آئیں۔ یہاں میرے ایک عزیز دوست حافظ عبد الرحیم صاحب کسی جگہ موجود ہوں گے انھوں نے مشر بھیج
 ۵ نمبر آمدنی دفعہ آئندہ ۱۲ پتھر کی لکیر ۱۲ یعنی اتنے بڑے بڑے اعداد جو افانہ معلوم ہوتے ہیں ۱۲ علم حیات ۷

و محترم ہوں گے۔ جیسے کوئی شریف آدمی دنیا میں مغرور و متعزز ہو رہا ہے۔ یا ہر کتاب ہے یا آئینہ ہو گا۔ ہمارے ملک پر یہ ایک خذاب الہی ہے کہ پیشوں اور کاموں کے تعزیز میں تمیز کیا جاتا ہے اور تا وقتیکہ یہ امتیاز بالکل بلیا میٹ نہ ہو جائے گا۔ ملک اور قوم کے فلاح کی توقع رکھنی فضول ہے۔ ہم اگرچہ دنیاوی حالت بہتر کرنی چاہتے ہیں تو ہم کو چارنا چار یورپ کی تقلید کرنی پڑے گی۔ وہاں کا حال یہ ہے کہ مسٹر گلیڈ سٹون کا نام اس وقت روسے زمین پر ہوسٹ ہولڈ ورڈ ہے۔ یہ شخص جس نے سینکڑوں ہسٹ اور لارڈ بنا دیئے آپ وہی سیدھا سادھا مسٹر شاعر بننے میں قلم کو کسے قطرے کا قطرہ رہا۔ بل بے سمانی تیری اُن سے ہمدرد کے چور۔ تین بارنگلستان کا وزیر اعظم رہ چکا ہے اور عجیب نہیں سیوا لکیشن میں جو غریب ہونے والا ہے پھر زب و کرسی وزارت ہو۔ یہ عجیب شخص ایک اناج بھرتی کرنے والے کا بیٹا ہے اور خود اسکے بیٹے کی دوکان کلکتے میں موجود ہے اور شاید اسکا بھتیجا یا قریب کا کوئی اور شہرہ دار برصغیر میں ٹی کشنر تھا یا ہے۔ لارڈ سڈلی جام یعنی مر یا بنانے والا ہے۔ چنبرجکے تالے مشہور ہیں۔ سر کا خطاب رکھتا ہے۔ ایک سوچی سلیویم پلپر ہے۔ ہینٹلی پامر کے بیکٹ چائے کے ساتھ کھائے ہوں تو اس فرم کا مسٹر پامر پارلیمنٹ کا ممبر ہے۔ مسٹر فلیو ایک آستھ چند مینے ہوتے ایک کرڈر پھتر لاکھ کا سرمایہ چھوڑ کر مرے ہیں ایک کتاب فروش تھے۔ خدا نے برکت دی ہوتے ہوتے ہوسٹ آف کانس کے لیڈر اور شریٹر کی فرسٹ لارڈ ہو گئے۔ اور مرتے دم تک تجارت سے دست کش نہ ہوئے۔ اُن کی ہم کو ملکہ نے پیرس کا خطاب دیا۔ مسٹر بالوی جبکہ میں مذکور کرچکا ہوں اُن کو یہ عزت حاصل ہوئی کہ اُن کے کالج کو خود کو تین وکٹوریہ نے کھولا۔ نیشنل گیلری میں اُن کی تصویر تیسرے نمبر پر لگی ہوئی موجود ہے۔ مسٹر کین ممبر پارلیمنٹ جو ہندوستان میں بھی گشت لگا گئے ہیں اور جنہوں نے انتظام ابھاری پر برطانوی مچا رکھا ہے ایک ٹین والا ہے۔

غرض یورپ کا اصول تو یہ ہے کہ اصلی عزت دولت اور لیاقت کی ہے۔ اور ہے بھی یوں ہی اور ہونا چاہیے بھی یوں ہی۔ کچھ ضرور نہیں کہ جو اسے میں نے پیش کی ہے ابھی اسکو رد یا قبول کیا جائے مگر اتنا اصرار ضرور کرونگا کہ اس سے قطع نظر نہ کیا جائے۔ حکیم عبد المجید خاں صاحب! میں ایسا خیال کرتا ہوں کہ آپ اپنے مجربات کی رائے دینا چاہیں گے تو کوئی انٹرپرائزنگ مین اسکا بڑا بھاری معاوضہ دینے کے

لیتے بکھڑا ہو جائے گا۔ اور آپ کے چند سے کی فہرست میں وہ ایک بڑی رقم ہوگی۔
 میں نے نہایت تعجب سے سنا ہے کہ آپ نے مدرسے کے سڑتے کو جائیداد اراضی میں مشغول کیا ہے
 بیشک جائیداد اراضی سے بھی کچھ فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ لیکن میں اس بات کو سعی و زمانہ کی سمجھتا ہوں
 جسکو زیادہ کمائی کرنے کا سلیقہ نہیں وہ مارے درجے اس تدبیر کو اختیار کرتا ہے۔ میں بہت زیادہ خوش
 ہوتا اور آپ بہت فائدہ حاصل کرتے۔ اگر یہ سٹریٹس طرح پر صرف ہوتا جو میں نے بیان کیا۔ میں مدرسہ
 کے مدرسوں کو تو نہیں طالب اعلیٰوں کو بھی دو چار صلاصیں بتاتا۔ مگر گرمی اور صاحب ڈپٹی کشنر کی پریری
 اور وقت کی تنگی اجازت نہیں دیتی۔ اگر برعزم انھیں طبابت جیتا رہا تو اگلے سالانہ جلسے کر لیے گائے رکھتا
 ہوں۔ کیونکہ اس مدرسے میں لکچر دینا اب مجھ کو لازم سامہو گیا فقط

لے بر خلاف ۱۲

۱۱

لکچر
 سروں کا مجموعہ ختم ہوا

ضروری اسلاع

اگرچہ ہم نے شروع سے جون ۱۹۷۸ء تک لکچروں کو اس جلد میں جمع کر دیا
 ہے اور مذاق شناسان سخن فہم کے لیے بجائے خود یہ ایک اچھا مفید اور دل چسپ
 رسالہ ہو گیا ہو۔ مگر اس زمانے کے مصنفوں میں صرف ایک مولوی محمد نذیر احمد خاں
 صاحب ہی ایسے مصنف ہیں جن کی تصنیفات سے آدمی ملول ہونے کا تو کیا ذکر
 ہی سیر نہیں ہوتا پس ہم نے ایسا بندوبست کر لیا ہے کہ آئندہ جب جب مولوی
 محمد نذیر احمد خاں صاحب کہیں کوئی لکچر دیں وقتاً فوقتاً اس کو ایسی قطع سی کاغذ
 اور اسی شان کے ساتھ بوضع رسالہ جداگانہ چھاپے یا کریں گے تاکہ جن کے
 پاس یہ کتاب ہو جدید لکچروں کو اس میں بڑھاتے جائیں یا چاہیں علیحدہ رکھیں
 اور اس تپہ سے طلب فرمائیں۔ وہلی بازار دریاہ کلاں دوکان محمد نذیر حسین باجوہ کتب

المشت
 محلہ نائین حسینیت جگر کتب خانہ نائین زار دریاہ کلاں

اعلان

تصنیفات

فاضل اجل خواجه

مولوی محمد نذیر احمد خان صاحب کی ترمیم شدہ
حاشیہ پر مشتمل کتب کا مجموعہ چھاپہ کی صفائی و خیر و رک کے لوگوں کے لئے
شوق دلا یا ہی جن کے نام مع قیمت و بیع و دل میں محصول مہر خریداری

مرآۃ العروس کاغذ لائی صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ مطبعہ انصاری دہلی (مضمون) استورات کی فائز داری کے بیان
میں قیمت فی جلد ۱۲ روپے بنات الخش ترمیم شدہ کاغذ لائی مطبوعہ مطبعہ انصاری دہلی قیمت فی جلد ۱۲ روپے
رسمی فی جلد ۱۲ روپے قوتیہ التوضیح کاغذ لائی صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ مطبعہ انصاری دہلی (مضمون) تعلیم خدا پرستی میں قیمت
فی جلد ۱۲ روپے محسنات یعنی خاتون بیلا کاغذ لائی صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ مطبعہ انصاری دہلی (مضمون) لغز و ازواج کے فوائد
میں قیمت فی جلد ۱۲ روپے ابن الوقت مطبوعہ مطبعہ انصاری دہلی (مضمون) انگریزی و فتح اور لائبریری کے نقصان میں قیمت
فی جلد ۱۲ روپے موعظہ حتمہ مطبوعہ مطبعہ انصاری دہلی (مضمون) تعلیم مفید نصیحت فرجام نامہ و پیام قیمت فی جلد ۱۲ روپے
منتخب الحکایات مطبوعہ مطبعہ انصاری دہلی (مضمون) حکایات دل چاہیہ مع حاصل مطلب قیمت فی جلد ۱۲ روپے چاند پند
مطبوعہ مطبعہ انصاری دہلی (مضمون) بستی بچوں کے لئے کی اردو کتاب جن میں لکھے گئے مفید مضامین جمع کیے گئے ہیں قیمت فی جلد
۱۲ روپے صرف صغیر یعنی قواعد فارسی قیمت فی جلد ۲ روپے حساب حتمہ جو یہ کتاب انصاف میں سے قیمت فی جلد ۱۲ روپے
اتمام حتمہ یہ رسالہ نظم اصلاح قوم کے بارے میں ہے قیمت فی جلد ۱۲ روپے مبادی الحکمہ بزرگان اردو و بزرگان افتخار دہلی
(مضمون) نظم مثنوی میں ہست عمدہ کتاب ہے جس کے صفحے میں صنف صاحب کو سرکار انگلستان سے انعام مرتب ہو قیمت
فی جلد ۱۲ روپے ایامی یہ رسالہ محمد نذیر احمد خان صاحب کی جدید تصنیف کیا مولانا ولی علی افسر تہذیبی ہیں
بیوہ عورتوں کے علاج نہ کرنے کی دینی و دنیوی خرابیاں لکھائی گئی ہیں قیمت فی جلد ۱۲ روپے رسم الخط
(مضمون) قواعد علم و دانش مبتدی بچوں کے لئے نہایت عمدہ فائدہ پہنچانے والی
اور بہت بکارت کتاب ہے قیمت فی جلد ۲ روپے مانتیک فی الصرف
عربی اردو زبان میں یہ کتاب مبتدیوں کے

نہایت بکارت کاغذ

والای قیمت

فی جلد ۱۲ روپے

رسمی ہر جلد مطبوعہ

المشہور

محمد نذیر احمد خان صاحب کی ترمیم شدہ

کاغذ لائی مطبوعہ

۲

1914/10/2

CALL [1914/10/2] ACC. NO. 22.4

AUTHOR - 1914/10/2

TITLE - 1914/10/2

1914/10/2

22.4

1914/10/2

1914/10/2

Date	No.	Date	No.

AT THE TIME



Maulana Azad Library

ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY

RULES:-

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of Re. 1-00 per volume per day shall be charged for text-books and 10 Paise per volume per day for general books kept over - due.

